خطباتِ جلالی

جلد اوّل

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز، کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771-2 0315/ 0321-[illegible]7090

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرام پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

https://telegram.me/Tehqiqat

https://telegram.me/faizanealahazrat

https://telegram.me/FiqaHanfiBooks

https://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://archive.org/details/@muhammad_tariq_hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

http://ataunnabi.blogspot.in

نام کتاب	خطبات جلالی (جلد اوّل)
افادات	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی
مرتب	محمد نعیم اللہ خاں قادری (بی ایس سی۔ بی ایڈ ایم اے اردو)
مرتب	مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)
باہتمام	شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی
پہلا ایڈیشن	مئی 2012ء
تعداد	1100
صفحات	416
ہدیہ	300روپے

پانچواں ایڈیشن
اگست 2015ء

انتساب

بندہ اس کاوش کو

جنیدِ زماں حافظ الحدیث امام العصر حضرت

پیر سیّد محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

اور

تاجور کشورِ تدریس امام العلماء

حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

کے اسماء گرامی سے منسوب کرتا ہے

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

بانی ادارہ

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کے دل کی آواز

ادارہ یہ چاہتا ہے کہ

- عقیدۂ توحید و رسالت سے متعلق اعتقادی اور عملی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے۔
- مقاصدِ قرآن و سنت کو اجاگر کر کے ان کا آگے ابلاغ کیا جائے اور مسلکِ حق اہلسنت و جماعت کے ساتھ اسلام کے نظریہ کی ہم آہنگی بھی واضح کیا جائے۔
- حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت کو عام کیا جائے اور ان کی پابندی کا احساس بیدار کیا جائے۔
- محبوبانِ بارگاہِ ایزدی (انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص حضور خاتم النبیین ﷺ، اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا وسیلہ جانتے ہوئے ان کے محبت کے تقاضے سے انہیں اپنی محبتوں کا مرکز بنایا جائے اور ان کی ناموس پر پہرہ دیا جائے۔
- معاشرتی اسلام کی ترویج کی خاطر اور برکاتِ دین سے تمام شعبہ ہائے زندگی کی مانگ بھرنے کیلئے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے ذہن سازی کی جائے۔
- عریانی، فحاشی، حرام خوری، بے حیائی، فریب کاری، دغابازی، جھوٹ، خیانت اور ظلم و ستم جیسی بیماریوں سے معاشرے کو پاک کیا جائے۔
- نام نہاد روشن خیالی کے گندے سیلاب کے سامنے بند باندھا جائے۔
- تطہیرِ اخلاق، تعمیرِ سیرت، روحانی تسکین اور معاشرتی بناؤ کیلئے تربیت گاہوں کا اہتمام کیا جائے۔
- مزاراتِ اولیاء جو کہ مراکزِ انوار و تجلیات ہیں انہیں جہلا کی غیر شرعی حرکات سے بچایا جائے۔
- یہود و نصاریٰ اور حرکاتِ مُنَظَّمہ (اسلام کو نقصان پہنچانے والی تنظیموں) کی سازشوں پر کڑی نظر رکھی جائے تاکہ امت مسلمہ کو ان سے بچانے کیلئے بروقت اقدام کیا جائے۔
- سماجی خدمت کے اسلامی فلسفے کو اجاگر کرتے ہوئے بعض این جی اوز کی سماجی خدمت کی آڑ میں دین مخالف سرگرمیوں کا تعاقب کیا جائے۔

مذکورہ مقاصد کے حصول کیلئے ان امور پر خود عمل پیرا ہوتے ہوئے گھر گھر یہ پیغام پہنچانے کی خاطر دورِ جدید کے تمام ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لایا جائے

﴿فہرست﴾

مضمون | صفحہ نمبر

☆☆☆☆☆☆

باب نمبر

1

نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیوں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام عَلٰى اَفْضَلِ الْاَنْبِيَاءِ وَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِه وَ صَحْبِه اَجْمَعِيْن

اَمَّا بَعْد

فَاَعُوذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِيْن

(پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۱۵)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًاO

(پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَ عَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى جَلَّ جَلَالُهٗ وَ عَمَّ نَوَالُهٗ وَ اَتَمَّ بُرْهَانُهٗ وَاَعْظَمَ شَانُهٗ کی حمد و ثناء اور حضور سرور کائنات، فخر موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار

گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد
آج کی گفتگو کا موضوع ہے

﴿نورانیت مصطفیٰ ﷺ﴾

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تخلیق فرمایا اور آپ بشری صورت میں مخلوق کی ہدایت کیلئے تشریف لائے۔

اس موضوع میں بنیادی گفتگو یہ ہے کہ نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل بشریت میں کسی کا اختلاف نہیں، کیونکہ قرآن مجید برہان رشید کی متعدد آیات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا بنیادی اختلاف آپ کی نورانیت کے متعلق ہے، ہم اہلسنت و جماعت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل بشریت کے ساتھ ساتھ بے مثل نورانیت کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ لوگ جن کو ہمارے ساتھ اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

﴿اصولی قانون اور ضابطہ﴾

اصولی طور پر بحث کا قانون یہ ہے کہ جس نسبت میں اختلاف ہو، اس نسبت کے مدعی کیلئے اپنے دعوے پر دلیل پیش کرنا ضروری ہے اور منکر کیلئے اپنے انکار پر دلیل ضروری ہے، کیونکہ بشریت ایک اتفاقی مسئلہ ہے،

اس پر کسی فریق کو اختلاف نہیں (اگرچہ اس موضوع پر بھی ان کا مؤقف انتہائی متضاد ہے کیونکہ فریق مخالف تو

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی جتنا مقام ومرتبہ دیتا ہے،

گاؤں کے چوہدری کی طرح خیال کرتا ہے،

عام بشروں کی طرح مرکر مٹی میں مل جانے کا عقیدہ رکھتا ہے۔
آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل اور نبیوں کا عقیدہ رکھتا ہے
لہٰذا بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کرنے کیلئے ہمارے مخالفین کو کوئی دلیل پیش نہیں کرنی چاہئے۔ اختلاف تو نورانیت کے موضوع پر ہے۔ ہم آپ ﷺ کو بے مثل نور مخلوق بھی مانتے ہیں اور وہ فقط عام سی بشریت مانتے ہیں۔ اصولی طور پر ہمارے ذمہ نبی اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے دلائل پیش کرنا ہیں اور ان کے ذمہ آپ کے نور نہ ہونے کے دلائل پیش کرنا ہے۔
کیونکہ مخالفین اہلسنت و جماعت کے پاس اس مؤقف کے ردّ میں کوئی دلیل ہی نہیں لہٰذا وہ خلط مبحث کرتے ہوئے ہمارے مؤقف کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں اور جو چیز (بشریت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اتفاقی ہے اس کے دلائل دینا شروع کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید کی بشریت والی آیات اس انداز سے پڑھنا اور تشریح کرنا شروع کر دیتے ہیں جیسے کہ ہم ان آیات کے منکر ہیں۔ وہ آیات تو تب پڑھی جائیں، دلیل میں پیش کی جائیں جبکہ ہم نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل بشریت کے منکر ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل بشریت میں کسی کو اختلاف نہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کریں جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہو کہ ہم نے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بنا کے نہیں بھیجا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں نور نہیں ہوں یا صحابہ نے ہی سرکار ﷺ کے بارے میں فرمایا ہو کہ آپ ﷺ نور نہیں تھے۔
اس قسم کے دلائل ان کے دعویٰ کو ثابت کر سکتے ہیں یا ان کے انکار کی دلیل بن سکتے ہیں۔
میں دعوے سے کہتا ہوں کہ قرآن مجید فرقان حمید میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں

کہ جس میں کہا گیا ہو کہ

مَا اَرْسَلْنٰکَ نُوْرًا

ہم نے آپ کو نور بنا کے نہیں بھیجا۔

کوئی ایسی حدیث شریف موجود نہیں ہے جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ:

لَسْتُ بِنُوْرٍ

میں نور نہیں ہوں۔

اور نہ ہی کسی صحابہ کا کوئی ایسا اثر موجود ہے جس میں اس صحابی کا یہ عقیدہ ہو کہ

ما کان نَبِیُّنَا نورا

ہمارے نبی ﷺ نور نہیں تھے۔

چونکہ اصولی طور پر ان کے پاس اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل موجود ہی نہیں لہٰذا وہ بحث کو غلط رنگ دیتے ہوئے بشریت کی آیات پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس موضوع پر جب بھی کسی سے گفتگو ہو تو اصولی طور پر واضح کر لیں اور جب وہ دلیل پیش کریں تو ان کی غلطی کو فوراً پکڑیں کہ جس بات میں ہے ہی اتفاق رائے اس پر دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ بے مثل بشریت ہمارا قطعی عقیدہ ہے، لہٰذا اس پر دلیل پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

پختہ طور پر اس مؤقف کو ذہن نشین کر لیں کہ ہمارے ذمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانیت پر دلیل دینا ہے جو کہ ہم پیش کریں گے۔

اور منکرین کے ذمہ نور نہ ہونے پر، عدم نورانیت پر دلیل دینا ہے۔ ہمارا مؤقف بالکل واضح ہے اور قرآن، حدیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہے لیکن کوئی ایسی آیت،

کوئی ایسی حدیث، کوئی ایسا اثر، کسی صحابہ کا قول پورے ذخیرۂ آثار میں نہیں ملتا کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی نفی ہو۔ ہمارا یہ اصولی مؤقف بحث و مباحثہ، مناظرہ کے اصولوں کے مطابق ہے۔

اب میں قرآن مجید فرقان حمید، احادیث اور آثار صحابہ سے اپنے مؤقف کے حق میں انتہائی اختصار سے دلائل پیش کرتا ہوں۔

﴿قرآن مجید فرقان حمید سے دلیل﴾

جہاں تک قرآن مجید فرقان حمید سے دلیل پیش کرنا ہے تو نبی اکرم، شفیع معظم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان پیش کرتا ہوں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝

(پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آیا اور ایک روشن کتاب (قرآن مجید)۔

امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يعنى مُحَمَّدﷺ

(تفسیر ابن عباس ص ۷۲)

اس آیت میں نور سے مراد جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔

مفسرین کرام، محدثین کرام، علماء عظام کی کثیر تعداد نے اس آیت کریمہ میں لفظ ''نور'' سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو لیا ہے۔

چند حوالہ جات:

(۱) تفسیر کبیر جلد ۳، ص ۳۹۵	(۲) تفسیر روح البیان جلد ۸، ص ۳۷۰
(۳) تفسیر روح المعانی جلد ۶، ص ۹۷	(۴) تفسیر خازن جلد ۱، ص ۴۴۷
(۵) تفسیر ابن جریر جلد ۶، ص ۹۲	(۶) تفسیر مظہری جلد ۳، ص ۶۷
(۷) تفسیر بیضاوی ص ۹۷	(۸) تفسیر مدارک جلد ۱، ص ۲۰۶
(۹) تفسیر معالم التنزیل جلد ۳، ص ۲۳)	(۱۰) تفسیر صاوی جلد ۱، ص ۴۵۸
(۱۱) تفسیر حسینی جلد ۱، ص ۱۴۰	(۱۲) تفسیر ابی سعود جلد ۴، ص ۳۶
(۱۳) تفسیر سراج المنیر ص ۳۶	(۱۴) تفسیر ثنائی مائدہ ص ۱۱
(۱۵) تفسیر تبویب القرآن ص ۱۴۹	(۱۶) تفسیر محمدی جلد ۲، ص ۲۳
(۱۷) تفسیر قاسمی جلد ۶، ص ۱۹۲۱	(۱۸) تفسیر جلالین ص ۹۷
(۱۹) کتاب الشفاء جلد ۱، ص ۱۷	(۲۰) شرح شفاء علی قاری جلد ۱، ص ۵۰۵
(۲۱) شرح شفاء خفاجی جلد ۲، ص ۴۴۸	(۲۲) موضوعات کبیر ص ۱۰۳
(۲۳) جواہر البحار جلد ۱، ص ۱۳	(۲۴) الحدیقۃ الندیہ جلد ۱، ص ۵۴
(۲۵) مدارج النبوت جلد ۱، ص ۴۳ جلد ۲، ص ۶۱۳	(۲۶) ترجمان القرآن بھوپالی جلد ۱ ص ۸۵۷
(۲۷) تفسیر عثمانی ص ۱۴۶	(۲۸) تفسیر معارف القرآن کاندھلوی جلد ۴، ص ۴۲
(۲۹) امداد السلوک ص ۸۵	(۳۰) رحمۃ للعالمین جلد ۳، ص ۱۹۳
(۳۱) شرح اسماء الحسنیٰ ص ۱۵۱	(۳۲) اشرف الواعظ ص ۱۴۸

﴿منکرین کے ہاں نور سے مراد﴾

منکرین کے بہت سے اکابرین نے بھی اس آیت کریمہ میں نور سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو لیا ہے۔ یہاں تک کہ اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی آیت کو موضوع سخن بناتے ہوئے بار بار یہ ثابت کیا ہے اور معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور نور سے مراد نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی الیہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی لیا ہے۔

قرآن مجید، برہان رشید سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا ثابت ہوا۔ یہ ہمارے

دعوے کی دلیل ہے، اب مخالفین کو چاہئے کہ وہ صحیح تو کیا ایسی ضعیف حدیث ہی پیش کریں جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کی نفی ہو۔ پھر سے کہوں گا کہ بشریت کی آیات پیش نہیں کرنے دی جائیں گی، کیونکہ وہ آیات، احادیث، آثار ہمارے خلاف نہیں، بشریت ہمارے نزدیک ایک قطعی عقیدہ ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

﴿بشریت اور نورانیت کا اجتماع﴾

بشریت ایک ثابت چیز ہے اس کا انکار کوئی نہیں کرتا۔ بشریت ایسی چیز نہیں جو نورانیت کے ساتھ جمع نہ ہو سکے۔

ہم بشر ہیں لیکن نور نہیں ہیں لیکن کچھ بشر ایسے ہوتے ہیں جو نور بھی ہوتے ہیں کیونکہ بشر کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بشر وہ ہے جو مٹی کا بنا ہو۔

بشر عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ظاہر الجلد۔ جس کی ظاہر جلد نظر آئے، اسے بشر کہا جاتا ہے خواہ اس کی حقیقت کچھ بھی ہو، اسی لئے قرآن مجید فرقان حمید میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بشر کہا گیا ہے حالانکہ وہ نور ہیں۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ۝

(پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۱۷)

تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا، وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بشر کی صورت میں ظاہر ہوئے حالانکہ سب کے نزدیک، بالاتفاق، حضرت جبرائیل امین نور ہیں، اس کے باوجود ان کو بشر کہا گیا۔ نورانیت اور بشریت، آگ اور پانی کی طرح دو متضاد (Opposite) چیزیں نہیں ہیں کہ ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں۔

بشر کا معنی ومفہوم

بشر کا مطلب صرف ظاہر الجلد ہوتا ہے۔خواہ اس کی حقیقت نور ہو، خواہ مٹی ہو۔

ایک مقام ہے کہ حقیقت مٹی ہے اور ظاہر الجلد ہونے کی وجہ سے بشر ہے۔

اور ایک وہ مقام ہے کہ حقیقت نور ہے اور ظاہر الجلد ہونے کی وجہ سے اس پر بھی بشر کا اطلاق کیا گیا، جس طرح قرآن مجید نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بشر بھی کہا حالانکہ ان کی حقیقت نور ہے، ایسے ہی سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر بھی کہا گیا حالانکہ آپ کی حقیقت نور ہے، اور ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے افضل واعلیٰ ہے جیسا کہ معراج کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

معراج کی رات حضرت جبرائیل امیں علیہ السلام نور ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ گئے کہ کہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلووں سے جل نہ جائیں لیکن آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت ایسی قوی اور مضبوط نورانیت ہے کہ آپ اس مقام سے بھی آگے گزر گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے انوار وتجلیات کا مشاہدہ فرمایا۔

کیا عبد نور نہیں ہوسکتا؟

لفظ عبد سے بھی کچھ لوگ مغالطے ڈالتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ عبد کا اطلاق کیا ہے اور عبد کا معنی بندہ ہوتا ہے۔لہٰذا آپ عبد ہیں نور نہیں جس طرح کہ ہم عبد ہیں اور نور نہیں۔

بلاشبہ نبی اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے عبد ہیں اور یہ سراسر مغالطہ ہے

کہ عبد نور کا نہیں ہوتا کیونکہ عربی زبان کی کسی لغت میں عبد کی تعریف یہ نہیں کی گئی کہ عبد وہی ہو سکتا ہے جو مٹی کا ہو۔ عربی زبان میں عبد کا اطلاق عام ہے۔ عبد مٹی کا بندہ بھی ہو سکتا ہے اور نوری مخلوق کو بھی کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید برہان رشید میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَداً سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ۔

(پارہ ۱۷، الانبیاء آیت نمبر ۲۶)

اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا، پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے فرشتوں پر عباد کا اطلاق کیا گیا، عباد عبد کی جمع ہے۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عبد کہا حالانکہ فرشتے مٹی کے نہیں بلکہ نوری مخلوق ہیں۔ لہٰذا نوری مخلوق کو بھی عبد کہا جاتا ہے۔ لفظ عبد سے کسی کے نور کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ کچھ عبد مٹی کے ہیں اور کچھ عبد نوری ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی نوری مخلوق کو عبد فرمایا ہے۔

المختصر سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بے مثل عبد بھی ہیں اور نور بھی ہیں۔

لفظ مِثْلُكُمْ کی وضاحت

بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کا اطلاق اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا ہے یا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں کیا ہے۔

یا مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور پہلے زمانے کے مشرکین نے انبیاء کرام کے بارے میں استعمال کیا۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔

(پارہ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔

(پارہ ۱۸، سورہ المومنون آیت ۲۴)

یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی

مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ۔

(پارہ ۱۸، سورۃ المومنون آیت ۳۳)

یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔

قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۔

(پارہ ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت ۱۰)

بولے تم تو ہم جیسے آدمی ہو۔

﴿مثلیت بیان کرنے کا مقصد﴾

جہاں تک لفظ مثل کا آ جانا ہے تو وہ من وجہ مثلیت بیان کرنا مقصود تھا۔ اس سے خالق کائنات کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ امتی ہر لمحہ، ہر تقریر اور درس میں یہ نعرے لگاتا رہے کہ وہ ہماری مثل ہیں، ہم ان کی مثل ہیں۔ لہٰذا ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں (معاذ اللہ) ان کے بھی دو ہاتھ...... اس قسم کی پوری گردان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو لفظ مثل ارشاد فرمایا تو اس لئے اے لوگو! خالق نہ ہونے

میں میرے انبیاء کرام تمہاری مثل ہیں جیسے تم خالق نہیں ایسے ہی وہ بھی خالق نہیں بلکہ میری مخلوق ہیں۔

یہ من وجہ مثلیت بیان کرنے کا مقصود یہ تھا کہ کوئی آپ ﷺ کو اللہ کا بیٹا نہ کہے، کوئی آپ ﷺ کو اللہ کی جز و نہ کہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خالق نہیں ہیں، بلکہ مخلوق ہیں۔

اسی مذکورہ بالا پہلی آیت کو ملاحظہ فرمائیں۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(پارہ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس قسم کے ارشادات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین اور ان کو اپنے جیسا عام بشر قرار دینے کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔

میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ اگر اس قسم کے الفاظ کو نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وشان کو ہلکا کرنے کیلئے استعمال کیا جائے تو یہ سراسر گستاخی و بے ادبی میں شمار ہوگا۔

﴿بشریت کی رٹ لگانے والوں کو منہ توڑ جواب﴾

تم کہتے ہو کہ کئی بار یہ لفظ مثل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعمال فرماتا ہے تو پھر ہمیں مثل استعمال کرنے میں کیا حرج ہے؟ میں ان حضرات کی توجہ ایک اور آیت کی طرف بھی مبذول کرتا ہوں۔

قرآن مجید، برہان رشید میں یہ لفظ مثل وہاں بھی استعمال ہوا ہے کہ اس کو بھی

اپنے بارے میں ضرور استعمال کیا کریں۔

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم۔

(پارہ ۷، سورہ الانعام، آیت ۳۸)

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا (چوپایہ) اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں بھی لفظ مثل استعمال فرمایا ہے۔ زمین میں جو بھی چوپایہ ہے وہ تمہاری مثل ہے اور تم اس کی مثل ہو۔ جو بھی پرندہ ہے وہ تمہاری مثل ہے اور تم اس کی مثل ہو۔

غور طلب بات ہے کہ چوپائیوں میں کتا بھی ہے اور خنزیر بھی ہے اور اس قسم کے دوسرے خبیث جانور بھی ہیں۔ پرندوں میں کوا بھی ہے۔

یہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ مثل استعمال فرمایا ہے۔ لہٰذا اب ان لوگوں کو چاہئے کہ قرآن مجید کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے روزانہ تقریر میں، اپنے درس و تدریس میں، اپنی تحریروں میں بار بار لکھیں کہ ہم ان کی مثل ہیں۔

وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی کہا کریں کہ ہم کتے کی مثل ہیں، خنزیر کی مثل ہیں، کوے کی مثل ہیں لیکن آج تک اس طرح کی مثلیت کے بارے میں تحریری یا تقریری طور پر اقرار نہیں کیا، اعلان نہیں کیا۔

جیسے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہیں۔ وہ ہماری مثل تھے۔ اسی طرح یہ بھی کہا کریں کہ ہم کتے جیسے ہیں، خنزیر جیسے ہیں، کوے جیسے ہیں کیونکہ قرآن مجید کا وہی لفظ مثل اس مقام پر بھی استعمال ہوا ہے کہ وہ تمہاری مثل ہیں۔

لمحہ فکر یہ ہے کہ وہ جو عظیم ہے، مقام و مرتبہ میں بلند و بالا، ارفع و اعلیٰ ہے۔ ادھر تو ہاتھ بڑھانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں، جو گھٹیا مقام و مرتبہ والا ہے اس کے لئے استعمال نہیں کرتے کیونکہ اگر استعمال کریں تو ان کی اپنی توہین ہوتی ہے۔

جس انداز میں یہ لفظ مثل کو استعمال کرتے ہیں اس سے یہ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے ہم پایہ بننے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی برابری کی کوشش کرتے ہیں۔

لہٰذا اب ان لوگوں کو چاہیے قرآن مجید فرقان حمید کی دوسری آیت پر بھی عمل کریں، ادھر بھی ہاتھ بڑھائیں لیکن اس آیت پر عمل نہیں کرتے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہ اپنے سے نیچی مخلوق کی مثل بننا پسند نہیں کرتے تو نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے مثل ہونے کا دعویٰ کر کے آپ کے مقام و مرتبہ کو کم کر کے نیچے لانے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟

یہ اپنے مقام سے اوپر کیوں بڑھتے ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو حضور نبی اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ وہ فضیلتیں عطا فرمائی ہیں کہ انبیاء اور رسل میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئیں۔

المختصر نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو لفظ مثل استعمال ہوا ہے وہ من کل وجوہ مثلیت نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں جو یہ کہا گیا ہے کہ تم جانوروں کی مثل ہو، یہ بھی من کل وجوہ مراد نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان جانوروں کا خالق بھی اللہ ہے اور تمہارا خالق بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

تم مخلوق ہونے میں کتے کی طرح ہو، خنزیر کی طرح ہو، کوّے کی طرح ہو، لہٰذا پھر بھی عمومی طور پر کوئی بغیر تاویل کے اس کا اطلاق اپنے بارے میں استعمال کرنا پسند

نہیں کرتا کہ میں فلاں جانور کی مثل ہوں۔

جب یہ لفظ خود اپنے لئے استعمال کرنا توہین سمجھا جاتا ہے تو اس اسلوب میں یہ لفظ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے آپ کی توہین اور تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔

﴿احادیث طیبہ سے نورانیت کا ثبوت﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فرمایا:

۱۔اَیُّکُمْ مِثْلِی۔تم میں میری مثل کون ہے؟

(صحیح بخاری شریف جلد ۱، ص ۲۴۶، مطبوعہ مصر)

۲۔لَسْتُ کَاَحَدٍ مِنْکُمْ۔میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں۔

(صحیح بخاری شریف جلد ۱، ص ۲۴۶)

۳۔اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ۔میں تمہاری مثل یا مانند نہیں ہوں۔

(صحیح بخاری شریف جلد ۱، ص ۲۶۳)

۴۔اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ۔میں تمہاری صورت وشکل وہیت کی مانند نہیں ہوں۔

(صحیح بخاری شریف جلد ۱، ص ۲۴۷)

ان تمام احادیث میں اپنی مثل قرار دینے والوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

۱۔ ﴿تخلیق میں سب سے اوّل﴾

حضرت امام عبدالرزاق اپنی کتاب "مصنف عبدالرزاق" میں اپنی سند کے ساتھ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ! اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا؟ سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی مکرم علیہ السلام کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

امام عبدالرزاق صاحب ''مصنف'' اس حدیث کے مخرج ہیں جو سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید، امام احمد کے استاد گرامی منزلت اور امام بخاری ومسلم جیسے محدثین کے استاذ الاساتذہ ہیں۔

ہر زمانہ میں ان کی ذات گرامی نقد ونظر سے بالاتر رہی۔ اکابر آئمہ دین، یگانہ روزگار محدثین ومحققین ان کی فضیلت وتبحر علمی کے قائل رہے۔ چنانچہ محدثین کے پیشوا اور سرتاج امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کی جلالت شان کے متعلق فرماتے ہیں:

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحِ الْمِصْرِی قُلْتُ لِاَحْمَدَ بِنْ حَنْبَلٍ اَرَأَیْتَ اَحَدًا اَحْسَنَ حَدِیْثٍ مِنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ لَا

(تہذیب التہذیب ۶/۲۱۱)

احمد بن صالح مصری کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے حدیث پاک کے سلسلہ مین کوئی شخص امام عبدالرزاق سے بہتر دیکھا ہے؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے ان سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا''

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند سے مرفوعاً بیان فرمایا ہے:

اور ان سے اجلہ آئمہ دین اور جلیل الشان محدثین نے اپنی اپنی مستند کتابوں میں اس حدیث کو نمایاں مقام پر رکھا، اس پر اعتماد کیا اور اس سے کئی ایک مسائل کا استنباط کیا۔

چنانچہ اس حدیث کو

۱۔ امام بیہقی نے..........دلائل النبوت میں

۲۔ امام احمد قسطلانی شارح بخاری نے......مواہب اللدنیہ میں (جلد ۱، ص ۳۴)

۳۔ امام ابن حجر مکی نے......افضل القریٰ میں

۴۔ علامہ دیار بکری نے......تاریخ خمیس میں (جلد ۱، ص ۲۰)

۵۔ علامہ زرقانی نے......زرقانی میں (جلد ۱، ص ۳۷)

۶۔ علامہ فاسی مصری نے......مطالع المسرات میں (ص ۲۱۰)

۷۔ حافظ حلبی نے......سیرت حلبیہ میں (جلد ۱، ص ۳۱)

۸۔ ملا علی قاری نے......میلاد نامہ میں

۹۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے......مدارج النبوت میں (ص ۳۶۰)

۱۰۔ علامہ یوسف نبہانی نے......انوار محمدیہ میں (۲۶)

اور دیگر بہت سے علماء کرام اور آئمہ حدیث نے اس حدیث کو بغیر کسی نقد و نظر اور جرح کے نقل فرمایا ہے۔

ملت بیضا کے ان مقتدر اکابرین اور رفیع الشان محدثین کا اس حدیث کو قبول کرنا اور اپنی مستند کتابوں میں تحریر کرنا اس حدیث کی صحت کی واضح اور قوی دلیل ہے۔

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

تھانوی کے نزدیک تخلیق نور مصطفیٰ ﷺ

لطف کی بات یہ ہے کہ جماعت دیوبند کے حکیم الامت نے اپنی کتاب "نشر الطیب" (جس کے تعارف میں آپ نے فرمایا ہے کہ "اس کتاب میں صحیح روایات جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے) کا آغاز بھی اسی حدیث جاں نواز سے کیا ہے

پہلی فصل "نور محمدی کے بیان میں" اس عنوان کے نیچے امام عبد الرزاق کی یہی صحیح حدیث نقل کر کے تبصرہ کرتے ہیں۔

"اس حدیث سے "نور محمدی" کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا"

﴿نور من نور اللہ سے مراد﴾

اس حدیث صحیح جلیل میں ہے کہ تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے مثل ذات سے کوئی جزو علیحدہ کر کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنا دیا گیا۔

خالق کائنات جزو سے پاک ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ہرگز اللہ تبارک و تعالیٰ کی جزو نہیں ہیں، اللہ کا کوئی حصہ نہیں ہیں، خالق کائنات کی بے مثل ذات کا معاذ اللہ کوئی ٹکڑا نہیں ہیں۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جو لفظ من استعمال ہوا ہے وہ من تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ من بیانیہ یا ابتدائیہ (ابتداء غایت کیلئے) ہے۔

جس طرح کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ (سورہ ص:۷۲)

میں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں اپنی طرف کی روح پھونکی

مِنْ رُّوْحِيْ...... اپنی روح سے

یہاں بھی من روحی میں من کا استعمال ہے اور جن کے بارے میں استعمال کیا گیا ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا جزو نہیں ہے، اللہ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی طرف اپنی اضافت ان کی شرافت واضح کرنے کے لئے کی کہ میرے ارادہ کا ان کے ساتھ جو تعلق ہوا ہے، درمیان میں کوئی اور واسطہ نہیں تھا۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور من نور اللہ میں من تبعیضیہ کا ہرگز نہیں بلکہ ان کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ان کے بلاواسطہ تعلق کو بیان کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے قرآن مجید میں ہے:

وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ۔

(پارہ ۶، رکوع ۳، سورۃ النساء، آیت ۱۷۱)

پچھلے سال شارجہ میں (جامع مسجد سفیان ثوری میں) میرا مناظرہ ہوا تھا۔ ان کے ساتھ مناظرہ تو اور موضوع پر تھا لیکن جب وہ شکست کھا گئے تو انہوں نے (نور من نور اللہ) کی بحث شروع کر دی کہ اس طرح تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا جزو ہونا لازم آتا ہے۔

ان کے اعتراض کے جواب میں، میں نے انہیں آیات سے استدلال کیا اور وہ لاجواب ہو گئے۔ مزید برآں نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت تو ایسی حقیقت ہے کہ جس کو عقل وخرد کے ترازو میں تولا ہی نہیں جا سکتا بلکہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لینے میں ہی عافیت ہے۔

خالق کائنات نے آپ کی جو حقیقت بنائی کیا اس کو عقل وخرد کے ترازو میں پہ تولا جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ آپ کی بے مثل بشریت و نورانیت کو ہر لحظہ تسلیم کرتا رہے۔

اسی طرح سورۃ جاثیہ میں خالق کائنات نے فرمایا

جَمِيعًا مِّنْهُ

(سورۃ الجاثیہ آیت ۱۳)

سب کچھ اسی سے ہے۔

یہاں بھی من بیانیہ کا ہے ورنہ ثابت ہوگا کہ سب چیزیں اللہ کی جزو ہیں۔

من نورہ میں اضافت بیانیہ ہے اور تشریف و تفخیم اور تعظیم و تکریم کیلئے ہے۔ جیسے بَیْتُ اللّٰہِ نَاقَۃُ اللّٰہ اور رُوْحُ اللّٰہ میں اضافت عزت و شرافت کیلئے ہے۔

الغرض من نورہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ کے تخلیق عالم سے اول نور محمدی کو پیدا فرمایا اور اسی بلا توسط غیر کو من نورہ سے تعبیر فرمایا گیا۔

آثار صحابہ سے نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا اثبات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس عقیدے کا اظہار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان جا بجا کرتے رہے۔ امام ترمذی نے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل اکٹھے کیے ہیں اس میں اور دوسری کتب احادیث میں متعدد ایسے آثار ہیں جن میں انہوں نے نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کو بیان کیا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے:

یَتَلَأْلَؤُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

(ترمذی شریف، شمائل ترمذی، ص ۲)

آپ ﷺ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ

(مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ دوسری فصل، ص ۵۱۸)

گویا سورج آپ ﷺ کے چہرے میں چمکتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اِذَا تَکَلَّمَ رُءِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ۔

(مشکوۃ باب اسماء النبی ﷺ تیسری فصل، شمائل ترمذی، ص ۲)

جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تھے تو ان سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور تلوار کی طرح کا تھا۔

قَالَ لَا بَلْ کَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ۔

(مشکوۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۵۱۵)

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا "نہیں" بلکہ چاند کی مثل تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تبسم میں نور افشانی کا منظر ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

اِذَا ضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَلَأْلَأُ فِی الْجُدُرِ

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تو آپ کے نور سے دیواریں جگمگا اٹھتیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَزْھَرَ اللَّوْنِ کَاَنَّ عَرَقَہُ اللُّؤْلُؤُ

(مشکوۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفاتہ، پہلی فصل، ص ۵۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چمکدار رنگ والے تھے اور پسینہ مبارک موتیوں جیسا ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواہ شمائل ترمذی، ص الترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح، مشکوۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسری فصل)

میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما:

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ میں حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ ہمارے لئے بیان فرمایئے۔

آپ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ لَوْ رَاَيْتَهٗ رَاَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً

(مشکوۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسری فصل، ص ۵۱۷)

اے بیٹے! اگر تم انہیں دیکھتے تو گویا طلوع ہوتا ہوا سورج دیکھ لیا۔

آپ ﷺ کے نور مبارک کے پشت در پشت منتقل ہونے کی بہت سی روایات ہیں۔ حضرت عبدالمطلب کا مشہور ابرہہ کے ہاتھی کا واقعہ آپ یقیناً جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نور ظاہر ہونے اور پیدائش کے وقت نور کی جلوہ فرمائی کی کثیر روایات ہیں۔

- آپ ﷺ کی نور کے اضافہ کیلئے دعا کی صحیح احادیث ہیں۔
- آپ ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی روایات ہیں۔

دیوبندیوں کے قطب عالم رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند (امداد السلوک ص ۵۸)

تواتر سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

یہ ایک طویل موضوع ہے اور اس کے بڑے دلائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو راہ ہدایت دکھائے جو آپ ﷺ کی نورانیت کے انکاری ہیں۔ قسمت کا معاملہ ہے کہ یہ لوگ اگر ماننے پر آئے تو انہوں نے اپنے مولویوں کو نور مجسم کہہ دیا اور اگر انکار کرنے پر آئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا انکار کر دیا۔

اب دیکھیں محمود الحسن دیوبندی، رشید احمد گنگوہی کا مرثیہ لکھا جسے کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور نے شائع کیا۔ اس کے صفحہ ۱۱ میں یہ شعر موجود ہے۔

ے چھپائے جامۂ فانوس کیونکر شمع روشن کو
تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہ ہی عریانی

یعنی جس وقت رشید احمد گنگوہی کا مردہ جسم پڑا ہوا تھا اور اوپر کفن تھا۔

محمود الحسن دیوبندی نے لکھا کہ:

ع چھپائے جامۂ فانوس کیونکر شمع روشن کو

ہمارے قلب عالم کا جسم ایک شمع روشن ہے اور اوپر کفن جو ہے وہ فانون ہے۔ فانون شمع روشن کو کیونکر چھپا سکتا ہے۔

ع تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہ ہی عریانی

کہتا ہے کہ ہمارے قطب عالم صاحب نور مجسم ہیں، کفن پہننے کے باوجود ہمیں ننگے ہی نظر آ رہے ہیں۔ ان کے جسم میں اتنا نور تھا کہ کفن کا کپڑا پردہ نہیں بن رہا تھا۔

جب ہم نبی اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مجسم کہیں تو کہتے ہیں کہ نور مجسم

نہیں کہنا چاہئے، اب اپنے مولوی کو بھی نور مجسم کہہ رہے ہیں۔

ع تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہ ہی عریانی

ہم کہتے ہیں کہ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مجسم کہا تو شرک ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جب ہم نور مجسم کہتے ہیں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ نور ہے جو نور مخلوق ہے۔

اللہ جسم سے پاک ہے، اللہ مخلوق ہونے سے پاک ہے۔

لیکن سرکار کا جو نور ہے یہ جسم ہے، نور مخلوق ہے۔

ہم نور مجسم اس لئے کہتے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم وہ نور مانتے ہیں جو جسم کے بغیر ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قصیدۂ نور

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا

تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا

ک گیسو ہٖ دہن یٰ ابرو آنکھیں ع ص

کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا

بھیک تیرے نام کی ہے اور استعارہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا

بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا

اس علاقہ سے ہے ان پر نام سچا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا

سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا

یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے

ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

☆☆☆☆☆

باب نمبر

2

معراج النبی ﷺ کے نواز شاتی پہلو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عَلٰی اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ
وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

(پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واتم برہانہ واعظم شانہ، کی حمد وثناء اور حضور پرنور، شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زمان، سید سروراں، حامی بے کساں، سیاح لامکاں، قائد الانبیاء، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

آج کی گفتگو کا موضوع ہے:

''معراج النبی ﷺ کے نوازشاتی پہلو''

دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ، بات کو سمجھنے، سمجھانے کی توفیق عنایت فرمائے۔

معراج النبی ﷺ کے مختلف جہات اور مختلف پہلوؤں پر آپ پہلے گفتگو سماعت کر چکے ہیں، آج معراج شریف کے نوازشاتی پہلو موضوع گفتگو ہیں۔

یعنی نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ تمام انبیاء و رسل میں سے اس عظیم وصف کے ساتھ موصوف کئے گئے کہ انہیں خالق کائنات جل جلالہ، نے لامکان کی خلوتوں میں بلا کر، ان کو عالم بیداری میں اپنا مشاہدہ کروایا، اپنی رویت اور دیدار کا شرف عطا فرمایا۔

نبی اکرم ﷺ اس شرف سے مشرف ہوئے، آپ ﷺ کا یہ عظیم معجزہ اور آپ ﷺ کی اس قدر و منزلت اور عظیم وصف سے مخلوق کے دیگر افراد کو کیا فوائد پہنچے اور وہ کس طرح اس سے نوازے گئے۔ اس موضوع کے تحت بیان ہوں گے۔

﴿تمام مخلوق کے لحاظ سے نوازشاتی پہلو﴾

معراج شریف جو نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کی عظمت کا ایک بہت بڑا حوالہ ہے، آپ ﷺ تو اس سے یقیناً مشرف ہوئے، آپ ﷺ کی وساطت سے دیگر مخلوقات کو اس معجزہ کے کون کون سے فوائد حاصل ہوئے، کس طرح وہ نوازے گئے، ان فوائد کے لحاظ سے یہ طویل ترین موضوع سارے کا سارا، نوازشات معراج پر مشتمل ہوگا۔

اس میں ہم بیان کریں گے کہ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کو جو معراج ہوئی تو اس معراج کی وساطت سے کس کس چیز کا مرتبہ بلند ہوا، اور مخلوق کے افراد کو کس قدر اس کے فوائد اور فیوضات حاصل ہوئے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کو جو خالق کائنات جل جلالہ، نے اپنے ہاں بلایا، اور قرآن مجید برہان رشید میں اسراء بعبدہ کا ارشاد فرمایا یعنی خالق کائنات جل جلالہ اپنے عبد خاص کو سیر کرانے والا ہے، انہیں اپنی ذات اور قدرت کی آیات دکھانے والا ہے۔

اس سفر کے آغاز سے لے کر انتہا تک مخلوق کے بہت سے ایسے افراد ہیں، خواہ ان کا تعلق جنس انسان یا حیوان سے ہے یا ان کا تعلق جمادات سے ہے، ہر طبقہ اور مخلوق کے افراد کو نبی اکرم ﷺ کے اس معجزہ سے فوائد حاصل ہوئے، ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کے اس معجزہ کی وساطت سے ایک قدر و منزلت عطا ہوئی۔

آپ یہ ہی دیکھ لیں کہ انسان جو کہ بحیثیت نوع، حیوان کی ایک قسم ہے، عقلی علوم میں حیوان کو جنس کہا جاتا ہے، اور اس کے آگے مختلف انواع ہیں۔ انسان، گھوڑا، گائے، یہ سب حیوان کی انواع ہیں۔

﴿انسانیت کی معراج﴾

انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا، یہ انسان کی معراج تھی۔ جنس انسان کے ایک ایسے کامل و اکمل فرد جن پر انسانیت فخر کرتی ہے، جو جان جہاں اور جان انسانیت ہیں، کائنات میں جمیع مخلوقات میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساری مخلوقات کی ترجمانی کیلئے اپنی بارگاہ میں بلایا۔ اس لحاظ سے پوری انسانیت کا سر فخر سے بلند ہوا، پوری انسانیت کو عروج حاصل ہوا، پوری انسانیت کو اپنی جہت کے لحاظ سے ایک معراج حاصل ہوئی۔

ساری کائنات کے نمائندہ کی حیثیت

خالق کائنات جل جلالہ نے ان کا وہ فرد، جن پر پوری انسانیت اور کائنات کو ناز ہے، ان کو اپنی بارگاہ میں ساری کائنات کے نمائندہ کی حیثیت سے بلایا اور ساری کائنات کے نام اپنا پیغام ان کی زبان سے بھجوایا۔

یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے،

ایک نمائندگی ایک محلے کی ہوتی ہے،

ایک نمائندگی ایک شہر کی ہے،

کوئی نمائندہ کسی ڈسٹرکٹ کا ہے،

کوئی کسی صوبے کا ہے،

کوئی کسی ملک کا ہے،

اور کوئی براعظم کا ہے۔

کوئی زمین کے کسی خطے کا ہے

اور کوئی کسی قوم کا ہے

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش عظیم پر بلایا اور آپ ﷺ جو خالق کائنات کی بارگاہ میں نمائندگی کر رہے تھے، وہ نمائندگی کسی ایک طبقے یا کسی ایک مخلوق کی نہیں تھی، بلکہ خالق کائنات کی جمیع مخلوقات کی نمائندگی کا سہرا آپ ﷺ کے سر پر سجایا گیا تھا۔

کامل نمائندہ وہی قرار پاتا ہے جس کو اپنے ان افراد جن کی وہ نمائندگی کر رہا ہے، ان کے مسائل کا علم بھی ہوتا ہے اور مسائل کے حل کروانے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ جب جمیع مخلوقات کی خالق کائنات کی بارگاہ میں نمائندگی کر رہے تھے اور بحیثیت نمائندہ وہاں پر موجود تھے تو مخلوق کے افراد کی جو مشکلات ہیں، مخلوق کی تمام اقسام کے جو مسائل ہیں، اور ان کے مسائل کے حل کرنے کا جو طریقہ ہے، خالق کائنات نے وہ جمیع علوم آپ ﷺ کو پہلے عطا فرمائے تھے، اس لحاظ سے آپ ﷺ کائنات کے ہر فرد کی نمائندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں فرما رہے تھے۔ پھر خالق کائنات جل جلالہ نے براہ راست دینے کیلئے جس زبان کو منتخب فرمایا، وہ زبان بھی نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کی قرار پائی۔

نوازشاتی پہلو پوری انسانیت اور مخلوقات کیلئے ہے۔ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ نے معراج کی رات اللہ کی بارگاہ میں ساری مخلوقات کی نمائندگی کی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام پہ نوازش

اب دیکھئے، اس سفر کے آغاز میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونا، یہ خود ان کیلئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام جو آج تک کسی پیغمبر کی طرف نہیں آیا تھا، جو آج تک کسی رسول کو موصول نہیں ہوا کہ

اِنَّ رَبَّكَ لَيَشْتَاقُ اِلَيْكَ

خالق کائنات تمہاری ملاقات کا شوق رکھتا ہے۔

یہ پیغام لے کر آنے کی سعادت حاصل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ایک سرمایہ عروج تھا کہ خالق کائنات نے اپنے اس خصوصی پیغام کیلئے، جس کو کسی بھی پیغمبر کیلئے پہلے نہیں بھیجا گیا تھا، جس فرشتے کو دے کر بھیجا وہ حضرت جبرائیل امین قرار پائے، اس لحاظ سے یہ نوازش ان کے حصے میں آئی۔

جنتی براق پہ نوازش

پھر جس وقت نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کی تیاری اس عظیم سفر کیلئے ہوتی ہے، ایک براق کا انتخاب کیا گیا، وہ براق چالیس ہزار جنتی براقوں میں سے منتخب کیا گیا۔ چالیس ہزار جنت کے براق نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کی سواری بننے کیلئے مشتاق تھے، چالیس ہزار براق محوانتظار تھا مگران میں سے خالق کائنات نے ایک براق کواس رات سرکار کے سفر کیلئے منتخب فرمایا، تو اپنی حیثیت کے افراد میں سے اس براق کی وہ معراج تھی کہ اسے امام المرسلین ﷺ کی سواری بننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

اسی لئے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس وقت نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ اس پر تشریف فرما ہونے لگے تو اس پر تھوڑا سا رعشہ طاری ہوا، تھوڑی سی کپکپی آئی، تھوڑی سی اس نے حرکت کی۔

اس پر محدثین نے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کیا کہ یہ اس کی یہ حرکت کس لحاظ سے تھی۔ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ جب اس پر بیٹھنے لگے تو یہ وہ حرکت نہیں تھی جو ایک شریر گھوڑا کسی کے اوپر بیٹھنے پر احتجاج اور اپنے عدم پسند کے اظہار کے طور پر کرتا ہے۔ یہ حرکت ہرگز ایسی حرکت نہیں تھی، یہ حرکت وہ حرکت تھی جو محبت کے عروج پر پہنچنے پر محب کے دل میں پیدا ہوتی ہے، جس کو وجدو سوز کہا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ براق اپنی قسمت پر رشک کرتا ہوا وجد کر رہا تھا کہ جس محبوب کیلئے چالیس ہزار براق انتظار کر رہے تھے، خالق کائنات نے ان کی سواری کیلئے مجھے پسند فرمایا ہے۔

اُحد پہاڑ کا وجد و سرور

لہٰذا اس کا وجد اسی انداز میں تھا، جس انداز میں احد پہاڑ نے حرکت کی، جب

اس پر نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ تشریف فرما تھے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور پہاڑ نے حرکت کی تو سرکار ﷺ نے فرمایا:

اُثْبُتْ اُحُدُ

احد پہاڑ ٹھہر جا۔

فَاِنَّمَا عَلَیْكَ نَبِیٌّ وَّ صِدِّیْقٌ وَّ شَہِیْدَانِ

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابوبکر صدیق ومناقب عمر بن الخطاب، مشکوۃ باب مناقب ھولاء الثلثۃ پہلی فصل)

تجھ پر خالق کائنات کے عظیم پیغمبر تشریف ہیں، تجھ پر صدیق بھی ہیں اور شہیدین (دوشہید) بھی تجھ پر موجود ہیں۔

تجھ پر خالق کائنات نے ان ہستیوں کو جلوہ گر کیا ہے۔

اس کے بارے میں بھی محدثین کا یہی نقطۂ نظر ہے کہ وہ پہاڑ بھی سرکار ﷺ کی آمد کی خوشی میں وجد کر رہا تھا اور اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ ایسے ہی اس مقام پر براق نے بھی اپنی محبت کے اظہار میں، جب وہ محبت میں وارفتہ ہو گیا، تو بغیر ارادہ کے اس سے ایسی حرکت کا ظہور ہوا، جو اس کی محبت کی ترجمانی کر رہی تھی۔

﴿مسجد اقصیٰ پہ نوازشات﴾

اب یہ سفر، نوازشات کا یہ سفر، جو جمیع کائنات کیلئے ایک نوازش کی حیثیت رکھتا ہے۔ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ اس سفر کے پہلے مرحلہ میں مسجد نبوی شریف سے مسجد اقصیٰ تک پہنچتے ہیں۔

مکہ شریف سے مسجد اقصیٰ تک کا وہ راستہ جو تیس دنوں کا، یا تیز گھوڑے کے تینتیس دنوں کا راستہ ہے، اس مرحلہ کے درمیان میں وہاں جانے کی ضرورت کیا تھی، خالق

کائنات براہ راست ان کو مکہ شریف سے اپنے ہاں بلا لیتا۔ اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے، تو مکہ شریف سے ان کو مسجد اقصیٰ لے جانا اور مسجد اقصیٰ سے پھر ان کو سوئے آسمان پرواز کروانا اور اپنی بارگاہ تک بلوانا، اس میں کون سی حکمت تھی؟ اس کی حکمتوں کی ایک طویل فہرست ہے، ان میں سے واضح طور پر جن چیزوں کا ذکر آئیگا، ان کا تعلق بھی معراج شریف کے نوازشاتی پہلو کے ساتھ ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے، اس لئے کہ خالق کائنات کے ہزاروں پیغمبروں، نبیوں اور رسولوں کی خالق کائنات کی بارگاہ میں یہ التجا تھی کہ یا اللہ! جنہیں تو نے امام المرسلین ﷺ بنایا ہے، ہمارا قائد اور رہبر بنایا ہے، جن پر تو نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ان کی اقتداء میں ہم بھی نماز پڑھ لیں، ان سے ہماری ملاقات ہو جائے۔

ہم چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے دیدار کیلئے جا رہے ہیں، ہمیں ان کا دیدار حاصل ہو جائے۔ انبیاء اور رسل کو رؤیت کروانے کیلئے، امام المرسلین ﷺ کے دیدار سے مشرف کروانے کیلئے، خالق کائنات نے پہلے اپنے محبوب ﷺ کو مسجد اقصیٰ میں پہنچایا، جہاں پر انبیاء و رسل کا عظیم اجتماع تھا، اور وہاں سے نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کو اپنے ہاں بلا لیا۔

یہ نوازشاتی پہلو انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطے تھا کہ خالق کائنات نے معراج کا یہ سفر جس کا ہر مرحلہ عظمتوں سے عبارت ہے، خالق کائنات نے اس مقام پر ان نوازشات کا حصہ اپنے عظیم انبیاء و رسل کو عطا فرمایا ہے۔

پھر شام کی سرزمین، وہ سرزمین ہے کہ جہاں حشر بپا ہوگا، محشر وہاں قائم ہوگا۔ نبی

اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کو معراج کی رات خالق کائنات نے اس سرزمین پر پہنچایا اور سرکار کے قدم اس زمین پر لگے تاکہ روز محشر جس وقت اس سرزمین پر حشر بپا ہو اور میرے غلام جس وقت یہاں پہنچیں تو میرے قدموں کی برکت سے یہ زمین میرے غلاموں سے متعارف ہو جائے، واقف ہو جائے۔

جب اس ہولناک ماحول کے اندر، جب سورج کی تپش ہوگی، اور زمین تانبے کی مانند ہوگی، مگر میرے قدم پہلے لگ چکے ہوں گے تو میرے غلاموں کیلئے خالق کائنات اسی زمین کے اندر نرمی پیدا فرما دے گا۔ اس نوازش کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کے قدم معراج کی شب حشر کی زمین پر اس واسطے لگے کہ خالق کائنات جل جلالہ، سرکار ﷺ کے قدم لگنے کی برکت کی وجہ سے حشر میں سرکار ﷺ کی امت کو سرفراز فرمائے۔

پھر مسجد اقصیٰ شریف بھی تو سرکار ﷺ کی منتظر تھی، مسجد اقصیٰ جس کے ایک طرف مسجد حرام ہے اور ایک طرف مسجد نبوی شریف ہے، اور مسجد اقصیٰ جو سرکار ﷺ کا قبلہ رہی ہے، سرکار ﷺ کے دل میں بھی چاہت تھی کہ جس طرف منہ کر کے نماز پڑھتا رہا ہوں، وہاں ایک مرتبہ خود بھی تشریف لے جاؤں، اور مسجد اقصیٰ شریف کو بھی انتظار تھا کہ وہ محبوب ﷺ جن کے انتظار میں عرش عظیم بھی بیتاب ہے، وہ کب میرے اوپر تشریف لائیں گے۔

لہٰذا یہ شرافت اور نوازش مسجد اقصیٰ کیلئے بھی تھی کہ خالق کائنات نے براہ راست اپنے حبیب کو آسمان کی طرف نہیں بلایا، بلکہ اقصیٰ کا جو مطالبہ تھا، اس کی جو چاہت تھی،

اس کی محبت کا جو تقاضا تھا، خالق کائنات نے اس کو پورا کرنے کیلئے محبوب علیہ السلام کو پہلے مسجد اقصیٰ میں پہنچایا ہے۔

مفسرین نے باقاعدہ سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کے اندر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ خالق کائنات نے اس سفر کو اس سورہ بنی اسرائیل میں ہی کیوں ذکر فرمایا ہے، قرآن مجید کی دیگر سورتوں کے اندر اس کا تذکرہ ہو جاتا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے باقی ساری سورتوں کو چھوڑ کر سورۂ بنی اسرائیل کے اندر اس عظیم سفر کا ذکر کیا، اور سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

(پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱)

اس کے اندر بھی یقیناً حکمتیں ہوں گی، اور ایک حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا:

اصل میں بات یہ ہے کہ اس سورۃ کے اندر آگے جا کر ان مظالم کا ذکر ہے جو مسجد اقصیٰ شریف میں کیئے گئے، ان گستاخیوں کا ذکر ہے جس سے مسجد اقصیٰ کا تقدس پامال ہوتا رہا، اور ان واقعات کا ذکر ہے کہ جن کی وجہ سے مسجد اقصیٰ شریف کے در و دیوار کو تکلیف پہنچی اور مسجد اقصیٰ شریف کا تقدس پامال ہوا۔

خالق کائنات نے اس تقدس کا عوض دینے کیلئے، جو تقدس کی پامالی ہوئی تھی، اس تقدس کی پامالی کو بحال کرنے کیلئے اپنے محبوب کی جلوہ گری مسجد اقصیٰ میں کروادی، تاکہ مسجد اقصیٰ کا سارا تقدس جو پہلے مختلف بد دین قومیں پامال کرتی رہیں، محبوب جب ان میں پہنچیں گے تو سارا تقدس پھر بحال ہو جائے گا۔

لہٰذا قرآن مجید کی سورۃ میں ان واقعات کا ذکر کرنے سے پہلے خالق کائنات نے

اسی بات کا ذکر فرمادیا کہ ابھی جو آگے اقصیٰ کے بارے میں آئے گا کہ فلاں اس کے اندر داخل ہوا، فلاں نے تباہی کی، فلاں نے تباہی کی، اس مسجد اقصیٰ پر فلاں نے حملے کیے اور فلاں نے گستاخی کی، ان واقعات سے پہلے اس بات کا ذکر ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسجد اقصیٰ کی عظمتوں کو مزید بڑھا دیا ہے۔

لہٰذا معراج شریف کی نوازشات میں سے مسجد اقصیٰ پر ایک مستقل نوازش ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ، نے اپنے محبوب کو براہ راست اپنی طرف بلانے کی بجائے انہیں پہلے مسجد اقصیٰ میں پہنچایا ہے تاکہ مسجد اقصیٰ شریف کا تقاضا بھی پورا ہو جائے۔

امت محمدیہ نوازشات سے فیضیاب

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کے عروج اور معراج کی جو نوازشات ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ حصہ اس امت کا ہے کہ جس کے پیغمبر کو خالق کائنات نے اپنے ہاں بلایا۔

آخر صف امم سے جب یہ پوچھا جائے گا کہ وہ امت کون سی ہے کہ جنہوں نے اس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا تھا، جنہیں خالق کائنات نے اپنے ہاں بلایا، تو ساری امتوں میں سے جس امت کو ہاں کے اندر جواب دینے کا شرف حاصل ہوگا، وہ امت تو یہی امت ہوگی، یہ آخری امت ہوگی، یہ سفر سرکار ﷺ کیلئے براہ راست تھا اور اس کی نوازشات سرکار ﷺ کی وساطت سے ساری امت کیلئے تھیں، اسی لئے تو جب اقصیٰ کی عظیم مسجد کے اندر عظیم اجتماع ہوا، جہاں جو بھی مندوب تھا وہ یا تو خدا کا نبی ﷺ تھا، یا خدا کا رسول ﷺ تھا، وہاں مسجد اقصیٰ شریف میں ستائیسویں کی شب کو معراج کی رات جب خطابات ہو رہے تھے۔ سارے انبیاء و رسل کے خطابات ہوئے اور آخر میں

میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عظیم الشان خطاب فرمایا تھا، ابن کثیر نے سند صحیح سے اس کو روایت کیا ہے۔

﴿انبیاء کرام علیہم السلام کے خطابات﴾

ہر پیغمبر کی تقریر وہاں نقل کی گئی ہے اور سب سے آخر میں جو امیر محفل، قائد المرسلین ﷺ کا خطاب تھا، اس کو بھی روایت کیا گیا ہے، وہ طویل خطاب ہے، میں اس کو مختلف موضوعات کے حوالے سے بیان کرتا رہتا ہوں، اس صورت میں جب نوازشات کا دروازہ کھلا تھا تو اس عظیم اجتماع کے اندر بھی ایک مستقل نوازش، ایک نہیں بلکہ لامحدود نوازشیں، خالق کائنات نے جس امت کو معراج کی وساطت سے عطا فرمائیں، ان کا تعلق بھی اقصیٰ کے اس اجتماع کے ساتھ موجود ہے۔

کیونکہ اگر آپ Analysis کریں اور ان خطابات کو پڑھیں جو انبیاء و رسل کے ہیں تو تقریباً کسی پیغمبر کی تقریر میں اپنی امت کا ذکر نہیں ملتا کہ انہوں نے اس چوٹی کے اجتماع میں جہاں مخلوق کا مغز حاضر ہے، کائنات کے انسانوں کا خلاصہ حاضر ہے، ہر دور کے پیغمبر، نبی اور رسول وہاں پر موجود ہیں، پوری انسانیت کا جو چوٹی کا اجتماع ہے، اس میں جو ہر پیغمبر کی تقریر ہے اس میں ان کی امت کا ذکر نہیں ملتا۔

لیکن امام المرسلین اور غمخوار امت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس خطاب کے اندر بھی تین مستقل باب اپنی امت کے بیان فرما دیئے۔ جہاں آپ ﷺ نے ان عہدوں کا ذکر کیا جو خالق کائنات نے آپ ﷺ کو عطا فرمائے تھے جو آپ ﷺ کے سوا کسی پیغمبر کو نہیں دیئے گئے تھے، وہ تفصیلاً آپ ﷺ نے ذکر کیے، مگر درمیان میں تین مستقل اعزاز اپنی امت کے بھی بیان فرمائے۔

لہٰذا اقصیٰ کا یہ اجتماع اور معراج کی یہ شب اس سے یہ امت نوازشات سے خالی کیسے رہ سکتی تھی، جب اتنے بڑے اجتماع کے اندر اللہ کے محبوب ﷺ اپنی زبان سے اس امت کا ذکر فرمار ہے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ اُمَّتِیْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

(در منثور جلد ۵، ص ۱۹۸۔ زرقانی جلد ۶، ص ۵۰۔ الشفاء شریف جز اول ص ۱۰۹)

اے انبیاء ورسل! میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس خدا نے میری امت کو امتوں کا سردار بنایا ہے۔

﴿نوازشات کی بارش﴾

معراج کی شب نوازشات کی بارش، امت کیلئے کس لحاظ سے ہے؟ خطاب فرماتے ہوئے ہر پیغمبر اپنی سیادت کی بات کر رہا تھا، انہیں خالق کائنات نے جو کچھ عطا کیا تھا، اس سے وہ اللہ کی تعریف کر رہے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے خدا نے خلیل بنایا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے مجھے کلیم بنایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے مجھے شفا بانٹنے والا بنایا ہے۔

﴿معراج کی شب امت کی عظمتوں کا بیان﴾

سرکار ﷺ نے بہت سے اوصاف بیان کئے مگر اپنی امت کو بھی نہیں بھولے اور فرمایا، اے انبیاء ورسل! میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے میری امت کو میری

وجہ سے امتوں کا سردار بنایا ہے۔

وَجَعِلَ اُمَّتِیْ اُمَّۃً وَسَطاً

میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے میری امت کو امت وسط بنایا ہے۔

وَجَعِلَ اُمَّتِیْ ھُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَھُمُ الْاٰخِرُوْنَ

انبیاء ورسل میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس خدا نے میری امت کو اول بھی بنایا ہے اور آخر میں بنایا ہے۔

یہ معراج کی شب عظیم اجتماع، اس کا وقت اور اس کی اہمیت کتنی ہے، اس کے اندر موضوع کون لوگ بنے ہوئے ہیں۔ یہ معراج کی شب اس امت کیلئے نوازش تھی، ساری امتوں کے رسول جہاں موجود ہیں، پیغمبر موجود ہیں، سرکار ﷺ اپنی مقدس زبان سے اپنی امت کی شرافت اور عظمت کا ذکر فرما رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے میری امت کو اول بھی بنایا ہے اور آخر میں بھی بنایا ہے۔

لہٰذا یہ امت اول بھی ہے اور آخر بھی ہے۔

دنیا میں آنے کے لحاظ سے آخر ہے اور جنت میں جانے کے لحاظ سے اول ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ نے فرمایا۔

خالق کائنات نے ساری امتوں پر جنت کو اس وقت تک حرام کر رکھا ہے جب تک کہ میری امت جنت میں نہیں جائے گی۔ (مجمع الزوائد ۱/۶۹)

اگرچہ دنیا میں آنے کے لحاظ سے وہ صدیوں پہلے آئے اور صدیوں پہلے چلے گئے مگر جب جنت میں داخل ہونے کی باری آئے گی، چونکہ جنت کا دروازہ سرکار ﷺ کھولیں گے، لہٰذا سرکار ﷺ کے غلام ہی پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ)

میں وہ سب سے پہلا ہوں جو سب سے پہلے جنت کی کنڈی ہلاؤں گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی جَعَلَنِی فَاتِحًا وَ خَاتِمًا

میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے مجھے فاتح بھی بنایا ہے اور خاتم بھی بنایا ہے۔

میں کھولنے والا بھی ہوں اور بند کرنے والا بھی ہوں۔

میں نے رسالت کے دروازے کو، نبوت کے دروازے کو بند کیا ہے اور میں جنت کے دروازے کو کھولوں گا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حاجت

نوازشات معراج شریف کی کتنی ہیں!! نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ جس وقت سدرۃ المنتہٰی سے آگے بڑھ رہے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی معذرت پیش کر رہے تھے، تو سرکار ﷺ نے فرمایا:

ہَلْ لَکَ مِنْ حَاجَةٍ اِلٰی رَبِّکَ

اے جبرائیل (علیہ السلام) آپ آگے نہیں جا رہے تو آپ کی اگر اپنے رب سے کوئی حاجت ہو تو وہ مجھے بتا دو۔

میں جہاں آج پوری کائنات کی نمائندگی کر رہا ہوں، تمہاری بھی نمائندگی کر رہا ہوں۔

ہَلْ لَکَ مِنْ حَاجَةٍ اِلٰی رَبِّکَ

کوئی تمہاری حاجت ہو تو وہ بتا دو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت اپنے معذرت خواہانہ انداز میں تھے کہ میں اگر بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔

اِنْ تَجَاوَزْتُہٗ اِحْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ

• پورے کے جتنا بھی آگے جاؤں گا تو جل کے راکھ ہو جاؤں گا۔

اللہ کی تجلیات میں جتنا رعب اور جلال ہے، میرے نور میں وہ گنجائش نہیں ہے کہ یہ نوران تجلیات کو برداشت کرسکے

رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ نورانیت

سرکار ﷺ کی نورانیت چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی نورانیت سے کئی مرتبہ اعلیٰ نورانیت ہے، لہٰذا سرکار ﷺ آگے بڑھ رہے تھے اور اس انداز میں بڑھ رہے تھے، اتنے اطمینان اور اس قدر اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے کہ میں جل کے راکھ نہیں ہوں گا، بلکہ اے جبرائیل! تمہارے کام بھی کروا کے واپس آؤں گا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آرزو

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو معلوم تھا اور خصوصاً اس دن تو مسجد اقصیٰ والی تقریر بھی سنی ہوئی تھی، لہٰذا جو کچھ انہوں نے مانگا، اس کا تعلق بھی امت کی نوازش کے ساتھ تھا۔

آپ کہتے ہیں:

یَامُحَمَّدُ سَلِ اللّٰہَ فِیْ اَنْ اَبْسُطَ جَنَاحَیْ عَلَی الصِّرَاطِ لِاُمَّتِکَ

(المواھب اللدنیہ فی الانوار المحمدیہ جلد نمبر ا ص ۳۴۶، استنبول)

یا رسول اللہ ﷺ میری حاجت تو صرف یہ ہے کہ آپ اللہ عزوجل سے یہ سوال کریں، اللہ سے یہ التجا کریں خالق کائنات مجھے حشر کے دن اجازت دے دے کہ میں اپنا پر پل صراط پر آپ ﷺ کی امت کیلئے بچھا دوں۔

وہ جبرائیل علیہ السلام جس کا پَر مشرق و مغرب پر محیط ہے، وہ اللہ سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ پل صراط پر آپ ﷺ کی امت کیلئے بچھائیں۔

یارسول اللہ ﷺ میری یہ حاجت ہے، میری یہ تمنا ہے، حشر کا دن ہو، اور پل صراط جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے، جہاں سے لوگ پھسل پھسل کے نیچے آگ میں گر رہے ہوں گے، میری یہ تمنا ہے کہ مجھے یہ اجازت مل جائے کہ اپنا چوڑا پر پل صراط پر بچھادوں، اور آپ کے امتی ٹہلتے ٹہلتے جنت میں داخل ہو جائیں۔

میں پل صراط پر اپنا پَر بچھا دوں اور اس سے وہ آگے گزرتے چلے جائیں۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبرئیل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی حاجت پیش کر دی۔ یہ نوازش ان کیلئے بھی تھی کہ سرکار ﷺ کی امت کیلئے پر بچھانے کا اعزاز حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ملے گا۔ اور یہ نوازش اس امت کیلئے بھی تھی کہ جب ہزاروں امتیں لڑکھڑا کے گر رہی ہوں گی تو سرکار کی امت کیلئے پر بچھا ہوگا۔

پر بچھا ہے اور ساتھ سرکار ﷺ کی دعا بھی ہے:

رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ، رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ

اے اللہ! میری امت کو سلامت رکھنا

بریلی کے تاجدار وجد میں آگئے اور کہنے لگے:

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد ﷺ

خالق کائنات جل جلالہ، نے اس امت کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پر بچھائیں تو پَر کو خبر نہ ہو، وہ اس انداز میں پل صراط پر اپنا پَر بچھائے ہوئے ہوں گے اور ساتھ سرکار ﷺ کی صدا آرہی ہوگی۔

سرکار ﷺ کی چاہت رکھنے والے بڑے انداز میں وجد کے ساتھ ٹہلتے ہوئے اس پل سے بغیر گھبراہٹ کے گزر رہے ہوں گے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ درخواست بھی سرکار علیہ السلام نے وصول کر لی اور پھر خالق کائنات کی بارگاہ میں پہنچے۔

یہ نوازش حضرت جبرائیل علیہ السلام کیلئے ہے۔

اس کے بعد جو سرکار ﷺ کی عرش پر نوازش ہے، وہ دیکھیں۔

عرش الٰہی بھی رحمت سے فیض یاب

مواہب میں یہ بات موجود ہے کہ عرش عظیم کو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کیا تو اللہ کے رعب اور جلال کی وجہ سے عرش کانپ رہا تھا تو خالق کائنات نے اس پر لا اله الا الله لکھوایا۔

جب یہ لکھا گیا تو اس کا لرزہ مزید بڑھ گیا، اس پر مزید جلال کی تجلیات گریں، اس پر مزید خالق کائنات کا رعب طاری ہوگیا، اس کی حرکت میں اضافہ ہوگیا، پھر جب (محمد رسول الله) لکھا گیا تو عرش کا لرزہ کم ہوا

(الانوار المحمدیہ، امام یوسف بن اسماعیل نبھانی طبع استنبول جلد نمبر ۱، ص ۳۵۲)

عرش کہتا ہے، اس دن سے مجھے انتظار تھا کہ جن کا نام لکھنے کی وجہ سے خالق کائنات کی رحمت مجھے وصول ہوئی۔ خالق کائنات کا جلال مجھ پر غالب تھا اور اللہ کی

رحمت جو مجھے وصول ہوئی ہے تو جن کے نام سے وصول ہوئی ہے، ان کی ذات میں خالق کائنات نے کتنے کمالات رکھے ہوں گے۔ وہ کیسا وقت ہوگا کہ جس وقت مجھے ان کے قدموں کا بوسہ لینے کا اعزاز حاصل ہوگا اور وہ مجھ پر تشریف لائیں گے۔ لہٰذا جس طرح باقی چیزوں کو سرکار ﷺ کا انتظار رہتا ہے، عرش عظیم کو بھی سرکار علیہ السلام کا انتظار تھا۔ لہٰذا معراج شریف کی رات عرش پر بھی یہ نوازش تھی کہ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ عرش کی تخلیق کے دن سے جو اس کو انتظار تھا اس انتظار کو سرکار ﷺ کے جلوہ فرما ہونے سے سکون مل گیا۔

نماز کا تحفہ

پھر دیکھئے آپ نے یہ بات سنی ہوگی کہ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کو معراج کی رات نماز کا تحفہ ملا، امت کیلئے ایک عظیم تحفہ ملا، یہ تحفہ جس وقت سرکار علیہ السلام نے وصول کیا، واپس آئے تو پھر انہیں مشورہ دیا گیا کہ تخفیف کا سوال کریں کیونکہ یہ پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکیں گے، ان سے ادا کرنے میں غفلت ہو جائے گی۔

نمازوں میں تخفیف اور وسیلہ کا ثبوت

اب دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام مشورہ دینے والے ہیں، اگر پانچ کا مشورہ انہوں نے دیا اور پھر انہوں نے مزید پانچ تخفیف کروانے کا دیا، پھر مزید پانچ کی تخفیف کا بھی انہوں نے ہی دیا، اور سرکار ﷺ کو وہ ایک وقت میں ہی یہ کہہ سکتے تھے کہ محبوب ﷺ آپ ﷺ ایک بار ہی جائیں اور پینتالیس کم کروالیں اور پانچ باقی رہ جائیں، چونکہ بعد میں بھی وہ ہی یہ بات کہہ رہے ہیں، اتنی مرتبہ آنے جانے کا جو سلسلہ تھا اس کا مطلب کیا تھا؟

جب وہ اللہ کے کلیم ہیں اور اپنے تجربہ کی بنیاد پر مشورہ دے رہے ہیں کہ اتنی ان سے ادا نہیں ہو سکیں گی، آپ اس میں تخفیف کروائیں، تخفیف کیلئے خالق کائنات کی بارگاہ میں جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔

تو حقیقت میں، حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کیلئے اس میں ایک معراج تھی۔ وہ حضرت کلیم علیہ السلام جو طور پر (اَرِنِیْ) کہتے رہے اور انہیں دیدار نہ کروایا گیا، پھر تجلی پہاڑ پر گری، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا، آج نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کو ایک مرتبہ ملتے ہیں اور سرکار ﷺ کا دیدار کرتے ہیں، اور پھر کہتے ہیں کہ محبوب جاؤ اور تخفیف کا سوال کرو۔ سرکار ﷺ جاتے ہیں اور پھر واپس آتے ہیں، پھر یہ ان کو بھیجتے ہیں، اصل میں بات یہ تھی کہ:

جھاں اکھیاں نے دلبر ڈٹھا
او اکھیاں تک لئیاں

حضرت کلیم علیہ السلام براہ راست اللہ کا دیدار نہ کر سکے مگر جو دیدار کر کے آرہے تھے ان کی آنکھوں کی زیارت کرنے کے بعد، چونکہ ان کی رسائی تو دربار تک ہے، انہیں دوبارہ مشورہ دیا، وہ دوبارہ پہنچے، پھر اللہ کے دیدار کا سرمہ آنکھوں میں لگا کر آئے، حضرت کلیم علیہ السلام نے پھر دیکھا اور پھر التجا کی۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

وَاِنَّمَا السِّرُّ فِیْ مُوْسٰی یُرَدِّدُہٗ
لِیَجْتَلِیْ حُسْنَ لَیْلٰی حِیْنَ یَشْهَدُہٗ
یَسْرُوْ سَنَاهَا عَلٰی وَجْهِ الرَّسُوْلِ فَیَا
لِلّٰهِ دَرُّ رَسُوْلٍ حِیْنَ اَشْهَدُہٗ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ کو بار بار بھیجنا، اس میں راز یہ ہے کہ وہ حسنِ قدرت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے جس کی ضیاء اس وقت چہرۂ رسول ﷺ پر چمک رہی تھی، پس اللہ ہی کیلئے ہے خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا دیدار کرایا یعنی وہی جانتا ہے اس وقت آپ ﷺ کا عالم کیا تھا۔

(المواہب اللدنیہ جلد ۳، ص ۱۱۱)

یہ محبوب علیہ السلام بار بار جا رہے تھے اور بار بار آ رہے تھے، حضرت موسیٰ، کلیم اللہ کے مشورہ دینے کی اور حکمتیں ہزاروں ہو سکتی ہیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ ان آنکھوں کو بار بار دیکھا جائے جو بار بار محبوب ﷺ کو دیکھ کے آ رہی ہیں۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کے سفر کی نوازشات سے کوئی بھی محروم نہ رہا، ہر طرف ان نوازشات کے جھنڈے لہرانے لگے، ہر طرف ان نوازشات کا ظہور ہوا۔

نبی اکرما بار بار آ رہے ہیں اور بار بار جا رہے ہیں۔ پھر سرکار ﷺ کی رویئت میں بھی مزید اضافہ ہوا۔

کہ انہوں نے ایک مرتبہ دیکھا، دوسری مرتبہ دیکھا، تیسری مرتبہ دیکھا، لہٰذا جو نمازوں کی تخفیف والی حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو خالق کائنات کی رویت اور دیدار ایک مرتبہ ہی نہیں ہوئی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار باران کو یہ مشاہدہ کروایا تھا۔

اس سے امت کو اور پوری مخلوق کو جو عروج ملا، وہ یہ ہے:

صوفیاء کہتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکار ﷺ کا معراج پہ جانا ایک ایسا مرتبہ ہے کہ جو کسی دیگر نبی ﷺ کو بھی نہیں ملا۔ اس انداز میں ان کو عرش پر بلایا گیا ہو، اتنے اعزاز سے ان کو رکھا گیا ہو، اور اتنے اعزاز سے ان کو نوازا گیا ہو، یہ کسی بھی پیغمبر کے

حصہ میں نہیں آیا، وہ فرمانے لگے کہ

عرش پہ جانا سرکار ﷺ کا بڑا کمال ہے مگر اس سے بڑا کمال عرش پہ جا کے واپس بندوں میں آ جانا ہے۔

عرش پہ جا کے، اللہ کے قرب میں پہنچ کے، خالق کائنات کا دیدار کر کے، خالق کے پاس پہنچا ہوا بندہ پھر مخلوق کے پاس آ بیٹھے، پھر مخلوق کے جھرمٹ میں آ بیٹھے اور بدر و حنین کے معرکوں میں شریک ہو جائے، لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کیلئے خالق کی بارگاہ سے واپس مخلوق تک پہنچنا، یہ مخلوق کی بہت بڑی معراج ہے۔

؎ تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

رحمت مصطفیٰ ﷺ

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے کمال کر دیا، آپ ﷺ نے خالق کے پاس پہنچ کر، پھر وہاں سے بندوں کی طرف آنا منظور فرما لیا، اللہ کے قرب میں پہنچنے کے بعد پھر بندوں کی رہنمائی کیلئے بندوں کو اللہ تک پہنچانے کیلئے اور مخلوق کا تعلق خالق سے قائم کرنے کیلئے آپ نے دوبارہ زمین پر آنا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے قبول کیا۔

فیض خالق کائنات کی بارگاہ سے حاصل کیا، اس کو تقسیم کرنے کیلئے، اور دنیا کو اس سے منور کرنے کیلئے، آپ جو معراج سے واپس پھر بندوں کی طرف تشریف لائے، اس میں بھی آپ ﷺ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اس نوازشات کے پہلو کے لحاظ سے بات بہت طویل ہے۔ میں اسی پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

آسماں خوان، زمین خوان، زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلہ بیٹا تیرا

باب نمبر

3

محبت رسول ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ
وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَ عَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

محسن انسانیت، اسوۂ آدمیت، احمد مجتبیٰ کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود و سلام عرض کرنے کے بعد معزز علماء کرام اور محتشم سامعین حضرات، آج کی یہ عظیم الشان تقریب عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں انعقاد پذیر ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری اس محفل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)

آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے

محبت رسول ﷺ

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی جو آیت کریمہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے اس کے صرف ایک حصے پر آپ کے سامنے گفتگو کروں گا اور اس ساری گفتگو کا محور یہ ہے کہ ''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عشق رسول ﷺ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ سید عالم ﷺ کی محبت اور آپ کا عشق ایمان ہے، ایمان کی جان ہے، جان کا چین ہے اور چین کا سامان ہے۔

معیار محبت

محبت اور عشق میں ہمیں ایک معیار کی ضرورت ہے کہ ہم کس طرح محبت کریں، کس معیار کے مطابق محبت کریں۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے سرور کونین ﷺ کی زیارت کی تھی، جن کی آنکھیں سرکار کے رخ زیبا سے ٹھنڈی ہوئی تھیں، جن کی آنکھوں کی تشنگی، دلوں کی تشنگی سید عالم ﷺ کے دیدار سے ختم ہوئی تھی، ان لوگوں نے جب انداز سے سرکار ﷺ سے محبت کی، وہ انداز یقیناً سچا انداز ہے، اس انداز محبت کو دیکھتے ہیں، آج جبکہ محبتوں کے شیشے دھندلے ہو رہے ہیں، اور کاروان عشق کو لوٹا جارہا ہے تو ہمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا معیار سامنے رکھتے ہوئے اپنے عشق کو انہیں خطوط پر استوار کرنا چاہئے

میں نے قرآن مجید کی جو آیت کریمہ پڑھی ہے، خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ: اے میرے محبوب (ﷺ) آپ ﷺ فرمادیں:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو،

فَاتَّبِعُوْنِیْ

میری اتباع کرو۔

یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

خدا تم سے پیار کرے گا۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ ہمارا تو اللہ تعالیٰ سے بڑا قریبی تعلق ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ

(سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۸)

انہوں نے کہا کہ ہمیں اس نبی کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم تو اللہ کے بڑے قریبی ہیں۔

یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں، اس کے بڑے پیارے ہیں۔

جب ان لوگوں نے Direct اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کیا تو خالق کائنات نے فرمایا نہیں، ایسی محبت جو راہِ مدینہ سے ہو کر نہ آئے وہ مجھے منظور نہیں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

محبوب! تم انہیں فرما دو کہ اگر تم نے واقعی طور پر اللہ سے محبت کرنی ہے۔

فَاتَّبِعُوْنِیْ

تو پھر میری اداؤں کو اپنانا پڑے گا۔

پھر کاروانِ محبت کو شاہراہِ مدینہ شریف پر چلانا پڑے گا۔

سرکار ﷺ کی دہلیز سے ہو کے محبت جب اللہ کی بارگاہ میں پہنچے گی تو خالق کائنات تمہیں صرف اپنا محب ہی نہیں بلکہ اپنا محبوب بھی بنا لے گا۔

تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

جب تک سرکار مدینہ ﷺ کا واسطہ اور وسیلہ درمیان میں نہیں ہوگا، تمہیں خدا کے محب ہونے کا منصب بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

زندگی بھر جنگلوں، صحراؤں کی خاک چھانتے پھرو، تو بھی تمہیں خالق کائنات کے محب ہونے کا عہدہ حاصل نہیں ہو سکتا، اور جب سرکار ﷺ کی نسبت آ جائے تو

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

خدا تم سے محبت کرے گا۔

تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

اتباع رسول ﷺ محبت کا بہت بڑا ذریعہ

اس آیت میں سرسری طور پر دیکھنے سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ سید عالم ﷺ کے سنت طریقہ کا انسان کی پرواز اور رفعت میں کتنا بڑا کردار ہے۔

جب تک بندے نے سرکار ﷺ کا طریقہ نہیں اپنایا، اسے خدا اپنا محبّ ہی نہیں بنا رہا ہے۔ اور جب اس نے سنت کو اپنا لیا تو خالق کائنات نے فرمایا جب تم نے میرے محبوب ﷺ کی سنت کو اپنایا اور محبوب ﷺ کے طریقے پر چلے تو

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

رب تعالیٰ تجھ سے محبت کرتا ہے۔

یہ آیت کریمہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی اتباع کا درس دے رہی ہے اور واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

خالق کائنات کی محبت جو ہماری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے، وہ محبت بھی سرکار ﷺ کی اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سید عالم ﷺ کی اتباع یعنی آپ ﷺ کے حکم پر عمل کرنا، آپ ﷺ جو فرمائیں اسی طرح کرنا،

اگر فرمایا کہ دن کو بھوکے رہو تو دن کو بھوکے رہنا،

اگر فرمایا کہ عید کے دن کھانا کھاؤ تو کھالینا،

اگر فرمایا کہ تلوار لے کے جہاد کیلئے نکلو تو جہاد کیلئے نکل پڑنا،

سر ہتھیلی پر رکھ کر شجر اسلام کو سیراب کرنے کیلئے بے خوف وخطر نکل پڑنا،

یہ ساری چیزیں یعنی اتباع اور اس کے سارے تقاضے ایک نقطے پر سمٹ کے آ جاتے ہیں کہ جو ہمیں حکم دے رہا ہے، ہمارے دل میں اس کی محبت بھی ہو۔

جس کے ساتھ محبت نہ ہو، اس کے کہنے پر تو انسان اٹھ کر کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کرتا، چہ جائیکہ جان کا نذرانہ دینے کیلئے کھڑا ہو جائے۔ لہٰذا ساری محبت، اتباع کا سلسلہ، کاشانۂ اتباع، پوری عبادتیں جو ہیں، ان سب کا محور یہ ہے کہ پہلے بندے کے دل میں محبوب کا پیار آ جائے۔ سرکار ﷺ کی محبت جب آ جائے گی تو مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جائے گا، کیونکہ پتہ ہو گا کہ یہ میرے محبوب ﷺ کی طرف سے آ رہا ہے۔ لہٰذا ساری اسلامی عبادات کا محور اور انسانی زندگی کا مقصد سرکار دو عالم ﷺ کی اتباع اور محبت پر موقوف ہے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ محبت

محبت صحابہ کو کس طرح حاصل ہوئی، اور یہ کیسی محبت تھی؟ اللہ کے فضل سے ہم حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کے داعی ہیں۔ خالق کائنات نے سب لوگوں میں سے

ہمیں چنا ہے کہ اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت ہمیں عطا فرمائی ہے، ابھی ہمیں اس محبت کو استوار کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ محبت پکی ہے یا اس میں کسی قسم کی ملاوٹ ہے۔

صحابہ کرام کی محبت کو جب آزمایا گیا تو انہیں خطوط پر آج ہم نے اپنی محبت کو پرکھنا ہے کہ جب غموں کے تیر چل جائیں، آفات کی آندھیاں اٹھیں اور مسائل کے طوفان آ جائیں تو صحابہ کرام تو وہ تھے کہ غموں کے منہ میں کھڑے ہو کر، آفات کی چکی کے نیچے بھی، جن کے دلوں سے یارسول اللہ ﷺ کی صدائیں نکلتی تھیں۔

یہ نہیں ہے کہ ایک سال تو تہجد بھی پڑھی، نمازیں بھی پڑھیں، اور دوسرے سال کہا کہ بہت کچھ کیا ہے، یا ایک دفعہ قربانی دے لی، پھر کہا کہ بہت کچھ خدمات ہم نے سرانجام دے لیں۔

نہیں، نہیں، سید عالم ﷺ کے صحابہ کرام کی محبت ہمیں یہ درس دے رہی ہے کہ وہ محبوب ﷺ تو ایسے محبوب ﷺ ہیں کہ انسان اپنی زندگی کے آخری سانس تک ان کی محبت میں زندہ رہے اور ان کی محبت میں اس دنیا سے چلا جائے۔

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو حرم شریف سے گرفتار کیا گیا اور یہ وہ وقت تھا کہ ابھی حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو پکڑا گیا، سرکار ﷺ مدینہ شریف میں تھے اور آپ ﷺ کے ایک غلام مکہ شریف میں گرفتار ہو گئے اور مشرکین مکہ انہیں حرم شریف سے باہر نکال کر لے آئے۔ مشرکین مکہ نے ننگی تلوار ان کی گردن پر رکھی اور اس کے بعد ان سے ایک سوال کیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جس خدا کا تم کلمہ

پڑھتے ہو، اور جس محبوب ﷺ کے تم نغمے گاتے ہو، میں اس خدا کی قسم دے کے تجھے کہتا ہوں، مرتو ویسے بھی جاؤ گے، میں جو سوال کر رہا ہوں اس سوال کا جواب مجھے صحیح اور سچا دینا، وہ سوال کیا تھا؟

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت کے منہ میں کھڑے تھے، پورا ماحول تپش آمیز تھا، ہر آنکھ گھور گھور کے دیکھ رہی تھی۔ ان کا بظاہر وہاں حامی کوئی نہیں تھا، سارے لوگ ہی مخالف تھے، دشمن تھے، حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے زید ویسے ہمارا تمہارا آپس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے، صرف ایک ہی بات ہے کہ جو ہمارے دشمن ہیں، تم نے ان کو اپنا محبوب ﷺ بنا لیا ہے، تمہارے ساتھ ہماری کوئی عداوت نہیں، اب تمہارا محبوب ﷺ بڑے آرام سے مدینہ شریف میں بیٹھا ہے اور تم موت کے منہ میں کھڑے ہو، میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں:

اَتُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا (ﷺ) اَلْاٰنَ عِنْدَنَا مَكَانَكَ يُضْرَبُ عُنُقُهٗ وَاَنْتَ فِيْ اَهْلِكَ؟

(امام بیہقی عن عروہ، الشفاء ۲/۷۰)

اے زید! اس وقت تم ہماری تلوار کے نیچے ہو اور تمہارے محبوب بڑے آرام سے گھر میں بیٹھے ہیں۔

اگر مسئلہ اس کے برعکس ہوتا کہ تمہارے محبوب ہماری قید میں ہوتے اور تم اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں میں خوش ہوتے۔

اے زید! اس وقت تم موت کے منہ میں پڑے ہو اور موت کا انتظار کرنا اچھا لگ رہا ہے یا اس وقت اپنے گھر میں بیٹھ کے امن وسکون کی ہوا کو محسوس کرنا اچھا لگتا۔

بڑا عظیم تقابل تھا کہ اب تم ہماری قید میں ہو، اور تمہارے محبوب ﷺ آرام سے گھر میں ہیں، تم موت کے انتظار میں ہو کہ کب تلوار چلتی ہے اور سرتن سے جدا ہوتا

ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا کہ تمہارے محبوب ﷺ ہماری قید میں ہوتے اور تم اپنے گھر میں ہوتے اور تمہیں پتہ بھی چل جاتا کہ میرے محبوب ﷺ کافروں کی قید میں ہیں۔

اے زید! تمہیں اس وقت کی یہ حالت پسند ہے یا اس وقت گھر میں آرام سے بیٹھ رہنا پسند ہے۔ جب پوچھا تو قربان جاؤں وہ وفا کے پیکر، وفا کے ہمالہ پہ لہراتا ہوا پرچم، حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے

آپ کہنے لگے اے ابوسفیان! تم نے مجھ سے کیا پوچھا ہے؟ تو نے بڑی دور کی بات کی ہے۔

وَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ الْآنَ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ تُصِيْبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيْهِ وَاَنِّيْ جَالِسٌ فِيْ اَهْلِيْ

خدا کی قسم میرے محبوب جہاں کہیں اپنے گھر میں بیٹھے ہیں، اگر وہیں ان کو کانٹا چبھ جائے، میں اپنے گھر میں آرام سے نہیں بیٹھ سکتا۔

تم یہ کہتے ہو کہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری قید میں ہوں، تمہاری تلوار کے نیچے ان کا سر ہو، یہ بات تم نے کتنی دور کی کہہ دی میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو کانٹا بھی چبھ جائے اور ہم اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں، ہم سے اتنی بات بھی برداشت نہیں ہو سکتی۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب دیا تو جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے، ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں تھے، کہنے لگے:

مَارَاَيْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَدًا يُحِبُّهُ اَصْحَابُهُ مَا يُحِبُّ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا

(سیرت ابن ہشام ۲/۱۷۲، البدایہ والنہایہ ۴/۶۷، تاریخ الطبری ۲/۵۴۲)

میں نے بڑے بڑے محبوب دیکھے ہیں اور ان کے بڑے بڑے محبّ دیکھے ہیں، میں نے بڑے بڑے معشوقوں کے عاشق دیکھے ہیں، میں نے بڑے بڑے مطلوبوں کے بڑے بڑے طالب دیکھے ہیں، میری آنکھ نے آج تک کسی محبوب کے ایسے محبّ نہیں دیکھے جیسے محبّ سرکار مدینہ کے ہیں، جن کی محبت کے پیوند غموں کے طوفان سے بھی نہیں ٹوٹتے۔ یہ محبت ایسی ہے کہ جس کو دشمن کی گرمی بھی پگھلا نہیں سکتی، موت کے منہ میں کھڑے ہو کے یہی کہتے ہیں:

ے محمد ﷺ ہیں متاع عالم ایجاد سے پیارے
پدر، مادر، برادر، جان و مال اور اولاد سے پیارے

حضرت ابوسفیان کے سامنے، پورے ماحول میں، صداقت کی زبان بن کر حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ اعلان کر رہے تھے کہ

ے شراب عشق احمد ﷺ میں کچھ ایسی کیف و مستی ہے
کہ جان دے کر بھی اک دو بوند مل جائے تو سستی ہے

یہ صحابہ کی محبت ہے کہ ان حالات میں بھی کہ جب موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ یہ نہیں دیکھا کہ محبوب علیہ السلام تو مدینہ شریف میں ہیں اور ہم مکہ شریف میں ہیں، چلو آج محبت کی کچہری سے واک آؤٹ کر جاتے ہیں اور تھوڑی دیر کیلئے جان بچا لیتے ہیں۔

نہیں، نہیں حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبت کا کلمہ پڑھا تھا، گھورتی آنکھوں، ننگی تلواروں کے نیچے بھی نعرہ لگاتے رہے، اور کہتے رہے کہ

ان کی محبت میں اگر جان جاتی ہے تو افسوس ہے کہ یہ ایک جان ہے، کاش اگر کروڑوں جانیں ہوتیں تو ایک ایک کر کے سب اپنے آقا پر قربان کر دیتے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ جانثاری

جس وقت جنگ بدر کا وقت تھا تو سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ نے مسجد نبوی شریف میں میٹنگ کی، جس میں انصار بھی تھے اور مہاجرین بھی تھے، تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے صحابہ! اب جنگ دروازے پہ دستک دے رہی ہے، تمہارا کیا مشورہ ہے؟ جب یہ بات ہوئی تو چونکہ انصار سے یہ معاہدہ تھا کہ اگر مدینہ شریف میں آ کر کوئی لشکر سرکار ﷺ پہ حملہ آور ہوتا ہے تو انصار پہ لازم ہے کہ مہاجرین کے ساتھ مل کر دفاع کریں اور اگر مدینہ شریف سے باہر کہیں جنگ ہوتی ہے تو پھر انصار پر لازم نہیں کہ یہ بھی جنگ میں ساتھ شریک ہوں، اب جب یہ بات ہوئی تو انصار سمجھے کہ شاید ہماری طرف اشارہ ہو رہا ہے، انصار کی طرف سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے۔

خدا کی قسم! وہ کیسا منظر تھا، کھجور کے پتوں کی چھت تھی، منبر پر سرکار جلوہ گر تھے، سامنے بلبلیں تشریف فرما تھیں، وہ مقدس رسالت کے پھول کھلے تھے اور ان کی خوشبو سے ہر ذہن معطر ہو رہا تھا، سرکار ﷺ نے جب پوچھا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے، کہتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ

لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسَى عليه السلام

ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

(پارہ نمبر ۶، آیت ۲۴)

اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جا کے لڑو، ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔ محبوب ﷺ ہم وہ نہیں، ہم نے تو خون کی بیعت کی ہے۔ ہم نے تو موت وحیات کا مسئلہ طے کیا ہوا ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُخِیْضَھَا الْبَحْرَ لَا خَضْنَاھَا وَلَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَضْرِبَ اَکْبَادَھَا اِلٰی بَرْکِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا

(مشکوۃ باب المعجزات، ص ۵۳۱)

محبوب ﷺ آپ ہم کو فرمائیں تو ہم گھوڑوں سمیت سمندروں میں چھلانگیں لگا جائیں گے۔

لَوْ اَمَرْتَنَا

آپ ﷺ حکم تو فرمائیں، کچھ ارشاد تو فرمائیں۔

اَنْ نُخِیْضَھَا الْبَحْرَ لَا خَضْنَاھَا

اگر آپ ﷺ ہمیں سواریوں کا سمندر میں ڈالنے کا حکم دیں گے تو ہم ڈال دیں گے۔

اگر حکم ہوگا تو گھوڑوں سمیت سمندروں میں چھلانگیں لگا جائیں گے۔

وَلَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَضْرِبَ اَکْبَادَھَا اِلٰی بَرْکِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا

برک غماد سے مراد یا تو یمن کا علاقہ ہے یا دنیا کا آخری کنارہ ہے۔

صرف حجاز کی بات نہیں، اے محبوب ﷺ ہم نے بیعت یہ کی ہے کہ اگر آپ ﷺ حکم فرمائیں تو دنیا کے آخری کنارے تک تمہارا جھنڈا لے کے جائیں گے۔

دنیا ختم ہو جائے گی، زمین ختم ہو جائے گی، مگر ہمارے جذبات ٹھنڈے نہیں ہوں گے، مصطفوی پرچم ہمارے ہاتھ میں ہوگا، خوف خدا ہمارے دل میں ہوگا، محبت رسول ﷺ کی چنگاری تڑپ رہی ہوگی، اے محبوب ﷺ کائنات کے کونے کونے تک تمہاری محبت کا غلبہ کر کے لوٹیں گے۔

جب انہوں نے یہ اظہار کیا تو یہ محض جذباتی اظہار نہیں تھا، بلکہ انہوں نے محبت

کے مفتی سے پوچھ کے یہ فتویٰ دیا۔

اپنے دل کے محراب میں بیٹھے ہوئے مفتی سے انہوں نے پوچھا اور پھر یہ کہا، اور یہ جو پیغام تھا اس کو مسجد نبوی کے در و دیوار سن رہے تھے اور اس کا خلاصہ یہ تھا:

پڑے گی ضرورت تو دیں گے ہم
لہو کا تیل چراغوں میں جلانے کیلئے

محبوب ﷺ ہم نے تو یہ طے کرلیا ہے، لہٰذا ضرورت پڑی تو ہم سب کچھ قربان کرنے والے ہیں، ایک بیٹھتے ہیں تو دوسرے اٹھ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ

وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَّمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَ خَلْفَكَ

(بخاری شریف کتاب المغازی، جلد نمبر ۲، ص ۵۶۴ قدیمی کتب خانہ)

محبوب! آپ ﷺ کے دائیں بھی ہماری جانوں کے نذرانے پیش ہوں گے۔

آپ ﷺ کے بائیں بھی ہم شہید ہوں گے، آپ ﷺ کے آگے بھی جانیں قربان کریں گے، آپ ﷺ کے پیچھے بھی جانیں قربان کریں گے۔

اے محبوب! ہم بے وفائی کرنے والے نہیں ہیں۔ آخری دم تک اپنے خون کا آخری قطرہ پیش کرتے ہوئے تمہاری محبت کا دفاع کرتے رہیں گے۔

عہد ہوگیا اور پھر چشم فلک نے دیکھا، بدر کے ریگزار نے دیکھا، حنین کے ذروں نے دیکھا، چشم فلک نے دیکھا، ارے گھوڑوں کے سموں نے دیکھا، چمکتی تلواروں نے دیکھا، برستے نیزوں نے دیکھا، صحابی رسول کے ماتھے سے خون نکلتا ہے، اپنا چلو بھرتا ہے اور چلو بھر کے اپنے منہ پہ لگاتا ہے اور کہتا ہے:

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

(بخاری ابواب المغازی باب مَنْ يُنْكَبُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)

خدا کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

ایک وقت وہ تھا کہ یہ عہد ہو رہا تھا کہ

اے عصر حاضر گواہ رہنا چراغ الفت جلایا ہم نے
اس الفت کے قدم قدم پہ ہمارے لہو کے دیئے جلیں گے

ایک وہ عہد تھا اور اب یہ ثابت ہو رہا تھا:

ہم سے خجل ہے چاند تاروں کی روشنی
بیٹھے ہیں خون دل سے چراغاں کئے ہوئے

یوں کہئے کہ احد اور خندق، یہ سارے مناظر سامنے ہیں، سید عالم ﷺ کے صحابہ کی محبت اگر کمزور ہوتی، اس محبت کے بند اگر کچھ بھی ڈھیلے ہوتے، تو پھر وہ اس قسم کے سرد طوفان سے ٹوٹ جاتے۔ نہیں، نہیں، کائنات میں آج تک، یہ حقیقت ہے، جتنے سخت طوفان اٹھے، چٹانوں سے وہ لوگ ٹکراتے رہے مگر محبت میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں آیا۔

خندق کھودی جا رہی تھی، بخاری شریف میں حدیث شریف ہے۔

جب سید عالم ﷺ نے اپنے غلاموں کو دیکھا کہ کئی دنوں کے بھوکے ہیں، خندق کھود رہے ہیں، داڑھیوں پر غبار لگا ہوا ہے، جسم سارے پراگندہ ہیں، اور مٹی اٹھا اٹھا کے دور پھینک رہے ہیں۔ سرکار ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی کیلئے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةِ فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

(بخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ خندق، جلد نمبر ۲، ص ۵۸۸)

اے اللہ! خیر تو آخرت کی خیر ہے، کوئی نہیں، میرے غلام بھوکے ہیں، پیاسے ہیں، یہ مزدوری کر رہے ہیں، مشقت کر رہے ہیں، خندق کھود رہے ہیں، دنیا میں ٹھیک ہے کہ مصیبت ہے،

فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خندق)

اے اللہ! میں تجھ سے دعا کر رہا ہوں، میرے سارے انصار کو بھی معاف فرما دے اور میرے سارے مہاجرین کو بھی معاف فرمادے۔

جب سرکار ﷺ نے یہ دعا دی تو صحابہ سمجھے کہ شاید ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے کہ سرکار ﷺ نے ضرورت محسوس کی کہ ان کا حوصلہ بڑھایا جائے، تو سب مل کر نعرہ لگانے لگتے ہیں۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّداً
عَلَى الْجِهَادَ مَا بَقِيْنَا اَبَداً

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خندق، جلد نمبر ۲ ص ۵۸۸)

اے اللہ! ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت ہی اس بات پر کی تھی کہ جب تک جسم میں جان رہے گی، تیرے نام پر قربان رہے گی۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّداً
عَلَى الْجِهَادَ مَا بَقِيْنَا اَبَداً

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خندق، جلد نمبر ۲ ص ۵۸۸)

اے سرکار ابد قرار ﷺ ہم نے آپ ﷺ سے بیعت اس بات پر کی تھی کہ جب تک ہم باقی رہیں گے، تمہارے ساتھ مل کے تمہارے دشمنوں کا جواب دیتے رہیں گے۔

﴿صحابیہ کا جذبہ محبت﴾

جس وقت جنگ احد میں ایک افسوسناک خبر سید عالم ﷺ کی شہادت کے بارے میں مدینہ شریف میں گردش کرنے لگی تو ایک انصاری عورت گھر سے باہر نکلتی ہے اور

اس راستے پر کھڑی ہو جاتی ہے جس راستے پر مجاہدین اسلام واپس پلٹ رہے ہیں۔

وہ ہر شخص سے پوچھتی ہیں:

اَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؟

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳، ص ۳۰۲)

لوگو بتاؤ! حبیب کبریا حضرت محمد ﷺ کا حال کیسا ہے؟

یہ پوچھتی ہیں، حالانکہ ان کا والد بھی اس جنگ میں گیا ہوا ہے، ان کا والد اور ان کا بھائی اور خاوند بھی گیا ہوا تھا۔

وہ نہ خاوند کے متعلق پوچھتی ہیں اور نہ ہی اپنے بھائی کی خبر پوچھتی ہیں، آنے والوں سے پوچھتی ہیں کہ سرکار مدینہ ﷺ کی خبر دو۔

جب انہوں نے پوچھا تو آگے سے یہ جواب ملا کہ تمہارا والد شہید ہو گیا۔

جب غم کا تیر ان کے جگر میں پیوست ہوا تو پھر بھی یہ نہیں پوچھتی، اے صحابہ! اگر میرے والد شہید ہو گئے ہیں تو ان کا جسد اطہر کہاں پڑا ہے؟ کیا ان کو دفن کر دیا گیا یا ابھی دفن کیا جائے گا؟ زبان پر سوال ہے، وہ یہی ہے۔

اَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؟

ماہ طیبہ ﷺ کے محبوب صحابہ! مجھے یہ بتاؤ کہ سید عالم ﷺ کا حال کیسا ہے؟

جو کاروان بھی آتا ہے، اس سے یہی پوچھتی ہیں، باپ کی شہادت کی خبر مل چکی ہے، پھر پوچھتی ہیں تو کوئی بتاتا ہے کہ تیرا خاوند بھی شہید ہو گیا۔

اب دو تیر جگر میں پیوست ہو گئے ہیں۔ وہ صنف نازک ہے، سوچتی نہیں کہ میرے سہارے ختم ہو گئے، باپ بھی شہید ہو گیا، خاوند بھی شہید ہو گیا، پھر بھی پوچھتی ہیں تو یہ پوچھتی ہیں۔

أَيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟

لوگو! بتاؤ میرے محبوب علیہ السلام کا حال کیسا ہے؟

اب آگے بڑھتی ہیں، اگلا کارواں آتا ہے، اس سے بھی یہ سوال کرتی ہیں تو وہ بتاتے ہیں کہ تمہارا بھائی بھی شہید ہو گیا۔

اب باپ کی شہادت کی خبر بھی مل چکی۔

والد کے بعد خاوند کی شہادت کی خبر بھی مل چکی۔

بھائی کی شہادت کی خبر بھی مل چکی۔

پھر بھی زبان پر یہی ہے، لوگو! شفیع عالم ﷺ کا حال کیسا ہے؟

یہ وہ پکی محبت کہ جس وقت انسان کو مسائل گھیر لیں، تو پھر بھی اس کی محبت کا قبلہ تبدیل نہ ہو، غم واندوہ کی آندھیوں میں بھی اس کی محبت گمراہ نہ ہو، جیسے بھی طوفان اٹھیں، جیسے بھی حالات ہوں، جہاں اس کی محبت کا قبلہ ہے، وہاں سے تبدیل نہ ہونے پائے۔

وہ پوچھ رہی ہیں اور صحابہ کہہ رہے ہیں۔

تم جس طرح سرکار کو دیکھنا چاہتی ہو، اللہ کے فضل سے سرکار ﷺ ویسے ہی موجود ہیں۔ وہ کہتی ہیں:

أَرُوْنِيْهِ حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَيْهِ

مجھے معلوم ہے، تم سچ بولتے ہو، تم سچے محبوب ﷺ کے سچے غلام ہو، تمہاری زبان سے سچ نکلتا ہے، مگر آج مجھے کچھ تکلیف پہنچی ہے، میں نے ایک افسوسناک خبر سنی ہے۔

أَرُوْنِيْهِ حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَيْهِ

مجھے اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک کہ اپنی آنکھوں سے ان کی زیارت نہ کرلوں۔

لہٰذا مجھے وہاں لے چلو، جہاں سرکار ﷺ تشریف فرما ہیں وہ جس کا والد بھی شہید ہوگیا ہے، جس کا بھائی بھی شہید ہو گیا ہے، جس کا خاوند بھی شہید ہو گیا۔ سرکار ﷺ کی خبر کیلئے آگے بڑھ رہی ہیں۔ جس وقت سرکار ﷺ کا رخ زیبا دیکھتی ہیں، جس وقت آسمان نبوت کے چمکتے ہوئے آفتاب کو دیکھتی ہیں، جس وقت گلستان رسالت کے مہکتے ہوئے پھول کو دیکھتی ہیں، تو زبان سے نکلتا ہے:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

(شفاء شریف، دلائل النبوة للبیہقی ۳/۳۰۲، سیرۃ ابن ہشام ۲/۹۹، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۳/۴۷)

اے محبوب ﷺ اگر آپ ٹھیک ہیں تو دنیا کا کوئی غم مجھے نڈھال نہیں کر سکتا۔

یارسول اللہ ﷺ آپ کے ہوتے ہوئے ہر غم و مصیبت ہیچ ہے۔

ٹھیک ہے، باپ شہید ہوا، بھائی شہید ہوا، خاوند شہید ہوا، مگر میری زندگی کی بہار میں باپ سے نہیں سمجھتی۔

میری زندگی کی بہار کا ضامن میرا بھائی نہیں ہے۔

میری زندگی کی بہار کا ضامن میرا خاوند نہیں ہے۔

اے ماہ طیبہ ﷺ جب ہم نے تمہارا کلمہ پڑھا ہے، ہماری ساری بہاریں تمہارے نام سے وابستہ ہیں۔

تمہارے دم سے ہے آباد میرا گلشن ہستی
جو تم ہو تو خزاؤں کا کوئی خطرہ نہیں مجھ کو

یہ محبت سچی محبت ہے، اس میں ہمارے لئے سبق ہے۔ آج جس وقت ہمارے معاشرے میں، ماحول میں، محبتوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے، ایک طرف محبت رسول علیہ السلام ہوتی ہے۔

دوسری طرف کسی رشتہ دار کی محبت ہوتی ہے۔

ایک طرف سرکار ﷺ کی سنت کی محبت ہوتی ہے۔

دوسری طرف کسی فلمی سٹار کی محبت ہوتی ہے۔

ایک طرف گنبد خضریٰ کی روشنی کا چاند ہوتا ہے۔

دوسری طرف امریکہ کے وائٹ ہاؤس کا منظر ہوتا ہے۔

یہ محبتوں کا جب تقابل ہوتا ہے تو یہی محبت کا امتحان ہے۔ہمیں چاہئے کہ ہم دوسری ساری ناجائز محبتوں کو قدموں تلے روندڈالیں اور سرکار ﷺ کی محبت کا جھنڈا بلند کریں۔

دیکھئے سید عالم ﷺ کے عظیم صحابہ قدم قدم پہ ہمیں یہ سبق دیتے جا رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اظہار محبت

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عمر! اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنی ہر چیز سے مجھے محبوب نہیں سمجھتا۔

بڑی مشہور حدیث ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

(بخاری شریف، کتاب الایمان والنذور، مسلم شریف کتاب الایمان، مشکوٰۃ کتاب الایمان، فصل اول)

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جس وقت تک وہ اپنے والدین، عزیز واقارب اور ہر چیز سے مجھے محبوب نہیں سمجھتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکہ بڑے صاف گو آدمی تھے، کہنے لگے:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي

یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہر شئے سے پیارے ہیں، سارے رشتہ داروں سے پیارے ہیں، سارے بیٹوں سے پیارے ہیں، والدین سے پیارے ہیں، کائنات کی ہر چیز سے پیارے ہیں۔ مگر میری جان سے آپ ﷺ مجھے پیارے نہیں ہیں۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ

جب انہوں نے یہ کہا تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان کی حلاوت کو نہیں پا سکتا جب تک کہ اپنی جان سے بھی مجھے محبوب نہیں سمجھتا۔

اسی لمحہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعرہ لگایا:

وَاللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي

اس خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ

سرکار ﷺ نے فرمایا: اب تمہارا ایمان کامل ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ محبت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں کھڑے ہیں اور اس انداز میں کھڑے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب لوگوں سے پوچھا:

من اَشْجَعُ النَّاس

سب لوگوں میں سے اشجع کون ہے؟

اشجع اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔

ایک ہے شجاع اور ایک ہے اَشْجَعُ

سب لوگوں میں سے، سارے صحابہ میں سے، سب سے بڑا بہادر، نڈر، مجاہد کون ہے؟ جب آپ نے لوگوں سے پوچھا تو آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا:

اَنْتَ اے علی شیر خدا! آپ سب سے زیادہ شجاع ہیں، تو آپ نے فرمایا: نہیں تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں شجاع ہوں اشجع نہیں ہوں۔

اَشْجَعُ النَّاسِ اَبُوْبَکْرٍ (تاریخ الخلفاء، ص۲۹)

سب سے اشجع سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

کس طرح؟ آپ نے دلیل دی۔ آپ نے فرمایا:

بدر کا دن تھا، جب یہ مسئلہ پیش ہوا کہ سرکار ﷺ کے خیمے کی نگرانی کون کرے گا؟

وَاللّٰہِ مَادَنَا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوْبَکْرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خدا کی قسم! جب یہ اعلان ہوا تو اگرچہ ہم سے ہر ایک ہی آگے بڑھ سکتا تھا، ابھی کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لے کر آگے بڑھ گئے۔

سرکار ﷺ کے خیمہ کے پاس ننگی تلوار لے کے پہلے نمبر پر جو کھڑے ہو گئے وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اگر ان میں سے کوئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ بہادر ہوتا تو پہل کر جاتا۔ سارے سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لے کر آگے بڑھ گئے۔

سب کو پتہ تھا کہ جنگ کا سب سے زیادہ زور اس خیمہ پر ہوگا کیونکہ کافروں کی گندی نظریں سرکار ابد قرار ﷺ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

وہ سرکار ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کی فوج مختصر سی ہے۔

سارے ادھر ہی کھڑے رہیں تو دوسری طرف کون لڑے گا؟ لہٰذا ایک آدمی کی

ڈیوٹی لگائی تھی جو سرکار ﷺ کا دفاع کرے، وہ آدمی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

جدھر سے تیر آتا، جو کوئی تلوار سے حملہ کرتا، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارے تیروں و تلواروں کے وار اپنے بدن پر برداشت کیے اور محبوب علیہ السلام کی طرف ان کو نہیں جانے دیا۔

﴿حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا ایک اور انداز﴾

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا عبدالرحمٰن جو بعد میں مسلمان ہو گیا، وہ بھی مشرکین مکہ کی طرف سے جنگ بدر میں شامل تھا۔

جنگ بدر کے بعد جس وقت وہ مسلمان ہو گئے تو کہنے لگے ابا جان!

بدر کے دن آپ میرے نشانے پر آ گئے تھے اور میں نے جان بوجھ کے تلوار کو روک لیا، جب تلوار کے نشانہ پر آپ کا سر آ گیا تو محبت پدری نے جوش مارا، میرے اعصاب سکڑ گئے۔ میں نے آپ کو باپ سمجھتے ہوئے، اگرچہ آپ میرے مخالف لڑ رہے تھے، اپنی تلوار کو پیچھے روک لیا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ بات سنا رہے تھے تو جیسے ہی ان کی بات ختم ہوئی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کے بیٹھ گئے، چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔

آپ نے فرمایا:

اے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نے مجھے اس دن باپ سمجھ کے چھوڑ دیا۔

خدا کی قسم! اگر میری تلوار کے نیچے تیرا سر آ جاتا تو میں بیٹا سمجھ کے تجھے معاف نہ کرتا، سرکار ﷺ کا دشمن سمجھ کے تیرا سر تن سے جدا کر دیتا۔

بتوں کی محبت اور ہے، محبوب ﷺ کی محبت اور ہے۔ بتوں کی محبت اور باپ کی محبت کا مقابلہ ہوا تو باپ کی محبت بتوں کی محبت پہ غالب آ گئی۔

آپ نے فرمایا کہ میری جو سرکار ﷺ سے محبت تھی، وہ اتنی قوی تھی کہ اگر تو میری تلوار کے نیچے آجاتا تو ہرگز بچ کے نہ جاتا۔ میں یہ ہرگز نہ دیکھتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ یہ سمجھتا کہ تو میرے محبوب ﷺ کا دشمن ہے، اس لئے میرا بھی دشمن ہے۔

محبت رسول ﷺ کا نرالا انداز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ کی والدہ نے بھوک ہڑتال کر دی اور کہا: اے سعد! جب تک تم واپس نہیں آؤ گے اس وقت تک میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات سنی مگر اس پر غور نہ کیا لیکن آپ کی والدہ اپنی بات پہ پکی ہوگئیں۔ اس نے کھانا پینا بند کر دیا۔ ایک دن گزرا، دو دن گزرے، بالآخر نہ کھانے کی وجہ سے آپ کی والدہ بے ہوش ہوگئیں۔ جب آپ کی والدہ بے ہوش ہوئیں تو آپ کے چھوٹے بھائی نے اس کے منہ میں پانی ڈالا اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا: سعد! تم نے مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ ان کی والدہ نے کہا:

اَنَّ اللّٰهَ وَصَّاكَ بِوَالِدَيْكَ

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فِي فَضْلِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔

تو نے میرا کیا حال کر دیا ہے!

اب بھی واپس آجاؤ، اگر واپس نہ آئے، ابھی تو میں بے ہوش ہوئی تھی، چند لمحوں کے بعد مر جاؤں گی، اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری ماں کی زندگی برقرار رہے تو تمہیں اس محبوب کا در چھوڑ کے واپس آنا پڑے گا۔

آپ کی والدہ نے تو یہ کہا، لیکن قربان جاؤں میں صحابہ کی محبت پر، صحابہ کے عشق

رسول ﷺ پر، جواب کا انداز دیکھیں۔

آپ نے فرمایا: اے میری امی! آپ مجھے ایک بار مرنے کی دھمکی دے رہی ہیں کہ اگر میں واپس نہیں آؤں گا تو مر جاؤں گی۔ آپ نے فرمایا

لَوْ كَانَتْ لَكِ اَلْفُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَاتَرَكْتُ دِيْنِيْ هٰذَا بِشَيْءٍ

میری ماں! اگر تیری ہزار جان ہوں اور ہر جان کے نکلنے پر مجھے یہ وارننگ دے کر کہے کہ سعد واپس آ۔

تو میری والدہ سن لے کہ تیرا ہزار بار مرنا قبول کرلوں گا لیکن محبوب کے در سے واپس نہیں آؤں گا۔

اے والدہ! آپ کی تو ایک جان ہے اور اس کی آپ مجھے دھمکی دے رہی ہیں کہ میں مر جاؤں گی، میں مر جاؤں گی۔ ایک جان کی دھمکی دیتی ہیں، اگر ہزار جانیں بھی ہوں تو پھر بھی ہزار بار تیرا مرنا مجھ پہ گراں نہیں گزرے گا، مگر محبوب علیہ السلام کے در سے واپس نہیں آسکتا۔

سبوے جاں میں چھلکتی ہے کیمیا کی طرح
اور کوئی شراب نہیں عشق مصطفیٰ ﷺ کی طرح

سید عالم ﷺ کی محبت جب دل میں جلوہ گر ہو جاتی ہے تو یہ دوسری ساری محبتوں کو کچل ڈالتی ہے، روند ڈالتی ہے۔ یہ محبت جب جلوہ گر ہو جائے تو پھر کسی دوسری محبت کو خاطر میں نہیں لاتی۔

محبت کا اجر

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالی عنہ میدان احد میں زخمی پڑے ہیں اور سرکار

ابد قرار ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ جاؤ پتہ کر کے آؤ کہ سعد کا حال کیا ہے؟

فَاقْرَئْہُ مِنِّی السَّلَامَ وَقُلْ لَہٗ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ تَجِدُکَ؟

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے تو آپ آخری سانس لے رہے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ تیروں اور تلواروں کے ستر زخم ان کے جسم پر تھے۔

جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اے سعد! تمہارا حال کیا ہے؟

قَالَ سَعْدٌ قُلْ لَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَجِدُ رِیْحَ الْجَنَّۃِ

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

میرے محبوب علیہ السلام کو جا کے میرا سلام دینا اور انہیں کہنا:

اب تو میں جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

مجھے احد میں جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔

اے محبوب علیہ السلام! میری طرف سے تمہیں سلام ہو۔

یہ کہتے ہوئے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو اپنی طرف سے یہ پیغام دیا۔

اے حضرت زید! میری طرف سے اپنی قوم کو، دوسرے صحابہ کرام کو بھی سلام دینا اور انہیں ایک بات کہنا، وہ کیا بات تھی؟

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو رہے ہیں، دنیا سے جا رہے ہیں، اس وقت بات کرنا تو درکنار، کسی بات کا ہوش ہی نہیں رہتا، اور پھر کسی مقصد کی بات کرنا، کسی مشن کی بات کرنا، یہ تو بڑی دور کی بات ہوتی ہے۔ قربان جایئے، اس بارگاہ کے

جو عاشق ہیں، دیوانے ہیں، موت انہیں کیا کہتی ہے؟ اتنے زخموں سے چور چور ہیں مگر پھر بھی محبت کا قبلہ تبدیل نہیں ہوا۔ یہ نہیں کہا کہ میں اس محبت میں مارا گیا ہوں، اوروں کو کیا کہوں، بلکہ آپ نے فرمایا: میرے دوستوں کو جا کے یہ کہنا:

لَا عُذْرَ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ يَّخْلُصَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِيْكَ عَيْنٌ تَطْرُفُ

(المستدرک ۳/۲۰۱)

سارے صحابہ کو کہہ دو، قیامت تک کے مسلمانوں کو میری بات پہنچا دو، میں موت کی طرف جا رہا ہوں، موت کی وادی میں جاتا ہوں، تمہیں یہ پیغام دے رہا ہوں، قیامت کے دن تمہارا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا اگر تمہارے ہوتے ہوئے کوئی سرکار ﷺ کی توہین کر جائے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، جلد ۳، ص ۴۹، الموطا الامام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد)

ایک آنکھ بھی تم میں کھلی باقی ہو اور کوئی سرکار ﷺ کو تکلیف پہنچا جائے تو یہ اتنا بڑا جرم ہوگا کہ جس جرم کا کوئی عذر قیامت میں قبول نہیں ہوگا۔ لہٰذا صحابہ کرام، تابعین عظام اور قیامت تک کے مسلمانوں سے کہنا کہ سرکار ابد قرار حبیب کردگار ﷺ کی محبت میں زندہ رہو، اس طرح زندہ رہو کہ جو سرکار کے مخالفین ہیں، ہر دور کے یہود و نصاریٰ اور جو ان کے حواری ہیں، انہیں پتہ چلے کہ مسلمانوں کی محبت کا محور آج بھی آباد ہے، لہٰذا کوئی عذر اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگا اگر کسی ایک مسلمان کے زندہ ہوتے ہوئے کوئی شخص سرکار ﷺ کو تکلیف دے گیا۔

صحابہ کا عشق اور محبت کتنی ہے اور اس کے دلائل کتنے ہیں، ان کو اس مختصر وقت میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

صحابہ کا جذبہ شہادت

جس وقت شام کی طرف لشکر مدینہ سے جا رہا تھا۔ سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ

ان کوالوداع کرنے کیلئے خود باہر نکلے، شام کی طرف لشکر روانہ ہو رہا تھا، اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ جیسے کمانڈر لشکر کے ساتھ تھے، جس وقت ثنیۃ الوداع کے پاس لشکر پہنچا اور ساری جماعت سرکار کے صحابہ کی ساتھ ہے۔ سرکار خود مجاہدوں کو رخصت کر رہے ہیں۔ جاؤ تم میرے دین کی بلندی کیلئے، اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کیلئے، جا کے جہاد کرو۔ جب انہیں رخصت کرنے لگے تو جو مجمع انہیں رِخصت کرنے آیا تھا، ان سب نے مل کر ایک نعرہ لگایا۔ انہوں نے کہا:

جاؤ! خدا تمہیں سلامتی سے واپس لائے۔

جب یہ دعا ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہ کے جذبات جوش میں آ گئے۔ دیکھو! کس حد تک انہوں نے موت سے پیار کر لیا تھا اور کس حد تک ان کو محبت کی چاشنی نصیب ہو گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہ غصے میں آ گئے اور کہا کہ تم یہ کہتے ہو کہ ہم لوٹ کے واپس آ جائیں، ٹھیک ہے تم یہ دعا کرو مگر غور سے سنو کہ میں آج کون سی دعا کر رہا ہوں۔

آپ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ فوراً آپ نے تین شعر پڑھے جن کا مفہوم یوں ہے: پہلے نمبر پر تو میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔

اور دوسرے نمبر پر میں خدا سے اپنے بدن پر ایسی ضرب مانگتا ہوں جو میرے خون میں جاگ پیدا کر دے۔

اللہ اور سرکار ﷺ کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے ایسی ضرب لگے، وہ ضرب اتنی سخت ہو کہ اس ضرب کی وجہ سے میرا خون اتنا بہہ نکلے کہ بہتے بہتے اس خون کے چشمے پر جھاگ پیدا ہو جائے۔

پھر فرمایا کہ مجھے حرانی قبیلہ کے کسی شخص کا ایسا نیزہ لگے جو میری آنتوں اور کلیجے سے پار گزر جائے۔

اس منظر سے گزرتا ہوا جب میں شہید ہو جاؤں اور میری قبر بن جائے تو قیامت تک جو لوگ میری قبر سے گزریں تو وہ کہیں:

یہ وہ لوگ ہیں جو محبوب ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔

ان کی محبت ایسی ہے کہ اپنے محبّ کے مشن کو اتنا عظیم سمجھتے ہیں کہ اس مقصد اور مشن کیلئے جان کو دینا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کی محبت کا یہ پیغام صحابہ نے ہر طرف پہنچایا اور اپنے خون سے اس پیغام کو لکھا، اپنے خون سے اس پیغام کو عبارت کیا اور اس پیغام سے آگے ہمیشہ کیلئے درس چھوڑ گئے۔

﴿دین محمدی اور اس کے تقاضے﴾

سرکار دو عالم ﷺ کے صحابہ کرام کی یہ محبت آج ہم سے پوچھتی ہے، ہمیں درس دیتی ہے کہ وہ دین جس کیلئے اتنا خون بہا، جس دین کیلئے طائف کے بازاروں میں سرکار نے پتھر کھائے، وہ مقدس دین جس کیلئے سرکار ﷺ کا مقدس خون سرکار کی جبین سے نکل کے قدموں تک پہنچا، آج وہ دین کس حال میں ہے؟

آج ہم اس دین کیلئے کیا کر رہے ہیں؟ آج اس دین کیلئے ہمارا کیا کردار ہے؟ ارے یہ اتنا پیارا دین جس کیلئے سرکار نے اپنا مقدس خون پیش کیا، آج ہم اس کیلئے تھوڑا سا وقت بھی دینے کیلئے تیار نہیں۔

یہ سرکار ﷺ کے دین سے محبت کیسی محبت ہوگی؟ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِیْباً

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان اَنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِیباً وَسَیَعُوْدُ غَرِیباً وَاَنَّهٗ یَأْرِزُ بَیْنَ الْمَسْجِدَیْنِ)

میرا اسلام جب چلا تھا تو اجنبی تھا، پردیسی تھا، کوئی اس کو گھر نہیں رکھتا تھا، کیونکہ جو گھر میں رکھتا تھا اس پر مصیبتیں برستی تھیں، اس کو آگ و آہن کا سمندر پار کرنا پڑتے تھے۔ میرا دین جب چلا تھا تو بڑی مشقتیں تھیں۔ تپتی ریت پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لٹا لٹا کے تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگوں کو ستایا جاتا تھا۔

میرا دین چلا تھا تو غریب تھا، اجنبی تھا، اس کا ساتھ دینا مشکل تھا۔ جب نکلا تو بڑی شان سے نکلا، میں اس کو لے کے نکلا، میں نچوڑ اپنا خون دیا، میرے صحابہ نے دیا، ہم نے کائنات کے کونے کونے تک روانہ کیا، مگر مجھے افسوس ہے۔

وَسَیَعُوْدُ غَرِیْباً

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان اَنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِیباً وَسَیَعُوْدُ غَرِیباً وَاَنَّهٗ یَأْرِزُ بَیْنَ الْمَسْجِدَیْنِ)

پھر یہ غریب ہو جائے گا۔

غریب عربی زبان میں اجنبی کو کہتے ہیں، پردیسی کو کہتے ہیں، بے وطن کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے تو دین کو وطن والا بنایا، پوری کائنات میرے دین کا وطن ہے، میں نے بڑی شان سے روانہ کیا، مگر جب دین مختلف طبقوں میں پہنچا، اہل دین نے اس دین سے اچھا سلوک نہ کیا۔

اب دیکھو! پردیسی ہونے کا مطلب اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج (الا ماشاء اللہ) ہمارے گھر اسلام کی برکت سے خالی ہیں کیونکہ ہمارے گھر، ہمارے بدن، ہمارے پیکر، ہمارے وجود، ہمارے کاروبار، سارے کے سارے اسلام کی روشنی میں نہیں۔

اسلام کوئی مفروضہ تو نہیں، اسلام کوئی (Show Piece) شو پیس تو نہیں کہ جسے مسجد کی الماری میں رکھ دیا جائے۔

سرکار ﷺ نے قرآن صرف قسمیں اٹھانے کیلئے، تعویذ کرنے کیلئے نہیں دیا تھا۔ جس قرآن کی نگرانی کیلئے سرکار نے پتھر کھائے تھے، وہ قرآن تو کائنات میں حکومت کرنے آیا ہے، وہ کائنات میں بدنوں پر حکومت کرنے آیا ہے، دماغوں پر حکومت کرنے آیا ہے، دلوں پر حکومت کرنے آیا ہے۔

جس اسلام کو اللہ نے محلے محلے قریہ قریہ، وطن وطن اور پوری کائنات پر حکومت کرنے کیلئے بھیجا تھا، آج اس کو محبوس کر دیا گیا۔

سرکار ﷺ کی محبت ہمیں یہ دعوت فکر دے رہی ہے کہ یہ (Practical) عملی دین ہے۔

کبھی بھی یہ دین ناکام نہیں ہوگا، قیامت تک کے ہر مسئلے کا جواب دینے والا ہے۔ لہٰذا غیروں کی طرف دیکھنے کی بجائے، اس دین کی طرف دیکھو، جس دین پر اللہ نے حق کا تاج رکھا ہے۔

صحابہ کی محبت کے یہ سارے واقعات، ان کے علاوہ بھی بے شمار ایسی مثالیں ہیں، مگر اس محفل والوں کیلئے دعوت فکر یہ ہے کہ کیا ہم اس جرم میں ملوث تو نہیں کہ ہم نے بھی دین کو پردیسی بنایا ہوا ہے۔

ہمارے گھر کا ماحول اسلام کو ایک رات بھی گھر میں رہنے نہیں دیتا۔ جتنی آج بے حیائی ہے، فحاشی ہے، جتنی اسلام کی خلاف ورزی ہے، اسلام کی طبیعت ہی نہیں مانتی کہ ایسے گھر میں ٹھہرے۔ اسلام گلی گلی میں تلاش کر رہا ہے کہ مجھے ایک رات گھر میں کون رکھے گا، کوئی بھی تیار نہ ہو، اسی کو تو پردیسی کہتے ہیں، اسے کو اجنبی کہتے ہیں۔

اجنبی کس نے بنایا؟

اس میں کچھ ہمارا بھی قصور ہے۔

لہٰذا سرکار ﷺ کی محبت کے یہ ترانے اور محافل دعوت فکر دے رہی ہیں کہ وہ دین جس کیلئے اتنا خون پیش کیا گیا، اتنی قربانیاں پیش کی گئیں، آج ہمارے لئے تو بڑی آسانی ہے کہ ہم نے تو اسے صرف گھر میں جگہ دینی ہے، دل کی محراب میں اسے بٹھانا ہے، دماغ میں اسے جگہ دینی ہے، اپنے گھر میں اس کو نافذ کرنا ہے۔ پورے ملک اور دنیا پر اس کو نافذ کرنا ہے۔ ٹھیک ہے یہ ہمارے اکیلے کے بس کی بات نہیں، مگر اپنے بدن پر تو نافذ کر سکتے ہیں، اسے اپنے گھر میں تو نافذ کر سکتے ہیں، جب گھر میں نافذ کریں گے تو اسلام ہمارے گھر میں رہے گا۔ کم از کم ہماری طرف سے تو پردیسی نہیں بنے گا۔ لہٰذا اس کو پردیسی بنانے کے جرم میں ہم تو شریک نہیں ہوں گے۔ سرکار نے فرمایا:

فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ

جب ہر طرف سے لوگ میرے اسلام سے مخالفت کرنا شروع کر دیں گے، تو اس دور میں بھی جو اسلام کو سینے سے لگائے گا، میں آج اس کو مبارک دیتا ہوں۔

فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ

جب اسلام اجنبی ہو گا تو اسلام کو صحیح ماننے والے لوگ جو ہیں، ویسے تو نام ہم سب لے رہے ہیں، وہ بھی اجنبی ہو جائیں گے۔ داڑھی والوں کو کہیں گے کہ یہ چہرے پر داڑھی سجانا تو پرانی تہذیب کی بات ہے۔ یہ پگڑی، یہ ماحول، یہ تو قدامت پرستوں کا طریقہ ہے، یہ تو فلاں کا طریقہ ہے۔

سرکار ﷺ نے فرمایا: اجنبی اس لئے ہو جائے گا کہ دین کو ماننے والے جو لوگ ہیں ان کو دوسرے لوگ طعنے دیں گے۔

ان کو اپنے ماحول کا فرد نہیں سمجھیں گے، ان کو کوئی اور مخلوق سمجھیں گے۔

سرکار ﷺ فرماتے ہیں:

ساری دنیا تمہیں گالی دیتی رہے، مگر میں آج بھی تمہیں مبارک باد دے رہا ہوں۔

فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ

کبھی بھی کسی کے پروپیگنڈے کا شکار نہ ہونا کہ تمہیں فلاں کہہ رہا ہے کہ تم قدامت پرست ہو، رجعت پسند ہو، بنیاد پرست ہو، تم یہ ہو، تم وہ ہو۔

ہزار بار کہتے رہیں پھر بھی ہمیں کسی کے پروپیگنڈے کی چنگاریوں کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ جب محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمہیں میری طرف سے مبارک ہو۔

سرکار ﷺ کی ایک مبارک ہماری پوری زندگی کیلئے کافی ہے۔ لہٰذا اس مشن اور اس نظریہ سے دین اسلام کے ساتھ محبت کا اظہار کرو، اسے سمجھنے کیلئے وقت نکالو، اسے سمجھو، اسے سمجھاؤ، اپنے عقائد کو محفوظ رکھو، اور موجودہ دور میں اسلام پر جو خارجی اور داخلی حملے ہو رہے ہیں ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ کے اپنے عقیدے کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ اپنے عقیدے کا چہرہ بالکل صاف ہو، اس پر تنقید کا کوئی دھبہ نہ ہو، اعتراض کا کوئی نشان نہ ہو، اس عقیدے پر کوئی غبار نہ ہو، سچا سچا عقیدہ لے کر جب سرکار ﷺ کی بزم میں پہنچیں گے تو سرکار یقیناً ہمیں اپنے سایۂ رحمت میں لے لیں گے۔

بڑے طوفان اٹھے، لوگوں کی سوچ کے زاویے بدلتے رہے، ارے لوگ مختلف چراگاہوں میں جا کے چرتے رہے۔ انہوں نے کئی فکری گھاٹ بنا لئے، کوئی کہیں پینے چلا جاتا ہے تو کوئی کہیں، کوئی یہودیوں کے ساتھ تھا تو کوئی عیسائیوں کے ساتھ تھا، کوئی کسی گستاخ کے ساتھ تھا تو کوئی کسی طرف تھا۔

سرکار ﷺ فرمائیں کہ اے میرے غلام تو نے حق ادا کر دیا، لوگ اپنی اپنی منزلیں

بنا چکے تھے لیکن تیری راہ پھر بھی مدینہ شریف کی طرف رہی۔

جو دربدر بھٹکتے ہیں دوا کیلئے
انہیں کہو مدینے چلیں شفا کیلئے
خدا نے دنیا میں بھیجا ہے اس لئے ہم کو
کہ زیست وقف ہو نام مصطفیٰ ﷺ کیلئے

محبت رسول ﷺ کا تقاضہ

سید عالم ﷺ کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ جب وہ ہماری جان سے بھی ہمیں محبوب ہیں تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ ایک چیز سرکار ﷺ پسند کریں اور ہم اسے ناپسند کریں، ہماری حیثیت ہی کیا ہے؟

سرکار ﷺ نے ایک چیز کو ہمارے لئے پسند کیا ہو، اور ہم کہیں کہ اس سے زیادہ یہ فلاں چیز ہمارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے، اس سے بڑی بیوفائی کیا ہوگی!

اللہ نے اس دین کو ہمارے لئے پسند کیا

سرکار ﷺ نے اس دین کو ہمارے لئے پسند کیا

اگر آج ہم غیروں کے اندھیرے دیکھتے رہے، جنہیں نئی روشنی کہا جاتا ہے، گنبد خضریٰ کی حسین روشنی کی طرف نہ دیکھیں تو بہت بڑا ظلم ہوگا۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ وہ حسین روشنی جو کعبۃ اللہ سے اٹھ رہی ہے، گنبد خضریٰ سے اٹھ رہی ہے، اسی روشنی میں ہماری ہر مشکل کا جواب ہے، اس روشنی میں ہمارے ہر مسئلے کا حل ہے، اور وہ ہی روشنی آج بھی ہمارے دلوں کی روشنی ہے اور کل ہماری قبر کی روشنی بھی ہے۔

لہٰذا صحیح عقیدہ کے ساتھ اور پکے یقین کے ساتھ محبت کے یہ چراغ جلاؤ اور اس

انداز میں رہو کہ

ہم ایک مستقل دین والے ہیں

ہم ایک عقیدے والے ہیں

ہم ایک ملت والے ہیں

ہمیں بہروپیوں کی کیا ضرورت ہے؟

ہمیں ان لوگوں کی کیا ضرورت ہے جن کی روشنی مصنوعی ہے، جن کی روشنی چند دن کی ہے، جن کی روشنی غروب ہو جانے والی ہے۔

دل کو سرکار ﷺ کی روشنی چاہئے، دوسری روشنیاں سب وقتی اور عارضی روشنیاں ہیں۔ لہٰذا عملی طور پر جب ہم سے کوئی پوچھے تو ہم یہ ضرور کہیں گے۔

ہم سرکار ﷺ کی سنت پر، سرکار ﷺ کی پسند پر، اپنی پسند کو ترجیح نہیں دیں گے، مگر عملاً ہم نے فوقیت دے رکھی ہے۔ اس کا کیا حل ہے؟

جب ایک طریقہ سرکار ﷺ نے تجارت کا ہم کو بتایا اور دوسرا طریقہ شیطان کا ہے، ہم نے شیطان والا رکھا، سرکار ﷺ والا چھوڑ دیا۔ ایک طریقہ مضاربت کا سرکار ﷺ نے دیا اور دوسرا دنیا کے بعض فلاسفروں نے دیا، ہم نے سرکار ﷺ کا چھوڑ دیا، ان کا اپنا لیا۔

ایک زندگی کا طریقہ سرکار نے دیا، اور دوسرا کچھ منحوس دماغوں نے دیا، ہم نے منحوس دماغ کی نجاست والی سوچ والے نظام کو مان لیا اور سرکار ﷺ کے نظام کو چھوڑ دیا۔ یہ عملاً ہم نے بغاوت کی ہے، عملاً ہم سے یہ کوتاہی ہوئی ہے، لہٰذا ہم اپنے لباس میں، اپنے کردار میں، اپنی گفتار میں، اپنے پورے پیکر میں، اپنے پورے وجود کے لحاظ سے اپنے پورے ماحول میں، اپنی ساری تعلیمات میں، ہم یہ پہلے دیکھیں کہ اس راہ

میں سید عالم ﷺ نے کون سا چراغ روشن کیا تھا، جو چراغ سرکار ﷺ کا ہے ہمیں اس چراغ کی روشنی میں چلنا چاہیے۔

دوسری طرف کوئی بھی روشنی ہو، وہ روشنی نہیں بڑا اندھیرا ہے۔

کیوں؟

کیونکہ وہ قبر کا اندھیرا ہے۔

گفتگو سمیٹتا ہوا آخری گزارش آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

کامیاب زندگی

سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جنت کے اردگرد بڑی مشکل کاموں کی باڑیں ہیں، بڑے کانٹے ہیں، اور جہنم کے اردگرد شہوتوں کے باغیچے ہیں۔

کہیں جنت کے اردگرد جہاد کی کوئی باڑ آجاتی ہے۔

کہیں روزے کی ہے، کہیں نماز کی ہے۔

کہیں راتوں کو قیام کی ہے، کہیں زکوٰۃ دینے کی ہے۔

کہیں حج کرنے کی ہے۔

بڑے بڑے مشکل کام ہیں اور

بڑی بڑی سخت تکلیفیں ہیں۔

یہ ساری باڑیں جنت کے اردگرد ہیں۔

انسان ان سے گزر رہا ہے، اور کڑوے گھونٹ بھر رہا ہے، زندگی کا سفر طے کر رہا ہے، مگر سرکار ﷺ فرماتے ہیں، کوئی بات نہیں، اگلا قدم جنت میں ہوگا۔

پابندی کے ساتھ اپنی زندگی کے یہ چند روز گزارنا کوئی مشکل نہیں، یہ چند روز گزر

جائیں گے مگر ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

فرمایا: یہ جنت کے اردگرد مشکل کاموں کی باڑھیں لگی ہوئی ہیں، ان کو کراس کرنے کے بعد اگلا قدم یقیناً آرام وسکون سے آجائے گا۔

دوسری طرف فرمایا:

جہنم کے اردگرد

شہوتوں کے کھیت ہیں،

شہوتوں کے باغیچے ہیں،

جن میں تم بڑے خوش ہو، عیش کر رہے ہو، یہ باغیچہ جو جہنم کے اردگرد ہے، یہ تجھے بڑا مسرور کر رہا ہے، بڑی سیر وتفریح ہو رہی ہے، اور اس کے اندر تم بڑی لذت محسوس کر رہے ہو۔

مگر یاد رکھو، اگلا قدم اٹھے گا تو جہنم کے انگاروں میں ہوگا۔

اگلے قدم کو دیکھو

یہ چند لمحوں کی رونق

یہ چند گھڑیوں کا عیش

یہ چند گھڑیوں کا سرور

یہ تو جہنم کے اردگرد شہوتوں کی باڑ لگی ہوئی ہے، انسانی خواہش ہے، انسانی خواہشات کے باغیچے لگے ہوئے ہیں۔

ان سے بچو کہ اگلا قدم جہنم میں جائے گا، جہنم کی آگ میں اتنی گرمی ہے، اتنی شدت ہے، لہٰذا اس راہ کے اندر چلتے ہوئے، زندگی کا سفر طے کرتے ہوئے، سرکار کے حکم کو مانتے ہوئے، آسانیاں مت تلاش کرو، سرکار ﷺ نے پہلے جو کچھ دیا ہے،

سوچ سمجھ کے بڑا آسان دیا ہے، لہٰذا اس طرح چلو کہ جو بھی اس راستے میں مشقت آئے اسے محبوب علیہ السلام کی طرف سے محبت کا پیغام سمجھتے ہوئے ہم برداشت کریں گے۔ زندگی کے چند روز گزر جائیں گے، انشاء اللہ جب سرکار ﷺ کی بارگاہ میں پہنچیں گے تو سرکار ﷺ کے سامنے ہمیں شرمندگی نہیں ہوگی، ہمارا سر فخر سے بلند ہوگا۔

﴿درس محبت﴾

سید عالم ﷺ نے اس تقریر میں آخری پیغام ان غلاموں کے نام دیا جو بعد میں آنے والے تھے۔ صحابہ کے نام نہیں، سرکار ﷺ کے صحابہ بڑے عظیم ہیں، میں نے ابھی مختصراً ان کی محبت کی داستان تو سنائی ہے، اس کے بعد کا جذبہ وہ مستقل علیحدہ موضوع ہے مگر یہ کہ صحابہ کے رتبہ کو کوئی بھی ہم میں سے نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی کروڑوں سال بھی عبادت کرلے مگر صحابی نہیں بن سکتا۔ کوئی بھی بعد والے لوگوں میں سے آگے نہیں بڑھ سکتا، مگر ایک دعا سرکار ﷺ نے بعد والوں کیلئے فرمائی۔ کون سی دعا تھی؟

مشکوٰۃ شریف میں ہے:

سید عالم ﷺ نے محبت کا درس کس طرح دیا؟ فرمایا:

مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ

سب لوگوں میں سے، میری پوری امت میں سے وہ میرے بڑے پکے دیوانے ہیں، بڑے پکے محبّ ہیں، کون؟ فرمایا:

يَكُونُونَ بَعْدِي

جو میرے بعد ہوں گے۔

(مسلم کتاب الجنة و صفة نعيمها باب فِيمَنْ يَوَدُّ رُؤْيَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ)
(مشكوٰة كتاب الفتن، ثواب هذه الامة)

جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔

جنہوں نے دیکھا ہے ان کی مثال کوئی نہیں۔

فرمایا: انہوں نے تو مجھے دیکھا، جن بے چاروں نے دیکھا نہیں ہے، پھر بھی تڑپتے رہتے ہیں، ان کی محبت بڑی پکی محبت ہے۔

یَکُوْنُوْنَ بَعْدِی

فرمایا: وہ میرے بعد ہوں گے۔

انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔

زندگی بھر حسرتیں کرتے رہتے ہیں،

تصور کرتے رہتے ہیں۔

ہمیشہ میری محبت میں جیتے ہیں

میری نعتیں پڑھتے ہیں

میرے تصور میں زندگی گزارتے ہیں

سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

ان کی علامت کیا ہے؟

ان کی علامت سے ظاہر ہے کہ یقیناً وہ سنی ہیں۔

یہی علامت ہر ایک کے دل میں ہوگی۔

سرکار ﷺ نے فرمایا میرے ان محبوں کی علامت یہ ہے۔

یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْرَاٰنِیْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

(مسلم کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا باب فِیْمَنْ یَوَدُّ رُؤْیَةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ)

(مشکوٰۃ کتاب الفتن، ثواب ھذہ الامۃ)

ان میں سے ہر ایک کی علامت یہ ہے کہ ہر ایک ان کا یہ چاہے گا کہ میرا مال بھی مجھ سے لے لو، میرا اہل بھی مجھ سے لے لو، ایک بار اس کے بدلے میں محبوب کا دیدار ہو جائے۔

فرمایا: جو بھی میرا محب بعد میں آنے والا ہے، وہ یہ اندازہ رکھتا ہے۔

کاش کے وہ مجھے دیکھے کسی چیز کے بدلے میں

بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

سارا مال اس سے کوئی لے لے اور اہل لے لے

بچے لے لے، سب کچھ قربان ہو جائیاور اس کے بدلے میں میرے دیدار کی ایک جھلک حاصل ہو جائے۔ سرکار ﷺ فرماتے ہیں جس کی محبت ایسی محبت ہے، جس کا عشق ایسا عشق ہے، وہ میرے دور کو نہیں پا سکا مگر پھر بھی کائنات کا عظیم انسان ہے کیونکہ وہ مجھے دیکھنے کی ہر وقت تمنا رکھتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں حضور نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم ﷺ سے سچی محبت و عقیدت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

باب نمبر

4

میرے لئے اللہ کافی ہے

میرے لئے اللہ کافی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَ يَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ۔ (پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت نمبر ۲۵ تا ۲۸)

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (پارہ 11، سورہ توبہ، آیت 129)

صَدَقَ اللّٰه الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

(پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَ عَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِه
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ
یَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُبِه
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
سالارِ کارواں ہے امیر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

میں کہتا ہوں

اسلام کی صداقت خطبوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا زور بیاں ہمارا
محبوبِ دو جہاں سے رشتہ ہے اصل ایماں
اس نام سے ہے روشن اب تک جہاں ہمارا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
اس نعرۂ رسالت سے کب تک انہیں ہے جلنا
یہ تو حشر میں بھی ہو گا قومی نشاں ہمارا

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ واتم برہانہٗ واعظم شانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخر موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سیدسرواں، حامیٔ بیکساں، قائدالمرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واصحابہ و بارک وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

زینت مسندِ صدارت، پیرطریقت، مناظرِ اسلام حضرت پیر سید مراتب علی شاہ صاحب حفظہٗ اللہ تعالیٰ۔

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکرودانش، اصحاب محبت ومودت

حاملین عقیدۂ اہلسنت، نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے گوجرانوالہ کی سرزمین پر بھٹی میرج ہال میں ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیراہتمام چودھویں سالانہ فہم دین کورس میں آج ماہِ رمضان المبارک کے جہنم سے آزادی والے عشرے میں ہمیں اس عظیم الشان اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

"میرے لئے اللہ کافی ہے"

میری دُعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

رب ذوالجلال ان پُرکیف لمحات میں جتنے حضرات وخواتین نے یہاں شرکت کی انہیں اور جتنے حضرات وخواتین بذریعہ انٹرنیٹ اس پروگرام میں شریک ہیں، سب کو فردوس کے بالاخانوں میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

آج ہمارا یہ درس نہایت ہی اہم موضوع پر ہو رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمہ جہت اور ہمہ اقسام سامعین اس گفتگو کو سماعت کریں گے۔ سامع کسی بھی سوچ اور فکر کا حامل ہو' میری اس سے اپیل ہے کہ غیر جانبدار ہو کر اس گفتگو کو سنے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے اس کو فائدہ ہو گا' رمضان المبارک کی رحمتیں دل کو نرم کر رہی ہیں' رب ذوالجلال کے فضل و کرم کی برسات برس رہی ہے اور ویسے بھی جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے۔

انشاء اللہ اُمید ہے اختتام تک بہار آ جائے گی۔

آیات کا پس منظر

رب ذوالجلال اس کائنات کا خالق و مالک ہے' وہ وحدہٗ لاشریک ہے' وہ واجب الوجود ہے' وہ مستحق عبادت ہے' وہ اس کائنات کا مدبر ہے اور وہی اس میں متصرف بالذات ہے۔ اگر اس کا حکم نہ ہو تو کوئی ذات پتہ بھی نہیں ہلا سکتی'

رب ذوالجلال نے اپنے بندوں کو اپنی بعض صفات کا مجازی مظہر بنایا ہے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ کی دی ہوئی توفیق سے اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے وہ جس وقت مجازی صفات کا مظہر ہوتے ہیں تو اُن کی طرف توجہ حقیقت میں اللہ ہی کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اُن کے کسی کام کے کر گزرنے کے بارے میں جو عقیدہ ہے وہ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اللہ تعالیٰ کی پاور کے بارے میں عقیدہ ہوتا ہے۔

چونکہ اس سلسلہ میں قرآن مجید برہان رشید کو پیش کر کے مفہوم پر واردات کی جاتی ہے اور اپنے غلط نظریات کو قرآن مجید کے پردے میں لپیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس واسطے ہم صرف اظہار حق کیلئے' کسی کو جلانے کیلئے نہیں بلکہ کسی کو سمجھانے

کیلئے اور حق کی روشنی پھیلانے کیلئے اور حق کا پرچم لہرانے کیلئے' وہ ساری آیات اس وقت انشاء اللہ تلاوت کریں گے اور پھر اُن کا پس منظر اور قرآن ہی سے اُن کا مفہوم جو خود قرآن اس کو واضح کرتا ہے' اُسے بیان کرتے ہوئے ایسے حضرات جن کو کوئی فکری اُلجھن ہے یا جو کسی طرح بھی کسی گمراہ گلی میں داخل ہو چکے ہیں اُن کو دعوت انصاف دیں گے۔ آج ہی نہیں جب تک انشاء اللہ یہ پیغام C.D' کیسٹ اور کتاب کی شکل میں چلتا رہے گا' اللہ کے فضل سے ہدایت کا سامان میسر کرتا رہے گا۔

﴿آیت نمبر ۱﴾

سورۂ آل عمران میں آیت نمبر ۱۷۳ ہے؛

خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ o

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۳)

یہ اُس وقت کا معاملہ ہے جب اُحد کے دن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے ابھی کلمہ نے نہیں پڑھا تھا' وہ واپس جانے لگے تو انہوں نے کہا اے محمد! تمہارا ہمارا مقابلہ اب اگلے موسم بدر میں ہوگا' بدر میں منڈی لگتی تھی۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس دن کا چیلنج کیا کہ اُس دن اب ہم لڑیں گے۔ جب وہ دن قریب آیا تو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے اپنی فوج لے کر نکلے۔ رب ذوالجلال نے اُن کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالا تو آگے آنا اُن کیلئے مشکل ہو

گیا' اب وہ اپنی اُس شکست کو چھپانا چاہتے تھے کہ چیلنج تو ہم نے کیا تھا اور ہم ہی نہیں جا رہے۔

مسلمان وہاں آ جائیں گے تو پھر کیا ہوگا؟ اِدھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تیاری مکمل کر لی' صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ساتھ لیا اور بدر کا سفر شروع کیا' اس کو بدرِ صغریٰ کہا جاتا ہے۔ بدر کبریٰ تو اُحد سے پہلے کی جنگ ہے یہ اُس کے بعد ہے'

اب اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس شکست کو چھپانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ نعیم بن مسعود اشجعی جو اُس وقت مومن نہیں تھے' بعد میں انہوں نے کلمہ پڑھا' جاہلیت میں اُن کے ہاں عمرے کا تصور تھا' وہ اُس کو ادا کرنے کیلئے مکہ شریف لے گئے ہوئے تھے اور اسی بدر والے راستے سے واپس آنا چاہتے تھے' حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کچھ لالچ دیا' کچھ اونٹ دیئے کہ تم جا کے مسلمانوں کو ڈراؤ کہ قریش مکہ کی تیاری بہت زیادہ ہے اور اگر تم ان سے لڑو گے تو بچ کے نہیں آؤ گے۔ تم جا کے ڈراؤ تا کہ وہ آنے نہ پائیں۔ اگر وہ بدر میں آ گئے اور ہم نہ گئے تو اس میں ہماری سبکی ہوگی۔ لہٰذا نعیم بن مسعود اشجعی وہ مدینہ آئے اور انہوں نے آ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ڈرانا چاہا۔ اس کا ذکر اس آیت میں موجود ہے:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ ۔

وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا

اب ایک بندے کو ناس سے تعبیر کیا گیا

کون؟ نعیم بن مسعود اشجعی

اَلَّذِیْنَ سے مراد ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

وہ صحابہ جن کو نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا

اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُم

کہ تمہارے لئے بہت زیادہ قریش اکٹھے ہو گئے ہیں۔

مکہ شریف کے تمام سردار، تمہارے مقابلہ کیلئے پوری طرح اکٹھے ہو چکے ہیں

فَاخْشَوْهُمْ

تم ان سے ڈر جاؤ

اور بدر کے راستے پہ نہ چلو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے محبوب علیہ السلام کے صحابہ کو نعیم بن مسعود نے ڈرایا:

فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا

اِس دھمکی سے ان کا ایمان پہلے سے بھی بڑھ گیا۔

اور انہوں نے اُس کو کیا کہا:

وَقَالُوا

صحابہ کرام نے نعیم بن مسعود اشجعی کو کہا کہ تم کہتے ہو ان کی اتنی تیاری ہے، اتنے گھوڑے ہیں، اتنے اونٹ ہیں، اتنی تلواریں ہیں، اتنے فوجی ہیں لڑنے والے۔

محبوب علیہ السلام کے صحابہ نے کیا کہا:

حَسْبُنَا اللّٰہُ۔ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ اور بہترین کارساز ہے۔

یہ ایک مقام ہے جہاں پر اس آیہ کریمہ کو رب ذوالجلال نے نازل کیا:

﴿آیت نمبر ۲﴾

دوسرے مقام پر پارہ ۲۴ سورہ زمر کے اندر آیت نمبر ۳۸ ہے:

خالق کائنات فرماتا ہے:

قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

میرے نبی صلی اللہ علیک وسلم! آپ یہ فرمادو کہ خبر دو مجھے اے بتوں کے پجاریو، جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ

اگر رب مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ بت اُس نقصان کو روک سکتے ہیں؟

اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ

یا رب مجھے رحمت دینا چاہے تو کیا یہ اُس رحمت کو روک سکتے ہیں۔

خالق کائنات جل جلالہ فرماتا ہے اے محبوب! اُن سے سوال کر کے پوچھو اوران کو کہہ دو:

قُلْ۔ یہ کہو

حَسْبِیَ اللّٰهُ ۔ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

اور اللہ پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔

﴿آیت نمبر ۳﴾

پارہ ۱۱، سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۹ ہے:

خالق کائنات فرماتا ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ

اگر وہ قریش پھر جائیں، کلمہ نہ پڑھیں تو فرما دو میرے لئے اللہ کافی ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ   اُس کے سوا کوئی معبود نہیں

عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ   اُس اللہ پر میں نے توکل کیا

وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ   اور وہ ربِ عرشِ عظیم ہے

﴿ آیت نمبر ۴ ﴾

پارہ ۲۸، سورۂ طلاق آیت نمبر ۳ ہے:

خالق کائنات فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

اور جو رب ذوالجلال پر توکل کرتا ہے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ اُس کیلئے کافی ہے۔

﴿ آیت نمبر ۵ ﴾

ایسے ہی رب ذوالجلال کا فرمان سورۂ زمر کے اندر یہ بھی ہے:

☆ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ الزمر، آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟

استفہام انکاری ہے

یعنی اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے۔

☆ یہ آیات جن کو عمومی طور پر پیش کیا جاتا ہے اور ان سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہونا، ان آیات کی

خلاف ورزی ہے۔ حرف یا کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ندا کرنا اور مدد چاہنا اور پھر اولیاء، ملائکہ یا شہداء کو رب ذوالجلال کی عطا اور اذن سے بھی مشکل کشا یا حاجت روا ماننا' ان آیات کی خلاف ورزی ہے۔ یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

میں آج کے اس فورم پر ان تمام آیات کو پڑھ کر ان کی وضاحت اور تشریح جو خود آیات قرآن سے پیش کر کے اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آیات جو مفہوم لئے ہوئے ہیں' اس کی روشنی میں اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مطہرہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی توفیق اور قدرتوں سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عون اور مدد کا مظہر مانتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام کو رب ذوالجلال کی قدرتوں کا مظہر جانتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے' تو وہ ہرگز ان آیات کی خلاف ورزی نہیں کر رہا بلکہ رب ذوالجلال کے کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ کی قدرت کامل ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بندوں سے بندوں کی مدد کروا دیتا ہے یہ سوچنا کہ اللہ کے بندے کی مدد کسی دوسری پاور (Power) کی مدد ہے یا غیر اللہ کی مدد ہے غلط سوچ ہے۔

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہ

میرے لئے اللہ کافی ہے

یا حَسْبُنَا اللّٰہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے

اس کافی ہونے کے اندر ہی وہ تمام قوتیں موجود ہیں' جن کو رب ذوالجلال توفیق عطا فرماتا ہے۔

بندگانِ خدا بعض صفات خدا کے مظہر

اس بات کو آغاز میں سمجھنے کیلئے قرآن مجید برہان رشید کا بڑا حسین مقام

ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ چودھویں پارہ میں ارشاد فرماتا ہے:

یہ بالکل آغاز میں سورہ حجر کی آیت نمبر ۹ ہے:

خالق کائنات فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

ہم نے ذکر یعنی قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت کرنے والا کون ہے؟ (اللہ)

قرآن مجید کا حافظ کون ہے؟ (اللہ)

کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

جمع ہے اس لئے حافظون کا لفظ بول دیا

ہم قرآن کے حافظ ہیں۔

خالق کائنات کا یہ فرمان چودھویں پارے کے بالکل آغاز میں آیت نمبر ۹

ہے۔ کسی کو اس کا انکار نہیں ہے۔

رب ذوالجلال فرماتا ہے:

ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں' اللہ نے

حفاظت کی نسبت کس طرف کی؟ اپنی طرف

اور کرواتا کس سے ہے؟ بندوں سے

اگر چہ بندوں کا محتاج نہیں ہے اور بندوں کے حافظ ہوئے بغیر بھی حفاظت کر سکتا ہے۔

آج تک کسی کو خیال نہ آیا کہ رب کہتا ہے میں حافظ ہوں۔

تو پھر بندوں کو حافظ کیوں کہتے ہو؟

خالق کائنات فرماتا ہے قرآن ہم نے نازل کیا اور حفاظت ہم نے ہی کرنی ہے۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ رب نے خود لیا' اس کا مطلب کیا ہے؟

اللہ حافظ ہے کہ اپنے بندوں کو حافظ بنا کر حفاظت کرواتا ہے۔ یہاں تو کسی کو وہم پیدا نہ ہوا کہ رب بھی حافظ ہو اور بندہ بھی حافظ ہو۔ رب کہے میں حافظ ہوں اور تمہارا پندرہ سالہ بچہ کہے میں حافظ ہوں' رب کہے میں حافظ ہوں اور تم کہو ہم حافظ ہیں۔

کبھی کسی نے اس حافظ ہونے سے ٹکراؤ سمجھا؟ کوئی ٹکراؤ نہیں۔

رب بھی حافظ ہے' بندہ بھی حافظ ہے' ٹکراؤ کیوں نہیں؟

اس واسطے کہ یہ حافظ خود نہیں بنا' اسے رب نے بنایا ہے۔ حالانکہ لفظ حافظ کوئی معمولی لفظ نہیں' بہت بڑا منصب ہے' شان ہے' حافظ' حفاظت کرنے والا' تو اللہ نے اپنی صفت یہ بیان کی اور حصر کے ساتھ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں تو جب رب ذوالجلال نے کہا کہ ہم حفاظت کرنے والے ہیں۔

حافظ ہونا وصف ہے' ایک شان ہے' یہ اللہ کی شان ہے اور معمولی شان نہیں بلکہ بہت بڑی شان ہے۔

اگر وہ انداز جوان اسٹیکر چھپوانے والوں کا ہے وہ لیا جائے تو پھر جب یہ ہے کہ:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے؟

تو اللہ فرماتا ہے میں کافی ہوں۔

تو اب جب رب ذوالجلال کافی ہے' تو اس کی کفایت کا یہ مطلب ہے کہ اُس رب نے اپنے کچھ بندوں کو یہ طاقت دے دی ہے کہ وہ زندگی میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو رب کے نور سے یوں منور ہو جاتے ہیں کہ بعد از وصال بھی اُن میں یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اگر آج ایک چھوٹا سا بچہ جب حافظ کہلاتا ہے تو رب ذوالجلال کے حافظ ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا' رب پھر بھی حافظ ہے ایسے ہی یہ اللہ کے اولیاء' انبیاء علیہم السلام ان کی طرف جب کوئی متوجہ ہو کہ ان کو اللہ کی عطا کے ضمن میں مشکل کشا یا حاجت روا مانتا ہے تو پھر بھی رب ذوالجلال کے کافی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

بات صرف سوچنے کی ہے۔

کیا مطلب؟

ان دو باتوں میں فرق نہیں کر سکے۔

اگر یہ شرک ہے تو حافظ کہلانا بھی شرک ہے

کسی کو حافظ کہنا بھی شرک ہے

کسی کا حافظ بننا بھی شرک ہے

چونکہ رب کہتا ہے میں حفاظت کرنے والا ہوں۔

مطلب کیا ہے؟ اپنے بندوں سے کرواتا ہے۔

ربّ مددگار ہے' رب مشکل کشا ہے' رب حاجت روا ہے' وہ اپنے بندوں کو بھیج بھیج کر بتوں کے پجاریوں کو گویا یہ پیغام دیتا ہے:

تمہارے بت کچھ نہیں کر سکتے' میرے بندے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ یہی

مطلب تھا' بدر میں' فرشتوں کو بھیجنے کا۔

اپنے فرشتے بھیج کر رب ذوالجلال نے مدد کی ہے۔

تو یہ مدد کوئی اللہ کی Opposition تو نہیں!!

اللہ فرماتا ہے:

☆ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ (پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۰)

یہ مدد میری ہی مدد ہے۔

کیونکہ کروائی میں نے ہے' کی میرے بندوں نے ہے۔

وہ حافظ ہے' حفاظت کرنے والا ہے۔

اور اپنے بندوں سے حفاظت کروائے تو اُس کی حفاظت پر کوئی سقم لازم نہیں آتا اور اللہ کی حفاظت کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں بنتا اور کوئی شرک نہیں بنتا' ایسے ہی خالق کائنات جل جلالہٗ کائنات چلانے والا ہے۔ اس کائنات کا متصرف ہے' مدبر ہے' مددگار ہے' مشکل کشا ہے' حاجت روا ہے اور وہ جب چاہے اپنے کسی بندے کو ایسی صفت کا مظہر بنا دے۔ جیسے حافظ بننے سے شرک نہیں ہوتا' اس کی عطائی قوت سے مددگار بننے سے بھی کوئی شرک نہیں ہوتا۔

اب اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا ہے کہ قرآن مجید کی یہ جتنی آیات ہیں' رب ذوالجلال ان سے اپنے بندوں کی مدد کی نفی نہیں کرنا چاہتا' کیونکہ اللہ کے بندوں کی مدد' وہ تو ہے ہی اللہ کی مدد' رب ذوالجلال بتوں کی نفی کرنا چاہتا ہے' طاغوت کی نفی کرنا چاہتا ہے۔

خالق کائنات کو یہ مطلوب ہے کہ جو میری پاور (Power) ہے وہ میری

ہے خواہ وہ میرے بندوں سے ظاہر ہو جائے' اس واسطے جب بدر میں لڑ لڑ کے مسلمانوں نے کافروں کو مارا اور فتح پائی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۔ (پارہ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۷)

تم نے قتل نہیں کیا تمہارے رب نے قتل کیا ہے۔

خالقِ کائنات کا یہ انداز اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ رب ذوالجلال نے اس مدد والے فلسفے کو کتنا واضح فرما دیا' یہ میرا دعویٰ ہے جو قرآن سے میں ثابت کروں گا کہ

ان ساری آیات کے اندر جو رب ذوالجلال نے نفی کی۔

اس جملہ میں کہ اے محبوب کہہ دو کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

یا ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

یا کسی نے کہا کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مومن کہے۔

مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی ضرورت نہیں۔

یا مجھے اولیاء کی کوئی ضرورت نہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے لات' منات اور عزیٰ کی کوئی ضرورت نہیں

میرے لئے میرا رب کافی ہے۔

ہمارے لئے ہمارا اللہ کافی ہے۔

اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مدد کو اپنی ہی مدد قرار دے دیا ہے۔

آیت نمبر ۱ کی وضاحت

اب دیکھئے سب سے پہلی آیت جو میں نے سورہ آل عمران کی پڑھی:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ٥

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۳)

جب بدر صغریٰ کی تیاری ہو رہی تھی، صحابہ کو ڈرایا گیا کہ قریش تو بڑی تیاری کر چکے ہیں تم اُن سے ڈر جاؤ۔

صحابہ نے کہا: نہیں، ہم جائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر، سرکار کی قیادت میں نکلیں گے اور نکلے بھی۔

قریش نہ آسکے۔

صحابہ گئے، تجارت کی اور فائدہ پایا اور واپس آئے۔

اب یہاں جس وقت اُن کو ڈرایا گیا تھا، تو جواب میں کہا

حَسْبُنَا اللّٰهُ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

تو کیا جس شخص نے یہ کہا، میرے لئے اللہ کافی ہے، اُس نے دوستوں کو گھر بٹھا دیا تھا کہ بدر میں آپ بھی نہ جائیں، آپ بھی نہ جائیں، آپ بھی نہ جائیں میں جاتا ہوں، چونکہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

جو کہہ رہے تھے "میرے لئے اللہ کافی ہے"

جو کہہ رہے تھے: اے عمر! تم نے بھی ضرور جانا ہے۔

جو کہہ رہے تھے: "ہمارے لئے اللہ کافی ہے"۔

وہ کہہ رہے تھے: اے علی! "تم نے بھی ضرور جانا ہے"۔

خود سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے نمبر پر بول رہے

تھے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

لیکن صحابہ نے یہ نہیں کہا کہ اے محبوب! جب اللہ کافی ہے تو ہم پھر گھر آرام کرتے ہیں۔ صحابہ ساتھ نکلے ہیں' صحابہ کو ساتھ نکالا ہے' ساتھ ساتھ گئے ہیں' تو پتہ چلا کہ "اللہ کافی ہے" کا تعلق بتوں کے ساتھ ہے' بتوں کے مقابلے کی بات ہو رہی ہے کہ وہ کفار مکہ قریش ہیں' اُن کے بت اُن کے ساتھ ہوں گے اور وہ بتوں کے پجاری ہیں' وہ جتنی بھی تیاری کر لیں' کوئی بات نہیں' کیوں؟

ہمارے لئے ہمارا اللہ کافی ہے۔

اب "اللہ کافی ہے"۔ یہ نعرہ بھی لگا رہے ہیں اور جانا بھی سب نے ہے۔
کوئی بھی پیچھے نہ رہے' جانا بھی سب نے ہے۔

اس آیت نے یہ ثابت کیا کہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یقین تھا "اللہ کافی ہے"۔ یعنی بفضل خدا عزوجل بندۂ مومن کا زورِ بازو کافی ہے' ورنہ یہ کہہ کر تو ایک آدھ چلا جاتا اور کہتا کہ اللہ کافی ہے۔ کاروائی ہی کرنی ہے' اکیلا میں ہی کافی ہوں۔

حالانکہ اللہ یہ مدد بھی کر سکتا تھا کہ صرف ایک مقابلے میں چلا جاتا اور وہ ہزاروں پہ بھاری ہوتا' مگر خالق کائنات نے فرمایا: میں کافی ہوں' تو میں نے جیسے قرآن کی حفاظت' حافظوں سے کروائی ہے' دین کی مدد بندوں سے کروانی ہے' دین کی مدد فرشتوں سے کروانی ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ کا یہ فرمان:

جسے کوئی چھاپ کے اللہ والوں کی نفی کرنا چاہتا ہے تو اُسے سوچنا چاہیئے کہ یہ تو شان ہے اللہ والوں کی' یہ تو اظہار ہو رہا ہے اللہ والوں کا کہ جب ان کو ڈرایا گیا تو وہ ڈرے نہیں اور کہتے ہیں "ہمارے لئے اللہ کافی ہے"۔

حالانکہ اللہ اُن کو نظر نہیں آ رہا' اُن کو کس نے سہارا دیا' وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں' جن کے کہنے پر وہ رب کو کافی مان رہے ہیں' اُن کی ذات اسی کفایت کا حصہ ہے۔

آیت نمبر ۲ کی وضاحت

☆ دوسرے نمبر پر پارہ ۲۴ میں سورہ زمر کی آیت نمبر ۳۸ ہے:

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے:

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ

میں نے کہا تھا یہ بات مشرکوں کی ہے اور کھینچ کے نبی علیہ السلام کی طرف لاتے ہیں' کھینچ کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف لاتے ہیں

اور کھینچ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لاتے ہیں

اور کھینچ کے لاتے ہیں پیران پیر حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اور کھینچ کے لاتے ہیں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اب دیکھو' قرآن میں جہاں آیا ہے' وہاں پہلے ذکر کس کا ہے؟

کیا مکہ شریف میں یا مدینہ شریف میں کسی پر گئے ہوئے صحابہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کہا ان کو چھوڑو۔

حَسْبِيَ اللّٰهُ کہو

نہیں' نہیں' ایسی کوئی صورت نہیں تھی' معاملہ تھا بتوں کا۔

رب ذوالجلال کے بندوں نے بتوں کے پجاریوں کے سامنے اعلان کر دیا' تمہارے بت کچھ نہیں کر سکتے' ہمارا رب سب کچھ کر سکتا ہے۔

قُلْ۔ میرے نبی کہہ دو

اَفَرَءَیْتُم۔اے کفار تم مجھے خبر دو

مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔

اُن کی جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو۔

اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلْ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖٓ

اگر رب نقصان پہنچائے تو کیا یہ مشکل کشا بن سکتے ہیں کہ اُس مشکل کو ٹال دیں

اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ہَلْ ہُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ

رب رحمت دینا چاہے اور یہ آنے سے روک دیں' کیا یہ روک سکتے ہیں؟

فرمایا: نہیں

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ

میرے محبوب کہہ دو' میرے لئے اللہ کافی ہے۔

اب دیکھنا' اس میں Clear ذکر ہے

مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ

جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو

یہ پوجنے والے حضرت صدیق اکبر تو نہیں ہیں،

یہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تو نہیں ہیں،

یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں،

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں،

یہ صحابہ نہیں ہیں' یہ کون ہیں؟

یہ مومن نہیں' یہ خطاب مشرکوں سے ہے

بات مشرکوں سے ہے، کسی مومن کی بات نہیں
کسی کلمہ گو کی بات نہیں، کسی صحابی کی بات نہیں
یہ بات ہے مشرکین کی،
رب ذوالجلال فرماتا ہے:
میرے محبوب! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ تمہارے بت نفع بھی نہیں دے سکتے، نقصان بھی نہیں دے سکتے۔
محبوب ان سے کہہ دو،
حَسْبِیَ اللہ۔ مجھے میرا رب کافی ہے
نہ نفع لینے کیلئے تمہارے کسی بت کی ضرورت ہے۔
نہ نقصان سے بچنے کیلئے تمہارے کسی بت کی ضرورت ہے
بات بت کی ہے، تو بت ہی کی رہنے دو
یہ کہہ دیا کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔
یعنی مجھے ہبل کی ضرورت نہیں، مجھے لات کی ضرورت نہیں، مجھے منات کی ضرورت نہیں، مجھے عزیٰ کی ضرورت نہیں، مجھے نائلہ کی ضرورت نہیں
لیکن یہ کہا:
ابوبکر! بدر جا رہا ہوں تیری ضرورت ہے۔
ورنہ میٹنگ نہ کرتے، میٹنگ کی سب کو بلایا، جنگ ہے، کیا کرنا ہے؟
کیا اس وقت صحابہ کو یہ آیات نہیں آتی تھیں؟ سب کو آتی تھیں اور سوچ صحیح تھی، فکر صحیح تھی، فہم صحیح تھا، دل میں اللہ والوں سے بغض نہیں تھا، ورنہ کہہ سکتے تھے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ پڑھایا آپ نے ہے اور پڑھا ہم نے ہے' کہ اللہ کافی ہے' اب اللہ کافی ہے تو اس مشکل کے وقت بھی اللہ کافی ہے' ہمارے جانے کی ضرورت کیا ہے؟

یہ ہمارا یقین ہے کہ ایک بھی میدانِ بدر کے اندر میرے محبوب علیہ السلام کے ساتھ نہ جاتا' تب بھی ہمارے محبوب علیہ السلام اللہ کے فضل سے' تنہا کافی ہو جاتے' لیکن خالق کائنات کے واضح بھی تو کرنا تھا کہ اپنے اپنے ہوتے ہیں اور پرائے پرائے ہوتے ہیں جو کوئی بھی ماقبل کو دیکھ کر اس آیت کو پڑھے گا وہ کیسے یہ آیت داتا صاحب کے بارے میں پڑھ سکتا ہے؟ وہ کیسے اس آیت کو خواجہ صاحب کے بارے میں پڑھ سکتا ہے؟ یا یہ دکھائیں کہ کس آستانے پر صحابہ گئے تھے تو اللہ نے یہ آیت نازل کی تھی؟

بات تو صحابہ کی ہے ہی نہیں' بات تو مشرکین اور اُن کے بتوں کی ہے' جن کے وہ پجاری ہیں' محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے' میرا اللہ کافی ہے اور اللہ کے کافی ہونے کا ہی حصہ ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر' حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لے جانا ہے اور یہ مختلف غزوات کے لحاظ سے سب صحابہ کرام کے نام لے رہا ہوں کہ کس طرح وہ ساتھ جاتے رہے۔

تو مطلب یہ ہے یہ جو دوسری آیت میں نے پڑھی:

عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْن (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۸)

رب ذوالجلال پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔

یہ رب ذوالجلال پر توکل ہے کہ اللہ کے دین کی خاطر بدر میں تین سو تیرہ کو یا بعض مقامات پر ہزاروں کو ساتھ لیا۔

تیسری آیت کی وضاحت

اللہ تعالیٰ سورہ توبہ میں فرماتا ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ (پارہ ۱۱، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۹)

اگر وہ پھر جائیں

یعنی کافروں کو دعوت دی' خدا ایک ہے' میں اس کا رسول ہوں' مان جاؤ لیکن روہ نہ مانیں تو رب ذوالجلال فرماتا ہے:

اگر وہ پھر جائیں تو تم کیا کہو؟

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ

اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو "میرے لئے اللہ کافی ہے"

حالانکہ کوئی پھرے یا نہ پھرے اللہ تو ہمیشہ ہی کافی ہے۔

لیکن یہاں پر شرط اور جزا کے طور پر استعمال کیا کہ اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو "میرے لئے اللہ کافی ہے"

مطلب کیا تھا؟

اے محبوب! جو کلمہ نہیں پڑھتا اور سمجھتا ہے کہ اگر میں نہیں جاؤں گا تو یہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

میں ان کا غلام نہیں بنوں گا تو ان کی دھاک نہیں بیٹھے گی۔

ان کے ساتھ میں نہیں چلوں گا تو یہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

فرمایا:

"محبوب ان کفار اور منافقین سے کہہ دو۔ ابوجہل' عتبہ' شیبہ اور ان جیسے

دوسرے کفار اور منافقین سے کہہ دو کہ میرے لئے اللہ کافی ہے

فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر وہ پھر جائیں

مشرکین، منافقین ہٹ جائیں تو محبوب گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ان کی کوئی ضرورت نہیں، تمہارے لئے تمہارا رب کافی ہے۔ اب رب کے کافی ہونے کا مطلب کیا بنا؟

مطلب تھا جہاں اُن میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں جھنڈا لے کے نکلا تو پھر یہ کامیاب ہوں گے۔

مقصد تھا وہ گھر بیٹھے، تمہارا عمر رضی اللہ عنہ جو جھنڈا لے کے چلنے والا ہے۔

جو یہ سمجھتا ہے کہ میں ساتھ ہوا، پھر تمہارا رُعب بیٹھے گا۔

خواہ وہ گھر رہے، تمہارا علی رضی اللہ عنہ جو رُعب کیلئے ساتھ موجود ہے۔

تو فرمایا:

حَسْبِیَ اللّٰهُ۔ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔

کلام کا رُخ مشرکین، منافقین کی طرف تھا، نفی ان منافقوں، مشرکوں کی تھی

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اے ابو بکر تیری ضرورت نہیں

یہ کہا: منافقو! تمہاری ضرورت نہیں، یہ نہ کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ تیری ضرورت نہیں

یہ کہا: اے مشرکو! تمہاری ضرورت نہیں، یہ نہ کہا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ تیری ضرورت نہیں۔

محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ۔ کہہ کر اس بات کا اعلان کر رہے تھے۔

اور فَاِنْ تَوَلَّوْا کا مضمون آپس میں جو Related ہے یہ بیان کر رہا ہے۔

اللہ کے دشمنوں کو نکالنا مقصود ہے اور اللہ کے دوستوں کا اعلان کرنا مقصود ہے

ہر آیت کا اسلوب دیکھ لیں، یہ ظلم کا کتنا بڑا سلسلہ ہے اور کتنی بڑی خیانت ہے کہ جن لوگوں کو شریعت مطہرہ نے Status دیا اور رب ذوالجلال نے اُن کو اپنی مدد کا حصہ بنایا، اُن کو نکالنا اور انہیں بت کہنا اور بتوں کی طرف منسوب کرنا، یہ قرآنی مضمون کے ساتھ کتنی بڑی خیانت ہوگی!!

دیکھئے، رب ذوالجلال خود اس بات کا اعلان کر رہا ہے اور اتنے اچھے انداز میں خالق کائنات جل جلالہٗ نے واضح کر دیا۔

☆ سورہ توبہ کے اندر ہی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

(پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اُس پر جو اللہ اور اس کے رسول نے اُن کو عطا کیا

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ۔ (پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۵۹)

اور کہتے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ۔ (التوبۃ: ۵۹)

ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے عطا کریں گے

اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ (التوبۃ ۵۹)

ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

چوتھی آیت کی وضاحت

اس آیت کی میں آگے تفصیل بیان کرتا ہوں

اس کے بعد ایک یہ آیت ہے:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ زمر' آیت ۳۶)

یہاں پر بھی اُن لوگوں کا ذکر ہے جو بتوں کی طرف متوجہ تھے۔

خالق کائنات فرماتا ہے: کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے۔

یعنی اگر رب کافی نہ ہو تو بت کے پاس چلے جاؤ

اگر رب کافی ہے تو رب کو چھوڑ کے کسی بت کی طرف جانے کی ضرورت کیا ہے؟

رب ذوالجلال جس طرح حفاظت خود کرتا ہے اور کروا کسی سے دیتا ہے۔

ایسے ہی مدد خود کرتا ہے' یہ رب کی قدرت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی مدد کا مظہر بنا دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا سوالی غیر کا سوالی نہیں ہے

اب یہ اجمال تھا' سمجھ تو آپ کو انشاء اللہ آ گئی ہو گی کہ یہ آیات جتنی بھی ہیں ان سب میں جو نفی ہے وہ اپنوں کی نہیں۔

حقیقۃً تو کوئی پتہ بھی نہیں ہلا سکتا۔

رب کے اذن کے بغیر کوئی بڑی سے بڑی ذات ہو رب نہ چاہے تو پتہ بھی نہیں ہلا سکتی۔

رب چاہے تو زمانہ ہلا سکتی ہے

نفی اپنوں کی نہیں' نفی غیروں کی ہے

اور اپنوں کا اثبات ہے

☆ اس پر میں انہی آیات کا ان میں بعض کا ماقبل پڑھ کر اس کو قرآن سے ثابت کروں گا تا کہ کسی کو یہ بہانہ نہ ملے کہ حدیث تو پڑھی ہے مگر سند اس کی کمزور ہے۔ ان لوگوں کا سند کمزور کرنے کے بارے میں حافظہ اتنا تیز ہے کہ یہ سوچتے ہی نہیں کہ سند میں اُمت کے ستونوں کا نام ہے۔

بس کہہ دیتے ہیں، ہوگی ضرور کمزور چونکہ تمہارے عقیدے کی ہے۔

سند کمزور کہنے والوں کیلئے میں قرآن پڑھ رہا ہوں تا کہ پتہ چلے کہ سند نہیں کمزور، نہ ماننے والوں کا ایمان کمزور ہے۔

قرآن پڑھ رہا ہوں کہ پتہ چل جائے کس انداز میں رب نے اپنے بندوں کو شان عطا فرمائی ہے۔

یہ جو سورہ توبہ کا مضمون ہے، بڑا عظیم مضمون ہے۔

رب ذوالجلال نے فرمایا ہے سورۂ توبہ آیت نمبر ۵۹، یہ قرآن مجید میرے ہاتھ میں ہے اور سامنے دکھانا اس کو ضروری سمجھتا ہوں۔

قرآن مجید برہانِ رشید کا یہ دسواں پارہ ہے، تیرھواں رکوع ہے، تیرھویں رکوع کی آخری آیت ہے، آیت نمبر ۵۹ ہے۔

خالق کائنات کا اس مقام پر بھی فرمان ہے:

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

کہا اُنہوں نے ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

کس موقع پر کہا؟

کیا ملا اُن کو؟

کس نے دیا اُن کو؟

کیا ہوا اُن کو؟

کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

اس کا پس منظر یہ ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔ (پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۵۸)

اللہ فرماتا ہے کچھ لوگ صدقوں کے لحاظ سے تم پر طعن کرتے ہیں۔

کس طرح طعن کا ذکر ہے، کیا کہتے ہیں؟

فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا۔ (توبہ: ۵۸)

اگر اُن کو کچھ دیا جائے تو راضی ہوتے ہیں۔

وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔ (توبہ: ۵۸)

اگر نہ دیا جائے تو جبھی ناراض ہو جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اُن کا مذہب پیسہ ہے۔

منافقین کی بات ہو رہی ہے

اگر کچھ دے دیا جائے تو راضی ہیں

اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اگر یہ اپنا عقیدہ صحیح کر لیتے تو کتنی اچھی بات ہوتی، آگے اللہ تعالیٰ صحیح عقیدہ بیان کرتا ہے کہ انہیں یوں کرنا چاہیئے تھا، یہ جو صدقے کے بارے میں نبی علیہ السلام پر طعن کر رہے ہیں۔

ان کو یہ رویہ اختیار کرنا چاہیئے تھا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے:

وہ کیا رویہ ہے؟

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی عطا ایک

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا۔

اگر وہ راضی ہو جاتے، خوش ہوتے، اُس پر

مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

جو دیا ہے اُن کو، کس نے؟ اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے۔

یہ قرآن ہے، نہ کسی مفسر کا تفسیری نوٹ ہے، نہ کسی محشی کا حاشیہ ہے، نہ کسی مفکر کی فکر ہے، نہ کسی مفتی کا فتویٰ ہے۔

رب ذوالجلال فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اگر وہ راضی ہوتے اس پہ جو دیا تھا اُن کو، کس نے؟ اللہ نے دیا تھا۔ کس نے؟ (اللہ نے) اور دیا تھا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دینے میں کتنے نام لئے؟ (دو)

اللہ نے جو دیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دیا۔

فرمایا یہ لے کر مجھ سے اور میرے رسول ﷺ سے کہتے۔ کیا کہتے؟

فرمایا: قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

کہتے کہ کافی ہے میرے لئے ربّ

دیا کس نے؟

فرمایا کہ دینے والا ہاتھ میرے نبی علیہ السلام کا ہے۔ لینے والے یہ دینے والے میرے محبوب (علیہ السلام) اور نعرہ میرے کافی ہونے کا۔

یہ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان نبیوں کی مدد ان ولیوں کی مدد اگر غیر کی مدد ہوتی تو سرکار ﷺ کے دینے پر یہ نہ آتا کہ اللہ کافی ہے۔

سرکار ﷺ دیں تو نعرہ یہ لگے کہ اللہ کافی ہے اور نعرہ قرآن لگوائے تو پتہ چلا

؎ بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جو یہ محبوب ﷺ دینے والے ہیں وہ اللہ ہی کا دینا بنتا ہے۔

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

لوگ بڑی کوشش کر کر کے تھک گئے کہ درمیان میں فرق کریں جدائی ڈالیں لیکن کون کر سکے؟ رب نے خود اعلان کیا:

فرمایا: جو دیا۔ کس نے؟ اللہ نے اور جو دیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ دونوں سے لے کر کیا کہیں؟

حَسْبُنَا اللّٰهُ۔

تو پتہ چلا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در سے لینے والے کا نعرہ ہے

حَسْبُنَا اللّٰهُ۔

سرکار ﷺ سے لینے والے کا سرکار ﷺ کے منگتے کا سرکار ﷺ سے پانے والے کا سرکار ﷺ سے جھولی بھروانے والے کا نعرہ ہے۔ حسبنا اللہ ۔ خدا کی قسم

ہے اس قرآنی فکر کو گلی گلی، محلے محلے میں عام کر دو۔

وہ یہ آیت پڑھنا چھوڑ جائیں گے۔

پتہ چل جائے گا کہ اصل مطلب کیا ہے، مفہوم کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

دیا میں نے، میرے رسول ﷺ نے

فرمایا: میرا ہاتھ اُن کو نظر نہیں آتا، میرے محبوب ﷺ کا نظر آتا ہے، جس کو یَدُ اللہ کہا، اُس ہاتھ سے لے کر یہ کہے کہ اللہ کافی ہے۔

تو پتہ چلا، مطلب یہ ہے کہ ابن سلول اور مشرکین کی ضرورت نہیں، یہ مطلب نہیں کہ جہاں سے لیا، اُس ہاتھ کی بھی ضرورت نہیں، جس سے لے کر کھاتے ہیں اس کی ضرورت نہیں، اللہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کا نام اب

حَسْبُنَا اللّٰہ ۔ میں لینے کی ضرورت نہ رہی۔

اس واسطے کہ اُن کے ہاتھ کو ہم نے اپنا ہاتھ بنالیا ہے۔

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۱۰)

اللہ کا ہاتھ تھا، بیعت رضوان والوں کے ہاتھ کے اوپر

خالق کائنات جل جلالہٗ کے قرآن نے جو واضح کیا

حَسْبُنَا اللّٰہ نے جو واضح کیا،

جو ماقبل نے واضح کیا وہ یہ ہے کہ

حَسْبُنَا اللّٰہ۔

میں سرکار ﷺ کی نفی نہیں، سرکار ﷺ کے دینے کو رب نے اپنا دینا قرار دے دیا ہے۔

اچھا' اللہ فرماتا ہے اُن کو یہ کہہ کے پھر اور بھی کہنا ہے

﴿اللہ اور رسول ﷺ کا فضل ایک﴾

چونکہ رب ذوالجلال کو پتہ ہے کہ میرے نبی علیہ السلام کے ہاتھ کا لوگ انکار کر جائیں گے اور حَسْبُنَا اللّٰه کو غلط پس منظر میں پڑھیں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَسْبُنَا اللّٰه کے بعد یہ بھی کہنا تھا

اچھا تھا کہ وہ حَسْبُنَا اللّٰه کہتے اور ساتھ کیا کہتے؟

سَيُؤْتِينَا اللّٰه مِن فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ

فرمایا: میں دیتا' میرے نبی علیہ السلام دیتے

اللہ نے دیا' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔

فرمایا: میرے نبی ﷺ سے لے کر حسبنا اللہ کہتے اور پھر جب کسی کو وہم پڑنے لگتا کہ شاید نبی علیہ السلام کی ضرورت نہیں تو فرمایا: نہیں حسبنا اللہ کے بعد یہ بھی کہیں:

سَيُؤْتِينَا اللّٰه

بہت کچھ لے لیا ہے اور ابھی بہت کچھ اللہ دے گا۔

مِنْ فَضْلِهٖ۔ اپنے فضل سے

کیا صرف اللہ ہی دے گا

فرمایا: نہیں

وَرَسُوْلُهٗ۔ اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی دے گا

نعرہ حَسْبُنَا اللّٰہ کا اور پھر نعرہ رَسُولَ اللّٰہ ﷺ کا

یہ ہے اہلسنّت کا عقیدہ

نعرہ حَسْبُنَا اللّٰہ کا اور نعرہ رَسُولَ اللّٰہ ﷺ کا

یہ دونوں ملتے ہیں تو سورہ توبہ کی آیت بنتی ہے

پہلے نمبر پر کہا: قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہ

پھر فرمایا:

سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ

فرمایا: ابھی بہت کچھ دے گا رب اور رب کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

درمیان میں حَسْبُنَا اللّٰہ پہلے بھی رسول اللہ ﷺ بعد میں بھی رسول اللہ ﷺ

اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

آج واللہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو

حَسْبُنَا اللّٰہ سے نہیں نکالا جا سکتا

اوّل بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے آخر بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اس آیت کریمہ کا کتنا خوبصورت مضمون ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ

پہلے کیا کہا، اللہ نے بھی دیا، اللہ کے نبی علیہ السلام نے بھی دیا۔

اللہ تعالیٰ بھی دے گا، اللہ کے نبی علیہ السلام بھی دیں گے۔

دونوں ماضی بھی، مستقبل بھی، درمیان میں حَسْبُنَا اللّٰہُ
میرے لئے اللہ کافی ہے
یہ ہے وہ عقیدہ کی روح جو رب ذوالجلال نے صرف ہمیں عطا فرمائی ہے
درمیان میں آیت کریمہ کا یہ بھی حسن دیکھو
دینے والی ہیں دو ذاتیں، کون کون؟
اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دو ذاتیں ہیں نا۔

سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ

دینے والی ہیں دو ذاتیں لیکن فرمایا: فضل دونوں کا ایک ہے۔
مِنْ فَضْلِھِمَا نہیں کہا۔ مِنْ فَضْلِہٖ کہا ہے
ھُمَا آتا دو کیلئے۔ ھِیَ، ھُوَ یہ آتا ہے ایک کیلئے
تو ربّ ذوالجلال نے فرمایا: وہ کہتے، ہمیں دے گا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ اپنے "ایک" فضل سے۔ تو رب ذوالجلال نے دو والی ضمیر استعمال نہ کر کے، ایک والی ضمیر استعمال کر کے فرمایا: وہ فتنے کاٹ دو جن سے فرق کرتے ہو، میرے فضل اور میرے نبی کے فضل کے درمیان۔

میرا فضل اُن کا فضل، اُن کا فضل میرا فضل
میرا منگتا ان کا منگتا، ان کا منگتا میرا منگتا
فرمایا: مِنْ فَضْلِہٖ۔ یہ دو کوئی نہ کہے
مِنْ فَضْلِہٖ حالانکہ چاہیے تھا مِنْ فَضْلِھِمَا

مِنْ فَضْلِهٖ

نام دو ہیں، ذاتیں دو ہیں، فضل ایک ہے

اس واسطے فضل ایک ہے تو حسبنا الله کافی ہے

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے احباب لکھ دیتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کافی ہیں، جو مضمون چھپا ہوا ہے اُسے ظاہر کر دیتے ہیں لیکن اگر ظاہر نہ بھی کیا جائے، پھر بھی "ہمارے لئے اللہ کافی ہے"۔

قرآن فرماتا ہے کہ یہ بات نبی علیہ السلام کی اُتنی ہی ہو رہی ہے جتنی اللہ کی ہو رہی ہے، اس واسطے کے فضل دونوں کا ایک ہے۔

مِنْ فَضْلِهٖ فضل ایک ہے

لہٰذا جب یہ کہیں گے میرے لئے اللہ کافی ہے، اس میں ہی محبوب علیہ السلام کی کفایت کا ذکر ضرور آ جائے گا جو عطاءِ خداوندی ہے۔

جہاں جراثیم دور کرنے کیلئے کہیں سے اگر وضاحت کر دی جائے تو بھی ٹھیک ہے، ورنہ یہ آیت کوئی اپنے خلاف مت سمجھے اور نہ ہی یہ خلاف ہے، یہ تو اُن کے خلاف ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کی نفی کرنا چاہی تھی، اللہ نے بار بار اثبات فرما دیا ہے۔

پھر دیکھیں اس آیت کا کیا خوبصورت مضمون ہے، جب بات ختم ہونے لگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک کام اور بھی کریں۔

کاش! یہ ایسا کر لیتے، یہ ان لوگوں کے لحاظ سے کاش ہے، اللہ کے لحاظ سے کوئی یہ ایسا کرتے، کیا کہتے۔ یہ کہہ لیتے کہ اللہ کافی ہے۔

مجھ سے' میرے محبوب سے فضل لے کے کہتے اللہ کافی ہے' پھر کہتے ! اللہ بھی دے گا اپنے فضل سے اور اس کے فضل سے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام بھی دیں گے۔

پھر کیا کہتے ؟

یہ کہتے :

اِنَّآ اِلَی اللّٰهِ رَاغِبُوْن

ہم تو اللہ والے ہیں۔

ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آیت سرکار کا دروازہ دکھاتی ہے اور کہتی کیا ہے کہ رغبت اللہ کی ہے۔

نبی علیہ السلام کا دو بار نام لیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه، وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ

دو بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لیا' کیا یہ اُن سے لینے والا غیر کا منگتا ہے' غیر کا بھکاری ہے' غیر کی طرف جانے والا ہے؟ معاذ اللہ بت کی طرف جانے والا ہے؟ رب فرماتا ہے

اِنَّآ اِلَی اللّٰهِ رَاغِبُوْن

جو اُن کے در پہ گیا وہ میرے در پہ آیا۔

اِنَّآ اِلَی اللّٰهِ رَاغِبُوْن

ہم تو اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

راہِ مدینہ سے ہٹانے والے لوگو! ہم غیر اللہ کی نہیں، ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، یہ اہل حق، اہلسنّت و جماعت اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، اس واسطے کہ رب ذوالجلال نے دو بار اپنے محبوب علیہ السلام کا نام لے کر اُن کو دینے والا قرار دے کر، بندوں کو لینے والا قرار دے کر، فرمایا جو ان سے لے وہ بھی کہے:

ہم غیر کے نہیں، اللہ کے بندے ہیں۔

اس پر گھنٹوں بحث کی جائے پھر بھی تھوڑی ہے۔ لیکن یہ ایک روحانی ڈوز (دوا) ہے اور رب ذوالجلال کے فضل کی اُمید پر اپنے سو فیصد یقین کی روشنی میں کہتا ہوں۔ کوئی شخص کتنا ہی گمراہی میں دھنسا ہوا کیوں نہ ہو، غیر جانبدار ہو کر اس آیت کی یہ تقریر سن لے، انشاء اللہ دل نور ایمان سے جگمگا اُٹھے گا۔ یہ نہیں ہے کہ اس نے سینے کے بٹن کھولے نہ ہوں اور بغض بھرا ہوا ہو اور یہ کہتا ہے کہ یہ باتیں بڑی سخت کرتے ہیں، اس لئے میں سننے کو تیار نہیں، ایک بار سینے کے بٹن کھول کر، غیر جانبدار ہو کر یہ بیان سنے، خدا کی قسم ہے ضرور دل کی دھرتی میں، دل کے آنگن میں چاند اُتر آئے گا۔

”یا اللہ مدد باقی شرک و بدعت“

(فکر قرآن سے متصادم نعرہ)

اس کے بعد میں نے جو دعویٰ کیا کہ اللہ کے کافی ہونے کا مطلب ہے کہ وہ خود بھی کافی ہے اور اپنے بعض بندوں کو بندوں کیلئے کافی کر دیتا ہے۔ یہ اگر کوئی دوسری ہوتی پھر ان کا کوئی دوسرا نام ہوتا، یہ اللہ والے ہی ہیں، یہ اللہ کی

پیدا کردہ Power ہیں۔ کیونکہ اللہ کی قدرت کے مظہر ہیں۔ لہٰذا یہ تو کافی کے اندر ہیں' حَسْبُنَا اللّٰہ میں ہیں' اللہ نے ان کو یہ شان دی ہے' بتوں کو نکالنا مقصود ہے' ابوجہل وغیرہ کو نکالنا مقصود ہے' اپنوں کو نکالنا مقصود نہیں ہے۔ اب بندے کی مدد' اس کی حیثیت کیا ہے۔ اللہ کے ہوتے ہوئے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں جب اللہ ہے تو پھر بندے کی ضرورت کیا ہے؟ اور طعنے دیتے ہیں کہ یہ درباروں والے اور ہم ہیں اللہ والے' میں سینہ کھول کے کہہ رہا ہوں کہ یہ درباروں والے ہی اللہ والے ہیں۔ سن لو

قرآن مجید برہان رشید پارہ نمبر ۱۰ سورہ الانفال آیت نمبر ۶۲ میں رب ذوالجلال کا فرمان' خالق کائنات فرماتا ہے:

وَاِنْ یُّرِیْدُوْآ اَنْ یَّخْدَعُوْکَ فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہُ ھُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ O

- یہ قرآن ہے اور اسی کا اللہ کے فضل سے ہمیں دھیان ہے' اور یہ ہی ہمارا ایمان ہے اور یہ ہی نیکیوں کا گلستان ہے۔

یہ قرآن بول رہا ہے

خالق کائنات فرماتا ہے:

وَاِنْ یُّرِیْدُوْا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ

مقام ہے جنگ کے اختتام پر' جب کسی دشمن سے صلح کرنے کی بات ہے اور اگر کوئی جھوٹی صلح کرے' اوپر سے صلح اندر سے کھوٹ' اُس کا ذکر آرہا ہے۔

وَاِنْ یُّرِیْدُوْا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ

محبوب! اگر وہ (دشمن) ارادہ کریں کہ تمہیں دھوکہ دیں اور صلح ظاہر کر کے پھر حملہ کریں، جنگ کریں تو پھر تم کیا کہو؟ اب یہاں بھی پس منظر دیکھو تو بات ہے دشمنوں کی،

وَاِنْ یُّرِیْدُوْا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ

اگر وہ تمہیں دھوکا دینا چاہیں

تو قرآن نکالنا چاہے گا دھوکے بازوں کو اور سرفرازوں کو نہیں نکالنا چاہے گا۔

قرآن کہتا ہے:

وَاِنْ یُّرِیْدُوْا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ

اگر وہ اے محبوب ﷺ تجھے دھوکا دینا چاہیں۔

تو تم کیا کہو؟

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ

بے شک تمہارے لئے اللہ کافی ہے

بولو، بے شک تمہارے لئے اللہ کافی ہے۔

تمہارے لئے اللہ............کافی ہے

اور تمہارے لئے اللہ..................کافی ہے

اور میرے لئے اللہ..................کافی ہے

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ

بے شک تیرے لئے اللہ کافی ہے۔

"اللہ کافی ہے" اس کا مطلب کیا ہے؟

قرآن خود بیان کرتا ہے۔ یہ روح امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہے جو اس بیان پر بولتی ہے۔

اللہ کافی کیسے ہے؟

قرآن کہتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ وہ اللہ وہ ہے

اَیَّدَكَ محبوب ﷺ جس نے تمہاری مدد کی

بِنَصْرِهٖ اپنی مدد کے ساتھ، جس نے تمہاری تائید کی اپنی مدد کے ساتھ۔ کیا معاملہ ختم؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نہیں اپنی مدد کے ساتھ کیا فرمایا؟

وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ اور صحابہ کی مدد کے ساتھ

اپنی مدد اور مومنین کی مدد سے

وہ لوگ سوچیں جو طعنے دیتے ہیں کہ رب کے ہوتے ہوئے بندوں کا نام لینے کی ضرورت کیا ہے؟

میں کہتا ہوں اس آیت سے پوچھو

بِنَصْرِهٖ کے بعد بِالْمُؤْمِنِیْنَ کی ضرورت کیا ہے؟

بِنَصْرِهٖ جو کہہ دیا

اللہ کے بعد ہے ضرورت کس کی؟

کوئی ضرورت نہیں تھی

لیکن پھر بھی کہا کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اس کی مسلمانوں کو ضرورت پڑے گی۔

یعنی کہیں تو صرف حَسْبُنَا اللّٰه کہہ دیا، اس کے اندر ہی سب کچھ آ گیا، لیکن جب نبیوں ولیوں پر اعتراض ہوگا تو میرے بندوں کو پھر قرآن کھول کے پڑھنا پڑے گا اور ولیوں کا چہرہ بھی دکھانا پڑے گا، نبیوں کا پیغام بھی سنانا پڑے گا۔ میں شرح

صدر سے' پورے وثوق سے' شرق وغرب' شمال وجنوب تک جہاں کوئی سننے والا ہے' پورے وثوق کے ساتھ' ہر فورم پر اس بات کو ثابت کرنے کیلئے تیار ہوں کہ

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصہ ہے۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصہ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصہ ہے

اللہ کے شہیدوں کی مدد اللہ کی مدد کا حصہ ہے

یہ میں نہیں کہتا' میرے رب کا قرآن کہتا ہے

هُوَ الَّذِىٓ اَيَّدَكَ

اَيَّدَكَ ' تائید کی رب نے تمہاری

کن چیزوں سے؟ دو چیزوں سے

اسی آیت میں تو کہا تھا کہ اللہ تیرے لئے کافی ہے

اس آیت میں ابھی ایک لفظ پہلے تو یہ ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

اے محبوب ﷺ اگر وہ تمہیں دھوکا دیں

تو سارے کوشش کرلیں پھر بھی کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کیوں؟

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ

تمہارے لئے اللہ کافی ہے

ابھی تو کہا رب کافی ہے پھر مومنین کو کیوں لے آیا

یہ ہے عقیدہ اہلسنّت' یہ ہے فکر رضا' یہ ہے حق کی صدا' یہ ہے حق کا بیان

ربِّ ذُوالجلال فرماتا ہے:

اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ

فرمایا ایک ہے میری اپنی مدد ڈائریکٹ اور ایک ہے اِن ڈائریکٹ، وہ ہے مومنین کی مدد

انبیاء اولیاء کو طاغوت ثابت کرنے والو! مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ثابت کرنے والو! قرآن بول رہا ہے۔

محبوب ﷺ! کافی میں ہوں، آگے دو شعبے ہیں۔

ایک میری مدد، ایک میرے بندوں کی مدد

اس مقام پر امام رازی رضی اللہ عنہ نے با قاعدہ ایک سوال اُٹھایا۔

(تفسیر کبیر جلد ۸/ ۱۹۸)

کہنے لگے: اللہ کی مدد میں تو کوئی کمی نہیں، جب اتنی بڑی مدد آ جائے تو پھر چھوٹی مدد کا ذکر کیوں؟

جب کہہ دیا جائے کہ اللہ کافی ہے، اللہ کی مدد کافی ہے، تو پھر اس کے بعد بِالْمُؤْمِنِيْنَ لانے کا مطلب کیا ہے؟

امام رازی کہنے لگے مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مدد کی دو قسمیں ہیں ایک ہے بلا سبب مدد، ایک ہے بالسبب مدد

ایک ہے بلا واسطہ مدد، ایک ہے بالواسطہ مدد

ایک ہے ڈائریکٹ مدد، ایک ہے اِن ڈائریکٹ مدد

بِنَصْرِهٖ میں بلا واسطہ مدد کا ذکر فرمایا

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ میں بالواسطہ مدد کا ذکر فرمایا

یہ مدد ہے اللہ کی، لیکن نام اللہ نے دور کھ دیئے

اب میں ہوں اس انسان سے جو کہتا ہے

"یا اللہ مدد باقی سب شرک و بدعت"

میں کہتا ہوں قیامت تک وہ اس آیت کا جواب نہ دے سکے گا۔

اگر یا اللہ مدد کے بعد یا رسول اللہ ﷺ مدد کہنا ناجائز ہوتا' یا علی مدد'

یا غوث پاک مدد' یا صدیق مدد

یہ الفاظ اگر جائز نہ ہوتے تو وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ کے الفاظ قرآن میں نہ ہوتے۔

اور وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ کے الفاظ جب قرآن میں موجود ہیں تو کوئی گروہ ساری دیواریں بھی کالی کرے تو ان کا دل تو کالا ہو سکتا ہے' مومن کالے نہیں ہو سکتے۔

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ

پھر یہ یاد رکھو' کوئی یہ بھی نہ کہے کہ اس وقت تو وہ زندہ تھے اور زندہ کی مدد ہو سکتی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا اللہ کی توفیق سے مجازاً مدد کرنا بھی شرک ہے تو پھر میرے رب کا کوئی بھی شریک نہیں' نہ زندہ میں' نہ فوت شدہ میں یا پھر یہ تقسیم کر کے ہمیں بتاؤ کہ فوت شدہ تو اللہ کا شریک نہیں ہونا چاہیئے لیکن زندہ بن جائے تو کوئی حرج نہیں' پھر ان کی بات مان جائیں گے لیکن میرے رب کا نہ کوئی زندہ شریک ہے اور نہ کوئی قبر والا شریک ہے' تو ماننا پڑے گا کہ زندہ کی مدد آ جائے تو شرک نہیں ہوتا۔

اسی طرح جو قبر میں چلا جائے اس کی مدد باذن خدا تعالیٰ سے بھی شرک نہیں ہوتا۔

میرے رب کے فضل سے بعید کیا ہے وہ بے جان لکڑی جو حضرت موسیٰ علیہ

السلام کے عصا کی تھی اگر رب ذوالجلال اس میں جان ڈال سکتا ہے تو جہاں پہلے جان تھی اُس ولی سے مدد کیوں نہیں کروا سکتا؟

اللہ کی شان کا انکار کوئی نہ کرے، یہ رب ذوالجلال کی عظمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، وہ تجلی ڈالتا ہے، ہر طرف نور ہی نور ہو جاتا ہے۔

محتشم سامعین حضرات! قرآن مجید برہانِ رشید سے بیان کر رہا ہوں کہ رب ذوالجلال کے اس حکم حَسْبُنَا اللّٰه میں، اپنوں کی نفی نہیں ہے،

حَسْبُنَا اللّٰه میں غیروں کی نفی ہے۔

اور اللہ والوں کی مدد اللہ ہی کی مدد ہے۔

اور اس مدد کا اعلان رب ذوالجلال نے خود قرآن پاک میں کیا

یہ سورہ انفال کی اگلی آیت ہے آیت نمبر ۶۴:

﴿اللہ تعالیٰ اور مومنین کافی ہیں﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کلمہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی،

یہ میرے ہاتھ میں قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(پارہ ۱۰، سورہ الانفال، آیت ۶۴)

اے میرے نبی، تمہارے لئے دو چیزیں کافی ہیں۔

حَسْبُكَ اللّٰهُ

عطف ہے اللہ پر

وَمَنِ اتَّبَعَكَ۔ دوسرے تمہارے پیروکار

اللہ فرماتا ہے اے میرے محبوب! تمہارے لئے دو چیزیں کافی ہیں۔

کون سی؟

فرمایا ایک تو میں

وَمَنِ اتَّبَعَكَ

دوسرے تمہاری غلامی کا پٹہ گلے میں ڈالنے والے۔

وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

فرمایا: جو تمہارے پیروکار ہیں وہ بھی تمہارے لئے کافی ہیں۔

اب جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو بھی کافی مانے، تو ان لوگوں کی مذعومہ توحید کو خطرہ پڑ جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا: یہ چالیس ایمان لانے والے کافی ہیں، جو چالیس پورے ہوئے یہ کافی ہیں۔ مومنین کا نام لے کر اللہ نے کفایت کا ذکر کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن پڑھو تو قرآن کی زبان میں پڑھو۔

جہاں حَسْبُنَا اللّٰه ہے وہاں حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بھی ہے اور مومنین کا بطورِ خاص ان کی Value ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا۔

جس طرح میں نے پہلی آیت میں ذِکر کیا، اگلی آیت میں ذِکر کرنے کی ضرورت کیا ہے، فرق بیان کرنا مقصود ہے۔

کہ ابوجہل اب بھی مردہ ہے لیکن جنہوں نے تمہارا کلمہ پڑھا یہ زندہ ہو چکے ہیں وہ جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر آیت نازل ہو گئی تھی۔ اُس پس منظر میں رب ذوالجلال ماننے والوں کو بھی ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ جس پورے ماحول میں صرف چالیس ماننے والے ہوں، تو اللہ فرماتا ہے یہ چالیس کوئی معمولی نہیں، ہم نے اپنی مدد کا مظہر بنا دیئے ہیں۔ تمہارے لئے اللہ کافی ہے اور تمہارے ماننے والے کافی ہیں۔

پھر اس میں کسی کو یہ وہم نہ پڑے کہ وہ تمہارے نبی خود مدد کے محتاج ہیں اور وہ بھی بندوں کی مدد کیا کریں گے تو میں کہوں گا ایسا نہ بولنا' کیونکہ قرآن مجید میں یہ بھی ہے ان تنصروا اللہ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے' مراد اللہ کے دین کی مدد ہے

چونکہ اللہ نے جو اپنی مدد کا ذکر کیا۔

میری مدد' میرے مددگار' مطلب کیا ہے؟ میرے دین کے مددگار۔

تو ایسے ہی یہ سارے مددگار جن کو دین کا مددگار بنایا جا رہا ہے اور واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ اس انداز میں مددگار بنے ہیں کہ کل جب کوئی سوچنا چاہے گا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کتنے بڑے مددگار ہیں تو کہنے والا کہہ دے گا۔

اُن کی تو بعد کی بات ہے' اُن کے غلاموں کی بات دیکھ لو

جن کا غلام اتنا بڑا مددگار ہو وہ امام کتنے بڑے مددگار ہوں گے

حضرت سلیمان علیہ السلام کے غلام کی طاقت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت منگوانا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھنے والا' کتاب کا علم رکھنے والا' جس نے کہا تھا:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ۔ (پارہ ۱۹، سورہ النمل، آیت ۴۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کون اُٹھا کے لائے گا اُس کے تخت کو تو جن نے کہا مجلس ختم سے پہلے اور ولی نے کہا آنکھ جھپکنے سے پہلے'

ولی نے یہ کہا تو پتہ چلا کہ جس سلیمان علیہ السلام کا خادم اتنا پاور فل (طاقتور)

ہو اُس سلیمان علیہ السلام کی اپنی طاقت کا عالم کیا ہوگا؟

اس انداز میں اس بات کو واضح کیا کہ جو آپ کی غلامی میں آ گئے ہیں'
وہ پہلے سے تبدیل ہو گئے ہیں' اب اُن کی صلاحتیں تبدیل ہوگئی ہیں
اب ان کی حیثیتیں تبدیل ہوگئی ہیں' رب ذوالجلال نے اُن کو بلند و بالا مقام
عطا فرمادیا ہے۔

اب میں صرف اور صرف قرآن پڑھ کر اور ترجمہ چاہے کسی کا جا کے لے لو' ان آیات کا صحیح مطلب واضح کر رہا ہوں مگر ان سے پوچھو تو سہی کہ اسٹیکر چھاپتے ہیں تو بارڈر پار والوں کیلئے چھاپو' داتا صاحب کے دیوانوں کیلئے نہ چھاپو' کوئی ضرورت نہیں' یہ دین ہمارا ہے' یہ قرآن ہمارا ہے' یہ آیات ہماری ہیں اور یہ عقیدہ ہمارا ہے۔ اس صورت حال کے اندر خالق کائنات جل جلالہٗ کے اس فرمان کو جس کا میں نے ابھی ذکر کیا' جس وقت تفسیر والوں نے لکھا تو اس انداز میں قرطبی میں موجود ہے۔

کہ اس کا معنی کیا ہے

حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ کا

تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے

حَسْبُكَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَار (قرطبی ۴/۴۰۰)

یہ دوسرا قول ہے

کہ سارے صحابہ کے بارے میں مطلقاً تھا

کہ تمہارے لئے مہاجر بھی کافی ہیں اور انصار بھی کافی ہیں

پھر ابن کثیر بولا

ابن کثیر نے کہا:

حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنْ شَهِدَ مَعَكَ۔ (ابن کثیر ۲/ ۳۳۷)

محبوب ﷺ تمہارے لئے اللہ بھی کافی ہے اور جو تمہارے ساتھ ہیں یہ بھی کافی ہیں۔ تو یہ انداز ہے قرآن مجید برہانِ رشید کا رب ذوالجلال نے کافی ہونے والے مسئلے کو اتنا بیان کیا ہے کہ قیامت تک کافی ہو گیا ہے۔

☆ صرف اس آیت

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۶)

'کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟ کو پڑھ دینا اور پھر اپنا غلط مفہوم نکالنا' یہ صحیح نہیں۔ پڑھنا ہے تو قرآن سے پوچھ کے پڑھو' قرآن بتائے گا کہ معنی کیا ہے اور قرآن بتائے گا کہ نفی کس کی ہے۔

☆ اب دیکھیں قرآن مجید برہانِ رشید کا دوسرا مقام سورہ آل عمران آیت ۱۲۴۔

یہ میرے ہاتھ میں قرآن مجید ہے جس میں رب ذوالجلال نے کہا:

کافی ہونے کا مطلب بیان کر کے وہی شان اور وہی عقیدہ ثابت کیا ہے جو آج بھی سنی کے سینے میں موجود ہے۔

بدر کے میدان میں فرشتوں کی مدد

بدر کا موقع ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

محبوب جب آپ مومنین کو کہتے تھے

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۴)

کیا تمہیں کافی نہیں۔ تم اپنے غلاموں کو بدر میں کہتے تھے

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ۔ کیا تمہیں کافی نہیں؟

کیا؟

کہ اللہ تمہاری مدد کیلئے تین ہزار فرشتے بھیج دے

صحابہ تین ہزار فرشتے کافی نہیں؟

تین ہزار اُدھر منکر کہے

ایک بھی اللہ کے سوا کافی نہیں مان سکتے

ادھر قرآن کہے: تین ہزار

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟

کیا جواب ہے؟

کافی ہے

کافی کیسے ہے؟

شروع میں میں نے کہا تھا:

حافظ خود ہے اور طاقت حافظوں کو دیتا ہے

ایسے ہی کافی خود ہے طاقت بندوں کو دیتا ہے

یہ قرآن مجید کا مضمون ہے

کیا اللہ تمہارے لئے کافی نہیں؟

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کیا اللہ کافی نہیں؟

اللہ کافی ہے

کیسے کافی ہے؟

وہ دوسرا مقام سوچ لو رب ذوالجلال کا یہ فرمان چوتھا پارہ، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۴ میں ہے: خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرما رہا ہے:

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ۔ کیا تمہارے لئے کافی نہیں

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

آپ کہتے تھے مومنین کو اے محبوب

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ

کیا تمہارے لئے کافی نہیں

کیا چیز؟

اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ

کہ رب ذوالجلال تمہاری مدد تین ہزار فرشتوں کو بھیج کر کر دے۔

تو کافی کا مطلب کیا بنا؟

صحابہ تین ہزار کافی ہیں یا پانچ ہزار چاہیئے۔

رب تمہاری مدد کو تین ہزار بھیج دے۔

یہ مدد جو فرشتوں کے ضمن میں ہے یہ تمہارے لئے کافی ہے نا

رب ذوالجلال کا قرآن واضح کر رہا ہے کہ

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

میں نفی بتوں کی تھی اپنوں کی نہیں تھی

نفی بتوں کی ہے اپنوں کی نہیں ہے

نفی لات منات کی ہے، نفی اپنوں کی نہیں ہے

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس مقام پر واضح فرمادیا

اور پھر دوسرے مقام پر ساتھ ہی رب ذوالجلال نے فرمایا:

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۵)

ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

صبر کرو گے تو پانچ ہزار بھی آجائیں گے

یہ مطلب ہے

قرآن کا ایک لفظ پڑھ کے سارے قرآن کو چھوڑ دینا یہ قرآن مجید سے خیانت ہے اور قرآن مجید کے پورے مفہوم پر جو لوگ موجود ہیں وہ اہلسنّت اپنے ایمان کی حلاوت کے ساتھ موجود ہیں جو بابانگ دہل نعرہ لگا رہے ہیں۔

"ہمارے لئے اللہ کافی ہے"

اور اس کے مفہوم میں وہ سب کچھ ہے جو رب ذوالجلال نے خود قرآن میں بیان فرمادیا ہے۔

اب اس مقام پر رب ذوالجلال نے جو سورہ الانفال کے اندر اس مضمون کو جس

خوبصورتی سے بیان کیا' اُس کا انداز بھی دیکھ لیجئے تا کہ کافی ہونے کا مفہوم واضح ہو جائے اور یہ درمیان میں جو وسیلہ ہم مانتے ہیں اُس کا پتہ چلے کہ ہم نے کہیں بیٹھ کے گھڑا نہیں ہے۔ یہ وسیلہ ہم نے قرآن سے پڑھا ہے' یہ وسیلہ وہ نہیں ہے جسے بھکھی شریف میں گھڑ کے پڑھایا ہے ہو یا سیال شریف میں گھڑ کے پڑھایا گیا ہو۔ یہ وسیلہ وہ ہے جو لوح محفوظ سے اُتر کے آیا ہے اوران مراکز نے آ کے پہنچایا ہے۔

☆ ﴿جنگ بدر میں فرشتوں کا ثابت قدم رکھنا﴾

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ ۔(پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۲)

جب اے محبوب ﷺ تمہارا رب وحی کرتا تھا فرشتوں کو

اَنِّیْ مَعَكُمْ

فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تم نے جا کے مومنوں کو ثابت قدم رکھنا ہے

یہ قرآن ہے' نہ سند کمزور ہے نہ متن کمزور ہے

یہ رب کا قرآن ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

اَنِّیْ مَعَكُمْ۔ فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا۔ ثابت قدم رکھو

کس کو؟

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ایمان والوں کو

اللہ فرماتا ہے: ثابت قدم تم نے رکھنا ہے' میں نے تم سے ان کو ثابت قدم رکھوانا ہے تا کہ پتہ چلے کہ اللہ کے بندے کی Power کتنی ہے؟

اب درمیان میں فرشتوں کے آنے کا مطلب کیا بنتا ہے؟

کہ رب کہتا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ علیحدہ جملہ نہیں' قران کا جملہ ہے

اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا۔ تم جاؤ ثابت قدم رکھو

رب چاہتا تو کافر گھر میں مر جاتے

رب چاہتا تو بدر میں آ کے اُٹھ نہ سکتے

رب چاہتا تو کفار تلوار پکڑتے اور ہاتھ سکڑ جاتے

لیکن یوں نہیں کیا' اُن کو صحابہ سے لڑایا ہے

اور صحابہ کو غالب کیا ہے اور فرشتوں کو بھیجا ہے

اور فرشتوں کو کہا یہ ہے کہ تم نے آگے جا کے ثابت قدم رکھنا ہے

تا کہ قیامت تک پتہ چلے وسیلہ یہ ہوتا ہے

وہ محتاج نہیں ہے وہ تو ڈائریکٹ بھی کر سکتا ہے

لیکن بیان کرنا مقصود تھا کہ ان درمیان والوں کو کوئی گالیاں کوئی نہ دے

ہم نے درمیان خود بنائے ہیں

درمیان کون؟ درمیان کون؟

روز کے نعرے' روز کے درس' روز کے جلسے

پوچھتے ہیں: بندے اور مولیٰ کے درمیان کون؟

یہ غیر' یہ غیر
میں پوچھتا ہوں' یہ درمیان کون؟
دھیان قرآن کی طرف کرو
قرآن کہتا ہے......درمیان میں فرشتے......درمیان میں وسیلہ
سنو! جو بدر میں اسلام ہے وہ گوجرانوالہ میں بھی اسلام ہے
درمیان میں کون؟
درمیان میں اللہ کے بندے جن کو رب نے خود رکھا ہوا ہے
اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں
فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
تم نے ثابت قدم رکھنا ہے
اور انہوں نے رکھا
ثابت قدم رکھنا کوئی معمولی سی بات ہے؟
دشمن ہزار سے زائد ہوں اور تین سو تیرہ لڑنے والے ہوں
اور دشمن کے پاس اسلحہ زیادہ ہو' سواریاں زیادہ ہوں'
تیر برس رہے ہوں' گھوڑے دوڑ رہے ہوں' تلواریں چل رہی ہوں پھر بھی
فرشتے آ کے آگے پیچھے ڈگمگانے نہ دیں' حوصلہ دیں
بھائیو! یہ مشکل کشائی نہیں تو اور کیا مشکل کشائی ہے
یہ حاجت روائی نہیں تو کون سی حاجت روائی ہے
☆ یہ مشکل کشائی ہے اور یہ حاجت روائی ہے
☆ رب نے بندوں سے بندوں کی کروائی ہے

☆ یہ آیت قرآن مجید میں آئی ہے
☆ اس لئے میں نے پڑھ کے سنائی ہے
☆ اس کے ماننے میں بھلائی ہی بھلائی ہے
☆ اور نہ ماننے میں رسوائی ہی رسوائی ہے
☆ اس واسطے دشمنوں کی شامت آئی ہے
☆ اور ہم اہلسنّت کی بھلائی ہی بھلائی ہے

یہ قرآن ہے رب ذوالجلال نے دوسرے مقام پر خود یہ الفاظ اپنے بارے میں بولے ہیں۔

سورہ محمد ﷺ چھبیسواں پارہ ہے خالق کائنات جل جلالہٗ نے خود اپنی یہ شان بیان کی اپنی شان بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے یہ کہا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ (پارہ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو! اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ کہ اگر اللہ کی مدد کرو یعنی اللہ کے دین کی مدد کرو گے یَنْصُرْكُمْ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ کیا کرے گا؟

وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ تمہیں ثابت قدم رکھے گا

یہ ثابت قدم رکھنا مدد ہے میں نے قرآن سے ثابت کیا

ع...... ثابت کو میں نے ثابت قرآن سے کیا

اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم اس کے دین کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا وہ تمہیں ثابت قدم رکھے گا

ثابت قدم رکھنے والا اس جگہ کون ہے؟ اللہ

چھبیسواں پارہ سورہ محمد ﷺ

فرمایا: ثابت قدم کون رکھتا ہے؟ (اللہ)

ثابت قدم کون رکھتا ہے؟ (اللہ)

اور بدر ہو تو ثابت قدم کون رکھتا ہے؟

سرکار ﷺ کے غلام فرشتے'

تو پتہ چلا کہ اپنوں کا معاملہ اور ہے اور اوروں کا معاملہ اور ہے۔ یہ دین وہ نہیں کہ ہے کہ چھبیسویں پارے میں اور ہو اور نویں پارے میں اور ہو' اور بدر میں اور ہو اور مدینہ شریف میں اور ہو اور احد میں اور ہو اور خندق میں اور ہو۔

رب ایک ہے' دین ایک ہے' ہر دور میں توحید ایک ہے

ہر دور میں شرک ایک ہے' جو بدر میں توحید وہ آج بھی توحید ہے' اگر بدر میں شرک تو آج بھی شرک ہے' وہاں رب ذوالجلال فرما رہا ہے' اگرچہ یہ شان میری ہے' ثابت قدم میں رکھتا ہوں' فرشتوں تم جاؤ گے تو شرک نہیں ہو گا' مدد کرنی میں نے ہے کروانی تم سے ہے' تمہیں کہوں گا کہ تم ثابت قدم رکھو تا کہ پتہ چلے کہ میری صفت کے مظہر میرے بندے بن جاتے ہیں۔

قرآن ہے اور اگر تمہارا دھیان ہے

تو پھر یہ اعلان ہے' یہ سنی کا بیان ہے

نہ قصہ ہے نہ داستان' سارا قرآن ہے

یہ قرآن ہے اور اس کا کوئی کسی کے پاس جواب نہیں' اور یہ اٹل' حرف آخر' فیصلہ کن پیغام ہے اور میری سال ہا سال کی محنتوں کا نچوڑ ہے جو فہم دین کے فورم پر

تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اور صرف یہاں نہیں جہاں جہاں تک آواز جا رہی ہے اپنے ایک ایک لفظ پر پوری دنیا میں پہرہ دیتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ)

☆ ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف﴾

اب دیکھیے قرآن مجید برہان رشید کا یہ انداز کتنا خوبصورت ہے

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اپنے ایک پیغمبر کی شان بیان کی اور شان بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے جو مرتبہ بیان کیا اس سے ہماری اس پوری تقریر کی حمایت ایک نئے انداز میں ہو جائے گی۔

خالق کائنات جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

جہاں پر قرآن مجید برہانِ رشید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت بولتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟

یہ تیسرا پارہ ہے سورہ آل عمران ہے اور آیت نمبر ۴۹ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب پنگھوڑے میں بولے خالق کائنات جل جلالہٗ نے اُن کی اس شان کا تذکرہ کیا' سولہویں پارے میں بھی ذکر ہے وہاں بھی تذکرہ موجود ہے۔ انہوں نے کیا کہا؟ کہنے لگے:

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ

(پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۴۹)

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ۔ واحد متکلم ہے

﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام باذن خدا مشکل کشا﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں:

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ۔ اکمہ کو بری میں کرتا ہوں

اندھوں کو آنکھیں دیتے ہیں

اصل میں اکمہ کا گہرائی میں جو مفہوم ہے وہ صرف اندھا نہیں

اکمہ اُس اندھے کو کہتے ہیں جس کی آنکھوں کی جگہ ہی کوئی نہ ہو

جگہ ہو بینائی نہ ہو وہ اعمیٰ ہے اور جگہ ہی نہ ہو وہ اکمہ ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

نظر تو نظر رہی، جس کی آنکھیں ہی نہ ہوں، ہاتھ پھیروں تو آنکھیں بھی آئیں گی اور نظر بھی آئے گی۔

پھر وَالْاَبْرَصَ برص کا جس کو مرض ہو، ہاتھ پھیروں گا صحیح ہو جائیں گے

وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ

اور مردے کو میں اللہ کے اذن کے ساتھ زندہ کرتا ہوں

اب یہ اللہ کے ایک نبی نے اعلان کیا، اعلان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اعلان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس نے یہ کام کروانے ہوں، میں تیار ہوں، اور تو اس کا کوئی مقصد ہی نہیں تھا۔ جس نے یہ کام کروانے ہوں، میں تیار بیٹھا ہوں

اَکْمَہَ لے آؤ آنکھیں لے جاؤ

برص والا لاؤ، صحت والا لے جاؤ

مردہ لے آؤ، زندہ لے جاؤ

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان ہے

اگر آپ کے اعلان پر لوگوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جانا حرام ہوتا تو مردے زندہ کروانے کیلئے اللہ اعلان کیوں کرواتا؟

بات بڑی قابل غور ہے، آج طعنہ دینے والے، اللہ کے بندوں کو اللہ کی

Opposition بنا کر پیش کرنے والے اور پھر یہ وہم ڈالنے والے کہ پھر اللہ کی طرف کون جائے گا' سارے ان کی طرف چلے گئے۔ ان ساری غلط اور فکری اُلجھنوں کو دور کرنے کیلئے یہ آیت پڑھ رہا ہوں۔

رب کے حکم سے اللہ کے نبی بولے اور انہوں نے اعلان کیا کہ یہ کام میں کرتا ہوں اور جس نے تم میں سے کروانے ہوں' میرا دروازہ کھلا ہے

یہ سارے کام بڑی مشکل کشائی کے ہیں'

اعلان رب نے کروایا' بندوں کو متوجہ کیا کہ میرا عظیم بندہ ہے اور کام اس نے یہ کرنے ہیں' اب وہ بندے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جا رہے تھے تو اس وقت یہ دین نہیں تھا کہ

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کہ اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے' اُس وقت بھی تو یہی اللہ تھا نا' اُس وقت بھی تو یہی توحید تھی' اُس وقت بھی تو یہی ایمان تھا' وہ جب جا رہے تھے تو ان کو کسی نے حَسْبُنَا اللّٰہ نہ سنایا' کم از کم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کہتے۔

حَسْبُنَا اللّٰہ کہو' دور ہٹ جاؤ'

وہ خود کہتے ہیں میرے پاس آؤ' میرے پاس آؤ'

میں مردہ زندہ کروں گا میرے پاس آؤ' سارے لوگ جو ان کی طرف جا رہے تھے' خود نہیں جا رہے تھے حکم خدا پر جا رہے تھے' پتہ چلا کہ جو اُس وقت شرک نہ ہوا وہ آج بھی شرک نہیں ہے۔ کیوں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قیامت تک کے مغالطے نکال دیئے' جب وہ آ رہے تھے تو حَسْبُنَا اللّٰہ کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی تھی

کیوں؟ فرمایا: بِاِذْنِ اللّٰہ '

اُدھر: حَسْبُنَا اللّٰہ' اِدھر: بِاِذْنِ اللّٰہ تو حَسْبُنَا اللّٰہ کے اندر بِاِذْنِ اللّٰہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے' یہ سارے کام میں کروں گا' میں کروں گا' میں کروں گا' واحد متکلم کا صیغہ بولا اور پھر کیا کہا؟ فرمایا: باذن اللہ۔ کروں گا میں لیکن رب کے اذن سے کروں گا

یہی مؤقف ہے جس کو آج بھی کسی کی طرف سے بریلویت سے تعبیر کیا جاتا ہے'

سب کچھ میں کروں گا' واحد متکلم' اور کروں گا اللہ کے اذن کے ساتھ۔

یہ وہ قید ہے جو لوگ پوچھتے ہیں کہ تم کہاں سے اپنے پاس سے لگاتے ہو کہ یہ عطائی ہو' یہ اذن کے ساتھ ہے' یہ اذن کے ساتھ مدد کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے اپنی جیب سے نہیں لگائی' قرآن مجید پڑھ کے سمجھی ہے اور پھر لفظ بڑے مزے کے ہیں۔

اُحْیِ ۔ یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے اور پھر مضارع ہے

یہ نہیں کہا اَحْيَيْتُ۔ ایک بار میں نے مردہ زندہ کیا

اور آگے ہوتا اَلْمَيِّتَ ۔ ایک میت کو میں نے زندہ کیا

حالانکہ شان تو یہ بھی بڑی تھی کہا اجی۔

آگے میّت نہیں مَوْتٰی کہا

اُحْيِ الْمَوْتٰی۔ جو میت کی جمع ہے

اور اُحْيِ کا لفظ تجدد پر دلالت کرتا ہے' مطلب کیا ہے؟

ہر وقت مجھے یہ شان حاصل ہے' جو مردہ لائے گا میں زندہ کر کے دکھاؤں گا۔

اُحْيِ۔ یہ تجدد ہر لمحہ حاصل ہے' اس میں استمرار ہے

اُحْيِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہ

کوئی خاص مردہ نہیں کہ فلاں کو لاؤ تو زندہ کروں گا

فرمایا: کوئی مردہ لے کے آجاؤ' میں زندہ کرنے کی ہر وقت صلاحیت رکھتا ہوں

تو یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن سے اللہ نے واضح کر دیا کہ اللہ والوں کا کافی ہونا میرے غیر کا کافی ہونا نہیں' یہ اللہ کے کافی ہونے کے شعبہ جات ہیں'

میں نے ایک کیسٹ سنی' بہت بونگا سا خطیب تھا پالتو کرائے کے لوگ جو وہاں سعودی عرب میں تقریریں کرتے ہیں' کسی بنگالی ماں کا' اُردو بولنے والا تھا اور پھر وہ بگڑ چکا تھا' اُس کو یہ فکر لاحق تھی کہ اگر یہ لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے در پہ چلے گئے' سارے لوگ داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے' سارے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے' سارے سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پہ چلے گئے' اور اسی طرح دوسرے اولیاء کرام کے دروازوں پر چلے گئے تو پیچھے اللہ کیلئے کون بچے گا''۔

یہ فکر تھی اُس کو تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں' رب خود سمجھتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جارہے تھے تو تمہارے خیال کے مطابق یہ آیت بھی قرآن مجید سے نکال دینی چاہیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اعلان رب نے خود کروایا' ظاہر ہے بندے تو پھر ان کے پاس ہی جارہے تھے کہ یہ ہمارا بیمار ہے اس کو صحیح کردے اور منکرین کی سوچ کے مطابق تو معاذ اللہ رب کو کمی آگئی کہ بندے اُدھر چلے گئے ہیں' میری طرف کوئی نہیں آرہا' یہ غلط سوچ ہے' یہ رب کی شان کے لائق نہیں' میرا رب ہر کمی سے پاک ہے' اور ان لوگوں کی طرف بھیج کے وہ بتا رہا ہے کہ ان کی طرف جانا بالآخر میری طرف ہی جانا ہے۔

اللہ کی صفتوں کو اپنے آپ کے اوپر قیاس کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ ان بندوں کو حکومتیں دے دے تو اللہ کے پاس کیا بچے'

حضرت سلیمان علیہ اسلام کی ہواؤں پر حکومت

میں نے کہا: قرآن میں ہے کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں پر حکومت دے دی' اس وقت رب کو کیا کوئی کمی آ گئی تھی؟ کہیں دکھ افسوس کا اظہار ہے کہ ہواؤں والی حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کو دے چکا ہوں۔

اب میرے پاس کیا بچے گا اور وہ کمی سے بھی پاک ہے

پتہ چلا جو فکر دائمی توحید و رسالت کی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک یکی ہے' اللہ نے وہ توحید کا عقیدہ ہمارے سینوں کو عطا فرمایا ہے۔

یہ صرف آیات میں نے پڑھیں اور احادیث اس کے ثبوت میں سینکڑوں ہیں اور بالخصوص اختصار سے عرض کر دیتا ہوں۔ وقت وقت کی بات ہے پھر قسمت' پھر نصیب اور آج کا یہ پُر نور ماحول اور اہل ایمان کے یہ روشن چہرے۔ ایک شخص یہ فکر لے کے اٹھے گا اور آگے پھیلائے گا تو میرے لئے دونوں جہاں کی سعادتیں کافی ہو جائیں گی اور اگر کوئی دوسری سوچ والا بیٹھا ہے اللہ اس کی سوچ میں تبدیلی پیدا کرے اور وہ اپنی اصلاح کر لے۔

اللہ تبارک وتعالٰی اُس پر اپنی رحمتوں کی برسات کرے اور اس کی آزادی کا سامان ہو جائے۔ بالخصوص خواتین اور اسلام کی وہ بیٹیاں جو اس پیغام کو سن رہی ہیں' وہ بھی اس پیغام کو آگے پہنچائیں اور بالخصوص ادارہ صراط مستقیم کے پلیٹ فارم پر وہ بھی متحرک ہو جائیں۔ کتنے خاندان غرق ہو رہے ہیں' ڈوب رہے ہیں' بدعقیدگی کی آگ میں جل

رہے ہیں اور ایک اسلام کی بیٹی بھرپور کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس واسطے ان آیات کو اچھی طرح پکا کر کے، یاد کر کے، اور پورے حوصلے اور ذمہ داری کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ کافی ہونے کا مسئلہ بیان ہو رہا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کافی ہیں

مصنف عبدالرزاق جلد نمبر ۴، ص ۹۸ پر یہ حدیث شریف موجود ہے۔

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

عَنْ اِبنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبَّہٗ رَجُلٌ

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے گالی دی

تو سرکار ﷺ نے کیا فرمایا:

مِنْ یَکْفِیْنِیْ عَدُوِی

کون ہے جو اس کے مقابلے میں مجھے کافی ہو جائے

میں لفظ کافی ثابت کرنا چاہتا ہوں

کسی نے گستاخی کی، تو محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کون ہے جو اس کے مقابلے میں مجھے کافی ہو جائے

آگے سب صحابہ نے یہ نہیں کہا: اللہ جو کافی ہے تو ہمیں کیوں کہتے ہو، کون ہے جو کافی ہو جائے۔

فَقَالَ الزُّبَیْرُ: اَنَا

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ پھوپھی کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ والے، کہنے لگے:

اے محبوب علیہ السلام میں جو ہوں، اُٹھے اور اُس گستاخ کا سر اُتار دیا۔

اب یہ کافی ہونا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کون ہے

جو یَکْفِینِیْ کافی ہو جائے

اگر ان لوگوں کا خیال لیا جائے تو نبی علیہ السلام کا معاذ اللہ کہنا ہی ٹھیک نہیں ہو گا کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی صحابہ کو کہنا کہ کون ہے جو مجھے کافی ہو جائے؟ پھر صحابی کا کہنا کہ میں کافی ہو جاؤں گا۔ یہ ساری باتیں معاذ اللہ غلط بنتی ہیں لیکن یہ غلط نہیں ہیں، صحیح ہیں اور پھر اصل میں واضح کرنا مقصود ہے۔

اب وہ دشمن جس نے سرکار ﷺ کی گستاخی کی ہے اللہ اس کو منٹ سے پہلے مار سکتا تھا آگ آتی جلا کے راکھ کر دیتی ہے لیکن مطلب یہ تھا کہ اللہ تو سب کچھ کر ہی سکتا ہے مزا تو یہ ہے کہ غلام اُٹھے، اُس کو پتہ چل جائے اور اُس گستاخ کا سر اُتار دے۔ یہ مفہوم ثابت کرنا تھا۔ سرکار ﷺ خود زبان ہلا دیتے وہ جل کے ہلاک ہو جاتا، مطلب یہ تھا۔

مَنْ یَکْفِینِی ۔اس کو کوئی غلط معنی میں نہ سمجھے، نہ رب کو کمزوری تھی نہ رب کے رسول علیہ السلام کو کوئی کمزوری تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ایمان کا زور کون رکھتا ہے۔

لفظ کفایت بولا ہے۔ حضرت زبیر نے کافی ہونے کا لفظ اپنے بارے میں بولا ہے اور شرک نہیں ہوا۔

مطلب یہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی طاقت کا مظہر بننے جا رہے ہیں

☆ مصنف عبدالرزاق کے اسی مقام پر ہی یہ حدیث شریف موجود ہے:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کافی ہیں

ایک عورت نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ چل گیا اور فرمایامن یکفنی عدوی۔کون ہے جو میری دشمن کیلئے مجھے کافی ہوجائے؟

فَقَالَ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِیْدِ۔ اَنَا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کافی ہوں۔

اب یہ کافی کا لفظ ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سینے پر یہ آیت اُتری:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ وہ خود بول رہے ہیں۔

مَنْ یَکْفِنِیْ۔ کون ہے جو میرے لئے کافی ہو

تو مقام پر اس کو واضح کر دیا گیا کہ یہ رب کی شان ہے وہ شان دینے کیلئے کافی ہونے کے باوجود کبھی غلاموں کو بھی سرکار ﷺ کیلئے کافی بنا دیتا ہے۔

قرآن مجید برہان رشید کی آیات اور احادیث کے اس ذخیرہ کے ساتھ جس میں بہت زیادہ فرامین محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لفظ کفایت کے ساتھ موجود ہیں اور لفظ حسب بھی احادیث میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

حَسْبُکَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَان وَ خَدِیْجَةُ بِنْتُ الْخُوَیْلد وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَآسِیَةُ اِمْرَاۃُ فِرعَون

(مشکوۃ ص ۵۷۳)

اے انس (رضی اللہ عنہ)! آپ کیلئے جہاں کی عورتوں میں سے (عظمت و

مرتبہ کے لحاظ سے) کافی ہیں۔ حضرت مریم بنت عمران، حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آسیہ فرعون کی بیوی

اب حَسْبُكَ کا لفظ بولا ہے وہی حَسْبُنَا اللّٰه والا حَسب موجود ہے اور یہاں پر اس مفہوم کو واضح کیا جا رہا ہے کہ جس نے خواتین کے فضائل دیکھنے ہوں یہ نام کافی ہیں، جس نے خواتین کی عظمت دیکھنی ہو یہ نام کافی ہیں، جس نے خواتین کا مرتبہ دیکھنا ہو یہ مذکور نام والی خواتین اس سلسلہ میں کافی ہیں۔

ابن آدم کیلئے چند لقمے کافی ہیں

ایسے ہی سید عالم نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

حَسْبُ اِبنِ آدَمَ۔ آدمی کیلئے کافی ہے، کیا؟

لُقَيْمَاتٍ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ۔ (قرطبی جلد ۳، ص ۲۵۱)

چند لقمے جو اُس کی پشت سیدھی رکھیں۔

یعنی روٹی کے چند لقمے، اس پر بھی حسب کا لفظ بولا گیا،

اپنی اپنی کیفیت، اپنے اپنے درجے میں، یہ بھی حسب ہے۔

فرمایا: تمہارے لئے روٹی کے چند لقمے کافی ہیں۔ کھالو تو پشت سیدھی رہے، نہ کھاؤ تو ٹیڑھے ہو جاؤ گے۔ اب جہاں نبی علیہ السلام کے فرمان میں روٹی کے لقمے پر حسب کا لفظ بولنا جائز ہوا تو پتہ چلا حَسْبُنَا اللّٰه کا مفہوم یہ ہے اللہ خود بھی کافی ہے اور اس کی دی ہوئی روٹی کا لقمہ بھی کافی ہے۔

یہ مفہوم ہے تو دین ہے، دوسرے لوگ اندرونی طور پر اس چیز کو مان چکے

ہیں' ان کا گزارا اس کے بغیر نہیں' ظاہر میں جو کچھ چاہے کہتے رہیں' اگر یہ اندر باہر سے نعرہ ہوتا حَسْبُنَا اللّٰہ تو پھر تزکیہ کورس میں بندوں کو لانے کیلئے ٹی وی سیٹ دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

کیا ضرورت پڑی تھی' انعام دینے کی' رب کا انعام کافی ہے' رب کا انعام کافی ہے۔

بھٹی میرج ہال میں آنے والے روزانہ T.V سیٹ کے لالچ میں نہیں آتے ان کیلئے رب کا انعام کافی ہے' یہ عملاً ثابت کرنا پڑے گا' یہ دین ہے' یہ ایمان ہے۔

حق پہ پہرا دینے کا عہد و پیمان

میں اپنی گفتگو ختم کرنے سے پہلے جو کچھ میں نے بیان کیا اس کے لحاظ سے اپنی روح کی گواہی کو ضروری سمجھتا ہوں اور اپنی آخری سانس تک اس فکر پر پہرہ دینے کی سعادت مجھے رب عطا کرے اور انشاء اللہ پہرہ دوں گا میں نے حق جانتے ہوئے حق سمجھتے ہوئے حق بیان کر دیا ہے اور جہاں بھی کسی کو شک ہوگا حق ہم ثابت کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ) کیوں؟ اس لیے کہ

لٹک جانا تو آتا ہے اٹک جانا نہیں آتا
کسی کے رُعب سے پیچھے دبک جانا نہیں آتا
میں غنچہ ہوں جو کھل جائے نسیمِ حرمِ کعبہ سے
مجھے ایوانِ شاہی میں چٹک جانا نہیں آتا
رہِ طیبہ میں کر لیں گے ہو جتنی آبلہ پائی
نجد دیوبند کے رستوں میں بھٹک جانا نہیں آتا

گزر اوقات کر لیں گے کسی بھی پیڑ کے نیچے
مگر گستاخ نگری میں پھٹک جانا نہیں آتا

ہم وہ نہیں ہیں جو کبھی کسی کے چرنے میں چلے جائیں اور کبھی کسی کے چرنے میں' بعد میں کسی اور چرنے میں' نہیں

گزر اوقات کر لیں گے کسی بھی پیڑ کے نیچے
مگر گستاخ نگری میں پھٹک جانا نہیں آتا
غلامانِ مجدد ہیں رضا کی فکر کے بیٹے
کسی کے دانے پانی پہ لپک جانا نہیں آتا
جلالی[1] ہوں پلا ہوں وادیٔ احرار بھکھی میں
رزمِ گاہ حقیقت سے کھسک جانا نہیں آتا
شہِ بغداد کے سائے میں میں نے آبرو پائی
مجھے خالی تصنع سے چمک جانا نہیں آتا
علم میں پختگی پائی محمد کی عطا[2] سے ہے
سوائے فکر نورانی[3] دمک جانا نہیں آتا
خدا توفیق دے آصف بڑھیں گے آخری دم تک
ہمیں راستے میں آنکھوں کا جھپک جانا نہیں آتا

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

[1] امام العصر حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے
[2] تاجور کشور تدریس حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ
[3] قائد اہلسنّت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

باب نمبر

5

استقبال رمضان المبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْد

فَاَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَ عَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واتم برہانہ واعظم شانہ، کی حمد وثناء اور حضور پرنور، شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، حامی بے کساں، قائد الانبیاء، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں درود و سلام عرض کرنے کے بعد

آج کی گفتگو کا موضوع ہے۔

﴿استقبال رمضان المبارک﴾

دعا ہے کہ خالق کائنات ﷻ ہمیں ماہ رمضان المبارک کے آداب سمجھنے، انہیں بجالانے اور احترام کے ساتھ صحت وتندرستی کی حالت میں، اس عظیم مہینے کو رخصت کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے، اس میں خالق کائنات ﷻ نے ماہ رمضان المبارک کے آداب اور اس کے احترام میں سے جو سب سے بڑا امر ہے، اس کا ذکر فرمایا ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پالے،

اس مہینے کا گواہ بن جائے،

اس مہینے کے پاس حاضر ہو جائے۔

اس مہینے کی آمد کے وقت، تم میں سے جو شخص بھی زندہ ہے، حالت ایمان میں ہے اور صحت وتندرستی کے ساتھ ہے۔

فَلْيَصُمْهُ

تو وہ اس مہینے کے روزے رکھے۔

طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک، اس مہینے کے اندر، نیت صوم سے (روزے کی نیت) سے سارا دن کھانے پینے اور جماع کے بغیر گزار دے،

خالقِ کائنات جل جلالہ نے اس مہینے کا یہ ادب اپنے بندوں کو بتایا ہے۔

نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کافی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تفصیل کو جو آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمائی، روایت فرماتے ہیں۔

خطبہ استقبالِ رمضان

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ آخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ

نبی اکرم ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا

نبی اکرم ﷺ نے اس خطبہ کے اندر رمضان المبارک کا تعارف اپنی امت کو کروایا اور اس سے مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دل میں رمضان المبارک کے آنے سے پہلے مزید شوق پیدا ہو جائے کہ کتنی بابرکت ساعت اور پرکیف لمحات ہمیں میسر آ رہے ہیں، تاکہ ان کے اندر جو بندگی کا حق ہے اور انہیں مشغول و مصروف رکھنے کا جو طریقہ ہے، وہ لوگوں کو پہلے ہی معلوم ہو، جونہی وہ مہینہ شروع ہوتا جائے تو اس کا ایک منٹ بھی ضائع نہ ہونے پائے، بلکہ اس کی ساری کی ساری سعادتوں کو سمیٹنے کیلئے پہلے ہی امت کے افراد کمربستہ ہو چکے ہوں، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے ہوئے آداب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی تفصیل کی روشنی میں وہ پورے کا پورا مہینہ گزار دیں، تاکہ ان کو اس مہینے کے صحیح اجر و ثواب تک پہنچنے کی توفیق حاصل ہو سکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو رمضان المبارک کی آمد سے قبل خطبہ دیا، اس سے آپ ﷺ کے اندازِ تبلیغ کی ایک بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ اگر رمضان المبارک کا روزہ کی حالت میں، یہ سبق پڑھایا جاتا تو یقیناً بہت مفید ہوتا، اور بہت سی ایسی احادیث بھی ہیں جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالتِ روزہ میں ہی

ارشاد فرمائیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ اس خطبہ کو رمضان شریف سے مقدم کیا، اس سے یہی اسلوب اخذ ہوتا ہے کہ

ایک تو یہ ہے کہ امت کو اس کی اہمیت کے بارے میں پہلے سے پتہ چل جائے۔ اور دوسرا یہ کہ اس کی گھڑیوں میں، اس کے وقت میں جو زرخیزی ہے اس پر امت پہلے مطلع ہو جائے، تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ امت اس بات کو اپنا لے کہ کسی بھی اہم وقت کے آنے سے پہلے اس وقت کا جو تعارف ہے وہ اپنے ذہن میں رکھیں، پھر اس وقت کے آنے کیلئے تیاری کریں، ایسا نہ ہو کہ بغیر تیاری اور شوق کے وہ بہت بڑا مہمان اچانک آ جائے۔

اس کیلئے پہلے تیاری ہو، ذوق و شوق پیدا ہو چکا ہو، اور پھر حالت انتظار ہو۔ انتظار کے لمحات میں جب وہ مہمان آئے تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے ارشادات کی روشنی میں اس کا ادب واحترام کیا جائے۔

ارشادات نبوی ﷺ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمومی طور پر بھی اپنے خطبات میں وقت کی قدر و قیمت کے بارے میں بہت زیادہ ارشاد فرمایا، کہ کبھی بھی تمہیں اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہیے خواہ وہ لیلۃ القدر کی شب کا لمحہ نہ ہے، خواہ وہ رمضان المبارک کی رات کا حصہ نہ ہے، مطلقاً تمہاری زندگی کا جو بھی دن ہے، جس کے اندر تم صحت و عافیت کے ساتھ موجود ہو۔

اگر تم سوچو تو ہر رات ہی قدر کی رات ہے، اور ہر دن ہی ایک ایسا دن ہے کہ جس کی قیمت ہمارے خیال میں بھی نہیں آ سکتی، اس سے پوری امت کے اندر وقت کو صحیح مصرف کے اندر خرچ کرنے کا ایک سلیقہ آ جائے اور کاہلی، سستی اور بغیر مقصدیت کے

دن گزارنے سے لوگ اجتناب کریں، اس واسطے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت کی قدر و قیمت اور اہم واقعات کے آنے سے پہلے اس قسم کے خطبات ارشاد فرمائے، مثال کے طور پر آپ فرماتے ہیں:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ

(مشکوۃ کتاب الرقاق الفصل الثانی ص ۴۴۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو

پہلے نمبر پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ

اپنی تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو،

یعنی بیماری کے وقت کا کوئی پتہ نہیں ہے وہ کسی وقت بھی آ سکتا ہے تو اپنی تندرستی اور صحت کے جو ایام ہیں ان کو غنیمت جانو، جب بیماری آ جائے گی تو اس وقت تمہیں پتہ چلے گا کہ صحت کے دنوں کی قیمت کتنی تھی؟ جب تمہارا جی چاہے گا کہ میں سجدہ کروں مگر طاقت نہیں ہوگی کہ تم سر جھکا سکو، جب جی کرے گا کہ میں راتوں کو قیام کروں مگر اتنی توفیق نہیں ہوگی کہ تم ایک رات بھی کھڑے ہو سکو، اس واسطے یہ فرمایا کہ اپنے صحت کے جو دن ہیں ان کو مرض کے آ جانے سے پہلے غنیمت سمجھو، انہیں قیمتی سمجھو، اور انہیں ایک ایسا قیمتی سرمایہ سمجھو جس کی قدر و قیمت تمہارے پاس کوئی نہیں ہے۔

دوسرے نمبر پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ

اپنے شباب کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو،

جب بڑھاپا آ جائے گا تو یہ شباب والی طاقت نہیں رہے گی لہذا اب وقت ہے کہ

اس کو عبادت میں خرچ کر لو، آج اس کو عظیم سمجھو، اس بڑھاپے کے آنے سے پہلے پہلے، دوسرا وقت آنے سے پہلے پہلے اپنے آپ کو اس کیلئے تیار کرو، اور اس وقت کو صحیح مصرف میں استعمال کرو۔

تیسرے نمبر پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

حَیٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ

اپنی حیات کو موت سے پہلے غنیمت جانو،

جب موت آجائے تو پھر زندگی کے یہ لمحات، جو آج ہم دنوں کے دن، ہفتوں کے ہفتے، مہینوں کے مہینے، اور سالوں کے سال، بغیر کسی مقصد کے گزار دیتے ہیں، جب موت آجائے گی تو ایک سیکنڈ بھی ہمیں زائد نہیں دیا جائے گا۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ میرے دنوں کی قیمت کیا تھی؟ ہفتوں کی قیمت کیا تھی؟ راتوں کی قیمت کیا تھی؟

لہٰذا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے تنبیہ کی گئی، سبق پڑھایا گیا کہ اپنے اوقات کو قیمتی جانو، تمہارے کچھ ایسے وقت آنے والے ہیں کہ جن کے آنے کے بعد تم کو وہ پہلی نعمتیں حاصل نہیں ہوں گی،

چوتھے نمبر پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ

اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے غنیمت جانو،

پانچویں نمبر پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ

اپنی مالداری کو اپنے فقر سے پہلے غنیمت جانو،

جب فقر آجائے گا، مال پاس نہیں رہے گا، بھوک گھر میں آجائے گی، پاس کچھ

نہیں ہوگا، ہر طرف بھوک اور ناداری کے سائے آ جائیں گے۔

پھر پتہ چلے گا کہ مال اور دولت سے کس طرح انسان نیکی کما سکتا ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ چیزیں اپنی امت کے افراد کو بیدار کرنے کیلئے ارشاد فرمائیں کہ کبھی بھی غفلت میں دن نہ گزارو، کبھی بھی اس نہج پر نہ سوچو کہ میری زندگی کے بہت سال ابھی باقی ہیں، بہت سا وقت ہے، ابھی تو میری زندگی میں کئی رمضان آئیں گے۔

ابھی تو میں کئی قدر کی راتوں کو پا سکوں گا، ابھی تو میرے لئے بخشش کے کئی مواقع ہوں گے، جو شخص یہ کہتا رہتا ہے، ہمیشہ محروم ہو جاتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو اتنا پابند کر لیتا ہے کہ آج جمعہ ہے، وہ یہ سوچے کہ شاید یہ میرا آخری جمعہ ہے، اور یہ جو رمضان المبارک ہے شاید میری زندگی کا آخری رمضان المبارک یہی ہے۔ نقشہ پیش کرنے کا مقصد یہی تھا کہ جب انسان کو اس بات کا ایقان ہو جائے گا تو پھر غفلت سے ان دنوں کو نہیں گزارے گا، بلکہ سارے کے سارے دن اس طرح گزارے گا جیسے کہ شریعت میں یہ مطلوب ہیں کہ اس نقشے کے مطابق ان اوقات کو بسر کرو۔

عظمت رمضان المبارک

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ۔

(مشکوۃ کتاب الصوم، الفصل الثالث ص ۱۷۳ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

میرے صحابہ! تم پر ایک بہت عظمت والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے۔

اس کا سایہ پھیلنے والا ہے۔

شعبان کے آخری دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابہ کو فرما رہے ہیں کہ

رمضان شریف بالکل قریب پہنچ گیا ہے، ابھی اس کی رحمت کا سایہ اور اس کی رحمت کی چھتری پوری دنیا پرتن دی جائے گی۔

وہ عظمت والا مہینہ ہے، پورے کے پورے مہینے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ عظیم کا اطلاق فرمایا۔

یہ مہینہ، اس کے دن، اس کی راتیں، اس کی صبحیں، اس کی شامیں، اس کی فجر، اس کی ظہر، اس کا گھنٹہ، اس کا منٹ، پورے کا پورا مہینہ جو ہے، خالق کائنات نے اس کو عظمتوں سے ہمکنار فرمایا ہے۔

مہینے کو عظمت والا کہنے کا مطلب کیا تھا؟

مطلب یہ تھا کہ یہ مہینہ عظمت والا ہے، یعنی جو اس کے اندر عبادت کرتا ہے وہ عظمت والا بن جاتا ہے۔ جب وقت میں اتنی عظمت ہے، اس ظرف میں اتنی عظمت ہے، اس زمان میں اتنی عظمت ہے، تو اس وقت کے دن جو اللہ کی بندگی کرے گا، یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس بندے کو بھی عظمتوں سے ہمکنار کر دے گا۔

رمضان المبارک کی برکات

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

شَهْرٌ مُّبَارَكٌ

یہ مبارک مہینہ ہے۔

مبارک کا معنی برکت دیا گیا۔

اس کو یہ عظمت بھی دی گئی ہے، اس کو برکت بھی دی گئی ہے۔

اس کے اندر خالق کائنات نے برکات رکھی ہیں، آگے ان برکات کا ذکر تفصیلاً آتا

ہے کہ خالق کائنات نے اسے کس قدر عظیم بتایا ہے، اور کس قدر خالق کائنات نے اس کے اندر برکتیں رکھی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اجمالی تعارف کروانے کے بعد، آگے اس مہینے کا جو بڑا کام ہے، جس غرض سے اس میں برکتیں رکھی ہیں، اس کا ذکر فرمایا:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّ قِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا

خالق کائنات نے اس مہینے کو عظمت والا بنایا ہے، برکتوں والا بنایا ہے، مطلب کیا ہے؟ اس مہینے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو خصوصی قرب عطا فرماتا ہے۔

خالق کائنات کے بندوں پر جو احسان ہیں انہی کی وجہ سے اس مہینے کو برکت ملی ہے، انہیں کی وجہ سے مہینہ مبارک بن گیا ہے۔

﴿نوازشات الٰہی﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ اس مہینے میں اپنے بندوں کو خصوصی قرب عطا فرماتا ہے، جب اللہ اپنے بندوں کو قرب دینا چاہتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ پھر یہ میری مرضی کے مطابق رہیں، شیطان کی کوئی بات بھی تسلیم نہ کریں اور عملاً شیطان کو مسترد کر دیں۔

عقیدے کے لحاظ سے تو مسلمان ویسے ہی شیطان سے نفرت کرتا ہے۔

ایک لمحہ کیلئے بھی اگر وہ کہے کہ میں شیطان پر خوش ہوں یا شیطان مجھ پر خوش ہے یا میں شیطان کی بات ماننے

والا ہوں تو اس سے وہ اسلام سے باہر نکل جائے گا۔

عقیدے کے لحاظ سے تو وہ ہمیشہ دن رات یہی کہتا ہے کہ میرا معبود صرف اللہ ﷻ ہے، اور میں اس کی بات ماننے والوں میں ہوں، لیکن عملاً ہم سے کچھ باتیں

ایسی ہو جاتی ہیں جو عقیدے کے مطابق نہیں ہوتیں، یعنی جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ ہی معبود ہے، ہم اس کے حکم کے بندے ہیں، جیسے وہ فرمائے گا ویسے ہی ہم کریں گے۔

ہماری رات بھی اسی کیلئے، ہمارا دن بھی اسی کے لئے، لیکن اس کے باوجود جو گناہ ہو جاتے ہیں، وہ ہمارے اس دعوے کے مخالف ہیں اور اس کی تردید کر رہے ہیں، یہ جو عملاً انسان سے سرکشی ہو جاتی ہے، خالق کائنات یہ چاہتا ہے کہ جیسے زبان سے میری عظمتوں کا اظہار کرتے ہیں، اور میرے حکم کے پابند ہونے کے دعویدار بنتے ہیں، ایسے ہی اپنے عمل سے بھی ثابت کریں کہ ہم تو ہر سانس اللہ کے حکم کے مطابق گزار رہے ہیں۔

اسی لئے تو روزہ دار کے بارے میں کہا گیا کہ جس وقت وہ سو جاتا ہے، اس کی ہڈیاں بھی اللہ ﷻ کی تسبیح کرتی ہیں۔

سارے کا سارا وقت چونکہ اللہ کے اذن پر، اللہ کے حکم پر وہ گزار رہا ہے، اگر چہ وہ سو گیا، اس کو کوئی پتہ نہیں کہ میری اس وقت کی حالت کیا ہے؟ لیکن خالق کائنات ﷻ نے اس کی ہڈیوں کو یہ توفیق بخشی کہ یہ آرام کر رہا ہے اور اس کی ہڈیاں اللہ ﷻ کی تسبیح کر رہی ہیں۔

خالق کائنات نے جب اس کو اتنا عظمت والا بنایا تو چاہا کہ پھر بندے اس کے اندر خصوصیت کے ساتھ میرا ہی حکم مانیں، میری ہی رضا کے مطابق کام کریں اور شیطان کے وساوس اور پھندوں سے آزاد رہیں،

لہٰذا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے صحابہ! یہ جو مبارک مہینہ آیا ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ صِیَامَهُ فَرِیْضَةً

اللہ ﷻ نے اس مہینے کے روزوں کو تم پر فرض قرار دے دیا

وَقِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعاً

اور خالق کائنات ﷻ نے اس کی رات کا قیام جو ہے، جس کو ہم نماز تراویح کہتے ہیں، خالق کائنات نے وہ تمہارے لئے مسنون بنا دیا ہے۔

رات کے قیام کو تَطَوُّعَ، نفلی عبادت بنا دیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دن کا نصاب بھی تمہیں دے دیا ہے اور اس کی راتوں کا نصاب بھی تمہیں عطا فرما دیا ہے۔

﴿روزہ دار کے لئے انعامات﴾

حدیث شریف میں جو دن اور رات کا کام ہے، اس میں اصطلاح کے لحاظ سے فرق تو بیان کیا گیا، کہ دن کا روزہ فرض قرار دیا گیا، رات کا قیام فرض نہیں، نفل قرار دیا گیا، لیکن جب دوسرے مقام پر اجر کا، ثواب کا بیان کیا گیا، تو دونوں کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ سے زیادہ اجر وثواب بیان فرما دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جس نے رمضان کے مہینے کے روزے ایمان کی حالت میں اور ثواب کے حصول کی نیت سے رکھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے پہلے سارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

یہ دن کے روزے کا اجر بیان کیا، ساتھ ہی رات کے قیام کا اجر بھی انہیں الفاظ

کے ساتھ بیان کر دیا۔

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جس نے رمضان المبارک کی راتوں کو حالت ایمان میں اور طلب ثواب کیلئے قیام کیا، نماز تراویح پڑھی، اللہ ﷻ اس کے بھی پہلے سارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

فرض کی فرضیت کی نوعیت اگرچہ اور ہے اور اس کا مقام و مرتبہ اپنی فنی حیثیت سے بہت بڑا ہے، اور اس کے ترک پر جو وعید ہے، وہ بہت بڑی وعید ہے، لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ دن کا اجر زیادہ دیا اور رات کا اجر تھوڑا دیا، دن کا جو نصاب ہے اس سے بھی مغفرت ملتی ہے اور رات کا جو نصاب ہے اس سے بھی بخشش ملتی ہے۔

جو دن کا روزہ حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے رکھے گا، خالق کائنات ﷻ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور جو رات کا قیام طلب ثواب اور حالت ایمان میں کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی معاف فرمادیگا۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مہینے کا نصاب بیان کرنے کے ساتھ اس کے اندر جو سنہری مواقع ہیں، ان کا تذکرہ بھی اس خطاب میں رمضان المبارک کے آنے سے پہلے کیا۔

﴿بے شمار نیکیاں﴾

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَقَرَّبَ فِیْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْهِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کے اندر نیکی کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے، خالق کائنات کی رحمتیں زیادہ ہوتی ہیں، بندہ تھوڑا سا بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے تو خالق کائنات کی رحمتیں بہت بڑھ کر اس کا استقبال کرتی ہیں۔

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ

جو شخص اس مہینے کے اندر کوئی کارِ خیر کرتا ہے، جو بندے پر فرض تو نہیں تھا، نفلی کام تھا، لیکن اللہ جَلَّ جَلَالُهٗ کی رضا کے حصول کے لئے جو شخص یہ نفلی کام کرتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو فرض جتنا ثواب عطا فرما دیتا ہے۔

یعنی اس وقت کے اندر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ وسعتیں رکھی ہیں، خالق کائنات جل جلالہٗ نے اتنا انعام رکھا ہے، ویسے تو فرض کا یہ منصب ہے، کہ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ دوسرے اوقات کے اندر اجر و ثواب بہت زیادہ عطا فرماتا ہے۔

لیکن جو دوسرے دنوں کے اندر فرض کا اجر و ثواب ہوتا ہے، خالق کائنات جَلَّ جَلَالُهٗ اس مہینے کے اندر نفلی عبادت کرنے والے کو اتنا اجر و ثواب عطا فرما دیتا ہے۔ اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، یہ نہیں کہ نفلی کا معیار تو فرض تک پہنچ گیا اور فرض کا معیار وہیں رکا رہے،

وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فرض ادا کیا، اس نے گویا کہ ایسے ستر فرائض ادا کیے، جو کہ رمضان شریف کے علاوہ دنوں میں اس نے کیے ہوں، رمضان شریف کے دنوں کے علاوہ جو شخص ستر فرائض ادا کرتا ہے، اور رمضان المبارک میں ایک فرض ادا کرتا ہے، خالق کائنات جَلَّ جَلَالُهٗ اس بندے کو اس ستر فرائض جتنا ثواب عطا فرما دے گا۔

خصائص امت محمدیہ

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے خصائص میں سے ہے کہ اس کیلئے ایسے سنہری مواقع ہیں، اور یہ سرکار ﷺ کا فیض عام ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا فیض عام ہے کہ کچھ ایسی چیزیں تھیں کہ جنہیں ہم حاصل نہ کر سکیں لیکن سرکار ﷺ نے ان چیزوں کا عوض ایک طرح کا پوری امت کو عطا فرما دیا، اس وقت کے لوگوں کو بھی، بعد والے لوگوں کو بھی۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو حالت ایمان میں دیکھنا، یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ کروڑ سال کی بندگی بھی ہمیں اس مقام تک نہیں پہنچا سکتی، یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کا ایک خاصا تھا جن کی وجہ سے ان کو خاص کر دیا گیا مگر بعد والوں کے لئے نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مواقع ضرور ان کو بھی عطا فرمائے۔ اگرچہ رخ زیبا ﷺ کو دیکھنے کا انہیں شرف حاصل نہیں ہوسکا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں بھی ایسا وقت دیا گیا کہ جس کے اندر نیکی پروان چڑھتی ہے، نفل فرض تک پہنچتا ہے، فرض ستر فرائض تک پہنچتا ہے۔

ایک قدر کی رات جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، یہ سارے کے سارے فوائد اور سنہری مواقع دیئے گئے تاکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی رہے۔

وہ پہلے تو پہلے ہیں، وہ تو سبقت لے گئے، وہ سابقون ہیں، ان کی گرد راہ تک بھی ہم نہیں پہنچ سکتے، مگر یہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض عام ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ کیلئے اپنی امت کو ایسے زمان عطا فرما دیئے، ایسے ظروف اور ایسے اوقات عطا فرما دیئے کہ جن کی بدولت ان کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ یہ کام تھوڑا کرتے ہیں اور اجر وثواب بہت زیادہ مل جاتا ہے۔

﴿صبر والا مہینہ﴾

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو تعارف کروا رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ

یہ صبر کا مہینہ ہے۔

یعنی رمضان المبارک صبر کا مہینہ ہے۔

وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ

اور صبر کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

رمضان اگر صبر کا مہینہ ہے تو صبر کیا چیز ہے۔؟

فرمایا کہ صبر کا ثواب جنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور اس سے بڑھ کے اور اجر کیا ہو سکتا ہے؟ کہ خالق کائنات ﷻ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

رمضان صبر کا مہینہ ہے اور اللہ ﷻ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے،

خالق کائنات ﷻ ان کو اپنی معیت عطا فرماتا ہے، وہ تو ایسے ہی ہر چیز کے قریب ہیں، کسی سے بعید نہیں ہے، لیکن بندہ غفلت کی وجہ سے جب اپنے آپ کو دور سمجھ رہا تھا، اس نے صبر کیا تو صبر کی وجہ سے اس کے اندر یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے خالق کائنات ﷻ کا قرب حاصل ہو چکا ہے۔

یہ صبر کا مہینہ ہے، صبر کی جزا جنت ہے۔

﴿ہمدردی کا مہینہ﴾

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا کہ

وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ

یہ ہمدردی کا مہینہ ہے۔

اور ہمدردی کسی کے ساتھ، ہو سکے یا نہ ہو سکے، یہ ہمدردی مسلم امہ اجتماعی طور پر فقراء کے ساتھ کرتی ہے۔

اگر کسی معاشرے میں بہت سے چولہے سرد رہتے ہیں، کہیں بہت سے پیٹ کھانے سے خالی رہتے ہیں، بچے بھوکے سوتے ہیں اور بھوکے دن بسر کرتے ہیں، تو بڑے سے بڑا امیر بھی، جب کلمہ گو ہے تو وہ اپنی طرف سے ان بچوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کر رہا ہے۔

اگر تمہیں کھانے کو نہیں مل سکا، اگرچہ کھانا ہمارے پاس موجود ہے، مگر تمہارے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے خالق کائنات کے حکم پر ہم بھی طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک بھوکے رہیں گے، تاکہ اللہ ﷻ کا کنبہ جو ہے، مخلوق کے وہ افراد جن کو اس وقت کھانے کو نہیں مل رہا، ان کے ساتھ ہمدردی ہو جائے، ان کے ساتھ مجانست ہو جائے، ان کے ساتھ معیت ہو جائے۔ ان کی جو دعائیں اللہ ﷻ کی بارگاہ میں قبول ہو رہی ہیں، جب انہیں کی صف میں مالدار بھی شامل ہو جائے گا، ان کی دعا کی برکت سے ان کی دعا بھی قبول ہو جائے گی۔

﴿عظمت امت سید المرسلین ﷺ﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مہینے کے اندر بڑی جامعیت رکھی ہے۔ یہاں تک کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس مہینے کی عظمتیں بیان کرتے ہوئے خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا تھا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں جو رمضان اپنے حبیب ﷺ کی امت کو عطا کروں گا، اس رمضان کی عظمتیں کیا ہیں؟ اس کے اندر کیا کچھ موجود ہے؟ اور اس کے اندر جو میری عبادت کرتے ہیں، انہیں کتنا اجر و ثواب ملتا ہے؟

خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو میں زمین کے مختلف طبقات پر جو فصلیں ہیں، باغات ہیں، اشجار ہیں، جنگلوں کے پتے ہیں، زمین کے ریت کے جو ذرات ہیں اور مختلف مخلوقات ہیں، میں ان کو اپنی بندگی سے روک دیتا ہوں، اور ان کے ذمے ایک ہی کام لگا دیتا ہوں، کون سا؟

جس وقت روزے دار دعا مانگے، ان کی دعا پر تم آمین کہتے رہو، ساری مخلوق کی بندگی یہ قرار پائے گی کہ جس وقت یہ امت حالت روزہ میں ہے، یہ ناداروں کے ساتھ ہمدردی کر رہی ہے، اس کے ساتھ پورا جہان ہمدردی کر رہا ہے، پورا جہان اس کے ساتھ شریک ہے، پورا جہان اس کیلئے دعائیں مانگ رہا ہے، وہ ساری کی ساری نباتات اور مخلوقات کی مختلف چیزیں اس کی دعا پر آمین کہتی ہیں۔

اے ساری مخلوق، اے درختوں کے پتو، اے زمین کے ذرات، اے سمندر کی مچھلیو، اے پانی کی لہرو، تمہارا یہ فرض ہے کہ تم اس کی دعا پر آمین کہو۔

تم آمین کہو گے، میں اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرما لوں گا۔

یہ ادھر ہمدردی کرتا ہے اور پوری مخلوق کائنات اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کو تیار ہو جاتی ہے۔

آمد رمضان پر امت پہ خصوصی نوازشات

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب چاند طلوع ہو جاتا ہے، پہلی رات آتی ہے، تو کیا ہوتا ہے؟

فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا

پہلی رات آتے ہی جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور پھر کسی کو بند نہیں کیا جاتا

وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا

جہنم کے سارے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور پھر ان میں کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا

وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم الفصل الثانی ص ۱۷۳ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو یہ باتیں اس لئے بتا رہے تھے کہ انہیں پتہ چلے کہ کتنا اہم وقت آیا ہے۔

لوگ اپنے دشمن کو تھانے میں بند کروانے کیلئے بڑی کوشش کرتے ہیں لوگ بڑی جدوجہد کے بعد اپنے دشمنوں کو جیل میں ڈلواتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں سکون کا سانس آجائے گا،

اس واسطے کہ اب ہمارا دشمن جیل میں بند ہے۔ وہ جو ہم پر ہر وقت حملہ کیلئے انتظار میں رہتا تھا، اب وہ جیل اور تھانے میں بند ہے، اب ہم سکون کی سانس لیں گے، اور امن سے چل سکیں گے۔ یہ دشمن تو اتنے چالاک اور ہوشیار نہیں ہیں، ان کے حملے اتنے زبردست نہیں ہیں جتنے اس دشمن کے حملے ہیں جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عدو مبین قرار دیا ہے، وہ عدو مبین شیطان جو ہے، وہ ہر وقت حملے کو تیار رہتا ہے، صبح بھی کرتا

ہے، شام بھی کرتا ہے، دن بھی کرتا ہے، رات بھی کرتا ہے،

اور ایسا مبین دشمن ہے، اتنا بڑا سرکش ہے کہ اللہ ﷻ کے سامنے یہ کہہ آیا ہے کہ میں تیرے بندوں کو اغوا کروں گا، میں ان کو اٹھا کے لے جاؤں گا، تیری راہ سے بھٹکا کے لے جاؤں گا۔ اس کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے جب اللہ ﷻ کے سامنے اتنے واضح طور پر وہ کہہ آیا ہے، اتنا بدبخت، ظاہر اور سرکش دشمن، وہ جب بند کیا جاتا ہے تو انسان کو کتنی خوشی ہونی چاہئے کہ اللہ ﷻ نے میرے دشمن کو قید میں ڈال دیا ہے اور میرے لئے نیکی کی راہوں کو بالکل کھلا کر دیا ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمار ہے تھے۔ میرے صحابہ! خوش ہو جاؤ، شیطانوں کو بند کر دیا جائے گا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس دشمن کو جو نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے، مختلف کاموں میں وسوسے ڈالتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں ریلیف دینے کیلئے اور تمہیں تقوے کے اندر مزید مضبوط کرنے کیلئے، تمہارے اس دشمن کو باندھ دیا ہے تاکہ تمہارے تقوے کی قوت مزید آگے بڑھتی جائے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر مختلف اذہان میں سوال پیدا ہوتا ہے، اور آج کا موضوع اس کے تفصیلاً جواب کیلئے نہیں ہے کہ جب شیطان باندھا گیا تو پھر بھی کچھ لوگ روزے نہیں رکھتے، نمازیں نہیں پڑھتے، اور شیطانی خیال بھی آتے ہیں تو یہ کیسے آتے ہیں؟

بہرحال وہ خیال جو ہیں، ان کا اصل مقصد اور وجہ یہ ہے کہ جس وقت کوئی شخص شیطان کے ساتھ بہت زیادہ دوستی میں گیارہ مہینے گزارتا ہے تو وہ اس کے زیر اثر آجاتا ہے۔ کتنا زیر اثر آجاتا ہے کہ شیطان اگرچہ بند ہو جاتا ہے لیکن یہ گھر بیٹھا اس کے

گھورنے سے ڈرتا ہے، اس کے اثرات سے ڈرتا ہے، اس کا ہم نوالہ، ہم پیالہ بن جانے کی وجہ سے، اس کی صحبت کی وجہ سے، اگر چہ اس کو باندھ دیا گیا ہے مگر پھر بھی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے اس سے ڈرتا رہتا ہے اور اس کے اشاروں پر چلتا ہے۔

وہ باندھا ہوا ہے اور یہ اس کے اشاروں پر ناچتا رہتا ہے۔

اگر چہ وہ باہر نہیں آ سکتا، اس کو آ کے ہاتھ سے پکڑ کے غلط راستے پر نہیں ڈال سکتا، لیکن یہ اس حد تک اس کا زرخرید غلام بنا ہوا ہے کہ وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے اور یہ اپنے تئیں، چونکہ اس کے نفس میں شیطانی مادہ بھر چکا ہے، اس وجہ سے یہ اس شیطان کے باندھے جانے کے باوجود، خود جن وانس کے شیطان ہوتے ہیں، اس طرح کا شیطان بن چکا ہے، جس کی وجہ سے اس کے باندھے جانے کے باوجود اس کی حرکتیں، معاذ اللہ شیطانوں والی ہوتی ہیں۔

ایسے شخص کو مزید اپنے بارے میں یہ سوچنا چاہئے کہ میں نے اللہ جل جلالہ کا کلمہ پڑھا ہے، اس نے مجھے پیدا کیا ہے، اس نے مجھے پروان چڑھایا ہے، میں اس کا بندہ ہوں، اس کا کھاتا ہوں، اس کا پیتا ہوں، اس نے کتنی شفقت کی ہے کہ دشمن کو باندھ دیا ہے اور پھر بھی میں دشمن کے نرغے سے باہر نہیں آ رہا۔ اس کو صدق دل سے توبہ کر کے، بڑی جرأت کے ساتھ شیطان کے پھندے کو توڑ دینا چاہئے اور رحمٰن کی جلوؤں کی وادی میں آ جانا چاہئے۔ اس کو گمراہ وہ باندھا ہوا شیطان کر رہا ہے اور اس باندھے ہوئے شیطان کا اس پر اثر اس لئے پڑا ہے کہ اس کی دوستی چھوڑنے کیلئے اس نے سال بھر کوشش نہیں کی، اس کے ساتھ مل کے نمازیں قضا کرتا رہا ہے۔

بہر حال خالق کائنات جل جلالہ نے اس امت کیلئے خصوصی طور پر ایک ریلیف دیا ہے، ضرور شیطان کا اثر کم ہو گیا ہے، جونہی چاند طلوع ہو گا، شیطان کے اثر کے کم ہو جانے کا ادراک ہر خیال کو ہو جائے گا، ہر ذہن کو پتہ چل جائے گا کہ یقیناً شیطان کا

اثر کم ہو چکا ہے۔ اس کو باندھنے کا خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کا مقصد یہ ہے کہ شیطانی وسوسوں سے تم آزاد ہو جاؤ تا کہ تمہارا تقویٰ اتنا مضبوط ہو جائے کہ جب شیطان دوبارہ کھلے تو تمہارے پاس اتنی پاور موجود ہو کہ وہ پھر تمہارے پاس آنے کی کوشش ہی نہ کر سکے۔ لیکن اگر یہ رمضان شریف کے دن بھی ہم سے صحیح طور پر خرچ نہ ہو سکے تو ان کا جو حقیقی مقصد ہے وہ فوت ہو جائے گا۔

موسم بھی پایا، بیج بھی دامن میں تھا مگر
بونے کا وقت خواب تغافل میں کھو دیا

اب وہ کسان جس کے پاس یہ ساری چیزیں ہوں، اور پھر کہے کہ میری کوئی فصل نہیں ہے، اناج نہیں ہے، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، تو خود اس نے کچھ نہیں کیا۔ اس کے پاس بیج بھی تھا، زمین بھی تھی، بونے کا وقت بھی تھا، لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود وہ سویا رہا تو اب قصور اس کا اپنا ہے۔ وقت بڑا قیمتی آیا ہے، زمین بڑی زرخیز ہے، جہاں ایک نفل فرض میں تبدیل ہو جائے گا، اتنی زرخیز زمین ہے، تقویٰ کا موسم بہار ہے، جہاں ایک فرض جو ہے وہ ستر فرائض میں تبدیل ہو جائے گا، ایسا مقدس موسم آیا ہے کہ جس کے اندر تم اشک بہا کے اس زمین کو سیراب کرو گے، انشاء اللہ، تقویٰ کا گلستان آباد ہو جائے گا۔ جب یہ سارے کا سارا مرحلہ بیداری میں اور اپنے آپ کو پابند کرتے ہوئے گزارے گا، عید الفطر کے دن وہ محسوس کرے گا کہ خالق کائنات نے واقعی مجھے ریلیف عطا فرمایا ہے۔ وہ ذہنی امراض سے، روحانی امراض سے، تندرست ہو کے نکلے گا اور اس انداز میں نکلے گا کہ اس پر سے شیطان کا اثر ختم ہو چکا ہوگا، یا بالکل کم ہو چکا ہوگا، اور اس کے تقوے کا جو شیشہ ہے، وہ بالکل صاف ہو چکا ہوگا۔

رمضان المبارک کا چاند

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی حدیث کے اندر مزید ارشاد فرمایا کہ جونہی آسمان پر رمضان شریف کا چاند طلوع ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: ایک منادی آواز دیتا ہے:

يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم الفصل الثانی ص ۱۷۳ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اے خیر چاہنے والے! خیر کا ارادہ کرنے والے!

اَقْبِلْ

تو متوجہ ہو، زیادہ سے زیادہ متوجہ ہو، وہ رات کو بھی اعلان کرتا ہے، دن کو بھی اعلان کرتا ہے، اور دوسرا اعلان یہ ہوتا ہے:

وَ يَابَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ

اے شر والے! شر کرنے والے! گناہ کرنے والے، اب تو رک جا، اب تو باز آجا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ کی طرف سے وہ منادی اعلان کرتا ہے۔ اچھا وقت دے کر، اچھا مہینہ دے کر، پھر ایک اللہ ﷻ کی طرف سے منادی بھی لوگوں کو متوجہ کر رہا ہے، ہمارے کان اگرچہ نہیں سنتے لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب سن کے ہمیں بتا دیا تو ہمیں اپنے سننے پر اتنا یقین نہیں ہونا تھا، جتنا سرکار ﷺ کے بتانے پر ہے، اللہ کی طرف سے یقیناً وہ آواز آرہی ہے، تو کتنی ناشکری ہوگی۔ خیر چاہنے والو! تم مزید ہوشیار ہو جاؤ، مزید کمر بستہ ہو جاؤ اور شر کے درپے ہو جانے والو! اب تو باز آجاؤ۔

اور پھر اس کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ ایسے مواقع بھی رکھے ہیں، جن سے مزید نیکیاں اکٹھی کی جا سکتی ہیں۔

روزہ افطار کروانے کا اجر

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَآئِماً كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس مہینے میں کسی روزہ دار کا روزہ صحیح وقت پر افطار کرواتا ہے، کھلواتا ہے، تو کیا ہوتا ہے؟

كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم الفصل الثانی ص ۱۷۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

یہ افطار کروانے کا عمل، افطار کروانے والے کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی گردن آگ سے آزاد ہو جاتی ہے

اب ذہنوں میں سوال پیدا ہوا کہ اس کو جو اللہ نے نیکیاں دے دی ہیں، تو جنہوں نے افطار کیا ہے، شاید ان کا اجر کم ہو جائے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ اس روزے دار کا اجر کم ہو جائے گا، اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، وہ اپنی طرف سے دے رہا ہے۔

وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم الفصل الثانی ص ۱۷۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

روزے دار کے اجر میں سے کسی شئی کی کمی کے بغیر اس کے اجر کے برابر روزہ افطار کرانے والے کو ثواب ملتا ہے

یعنی روزے دار کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی، خالق کائنات جل جلالہ اپنی

طرف سے اس کو اجر کے خزانے عطا فرمادے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب صحابہ کے سامنے یہ بیان کیا تو بعض صحابہ نے کہا:

لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم الفصل الثانی ص ۱۷۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ہم میں سے تو ہر کوئی مالدار نہیں ہے کہ وہ اپنے مال سے روزے دار کا روزہ افطار کروائے اور یہ نیکیاں بھی حاصل کر سکے

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَآئِماً عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَّآءٍ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم الفصل الثانی ص ۱۷۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ خالق کائنات جل جلالہ یہ ثواب جو عطا فرماتا ہے، جس کا میں نے ذکر کیا کہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا، سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، اس کے لئے کسی زیادہ خرچ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ یہ ثواب تو پانی کے ایک گھونٹ پر، دودھ کی ایک بوند پر، اور ایک کھجور کے ساتھ روزہ افطار کروانے پر بھی عطا فرمادیتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ اَشْبَعَ صَآئِماً

جس نے روزے دار کو سیر کر کے کھانا کھلایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَةً

اللہ ﷻ اس کو میرے حوض سے شربت پلائے گا۔

جب میرے حوض سے وہ شربت پی لے گا،

لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّةَ

حشر کی گرمیوں میں بھی اس کو پیاس نہیں لگے گی، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

میرے حوض کا شربت ایسا لذیذ ہوگا، اللہ ﷻ اس کو پلائے گا، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، مگر اس کو کسی قسم کی پیاس محسوس نہیں ہوگی۔

پھر ارشاد فرمایا کہ

مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْکِهٖ فِیْهِ

جو شخص اس مہینے میں اپنے نوکروں پر بوجھ ہلکا کرتا ہے۔

اپنے ملازموں کو کچھ وقت آرام کیلئے دیتا ہے، ان کا خیال رکھتا ہے۔

غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم الفصل الثانی ص ۱۷۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اللہ ﷻ اس کو بخش دیتا ہے اور اس کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔

اس کا یہ عمل بھی ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے اس مالک کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے کہ اس نے اللہ ﷻ کے اس مقدس مہینے کی خاطر ملازموں پر، مزدوروں پر، کاریگروں پر، کچھ وقت ان کو تخفیف کی ہے، کام کا تھوڑا وقت لیا ہے، خالق کائنات ﷻ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

یہ سارے کا سارا مفہوم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے جو میں آپ

کے سامنے عرض کر رہا ہوں، اس کا مطلب اور مقصد یہی ہے کہ رمضان شریف کے آنے سے پہلے ہم اپنے آپ کو رمضان شریف کا اتنا مشتاق بنالیں، اس قدر ہم تیار ہو جائیں، کمربستہ ہو جائیں، جیسے ہی رمضان شریف آئے تو راتوں کو قیام، نماز تراویح، نوافل، درود و سلام اور خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی بندگی کے مختلف انداز، دن کو روزہ، تعلیم و تدریس، اور تلاوت قرآن مجید کے علاوہ جو دوسرے ذکر و اذکار معلوم ہیں، ان کے ساتھ جس وقت ہم یہ مہینہ گزاریں گے، انشاء اللہ برکتیں ہی برکتیں ہوں گی۔

سحری و افطاری میں احتیاط

اور رمضان شریف کے اندر خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے وقت کا جو اہتمام ہے یہ ضرور کرنا چاہئے۔

صحیح ٹائم کے مطابق یعنی جب سورج غروب ہو جاتا ہے، اس کے بعد احتیاط کے ساتھ روزہ افطار کیا جائے اور ایسے ہی طلوع فجر صادق کے پہلے ہی کچھ منٹ کھانے پینے سے اجتناب کیا جائے۔ اذان صبح صادق کے بعد پڑھی جائے کیونکہ اذان کا وقت صبح صادق کے بعد ہے اور روزہ بند کرنے کا وقت اس سے پہلے ہے، تو اس میں اگر تھوڑی سی بھی گڑبڑ ہو جائے گی تو سارے کا سارا ثواب ختم ہو جائے گا۔

بعض حضرات روزہ افطار کرنے میں بہت جلدی کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلدی روزہ افطار کرنے کو فرمایا ہے۔

جلدی افطار کرنے کا حکم اس وقت ہے کہ جب ٹائم ہو جائے تو پھر جلدی کی جائے، یہ نہیں ہے کہ ٹائم ابھی ہوا ہی نہیں ہے، ابھی تو لاہور میں روزہ افطار ہو رہا ہے، اور آپ گوجرانوالہ میں اپنا روزہ افطار کرلیں، یہ تو اس طرح ہے کہ پورا دن آپ نے

ایک اتنا نیک کام کیا ہے اور تھوڑے سے وقت کیلئے (معاذ اللہ) اس کو ضائع کر دیا ہے۔ پورے وقت پر جب سورج غروب ہو جائے اس کے بعد آپ احتیاط کر کے روزہ افطار کریں اور جس تاخیر سے منع دیا گیا ہے، وہ تاخیر ہے کہ اتنی کی جائے کہ آسمان پر ستاروں کا جال نظر آنا شروع ہو جائے، واضح طور پر آسمان پر ستارے نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔ اس تاخیر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا ہے اور جو صحیح وقت اور احتیاط کی وجہ سے تاخیر ہو، وہ ایسی تاخیر نہیں جو کراہت کے ضمن میں آ رہی ہے، ہم اس سلسلے میں بہت احتیاط کرتے ہیں۔

لہٰذا جس وقت لاہور کا ٹائم ہوتا ہے، TV پر اعلان ہو جاتا ہے تو اس سے کم از کم تین منٹ بعد آپ روزہ افطار کریں، تاکہ صحیح وقت پر احتیاط کے ساتھ روزہ افطار ہو، اس میں کسی بھی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

باب نمبر

6

گیارہویں شریف اور
ایصال ثواب کی شرعی حیثیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ط

اَمَّا بَعْد:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ۔
(پارہ ۲۸، سورۃ الحشر آیت نمبر ۱۰)

صَدَقَ اللّٰه الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْعَظِيْمُ۔
إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْماًO
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَ عَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِىْ مَحَاسِنِه
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِم
تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

(حدائق بخشش)

اَللّٰهُ تبَارَكَ وَ تَعَالیٰ جَلَّ جَلَالُهٗ وَ عَمَّ نَوَالُهٗ وَ اَتَمَّ بُرْهَانُهٗ وَاَعْظَمَ شَانُهٗ

کی حمد وثناء اور حضور سرور کونین، فخر موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، ہادی سُبُل، ختم الرسل، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد نہایت ہی قابل قدر سامعین حضرات

آج کی یہ تقریب چراغ بزم ولایت، آفتاب آسمان ہدایت، قندیل نورانی، شہباز لامکانی، غوث صمدانی، حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی یاد میں انعقاد پذیر ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوبوں کے ذکر کا صدقہ ہمیں حق بات پہنچانے اور حق بات قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

گیارھویں شریف کی تقریبات کے سلسلہ میں متعدد مقامات پر مختلف موضوعات پر گفتگو ہو چکی ہے آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

"گیارہویں شریف اور ایصال ثواب کی شرعی حیثیت"

اہل سنت و جماعت جو اس کائنات پر مسلمانوں میں غالب اکثریت کے حامل ہیں، جمہور مسلمانان عالم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی اہل سنت آباد ہیں ان کے معمولات میں سے ایصال ثواب کی تقاریب ان کا شعار شمار ہوتی ہیں، ان تقاریب کے مختلف علاقوں میں مختلف نام ہیں لیکن حیثیت اور حقیقت کے لحاظ سے ساری تقریبات، تمام محافل ایک ہی حقیقت پر مبنی ہیں۔

اسے حلقۂ ذکر کہا جائے، محفل ذکر کہا جائے، ختم گیارہویں شریف کہا جائے، ختم قل شریف کہا جائے، یا اسے ختم چہلم شریف کہا جائے،

یہ مختلف نام اور عنوان اس ایک ہی بات کے ہیں ہمارے نزدیک وہ ارواح جو ہم سے جدا ہو چکی ہیں اور حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں، ہمارے نیک کاموں کا ثواب، قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب، صدقہ و خیرات کا ثواب، پھلوں کے صدقہ نافلہ کا ثواب، نفلی عبادات کا ثواب، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم، سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ان نیک ارواح کو بطور تحفہ پہنچاتے ہیں اور وہ ثواب ان ارواح کو پہنچ جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے نیک کام کا ہماری نیت اور خلوص کے مطابق کم یا زیادہ ثواب فوراً عطا فرما دیتا ہے اور جب ہم اس ثواب کو بطور تحفہ اپنے عزیز و اقارب کو پہنچاتے ہے تو وہ ثواب ان کو پہنچتا ہے۔

گیارہویں شریف اور ایصال ثواب کی دوسری تقاریب میں چند باتیں نہایت ضروری ہیں، ان کے جواز کے دلائل کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان کے عمل سے دوسرے مسلمان کو فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ جس کے فائدے کیلئے کوئی مسلمان کوئی عمل کر رہا ہے، وہ اس دنیا سے جا چکا ہے، وفات پا چکا ہے، عالم برزخ میں تشریف لے جا چکا ہے۔ اس دوسرے مسلمان کے عمل سے اس کی تلاوت قرآن مجید سے، اس کی نفلی عبادت سے، اس کے صدقہ و خیرات سے، اس کا فائدہ، اس کا ثواب، جس کو یہ پہنچانا چاہتا ہے، کیا پہنچایا جا سکتا ہے؟ کیا کسی زندہ مسلمان کا فوت شدہ مسلمان کو فائدہ پہنچانا قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت ہے؟ کیونکہ ایصال ثواب، گیارہویں شریف اور جتنی بھی ایصال ثواب کی دیگر تقاریب ہیں ان سب کا مدار اس بات پر ہے کہ ایک مسلمان کا عمل دوسرے مسلمان کو فائدہ دے سکتا ہے۔ ایسی محافل میں اکثر و بیشتر قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، ذکر واذکار کیا جاتا ہے، کلمہ شریف پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، طعام پر (کھانے پر) ختم شریف پڑھا جاتا ہے یعنی قرآن مجید کی زیادہ فضائل و ثواب والی سورتیں اور آیات تلاوت کی جاتی ہیں، بزرگوں کے نام پر نیاز پکائی جاتی ہیں،

پھر دوسرا یہ مسئلہ بھی زیر بحث آئے گا کہ یہ جو بزرگوں کے نام پر مختلف جانور منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً یہ بکرا غوث پاک کی گیارہویں کا بکرا ہے، یہ بکرا حضرت داتا گنج بخش کے عرس کا ہے، یہ جو اللہ کے ولیوں کے نام سے جانور منسوب کئے جاتے ہیں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

اس کے بعد تیسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ کوئی دن مقرر کر کے، جگہ، وقت معین کر کے ایصال ثواب کی محفل منعقد کرنا جیسے گیارہویں شریف کی محفل فلاں دن، فلاں جگہ ہو گی، یہ دن کا تعین کر کے اس محفل کا انعقاد کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

یہ تین باتیں اس موضوع میں زیادہ اہم ہیں اور میں مختصر وقت میں ان تینوں کی

آپ کے سامنے وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن و سنت کے واضح دلائل آپ کے سامنے رکھوں گا۔

ایک مسلمان کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچنا

پہلی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کا عمل دوسرے مسلمان کو فائدہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر فائدہ دے سکتا ہے تو پھر ایصال ثواب کرنا صحیح ہے۔

قرآن مجید، برہان رشید کی متعدد آیات اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ ایک مسلمان کا عمل دوسرے مسلمان کو فائدہ دے سکتا ہے۔ وہ دوسرا مسلمان جو اس دنیا سے جا چکا ہے، اس کے وصال کے بعد، اس کی وفات پا جانے کے بعد بھی کسی دوسرے مسلمان کے عمل سے اس کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

سابقین کیلئے بخشش کی دعا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید برہان رشید میں بعد میں آنے والے مسلمانوں کا یہ عمل بیان کیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَآؤُوْا مِنۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ

(پارہ ۲۸، سورۃ الحشر آیت نمبر ۱۰)

اور ان (فوت شدہ مسلمانوں) کے بعد (میں آنے والے) وہ (مومن مسلمان) عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے (فوت شدہ مسلمان) بھائیوں کو بھی بخش دے۔

وَالَّذِیْنَ جَآؤُوْا مِنۢ بَعْدِهِمْ

ایک ہمارے اسلاف ہیں اور ایک اخلاف۔ یعنی کچھ کا زمانہ ہم سے پہلے کا ہے اور کچھ ہمارے بعد آئیں گے۔ بعد میں آنے والے مسلمانوں میں سے اچھے لوگ کون ہیں؟ ان بعد میں آنے والے اچھے مسلمانوں کے بارے میں ان کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان کا شعار یہ ہوگا۔

يَقُوْلُوْنَ......وہ یہ کہتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا......اے اللہ! ہمیں بخش دے۔

وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ .

(سورۃ حشر آیت نمبر ۱۰)

اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو حالت ایمان میں ہم سے پہلے اس دنیا سے جا چکے ہیں۔

مومنوں کا شعار

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اچھے مومنوں کا یہ شعار بتایا ہے، ان کی یہ علامت بتائی ہے کہ وہ بعد میں آئیں گے مگر پہلوں کو بھولیں گے نہیں، جتنے بھی مومنین جا چکے ہیں، اولیاء جا چکے ہیں، شہداء جا چکے ہیں، صدیقین جا چکے ہیں، مجتہدین جا چکے ہیں......وہ ان سب کو بھولنے والے نہیں۔ وہ نہ صرف اپنے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں گے بلکہ اپنے سابقین کیلئے بخشش و مغفرت کی دعائیں مانگیں گے۔

قرآن مجید برہان رشید کی اس آیت سے ایک قانون ثابت ہو رہا ہے دیکھیں یہاں دعا مانگنے کا وصف کن لوگوں کا بیان ہوا ہے ان کا جو بعد میں آ رہے ہیں۔ یہ فعل ان بعد میں آنے والوں کا ہے لیکن دیکھیں فائدہ کن کن کو ہو رہا ہے؟ فائدہ ان کو خود بھی ہے اور انہیں بھی ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں۔ اگر ان بعد میں آنے والے مسلمانوں

کے فعل کا فائدہ پہلے والے فوت شدہ مسلمانوں کو نہ ہوتا تو خالق کائنات ہرگز ان کی تعریف نہ فرماتا، اللہ تعالیٰ کسی لغو کام کی تعریف کیسے کرسکتا ہے۔ جس کام کا کوئی فائدہ نہ ہو، جس کام پر کوئی اثر مرتب نہ ہو، جس کام کا کوئی ثواب نہ ہو، خالق کائنات ان لوگوں کیلئے ایک مستقل آیت نازل فرمادے، یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو قرآن مجید برہان رشید میں اپنا موضوع بنایا ہے، ان کی تعریف کی ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یقیناً اس عمل سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اور پہلے والوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ دعا مانگنا ان کا کام ہے لیکن اس کا فائدہ وفات پا جانے والوں کو بھی پہنچ رہا ہے۔

بخشش ومغفرت کے مستحق صرف مومنین

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا...... یا اللہ! ہمیں بخش دے۔

وَلِاِخۡوَانِنَا ......ہمارے بھائیوں کو بھی بخش دے

کون سے بھائی

الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ -

جو حالت ایمان میں ہم سے سبقت کر چکے ہیں۔

زندہ لوگوں کی بات نہیں، ان لوگوں کی بات نہیں جو اب دنیا میں موجود ہیں بلکہ ان کی بات ہے جو فوت ہو چکے ہیں، دنیا سے جا چکے ہیں، یہ وصال پانے والے پہلی صدی، دوسری صدی، تیسری صدی، چوتھی صدی، یا بعد والی کسی بھی صدی میں وصال پا چکے ہوں، ان تمام صدیوں میں وصال پانے والے اہل ایمان، اولیاء اللہ اور صدیقین، سب کا ذکر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہر دور میں بعد میں آنے والوں میں اچھے مسلمان وہ ہوں گے جو پہلے فوت شدہ مسلمانوں کو بھولیں گے نہیں

بلکہ ان کا ذکر کرتے رہیں گے، ان کو ایصال ثواب کرتے رہیں گے، آج یہ جو محفل فوت شدہ مسلمانوں کی خاطر دعا کرنے کیلئے منعقد کی گئی ہے لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان کلمات کا مصداق ہم بن گئے ہیں۔

جب لوگوں کی ترجیحات بدل گئیں، جب لوگوں نے اپنی فکر کو اندھا کر لیا اور دعا سے منہ موڑ لیا، دعا پر شرک اور بدعت کا فتویٰ لگا دیا، اب وہ لوگ جو ان محافل کا انعقاد کرتے ہیں وہ لوگ کتنے عظیم لوگ ہیں کہ ایسی آندھیوں میں بھی حق کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق لوگ قیامت تک موجود رہیں گے جو اپنے لئے بھی دعا کریں گے اور پہلے مسلمانوں کیلئے بھی دعا کرتے رہیں گے کہ یا اللہ! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے، ہمارے ان اولیاء، صدیقین، شہدا، صالحین کو بھی بخش دے جو حالت ایمان میں اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں، ہم کسی بے ایمان کے لئے دعا کرنے کو تیار نہیں، دعا ایمان والوں کیلئے ہوتی ہے۔ اسی لئے ایمان والے ہی اپنے سابقین کے لئے دعا کرتے ہیں۔ یا اللہ ہمیں بھی بخش دے اور ہم سے پہلوں (ایمان والوں) کو بھی بخش دے۔ یہ قرآن مجید برہان رشید سے ایک دلیل ہوئی۔

والدین کیساتھ حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حقوق اللہ، حقوق العباد کا کئی مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ وہ ایک مقام دیکھیں جہاں ان حقوق کا ذکر ہے جو اولاد پر والدین کے ہیں۔ ان حقوق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۳)

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے بڑے حقوق کی دو قسمیں بیان کیں۔ ایک وہ حقوق جو والدین زندہ ہوں تو اولاد پر فرض ہیں اور دوسرے وہ حقوق جو والدین کے وفات پا جانے کے باوجود بھی اولاد پر برقرار رہتے ہیں۔

زندگی میں والدین کے حقوق

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًاo وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

(پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۳)

اگر تیرے سامنے ماں باپ میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''ہوں'' بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے ادب واحترام سے بولو اور ان کیلئے عاجزی واطاعت کا بازو محبت ونرم دلی سے بچھادو۔

کتنے اثر آفرین الفاظ میں، جامعیت کے ساتھ، زندہ والدین کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔ فرمایا ''وہ تیرے والدین، دونوں یا ان میں سے ایک، اگر بوڑھے ہو جائیں، بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور ادھر تو نوجوان ہو۔ اب تجھ پر فرض ہے کہ ان کی خدمت کر، اور پھر انکی خدمت کرتے کرتے اکتا کر اف تک نہ کہنا، ان سے گفتگو کرنا چاہو تو ان کو بلند آواز سے نہ بلانا، ان سے سخت لہجہ میں نہ بولنا، ان کو جھڑکی نہ دینا، ان سے اچھے طریقے سے، نرم اور محبت بھرے لہجہ میں گفتگو کرنا، ان کے قدم دباؤ، ان

کیلئے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچاؤ، اگر بیمار پڑیں تو علاج و معالجہ اور تیمارداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وہ فرائض ہیں جن کا تعلق والدین کی زندگی کے ساتھ ہے۔

بعد از وصال والدین کے حقوق

پھر دوسرے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں کہ وہ وقت آتا ہے کہ جب والد یا والدہ یا دونوں میں سے کسی کے بھی قدم دبا کر ثواب حاصل نہیں کر سکتا، ان کو اچھا کھانا کھلا کر ثواب حاصل نہیں کر سکتا، ان کو اچھے کپڑے پہنا کر ثواب نہیں لے سکتا، ان کی ضروریات کو پورا کر کے ثواب حاصل نہیں کر سکتا اس لئے کہ اب وہ اس دنیا سے جا چکے ہیں، وہ قبر میں جا چکے ہیں، اب تجھ پر کون سا حق باقی ہے؟ اسلام ایک ایسا کامل دین ہے کہ جس میں وفات پا جانے والے والدین کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنے کا ایک کامل طریقہ موجود ہے۔ کون سا؟ فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا

(پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۴)

اور عرض کرو، اے میرے پروردگار ان دونوں (میرے والدین) پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے (بچپن میں بڑے پیار اور محبت سے) پالا تھا۔

اے مسلمان والدین کے اچھے فرزند! تو اپنی زبان سے مجھ سے مانگ۔

یا اللہ! میرے والدین پر یوں رحم فرما جس طرح چھوٹی عمر میں وہ مجھ پہ شفقت فرماتے تھے۔

یہ دعا کرنے کا طریقہ کون سکھا رہا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ۔ اگر اس دعا سے اللہ کی

طرف سے ان فوت شدہ اور زندہ والدین کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تو خالق کائنات ہرگز اپنے والدین کیلئے یوں بخشش ورحمت کی دعا کرنے کیلئے نہ فرماتا۔

قُلْ......تو کہہ

تو مجھ سے مانگ تو سہی

اللہ خود ہی مانگنے کا طریقہ بھی بتلا رہا ہے۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا......یا اللہ! میرے والد اور والدہ دونوں پر اپنی رحمت فرما۔

کیسی رحمت فرما؟

كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا......جس طرح کہ میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور انہوں نے بڑی شفقت سے مجھے پروان چڑھایا۔

میری والدہ خود بھوک برداشت کر لیتی تھی لیکن میری بھوک اس سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ وہ خود پیاسی رہ کے مجھے پانی پلاتی تھی۔ وہ میرے گیلے بستر پر خود سو جاتی تھی اور مجھے خشک بستر پر سلاتی تھی۔

وہ اپنے کپڑوں کی پرواہ کئے بغیر مجھے اچھے کپڑے پہناتی تھی۔ میں بیمار پڑتا تو میرے علاج معالجے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتی تھی۔ میری تعلیم وتربیت کیلئے دن رات کوشاں رہتی تھی، کچھ دیر کیلئے لیٹ ہو جاتا تو پریشان ہو جاتی تھی، کھیل کود سے تھک جاتا تو مجھے دباتی تھی۔

اور میرا والد صبح سے شام تک محنت کرتا اور میرے لئے اچھی سے اچھی سہولتیں مہیا کرتا۔ وہ خود تو ہر طرح کی مشقتیں تکلیفیں برداشت کرتا لیکن میری ذرا سی تکلیف اس سے برداشت نہ ہوتی۔

یا اللہ! میرے والدین نے اپنی ساری زندگی مجھ پر اپنی شفقت کا سائبان تانے

رکھا۔ آج جب وہ وفات پا چکے ہیں تو میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! میرے والدین پر اتنی رحمتیں نازل فرما جس طرح کی میرے بچپن میں وہ مجھ پہ کرتے تھے۔

یہ عمل والدین کے ان حقوق سے ہے جو والدین کی وفات کے بعد بھی برقرار رہتا ہے جب وہ زندہ ہوں تب بھی ان کیلئے دعائیں مانگو اور جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کو بھول نہ جاؤ کہ اب یہ اپنی قبر میں چلے گئے ہیں، میرا ان سے رابطہ ختم ہو گیا ہے، نہیں، بلکہ اسلام ایک ایسا جامع دین ہے کہ وہ قبروں میں چلے جانے والوں کے ساتھ بھی تعلق برقرار رکھتا ہے۔ ان کے حقوق بھی برقرار رکھتا ہے۔

اچھا فرزند، والدین کا نیک اور فرمانبردار بیٹا وہ ہے جو والدین کو دفن کرنے کے بعد بھی نہیں بھولتا، بلکہ وہ ہر وقت ان کیلئے دعائیں کرتا رہتا ہے۔

اس آیت سے یہ قانون بھی ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ دعا بیٹا مانگ رہا ہے، دعا مانگنا بیٹے کا عمل ہے اور اس دعا کا فائدہ اس کے والدین کو ہو رہا ہے۔ اگر بیٹے کے مانگنے پر والدین کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تو خالق کائنات کیوں فرماتا کہ مجھ سے دعا مانگو۔ اس نے خود ہی مانگنے کو کہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تو اس کی جو بغیر دعوت کے مانگے اس کی جھولیاں بھر دیتا ہے۔

اور یہاں تو وہ خود ہی مانگنے کا حکم فرما رہا ہے لہٰذا اب جب اس سے مانگا جائے گا تو اللہ تعالیٰ مانگنے والے کے والدین کو بخش دے گا۔ ان کی خطائیں معاف فرما دے گا۔

قرآن مجید برہان رشید کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی زندہ آدمی کے عمل سے ان کو فائدہ پہنچ سکتا ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں۔

جنت میں بلند درجہ کا سبب

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَۃَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّۃِ

(مسند احمد، جلد ۲، ص ۵۰۹، مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث، ص ۲۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰/۳۹۷)

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جنت میں عبد صالح (نیک بندے) کے درجہ کو بلند فرماتا ہے۔ جس وقت وہ اپنا بلند مقام دیکھتا ہے۔

فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنّٰی لِیْ ھٰذِہٖ

تو وہ عرض کرتا ہے یارب العالمین! میرا درجہ بلند کیسے ہو گیا؟

یااللہ! مجھے اتنا بلند مقام کیسے مل گیا؟

میرے اعمال میں سے تو مجھے اپنا کوئی عمل ایسا نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے میرا درجہ اتنا بلند کیا جائے۔ اور پھر آپ جانتے ہیں کہ جنت کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں کتنا فرق ہے؟ ایک درجے سے دوسرے درجے تک کتنی مسافت ہے؟ یہ ایک دو فٹ کی بلندی کی بات نہیں ہے۔ یہ فرق پانچ سو سال کی مسافت کا ہے۔ ایک انسان پانچ سو سال تک چلتا رہے جتنا سفر طے کرتا ہے اتنا دو درجوں کے درمیان فاصلہ ہے۔

جب بندے کو اتنی بلندی جنت میں ملے گی تو وہ بندہ اللہ سے پوچھے گا کہ یا اللہ! یہ اتنا بلند مقام میرا کیسے ہو گیا ہے، مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میرے کون سے عمل کی وجہ سے مجھے یہ مقام دیا گیا ہے۔

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب دیا جائے گا۔

بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ

(مشکوٰۃ، باب الاستغفار التوبۃ، تیسری فصل ص ۲۰۶)

اے میرے بندے! تیرے بیٹے نے تیرے لئے دعائے مغفرت کی ہے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ

(النھایۃ فی الفتن والملاحم، ص ۴۰۷)

اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اے میرے بندے! تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کیا ہے۔ وہ تیرے لئے دعائیں مانگتا رہا، وہ جب بھی نماز پڑھتا تیرے لئے دعائیں مانگتا، اس طرح روزانہ تیرے لئے ایصال ثواب کرتا۔ وہ تیرے ایصال ثواب کیلئے محافل کا انعقاد کرتا، جس میں شامل تمام لوگ تیرے لئے ایصال ثواب کرتے تھے۔

یہ اس کا تیرے لئے استغفار کرنا، تیرے ایصال ثواب کیلئے محافل کا اہتمام کرنا، یہ عمل تو تیرے بیٹے کا ہے لیکن اس کا فائدہ تجھے یہ ہوا ہے کہ جنت میں تیرے درجے کو بلند کر دیا گیا ہے۔ اس سے بھی یہ قانون ثابت ہوا کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے۔

جو دنیا میں ہے اسے تو ویسے بھی فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے لیکن ہمارا موضوع اس فائدہ کے متعلق ہے جو اس دنیا والا انسان اس دوسرے انسان کو پہنچائے جو اس دنیا سے چلا گیا ہے اور جس کا آج کے خارجی لوگ انکار کرتے ہیں۔

ہمارے وہ عزیز و اقارب جن کو ہم قریبی قبرستان میں داخل قبر کر آئے ہیں، دفن کر آئے ہیں۔ ہمارے وہ عزیز و اقارب بظاہر قریبی قبرستان میں دفن ہیں لیکن اب وہ عالم برزخ میں چلے گئے ہیں، ان کے اور ہمارے درمیان کروڑوں میل کی مسافت ہے، اتنی

مسافت ہے کہ جس کے متعلق صرف سوچا ہی جا سکتا ہے لیکن پھر بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

آپ نے مذکورہ بالا حدیث ملاحظہ فرمائی کہ کتنا فائدہ ہے؟ بچے نے استغفار کیا ہے اور اللہ نے جنت میں اس کے باپ کو بلند مقام عطا فرما دیا ہے۔ یہ نہیں کہ سارا فائدہ والد کو ہوگا اور بچے کو کچھ نہیں ملے گا جس کی دعا سے اوروں کو فائدہ ہو رہا ہے اس کا اپنا فائدہ ہونا تو یقینی ہے۔

والدین کیلئے دعا کا فائدہ

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیٹے کو دعا مانگنے پر اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ اگر اس سے اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی رہ گئی ہو گی۔ اگر وہ زندگی میں عاق ٹھہرا تھا، والدین کا نافرمان ٹھہرا تھا، وہ اگر ہمیشہ دعا مانگتا رہے گا تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ میدان محشر میں جب ان لوگوں کی لسٹ تیار ہو گی جو والدین کی عزت کرتے تھے اور فرمانبردار تھے، یہ شخص جس نے ہمیشہ دعا مانگی ہے۔ قیامت کے دن فرمانبرداروں میں شمار کیا جائے گا۔

والدین کیلئے استغفار کرنے سے نجات

مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب کے بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ کی تیسری فصل ص،۴۲۱ میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ لَهُمَا وَ یَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰی یَکْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا'' بے شک بندے کے والدین یا ان میں سے ایک کا وصال ہو جائے اور یہ بیٹا ان کا نافرمان رہا تو ہمیشہ ان دونوں کیلئے دعا اور استغفار کرتا رہے تو آخر کار اللہ تعالیٰ اسے نیک لوگوں میں لکھ لیتا ہے''۔

فوت شدہ کی طرف سے حج کی ادائیگی

یہ حدیث بخاری شریف ابواب العمرہ کے بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلَ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْاَةِ ج۱،ص:۲۵۰ میں ہے:

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی:

اِنَّ اُمِّیْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰی مَاتَتْ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا۔

میری والدہ ماجدہ نے حج کرنے کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی، یہاں تک کہ فوت ہو گئی، میں ان کی طرف سے حج کروں تو حج ادا ہو جائے گا۔

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گفتگو کا انداز یہ تھا کہ جب کوئی سوال کرتا تو اکثر سوال کرنے والے سے سوال کر کے اسی سے مسئلے کا جواب دلوا دیتے تھے۔ اس میں دوہرا فائدہ ہوتا تھا، ایک تو اس کا جواب آجاتا تھا، دوسرا امت کو یہ طریقہ بتا دیا کہ قیاس سے مسائل ثابت ہو سکتے ہیں۔ قیاس سے مسائل حل کرنا ہمارا مذہب ہے جبکہ غیر مقلد وہابی تو قیاس کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ سرکار نے خود اپنے صحابہ اور صحابیہ سے قیاس کروایا ہے۔ فرمایا کہ جب ایک بات تمہیں معلوم ہے تو اسی سے دوسری کو سوچ لو، اگر علت ایک ہے تو دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا: یہ تو بتا

لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً

اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں۔

کیا تیرے قرض ادا کرنے سے تیری والدہ کا قرض ادا ہوتا یا نہ ہوتا؟

جب آپ نے یہ سوال کیا تو وہ صحابیہ کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ضرور ادا ہو جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسئلہ تو تم نے خود ہی حل کر دیا ہے۔

اِقْضُوْا اللّٰہ فَاللّٰہُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ۔

(بخاری شریف ابواب العمرۃ باب الحج والنذر ورعن المیت ج:۱،ص:۲۵۰)

اللہ کا قرض بھی ادا کرو، یہ قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ یہاں سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حقوق مالیہ پر عبادت کو قیاس کروایا ہے۔ فرمایا کہ جس طرح تیرے قرض ادا کرنے سے تیری والدہ کا قرض ادا ہو جائے گا ایسے ہی جب تو حج کرے گی تو اس کی نیت سے حج کرنے سے نذر اس کی پوری ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ ان کی والدہ تو دنیا چھوڑ کر جا چکی تھی۔ اب ان کی طرف حج تو اس کی بیٹی کرے گی، صفا و مروہ کی سعی، طواف، وقوف عرفہ تو بیٹی کرے گی لیکن نذر والدہ کی پوری ہو جائے گی۔

قبر کے مکین کو تسبیح سے سکون

ایصال ثواب کی محافل میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ یہ قرآن پڑھنا تو اشرف المخلوقات کا عمل ہے۔

انسان قرآن پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت! میں اس کا ثواب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچاتا ہوں۔ میں اس کا ثواب حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچاتا ہوں۔ یہ تو پھر اشرف المخلوقات ہے اور اپنی زبان سے افضل کلام پڑھ رہا ہے۔ دوسری طرف یہ دیکھیں کہ اسلام نے تو یہاں تک اس ایصال ثواب کے مسئلہ کو واضح کیا کہ درختوں کی تسبیح سے بھی عذاب دور ہو

جاتا ہے۔قبر کے مکینوں کو ان کی تسبیح سے بھی سکون ملتا ہے تو پھر قرآن مجید کی تلاوت کرنے، تسبیحات پڑھنے، آیت کریمہ پڑھنے، کلمہ شریف پڑھنے سے جو ثواب حاصل ہتا ہے وہ فوت شدگان کیلئے تسکین اور عذاب سے نجات کا باعث کیوں نہ ہوگا؟

وسعت علم مصطفی ﷺ

صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے:

حضرت مجاہد طاؤس سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں پر سے گزرے جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ چشم نبوت کی بصیرت اور بصارت دیکھیں کہ قبروں کے قریب سے گزرتے گزرتے دیکھ لیا کہ ان قبروں کے مکینوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ہم کسی قبر کے قریب سے گزریں تو ہمیں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ قبر میں کیا ہو رہا ہے؟ اور کیا نہیں ہو رہا؟ مگر جن کی نگاہ کے سامنے کائنات ہتھیلی کی طرح ہے انہوں نے گزرتے گزرتے دیکھ لیا کہ قبر کے مدفونین کو عذاب ہو رہا ہے، کتنا علم ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا، معاذ اللہ۔ ہمارے محبوب تو وہ ہیں جن کی نگاہ نبوت نے گزرتے گزرتے منوں مٹی کے نیچے سے دیکھ لیا کہ ان قبروں کے مدفونین کو عذاب ہو رہا ہے پھر ایک ہی غیب کی خبر نہیں دی، اس کے ساتھ یہ بتایا کہ:

چغلی اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی سزا

وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ۔

میرے صحابہ! ان دونوں کو کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، یوں بتایا

کہ میرے سامنے ان کی پوری زندگی موجود ہے، میں ان کی زندگی کا ہر عمل جانتا ہوں۔ ان کو عذاب کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا بلکہ دو صغیرہ گناہ ہیں جن کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔

کس طرح؟ فرمایا:

اَمَّآ اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَايَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ

ان میں سے ایک تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچا کرتا تھا۔ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے اس کو عذاب ہو رہا ہے۔ لہٰذا پیشاب کے چھینٹوں سے بچو۔

وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِىْ بِالنَّمِيْمَةِ

اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا۔

دوسرے کے متعلق فرمایا کہ وہ چغل خور تھا، چغلی کرتا تھا۔

یہ وہ دو صغیرہ گناہ ہیں جن کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ نگاہ نبوت کا فیضان دیکھئے کہ گزرتے گزرتے ان قبروں میں عذاب ہوتا دیکھ لیا، صرف قبروں کا ہی حال نہیں بلکہ ان کی ساری زندگی کا حال بھی بیان کر دیا کہ ان کے نامہ اعمال میں کوئی کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ دو صغیرہ گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

تر ٹہنی سے عذاب میں تخفیف

پھر کیا ہوا؟ صحابہ کرام کی جماعت ساتھ ہے۔

ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی تر ٹہنی لی۔

اس ٹہنی کے پتے ہرے بھرے تھے۔

فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ

اس کو بیچ میں سے چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً

پھر سرکار نے دونوں قبروں پر نصف نصف ٹہنی گاڑھ دی۔

چشم فلک گواہ ہے، صحابہ کی آنکھیں گواہ ہیں، جس وقت سرکار ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ٹہنی کو توڑا اور قبر پر لگایا تو صحابہ کرام نے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟

آپ نے ایسا کیوں کیا؟

آپ یہ بھی بیان فرما دیں کہ یہ فعل کیوں فرمایا ہے؟

یہ عام آدمی کا فعل نہیں ہے، یہ تو اللہ کے رسول ﷺ کا فعل ہے،

امام الانبیاء ﷺ کا فعل ہے۔ جب آپ ایسے کر رہے ہیں تو پھر یہ تو سنت بن گیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! بیان فرما دیجئے کہ یہ ٹہنی لگانے کا فائدہ کیا ہے؟

تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا

(بخاری شریف کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر، جلد ا، ص ۱۸۲)

میرے صحابہ! امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں سرسبز رہیں گی ان کا عذاب ہلکا رہے گا۔ جب تک اس ٹہنی کے پتے ہرے بھرے رہیں گے، مردے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ میں یہ کسی داستان یا دیوان کا حوالہ نہیں دے رہا بلکہ یہ صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فعل نے قیامت تک کیلئے اس بات کو ثابت کر دیا کہ مسلمان کی زبان تو زبان رہی پتوں کی تسبیح سے بھی عذاب ختم ہو جاتا

ہے۔قبر میں مردے کو تسکین ہوتی ہے۔وہ تسبیح کو سنتا ہے تو اس کو تسکین ہوتی ہے۔

میت قبر میں قدموں کی آہٹ بھی سُنتی ہے

صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ

بے شک بندہ کو جب قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں۔

اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ

وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ

(بخاری شریف کتاب الجنائز باب المیت یسمع خفق النعال ج:۱،ص:۱۷۸)

وہ ان کے قدموں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔

پھر دیکھیں مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ پتوں کی تسبیح سے قبر کا مکین خوش ہوتا ہے اور اس کا عذاب پتوں کے تسبیح کرنے تک دور رہے گا۔

اب پتوں کی تسبیح تو پتوں کی تسبیح رہی، دوسری طرف اشرف المخلوقات کا فرد ہو، ایک عظیم انسان ہو، اللہ کا قرآن پڑھ رہا ہو، یہ ذکر جو کلام الٰہی کا ذکر ہے، پتوں کی تسبیح سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اگر پتوں کی تسبیح سے قبر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو جب ایک مسلمان اپنے والدین کی قبر پر بیٹھا قرآن پاک پڑھتا ہے تو اللہ کے فضل سے بطریق اولیٰ عذاب قبر دور ہو جاتا ہے۔

میت کی قبر میں حالت

حضرت مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت کرتے ہیں کہ سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ

(مشکوۃ باب الاستغفار والتوبہ تیسری فصل ص:۲۰۶)

میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہوتی ہے۔

اللہ کے انبیاء، صدیق، شہداء، اولیاء کرام کی تو بڑی اعلیٰ شان ہے یہ تو قبر کے اندر ہم جیسے عام آدمی کی حالت ہوگی ایسی حالت ہوگی کہ جس طرح کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور کسی دستگیر کا منتظر ہو۔

کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہو اور ہاتھ بلند کر رہا ہو کہ کوئی میرا ہاتھ پکڑے جو حالت اس ڈوبنے والے شخص کی ہوتی ہے، قبر کے مکین کی حالت بھی اس شخص جیسی ہی ہوتی ہے۔

وہ ڈوبنے والا شخص کتنا بے چین ہوگا، کتنی اس کو تڑپ ہوگی کہ کاش کوئی میرا ہاتھ پکڑے۔

میت کو قبر میں دعا کا انتظار

سرکار فرماتے ہیں کہ قبر کے اندر مردے کی یہ حالت ہوتی ہے اور وہ انتظار کرتا ہے:

یَنْتَظِرُ......وہ انتظار کرتا ہے۔

یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً ......اس کو دعا کا انتظار ہے۔

کون سی دعا کا انتظار ہے؟ فرمایا:

تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صِدِّیْقٍ

وہ باپ، ماں، بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچنے کا منتظر ہے۔

وہ مردہ اپنے سنّی ورثا سے کتنا خوش ہو گا جب یہ اس کے لئے دعا مانگیں گے، جب یہ ختم پڑھ کر ایصال ثواب کریں گے۔ اگر پیچھے سے ورثاء ایصال ثواب کے مخالف ہوں گے تو نہ وہ دعا مانگیں گے، نہ ایصال ثواب کی محافل کا اہتمام کریں گے تو وہ کتنا غصہ میں ہو گا کہ میں ڈوبتا جا رہا ہوں اور یہ میرے ورثاء دعا کیلئے ہاتھ نہیں اٹھاتے، ہاتھ نیچے کئے بیٹھے ہیں، کہتے ہیں اس کا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ ہر انسان کو صرف اپنے عمل کا فائدہ پہنچتا ہے۔ دوسرے کے کسی نیک عمل کا فائدہ اس کے مرنے کے بعد اس کو نہیں پہنچتا۔

وہ قبر میں دعا کا انتظار کر رہا ہے۔ اپنے عزیز و اقارب، دوست احباب کی طرف سے ایصال ثواب کے تحائف کا منتظر ہے لیکن یہاں اس کے ورثاء اس کے منکر ہیں، وہ ہاتھ ہی نہیں اٹھاتے، منہ ہی نہیں کھولتے، ان پر شرک و بدعت کے پہرے لگائے گئے ہیں۔

اس قبر کے مکین کو انتظار ہے کہ کب میرا باپ دعا مانگتا ہے، کب میری ماں دعا مانگتی ہے، کب میرا بھائی دعا مانگتا ہے اور کب میرا دوست دعا مانگتا ہے۔ ان چار کا ذکر سرکار نے فرمایا اور عموم بیان فرما دیا ہے کہ جتنا کسی کے ساتھ اس مردے کا قریبی تعلق ہے اتنا ہی اس کی دعا کا اس کو زیادہ انتظار ہوتا ہے۔

مرنے والا سنی صحیح العقیدہ ہے اور پچھلے عزیز و اقارب، دوست احباب بھی اللہ کے فضل سے صحیح العقیدہ سنی ہیں تو فوراً فاتحہ شریف شروع ہو جائے گی۔ فوراً قل شریف ہے۔ فوراً صدقہ و خیرات ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب دعا پہنچتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟

میت کیلئے دعا دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب

فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

پھر جب میت کو یہ دعا پہنچتی ہے تو یہ اس کو ساری دنیا اور پوری دنیا کے سارے سازوسامان سے بھی زیادہ پیاری ہوتی ہے۔

یہ اس زبان کے الفاظ ہیں جس سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا، جب تک ادھر سے تار نہیں ملتی اس وقت تک محبوب کی زبان نہیں ہلتی، اس زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں:

كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا

اگر اس دنیا کی زندگی میں پوری کائنات کی حکومت اس بندے کو دے دی جاتی تب بھی وہ اتنا خوش نہ ہوتا جتنا آج اس کیلئے مانگی گئی دعا سے خوش ہو گیا ہے۔

كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا

پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ ایک طرف اور اس کے باپ، ماں، بھائی یا دوست کی طرف سے مانگی گئی دعا دوسری طرف۔ اتنا فائدہ ہے بعد والوں کی دعاؤں کا۔ یہ ہی ایصال ثواب ہے، یہ ہی ختم شریف ہے۔

سرکار فرماتے ہیں کہ دنیا کی حکومت بھی اگر ملتی پھر بھی اتنا خوش نہ ہوتا جتنا آج ایصال ثواب پر خوش ہو گیا ہے۔ پھر فرمایا:

میت کیلئے استغفار تحفہ ہے

وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيُدْخِلُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَآءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَ اِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَآءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ

(مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبۃ ص ۲۰۶، شعب الایمان للبیہقی ۱۶/ ۷)

اور بے شک اللہ عزوجل زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو پہاڑوں کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اور زندوں کا مردوں کیلئے تحفہ ان کیلئے دعائے مغفرت ہے۔

مومنین کو دعا مانگنے کا حکم

قرآن مجید برہان رشید میں ہے:

قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

(المومن، آیت ۶۰)

تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ لَّمْ يَسْاَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات الفصل الثانی ص ۱۹۵، ترمذی، جلد ۲، ص ۱۷۵، ابن ماجہ ص ۲۷۱)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

ہم سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا کہ مجھ سے مانگو، ہم مانگیں گے، ہم جتنا زیادہ مانگیں گے وہ اتنا زیادہ عطا فرمائے گا۔

فرمایا: تم نے تھوڑا سا مانگا ہے میں اپنے فضل سے

اَمْثَالَ الْجِبَالِ...... پہاڑوں کے برابر ثواب دے رہا ہوں۔

الغرض خالق کائنات کی طرف سے پہاڑوں جتنی رحمتیں ان قبروں میں داخل ہو جاتی ہیں۔

نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں:

اے مجھے ماننے والو! یہ موت تمہارے تحائف پہنچانے کا ذریعہ ختم نہیں کر سکتی۔

دنیا میں تم اپنے دوستوں، عزیز واقارب کو تحائف دیتے تھے، اب موت آگئی تو یوں نہ

سمجھو کہ اب تم تحفہ نہیں دے سکتے۔ فرمایا: اسلام میں اس کا بندوبست موجود ہے یہ سرکار کے الفاظ ہیں:

اِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَآءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ

زندوں کا مردوں کیلئے تحفہ ان کیلئے دعائے مغفرت کرنا ہے۔

اگر آج تم اپنے فوت شدہ والدین کو تحفہ پہنچانا چاہتے ہو،

آج تم اپنے فوت شدہ بھائی کو تحفہ پہنچانا چاہتے ہو،

آج تم اپنے غوث کی طرف تحفہ بھیجنا چاہتے ہو،

فرمایا ''اسلام میں اس کا بندوبست ہے''۔

اَلْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ۔

تم ان کیلئے استغفار کرتے رہو۔

تم ان کیلئے بلندی درجات کی دعا کرتے رہو۔

تمہارا یہ ان کیلئے دعا مانگنا ان کیلئے سب سے بڑا تحفہ قرار پائے گا۔

لہٰذا یہ ساری احادیث اس بات کو ثابت کر رہی ہیں کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اور مردہ ایسا خوش ہوتا ہے کہ اگر پوری دنیا کی حکومت بھی مل جاتی پھر بھی اتنا خوش نہ ہوتا جتنا آج دعا کا تحفہ جو اسے پہاڑوں کی مثل ملا ہے اس سے خوش ہو گیا ہے۔

موضوع کا دوسرا حصہ

اولیاء کی طرف منسوب چیزوں کی شرعی حیثیت

اب زیر بحث موضوع کے دوسرے حصے کو دلائل کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔ یہ جو کچھ چیزوں کو بزرگوں کی طرف موسوم کر دیا جاتا ہے کہ یہ بکرا غوث پاک کا بکرا ہے، یہ

جانور فلاں بزرگ کا جانور ہے، اس طرح جو کسی بزرگ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں کچھ لوگ خلط مبحث کرتے ہیں اور اس مسئلے کو غلط رنگ دیتے ہیں، کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لینے سے اس کی شرعی حیثیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ جانور غوث پاک کا ہے تو اس سے اس کے اندر برکت آئے گی، نحوست نہیں آئے گی۔

ذبح کا طریقہ

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ چھری چلاتے وقت اللہ جل جلالہٗ کے نام کے سوا کسی اور کا نام نہ لیا جائے۔ صرف اللہ تعالیٰ کا نام لے کر، بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر جانور کو ذبح کیا جائے۔ چھری چلاتے وقت اگر اس نام کے ساتھ کسی اور کا نام لیا یا صرف علیحدہ بھی لیا جائے گا تو وہ جانور حرام ہو جائے گا۔

ہم کسی جانور کو ذبح کرتے ہیں تو کسی ولی کی عبادت کیلئے جانور ذبح نہیں کرتے۔ بلکہ وہ عبادت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور ثواب اس کا کسی ولی کو پہنچانا مقصود ہوتا ہے جس کو ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے اگر ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد اس کا نام اس پر آتا ہے تو اس سے وہ حرام نہیں ہوتا، ولی کو ثواب کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ثواب دیتا ہے لیتا نہیں

اللہ کو ثواب کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ تو ثواب دیتا ہے، لیتا نہیں۔ لہٰذا فرق ہی بڑا ہے، ولی وہ ہے جس کو ثواب کی ضرورت ہے اور خدا وہ ہے جس کو ثواب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شرک تو تب ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی معاذ اللہ ثواب کی ضرورت ہوتی اور ہم وہ ثواب کسی ولی کی طرف بھیج دیتے یعنی جو کام خدا

کیلئے تھا وہ غیر خدا کیلئے کر دیتے۔ ان ظالموں نے ظلم کیا کہ خدا کو بھی محتاج ثواب بنا دیا۔ جب اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو اس کی بندگی کا اقرار کیا ہے جو کچھ بھی ذبح کیا جا رہا ہے، اس خدائے واحد کی عبادت کی نیت سے کیا جا رہا ہے۔ عبادت اس کے سوا کسی اور کی نہیں اور اس ذبح کئے جانے والے جانور کے ثواب کی نیت اپنے کسی بزرگ، ولی اور غوث کی ہے۔ اس فرق کو سمجھیں اگر کوئی بسم اللہ وغوث اعظم کہہ کر ذبح کرتا ہے، اگر کوئی بسم اللہ واسم محمد کہہ کر ذبح کرتا ہے تو وہ شریعت کی خلاف ورزی ہو گی اور اس کا کوئی قائل نہیں ہے کیونکہ یہ اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی ہے کہ مسلمانو! تم پر وہ جانور حرام ہیں جن کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

ذبح کرتے وقت صرف اللہ کا نام لیا جائے گا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد اگر غیر کا نام ہزار بار بھی لیا جائے تو اس سے اس جانور میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس کی ایک مثال دیکھیں۔

منکرین کیلئے لمحہ فکریہ

آپ قربانی دینے کیلئے جانور خریدتے ہیں اور ایک دو ماہ پہلے خرید لیتے ہیں اب جو بھی آپ سے پوچھتا ہے کہ یہ کس لئے خریدا ہے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ یہ میں نے اپنی قربانی کیلئے اور یہ میں نے اپنے والدین کی قربانی کیلئے جانور خریدا ہے اور یہ جانور میں نے اپنے فلاں بھائی کی قربانی کیلئے خریدا ہے۔

اب یہ جانوروں پر غیر اللہ کا نام بولا جا رہا ہے۔ ہم ہی نہیں منکر بھی بولتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ قربانی کا جانور میرے لئے ہے، یہ میرے والد کیلئے ہے۔

میں ان سے پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ حرام کیوں نہ ہوا؟ اگر محض غیر اللہ کا

نام آنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے تو پھر قربانی کا گوشت بھی نہ کھایا کرو یا پھر کہا کرو کہ قربانی اللہ کی ہے ہماری نہیں ہے۔

یہ ان لوگوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو اس مسئلہ میں جان بوجھ کر بگاڑ پیش کرتے ہیں۔ یا تو وہ مانیں کہ اس طرح ہماری طرف سے کوئی قربانی نہیں ہوتی کیونکہ یہ ہماری طرف منسوب ہوگئی ہے۔ حالانکہ اُن کے نزدیک یہ بکرا، گائے، اونٹ اپنی طرف منسوب کرنے سے حرام نہیں ہوتے، جبکہ ان پر غیر خدا کا نام بار بار آیا ہے۔ جب تمہارا نام بار بار لینے سے قربانی کا جانور حرام نہیں ہوتا تو غوث پاک کا نام تو تمہارے نام سے کہیں زیادہ برکت والا ہے۔

قربانی کا گوشت برکت والا ہوتا ہے، جائز ہوتا ہے، زیادہ رکھو، کم رکھو، جائز ہی جائز ہے۔ اسی سے گیارہویں شریف کے جانور کا مسئلہ ثابت ہو رہا ہے۔ منکرین اس مسئلہ کو مانیں گے کہ اس طرح گیارہویں شریف کے جانور صحیح ہیں، حرام نہیں۔ اگر وہ اس قاعدہ کو تسلیم نہیں کرتے تو وہ اپنی قربانیاں دینا بھی بند کر دیں کیونکہ اگر تم قربانی کے بارے میں کہو گے کہ خدا کی قربانی ہے، خدا تعالیٰ کو ثواب پہنچانے کیلئے ہے تو یہ معاذ اللہ کفر ہو جائے گا کہ خدا کو ثواب پہنچانا چاہتے ہو۔ جبکہ ثواب تو ہم خدا سے لینا چاہتے ہیں، الٹا ہم نے اس کو ثواب عطا کرنے کی حیثیت رکھ لی ہے کہ اللہ کی قربانی ہے، کیا اپنی طرف سے ثواب اللہ کو دینا چاہتے ہو؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

دوسری طرف یہ ہے کہ قربانی پر تمہارا اپنا نام بولا جائے کہ یہ میری قربانی ہے اور یہ سنت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے اور یہ سنت محبوب علیہ السلام کی ہے۔ سنت میں اللہ کے سوا نام آئے گا اور پھر ثواب میں بھی غیر خدا کا نام آئے گا۔ صرف بندگی اور عبادت محض خدا تعالیٰ کیلئے ہے۔ لہٰذا وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا مفہوم یہ نہیں کہ غیر

خدا کا نام کسی چیز پر آنے سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے۔ یہ حرام تب ہو گی جب ذبح کے وقت غیر کا نام اللہ کے نام کی جگہ پر آئے گا۔ یا اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ غیر خدا کا نام بھی مل کر آئے گا تو وہ جانور حرام ہو جائے گا۔

جس طرح کہ مشرکین مکہ اپنے جانور ذبح کرتے وقت کہتے

بِسْمِ اللّٰهِ بِسْمِ الْمَنَاتِ

یعنی جانوروں کو ذبح کرتے وقت چھری چلاتے وقت، بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہے یہ حرام ہے۔

غیر اللہ یعنی بتوں وغیرہ کی عبادت کیلئے جو بھی جانور ذبح کیا جائے گا وہ بھی حرام ہو گا۔

مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مشرکین مکہ جب اپنے معبودان باطلہ کیلئے جانور ذبح کرتے تھے تو اس وقت بلند آواز سے ان معبودان باطلہ کا نام لیتے تھے۔ یہی ان کی عبادت تھی۔

اگر مطلقاً غیر کا نام آنے سے کوئی چیز حرام ہو جاتی ہے تو بہت سی حلال چیزیں حرام ہو جائیں گی۔

آپ اپنی گائے کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میری گائے ہے۔

آپ اپنے مکان کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میرا مکان ہے۔

آپ اپنی بیوی کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میری بیوی ہے۔

آپ اپنے بچوں کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میرے بچے ہیں۔

آپ اپنی گاڑی کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میری گاڑی ہے۔

اگر روزوں پر غیر اللہ کا نام آ جائے جیسے داؤدی روزے، رمضان کے روزے، تو

کیا یہ حرام ٹھہریں گے؟ اگر مساجد پر غیر اللہ کا نام آ جائے جیسے مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، مسجد عمر، مسجد عثمان تو کیا یہ حرام جگہیں ٹھہریں گی؟

کتب حدیث پر جو غیر اللہ کا نام آتا ہے جیسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ تو کیا اس سے کتب حدیث حرام ٹھہریں گی؟

المختصر ہمارا موقف جمہور مسلمین، جمہور علماء اہلسنت، جمہور مفسرین کے مطابق ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے ہمارا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے، وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ کی اس تفسیر پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ اگر جمہور کی رائے نہیں مانی جائے گی تو ساری کی ساری چیزیں معاذ اللہ حرام ہو جائیں گی۔ اللہ کے فضل سے ہمارا عقیدہ جمہور اہلسنت اور جمہور مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ ہم میں سے کوئی کتنا ہی جاہل کیوں نہ ہو وہ چھری چلاتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر جانور ذبح کرتا ہے۔ مسلمان اگر بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے مشرکین کے جانور بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر ذبح کرے تو وہ حلال ہیں تو وہ جانور کس طرح حرام قرار دیئے جا سکتے ہیں جو کسی ولی اللہ کو ثواب پہنچانے کیلئے اللہ کا نام لے کر ذبح کئے جاتے ہیں۔ ذبح کرنے سے پہلے محض نام آنے سے وہ جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ اختصار ملحوظ خاطر ہے ورنہ بیسیوں مفسرین اور جلیل القدر علماء اہلسنت کی عبارات اپنے موقف کی حمایت میں پیش کرتا۔ اب احادیث سے اس مسئلہ کی وضاحت کرتا ہوں۔

ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے پانی کا صدقہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہو گئیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَّاتَتْ

(میری والدہ محترمہ) ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا ہے۔

فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ

ان کیلئے کون سا صدقہ افضل ہے۔

میں صدقہ کروں تو فائدہ میری والدہ کو پہنچے۔ یہاں بھی وہی قانون ثابت ہے کہ صدقہ کرنا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے لیکن اس سے فائدہ ان کی والدہ محترمہ کو بھی ہو جائے گا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَآءُ ...... پانی

پانی کا صدقہ بڑا اچھا ہے۔

فَحَفَرَ بِئْراً وَ قَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے ہے۔ کنواں کھدوا کر کیا کہا:

هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ...... یہ کنواں ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کنواں ہے۔

غور فرمائیں! اگر غیر کی طرف نیاز منسوب کرنے سے وہ حرام ہو جاتی ہے، جیسے ان کے نظریے کے مطابق غیر کا نام لینے سے گیارہویں کی کھیر حرام ہو جاتی ہے، گیارہویں کا لنگر حرام ہو جاتا ہے تو یہ غیر کا نام اس کنویں پر بھی لیا گیا اور نسائی شریف (جلد ۲، ص ۱۳۲) میں ہے:

مدینہ شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سبیل

فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ

تو ابھی تک مدینہ منورہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کی سبیل ہے۔

ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہو چکی ہیں اور ان کے ایصال ثواب کیلئے پورے کنوئیں پر ان کا نام لیا گیا یعنی غیر اللہ کا نام لیا گیا۔

یہ وہ کنواں ہے جس سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پانی پیتے رہے۔

یہ وہ کنواں ہے جس سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اپنے کھیتوں کو سیراب کیا۔

یہ صرف پانی کے پینے ہی کی دلیل نہیں ہے۔

اس کنوئیں کے پانی سے باغات بھی اگے، پھل بھی اگے، کھجوریں بھی اگیں یہ وہ لنگر ہے جو ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لنگر ہے۔

صحابہ کرام نے اپنی زبان سے کھانے پینے والی چیزوں پر غیر اللہ کے نام بولے اور انہیں حرام نہیں سمجھا۔ اگر غیر اللہ کی طرف منسوب ہونے سے کھانے پینے کی چیزیں حرام ہو جائیں تو یہ صحابہ کرام پر بہت بڑا الزام ہوگا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا کہ:

هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ رضی الله تعالیٰ عنها

یہ کنواں ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے۔

یہ کنواں ان کے ایصال ثواب کیلئے ہے۔

اگر یہ شرک و بدعت ہوتا تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما دیتے کہ میرے صحابہ! اس طرح شرک ہو گیا ہے۔ یہ پانی پینا حرام ہو گیا ہے۔ ہرگز اس سے پانی نہ پینا کیونکہ اس

پر غیر کا نام بول دیا گیا ہے۔

خدا کی قسم! کوئی ضعیف روایت بھی تمہیں نہ ملے گی کہ جس سے ثابت ہو کہ سرکار ﷺ نے صحابہ کو منع فرمایا ہو۔

سارے صحابہ اس کنویں سے پانی پیتے رہے۔ اس طرح انہوں نے ان سارے لنگروں کو جن کا کسی کے ایصال ثواب کیلئے اہتمام کیا جاتا ہے ان کو جائز قرار دے دیا۔

یہ عام روزمرہ زندگی میں کسی چیز پر غیر کا نام نہیں آیا ہے بلکہ خاص طور پر ایصال ثواب کیلئے غیر کا نام لیا گیا ہے جس طرح کہ غوث پاک کی نیاز، لنگر، گیارہویں پر ایصال ثواب کیلئے نام لیا جاتا ہے۔ خاص اس حیثیت میں نام لیا گیا ہے اس کے باوجود سارے صحابہ اس پانی کو برکت والا سمجھتے رہے، اسے پیتے رہے اور کسی نے ایسا کوئی معنیٰ و مفہوم نہ نکالا جس طرح کہ آج کے چند کورفکروں نے نکالا ہے۔

سب اس بات کو مانتے رہے کہ اگرچہ نام ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا آ گیا ہے مگر ان کا نام تو ثواب پہنچانے کیلئے آیا ہے۔ ایسے ہی حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف کیلئے کہا جاتا ہے کہ یہ گیارہویں کا لنگر ہے۔ اس سے مراد بھی یہی ہوتی ہے کہ اس میں ایصال ثواب ان کی روح کو پہنچانا مقصود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایصال ثواب

پھر دیکھئے بخاری و مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث شریف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو چکا تھا۔ سرکار ﷺ اکثر ان کا ذکر فرماتے اور

وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ

اور کبھی کبھی سرکار ﷺ اپنے ہاتھ سے بکری ذبح فرماتے۔

ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ

مشکوٰۃ ص ۵۷۳ کتاب الفتن باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پھر سرکار ﷺ اپنے ہاتھ سے اس کا گوشت بناتے اور گوشت بنا کے اس کا ٹکڑ کاٹ کر سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کسی سہیلی کو بھیج دیتے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سرکار ﷺ بکری ذبح کر رہے ہیں اور گوشت تقسیم کر رہے ہیں۔ ان کی سہیلیوں کو گوشت بھیج دیتے ہیں۔ مجھے بتائیں جب یہ گوشت تقسیم ہو رہا تھا اور کسی نے پوچھا:

یہ کیسا گوشت ہے؟ تو جواب یہی دیا جاتا تھا یہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کیلئے ذبح کیا گیا ہے۔ اس کا اور کوئی نام نہیں ہے۔ یہ بکری، یہ گوشت کسی کے نکاح یا ولیمہ کیلئے ذبح نہیں کی گئی۔ یہ بکری کسی دوست یا مہمان کی ضیافت کیلئے ذبح نہیں کی گئی بلکہ یہ بکری سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کیلئے ذبح کی گئی ہے، سرکار ﷺ نے خود بکری ذبح فرمائی اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے تعلق کی نسبت سے ان کی سہیلیوں کو گوشت بھیجا۔ یہ سارے کا سارا عمل ثابت کر رہا ہے کہ دنیا سے جو چلے گئے ہیں ان کے ثواب کے لئے یہ کام ہو سکتا ہے۔

دلائل بہت زیادہ ہیں لیکن وقت محدود ہے۔ اس لئے میں اس موضوع کو اگلے حصہ کی طرف بڑھاتا ہوں یعنی کسی اچھے کام کیلئے کوئی دن متعین کرنا جائز ہے یا نہیں۔

موضوع کا تیسرا حصہ

دن متعین کرنے کا جواز

کسی بھی اچھے کام کیلئے دن متعین کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ جیسا کہ نکاح مسنون ہے لیکن اس کے لئے دن مقرر کیا جاتا ہے۔

مدارس، سکولوں، کالجوں، دفتروں کے اوقات مقرر کئے جاتے ہیں۔ تقریباً، محافل، اجلاس کے لئے دن اور اوقات مقرر کئے جاتے ہیں۔ مختلف قومی، یادگاری تقریبات متعین دنوں میں سرکاری سرپرستی میں منائی جاتی ہیں۔

حاجیوں کی پروازیں متعین دنوں میں آتی اور جاتی ہیں۔ المختصر زندگی کے ہر شعبہ میں اس طرح کی پابندیاں سہولت کیلئے رائج ہیں۔

ہر اچھے کام کیلئے دن متعین کیا جاسکتا ہے۔

ختم قرآن پاک اچھی بات ہے اس کیلئے دن متعین کیا جاتا ہے۔

ختم بخاری شریف اچھی بات ہے اس کیلئے دن متعین کیا جاتا ہے۔

مخالفین کا عملی محاسبہ

گیارھویں شریف پر اعتراضات کرنے والے لوگ اپنے مدارس میں ختم بخاری شریف کرواتے ہیں۔ باقاعدہ اسکا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے ہی دن متعین ہو جاتا ہے کہ فلاں دن ختم بخاری شریف ہو گا۔ یہ ختم بخاری شریف ثواب سمجھ کے کیا جاتا ہے، عبادت سمجھ کے کیا جاتا ہے، ہم ان سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ ختم بخاری شریف کیا تھا۔ ہر ہر جزئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، صحابہ کرام سے،

قرونِ اولیٰ سے ثابت نہیں ہوسکتی، یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ ہر ہر چیز ثابت کرو۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ختم بخاری شریف کیا تھا؟

کیا خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ختم بخاری شریف کیا تھا؟

کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ختم بخاری شریف کیا تھا؟

تم ختم بخاری شریف ثواب سمجھ کر کرتے ہو، ہم سے تقاضا کرنے والو جواب دو، کیا یہ کام سرکار ﷺ نے کیا تھا۔ کیا صحابہ کرام نے یہ کام کیا تھا۔ جب بخاری شریف ہی نہیں تھی تو ختم بخاری شریف کہاں سے آجاتا۔

ہم تو ختم قرآن مجید کرتے ہیں اور ہمارا قرآن مجید تو اس وقت بھی موجود تھا۔ ہم ختم بخاری شریف کے مخالف نہیں۔ ہم تو ختم قرآن مجید بھی کرتے ہیں اور ختم بخاری شریف بھی کرتے ہیں۔ ہم غوث پاک کا بھی ختم شریف پڑھتے ہیں اور حضور داتا صاحب کا بھی ختم شریف پڑھتے ہیں اور ہر اہل ایمان کا ختم شریف پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

جب ہم اولیاء کرام اور عام مومنین کے ایصال ثواب کیلئے ختم شریف کا اہتمام کرتے ہیں تو اسی وقت تمہارے پیٹ میں مروڑ اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں۔

تم کہتے ہو کہ ہم وہ کام کرتے ہیں جو خدا نے کیا ہے یا مصطفیٰ ﷺ نے کیا ہے۔

بتاؤ سرکار ﷺ نے کہاں ختم بخاری شریف کیا ہے یا حکم دیا ہے؟

یہ ختم بخاری شریف تو قرون اولیٰ میں بھی موجود نہ تھا۔

لہٰذا اگر تم اس انداز میں آؤ گے تو ہم تمہاری بیسیوں ایسی باتیں ثابت کریں گے جو عبادت کے طور پر تم میں رائج ہیں، تم پوری طرح ان پر عمل کرتے ہو، اپنے ہاں رائج کئے ہوئے ہو۔ لہٰذا سیدھے، سیدھے چلو اور قرآن و حدیث سے اخذ شدہ قواعد و

ضوابط کے مطابق ہمارے ساتھ بات کرو۔ اللہ کے فضل سے ہمارا مسلک قرآن و سنت سے واضح روشن ستاروں کی طرح ثابت ہے۔

ہر تقریب کا ایک ضابطہ سے ثبوت

عرس، میلاد، گیارہویں شریف، ہماری ہر تقریب اسی ضابطے سے ثابت ہو گی جو گنبدِ خضریٰ کے مکین حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث سے دن متعین کرنا ثابت ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوا کرتے تھے کیونکہ ایک بڑھیا مائی صاحبہ ہمارے لئے چقندر کی جڑیں لیتی جس کو ہم اپنی کیاریوں میں لگاتے ہیں، ان جڑوں کو ایک ہنڈیا میں ڈالتی اور اس میں چند جو کے دانے بھی ڈال دیتی۔ اس میں چربی یا چکنائی نہ ہوتی تھی۔ جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو اس مائی صاحبہ کے پاس ہم جاتے تو وہ ہمارے سامنے مذکورہ پکوان رکھ دیتی اس لئے ہمیں جمعہ کے دن کی بڑی خوشی ہوتی تھی۔

(صحیح بخاری شریف کتاب الحرث والمزارعۃ باب ماجاء فی الغرس، جلد ۱، ص ۳۱۶)

وعظ کیلئے جمعرات کے دن کا تعین

اس مائی صاحبہ نے لنگر تیار کرنے کیلئے جمعہ کا دن خاص کر رکھا تھا۔ نہ وہ دن جمعرات ہوتا تھا اور نہ بدھ ہوتا ہے، وہ لنگر جمعہ کو ہی ملتا تھا۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی اچھے کام کیلئے دن متعین کرنے کی مثالیں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ درس کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دن متعین

کرر کھے تھے۔صحیح بخاری شریف میں ہے:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ

(صحیح بخاری شریف کتاب العلم باب من جعل لاھل العلم ایاماً معلومۃ ، جلد ۱، ص ۱۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے روز لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

ضابطہ یہ بنا کہ ہر نیک کام کیلئے دن متعین کیا جا سکتا ہے۔لہٰذا گیارھویں شریف کیلئے بھی دن متعین کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

یادرکھیں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم گیارھویں شریف کو گیارھویں تاریخ کے ساتھ مختص نہیں سمجھتے کہ اگر گیارھویں دن ہوگی تو گیارھویں شریف ہوگی اور ایصال ثواب ہوگا، اگر گیارھویں دن نہیں ہے تو گیارھویں نہیں ہوگی۔

ہرگز نہیں بلکہ ہمارے نزدیک ایسی کوئی تخصیص نہیں ہے، جب بھی ہو جائے۔ گیارھویں دن ہو جائے، اس کے ایک دن پہلے ہو جائے، ایک دن بعد ہو جائے، کسی بھی دن کسی بھی وقت ہو جائے ہم اس کو جائز سمجھتے ہیں اور اسے کار ثواب سمجھتے ہیں جس حد تک مطلقاً تعین کی بات ہے تو بیسیوں ایسے شرعی امور ہیں کہ جن کے اندر تعین کو، وقت مقرر کرنے کو پوری امت نے ہمیشہ جائز سمجھا ہے۔

ختم قل شریف کا فلسفہ

آخری بات ختم کے متعلق بیان کرتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ دلائل تو بہت سے ہیں لیکن صرف ایک حدیث شریف کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

ہم ختم کیوں دلاتے ہیں؟ گیارھویں شریف کا ختم ہے، ایصال ثواب کی کوئی بھی محفل ہو، ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ اصل میں ختم شریف کے پیچھے بھی ایک فلسفہ ہے۔ اسی فلسفہ کی وجہ سے ہمارے اسلاف نے ختم شریف پڑھا ہے اور ہم بھی پڑھتے ہیں۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعا کے بَابُ فَضْلِ الْاِجْتِمَاعِ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَ عَلَى الذِّكْرِ ۔ کی حدیث شریف ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

آپ نے فرمایا:

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ

جب کچھ مسلمان بندے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھے جاتے ہیں۔

کیا کرتے ہیں؟

يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ

اللہ کے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔

وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ

مجلس واعظ ہوتی ہے، وعظ و نصیحت کیا جاتا ہے۔

محفل ذکر کیلئے چار اہتمام

یہ گیارھویں شریف کا پورا نقشہ ہے۔

تو کیا ہوتا ہے؟ سرکار ارشاد فرماتے ہیں ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پروگرام کیلئے چار اہتمام فرما دیئے ہیں۔

(i) سب سے پہلے فرمایا:

اِلَّانَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ

اللہ کی طرف سے سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے۔

سکون کی بارش ان لوگوں کے دلوں کو سیراب کرتی ہے۔

(ii) وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ

اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

چاروں طرف سے رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

رحمت ان پر کور چڑھا دیتی ہے۔

(iii) وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ

اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔

فرشتوں کا ہر کام بندگی ہے۔ آج بھی جہاں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے، آج بھی جہاں ذکر کی محفل منعقد ہوتی ہے۔ فرشتے اس مکان کو گھیر لیتے ہیں۔

(iv) وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

اور جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اللہ تعالیٰ ان فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر بندے کا ذکر اپنی بارگاہ میں فرشتوں کے سامنے کرتا ہے کہ اے فرشتو دیکھو! لوگ کتنی مصروفیات والے ہیں، لوگوں کی ترجیحات بدل گئیں ہیں، لوگوں کے ذہن کے فکر کے زاویے بدل گئے ہیں مگر دیکھو میرے بندے آج بھی ذکر سے منسلک ہیں، قرآن سے منسلک ہیں۔ قرآن پڑھ رہے ہیں، قرآن سن رہے ہیں، درس و تدریس، وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری ہے۔

اس حدیث شریف کے بہت سے نکات ہیں۔ ان کا وقت نہیں ہے، میں صرف یہ

عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جو ختم شریف پڑھتے ہیں تو اس لئے پڑھتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی تلاوت ہوگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہوگا۔

سکون کی بارش برسے گی، فرشتے وہاں حاضر ہو جائیں گے اور جو فرشتے مکان کو گھیرتے ہیں، وہ دعا میں تو ضرور شریک ہو جائیں گے۔

جب یہ ہاتھ اٹھائے اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہوں گے۔

تو رحمتوں کی برسات میں دعا جلد قبول ہو جائے گی۔

لہٰذا اجتماعی طور پر بیٹھ کر یوں محفل گیارہویں شریف منعقد کرنے، ختم شریف پڑھنے، ایصال ثواب کرنے، قل دسویں چالیسویں کے ختم کی تقاریب کے اندر یہ فلسفہ کارفرما ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان محافل کے ذریعے سے ہمیں روحانی فیض اور تسکین قلبی عطا فرمائے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر

7

شان ولایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام عَلٰى مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ
وَ عَلٰى آلِه وَ صَحْبِه اَجْمَعِيْنَ
اَمَّا بَعْد:
فَاَعُوذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ
صَدَقَ اللّٰه الْعَظِيْمُ
اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاo

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَ عَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ، واتم برہانہ، واعظم شانہ، کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، سید سروراں، ہادیٔ سبل، ختم الرسل، مولائے کل، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے

﴿شانِ ولایت﴾

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

قرآن مجید برہان رشید کی جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے، خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس آیت کریمہ میں نصاب ولایت کو بیان کیا ہے، اولیاء کرام کا تعارف کروایا ہے۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(پ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲)

سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ

(پ۱۱، سورہ یونس، آیت نمبر ۶۳)

وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے۔

اولیاء اللہ کا تعارف اور ولایت کے نصاب سے مراد یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ کن لوگوں کو یہ عظیم منصب عطا فرماتا ہے اور منصب ولایت کیلئے کن کن باتوں کا ہونا ضروری ہے

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جن بندوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے، اپنے قرب میں جن کو جگہ عطا فرما دیتا ہے، ان لوگوں کا دیکھنا، سننا، چلنا،

پھرنا، ان کی سیرت و کردار، معمولات، یہ سارے کے سارے عام لوگوں سے جدا نظر آتے ہیں۔

اللہ والوں کی نشانی

یہاں تک کہ جب نبی عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں؟ ان کی علامت کیا ہے؟ ان کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے؟ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہ تَعَالٰی

(کنز العمال حدیث نمبر ۱۷۸۳)

کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آ جائے۔

ان کا خالق کائنات کی بارگاہ کے ساتھ اتنا مضبوط تعلق ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کریم کے ساتھ اتنی مناسبت ہوتی ہے کہ خالق کائنات عزوجل کے قریب کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیات اس قدر ان لوگوں کو حاصل ہو چکی ہوتی ہیں کہ دیکھنے میں چہرہ ان لوگوں کا ہوتا ہے لیکن ان کے چہرے کے خدوخال سے جمال ایزدی نظر آتا ہے، ان کے چہرے کو دیکھنے سے خالق کائنات عزوجل یاد آ جاتا ہے۔

یقیناً یہ منصب بہت بڑا منصب ہے۔ اس لئے انسان کو بہت محنت شاقہ کرنی پڑتی ہے، اس مقام کے حصول کیلئے زندگی کے شب و روز کو خالق کائنات کی رضا کے مطابق بسر کرنا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک مقام وہ آتا ہے کہ وہ عمل کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے ہاں دوام اختیار کر لیتا ہے اور خالق کائنات اسے اپنی محبوبیت کے مقام و مرتبہ پر فائز فرما دیتا ہے۔

﴿ولایت کے لوازمات﴾

اس آیت کریمہ میں ولایت کے لوازمات کو، ولایت کے نصاب کو، ولایت کے خطوط کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولیاء اللہ کا یہ مقام و مرتبہ بیان کیا ہے کہ انہیں نہ صرف اس دنیا میں کوئی خوف اور غم نہیں بلکہ قیامت کے دن بھی وہ غمگین نہیں ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْن

(پارہ ۱۱، سورہ یونس، آیت ۶۳)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور ایمان لانے کے بعد متقی رہے۔

یعنی انہوں نے ساری زندگی تقویٰ کے سایہ تلے بسر کر دی۔

قرآن مجید برہان رشید میں لفظ تقویٰ کئی بار استعمال ہوا ہے اور ان کے جدا جدا معنی ہیں۔

قرآن مجید میں یہ لفظ تین معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اگرچہ اس لفظ تقویٰ کا استعمال تو تین سے زیادہ مرتبہ ہوا ہے لیکن جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس کا تین معنی میں سے ایک معنی لیا جائے گا اور ان تین معنی میں اتنی وست و جامعیت ہے کہ انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اس ایک لفظ میں عام بندے سے لے کر غوث الاغیاث، قطب الاقطاب تک کے معنی کی وسعت ہے یعنی تقویٰ کا معنی ان ساری منازل کو عام اور شامل ہے۔

﴿نصاب ولایت کے بنیادی خدوخال﴾

لہٰذا نصاب ولایت کے جو ضروری خدوخال خالق کائنات عزوجل نے بیان کئے ہیں ان کے دو بڑے حصے ہیں،

﴿عقیدہ﴾

ایک کا تعلق نظریے کے ساتھ ہے، ایک آئیڈیالوجی (Ideology) ہے۔
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ...... یہ نظریے کی بات ہے۔

﴿عمل﴾

اور دوسرے کا تعلق عمل کے ساتھ ہے۔ اور اس کا تعلق پریکٹیکل (Practical) کے ساتھ ہے۔ وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ......اور یہ عمل کی بات ہے۔

خالق کائنات نے فرمایا کہ میرے دوست، میرے ولی، میرے خاص بندے، میرے قریبی یعنی خاص قربت رکھنے والے ہیں، جن کو میں نے اپنا قرب عطا فرمایا ہے۔ وہ عقیدہ اور عمل دونوں میدانوں کے شاہسوار ہیں۔ نہ عقیدے کے معاملے میں ان سے کمزوری ہوتی ہے اور نہ عمل کی دنیا میں ان سے سستی ہوتی ہے۔

عقیدے کے لحاظ سے ان کا عقیدہ بڑا شستہ، صاف، مضبوط اور بغیر کسی لچک کے ہوتا ہے، ان کے عقائد کا شیشہ کسی قسم کی صلحکیت سے غبار آلود نہیں ہوتا، وہ عقیدے کے معاملہ میں کسی قسم کی مصلحت سے کام نہیں لیتے، ان کا عقیدہ بڑا شفاف، واضح اور صاف ہوتا ہے۔

ولی کیلئے جو عقیدہ کی پختگی ضروری ہے اس کا خالق کائنات نے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ میں ذکر فرمایا ہے اور وَکَانُوْ ایَتَّقُوْنَ سے عقیدے کے بعد جو عمل کی ضرورت ہے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی ولی اللہ عمل سے مستثنیٰ نہیں بلکہ وہ عمل کا سب سے بڑا علمبردار ہوتا ہے۔

عقیدہ اور عمل، دونوں باتیں جس وقت اس میں اعلیٰ درجہ کی موجود ہوتی ہیں تو خالق کائنات اسے ولایت کا تاج عطا فرما دیتا ہے۔

عمل کے مختلف درجات

عمل کے درجات مختلف ہیں۔ان کو سمجھنا،ان کو بیان کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے،اب کسی معنی میں کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن ولایت کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔نبوت وہبی ہے کسب سے نہیں ملتی لیکن ولایت میں کسب کا بھی دخل ہے۔محنت،ریاضت،عبادت سے حاصل ہوسکتی ہے۔یہ علیحدہ بات ہے کہ خالق کائنات کسی کو ویسے ہی عطا فرمادے لیکن غالب طور پر اس کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو شرع کے امور کا پابند کرتا جاتا ہے،اس کے باطن میں صفائی پیدا ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا باطن تجلّی اور صاف ہو جاتا ہے اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے۔

اکثر و بیشتر ولایت کسب کا ثمرہ ہے۔لہٰذا موجودہ دورِ الحاد میں اس کی طرف متوجہ ہونا ہمارے لئے ضروری ہے۔

ولایت ایسی چیز نہیں کہ جس کا دروازہ بند کر دیا گیا ہو،اگر ہم اپنی تمام تر توجہات اس کے حصول کیلئے وقف کر دیں تو کوئی بعید نہیں کہ خالق کائنات اپنے فضل سے ولایت کا مقام و مرتبہ عطا فرمادے۔

ولایت کے عظیم مقصد کے حصول کی تڑپ کے پیشِ نظر آپ کام کرتے جائیں بالآخر خالق کائنات اپنے قرب میں جگہ عطا فرماتے ہوئے آپ کو ولایت کی دولت سے مالا مال فرمادے۔انشاء اللہ العزیز

تقویٰ کا آغاز

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ وہ متقی ہوتے ہیں۔

تقویٰ کا آغاز کلمۂ اسلام سے ہوتا ہے، کلمہ پڑھنے سے انسان مومن بن جاتا ہے۔ یہ بھی ایک تقویٰ ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید برہان رشید میں اس معنی میں تقویٰ کو استعمال فرمایا ہے۔

ہمارے متقدین مفسرین نے تقویٰ کا آغاز، اس کا ابتدائی درجہ بیان کیا ہے، وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔

﴿تقویٰ کا پہلا مرحلہ﴾

امام بیضاوی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

تقویٰ کا پہلا مرحلہ، تقویٰ کی پہلی کلاس یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کفر اور شرک سے بچا کر اور اللہ ورسول پر سچے دل سے ایمان لاکر جہنم کے دائمی عذاب سے محفوظ ہو جائے۔

کلمہ اسلام پڑھ کے جہنم کے دائمی عذاب سے بچ جانا، یہ بھی تقویٰ ہے۔ کلمۂ اسلام پڑھنے والا جہنم کے دائمی عذاب سے بچ جاتا ہے کیونکہ وہ مومن ہے، مومن اگرچہ کتنا ہی فاسق وفاجر کیوں نہ ہو، کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو، کتنا ہی بدعمل کیوں نہ ہو، کیونکہ اس کا عقیدہ ٹھیک ہے۔ اس لئے وہ دائمی طور پر جہنم میں نہیں رہ سکتا۔ اگر اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے وہ جہنم میں جائے گا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد بالآخر جنت میں چلا جائے گا۔

﴿لغوی تقویٰ﴾

تقویٰ کے معنی ہے بچانا، اپنے آپ کو دائمی عذاب سے بچانا، اگرچہ وہ کچھ وقت، کچھ عرصہ عذاب میں گرفتار رہے گا لیکن دائمی طور پر عذاب میں گرفتار نہیں رہے گا کیونکہ اس نے کلمۂ اسلام پڑھ کے اپنے آپ کو جہنم کے دائمی عذاب سے بچا لیا ہے۔

اس لئے اسے بھی ایک قسم کا تقویٰ حاصل ہے۔

وہ گناہگار مومن جہنم میں جائے گا جس کی کسی نے سفارش نہ کی ہوگی، اس کے بارے میں سفارش قبول نہ ہوئی ہوگی یا خالق کائنات نے اس کو معاف نہ فرمایا ہوگا۔

پھر دیکھیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا

(پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۲۶)

اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اہل تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں پر کلمۂ تقویٰ لازم کر دیا، یہاں کلمۂ تقویٰ سے مراد کلمۂ اسلام ہے یعنی ان لوگوں نے کلمۂ اسلام پڑھ لیا اور مومن ہو گئے۔ یہاں اسلام لانے کو ہی تقویٰ کہا گیا ہے۔ تقویٰ کے اس معنیٰ کے لحاظ سے جو مسلمان ہے، وہ متقی ہے، جو متقی ہے وہ مسلمان ہے یعنی مومن اور متقی میں نسبت مساوات کی ہے، ہر مومن اس معنیٰ کے لحاظ سے متقی ہے اس لئے کہ اس نے کلمۂ اسلام پڑھ رکھا ہے اور اس کلمۂ اسلام کی بدولت اس نے اپنے آپ کو جہنم کے دائمی عذاب سے محفوظ کر لیا ہے۔ اس تقویٰ کو لغوی تقویٰ کہتے ہیں اور قرآن مجید کی آیت کریمہ:

وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى

(پارہ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۲۶)

اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا۔

میں تقویٰ سے مراد حقیقی تقویٰ نہیں ہے، شرعی تقویٰ مراد نہیں ہے بلکہ لغوی تقویٰ مراد ہے۔ وہ یہ ہے کہ کلمۂ اسلام پڑھ لینا، مومن ہو جانا اور کلمۂ اسلام پڑھ کے اپنے آپ کو جہنم کے دائمی عذاب سے محفوظ کر لینا۔ اللہ کے فضل سے یہ تقویٰ ہم میں سے

ہر ایک کو حاصل ہے۔ ایمان کامل حاصل ہے، عقیدہ صالح، عقیدۂ صحیح حاصل ہے۔ اس کی بدولت ہم جہنم کے دائمی عذاب سے محفوظ رہیں گے، اگر اللہ کے فضل سے خاتمہ ایمان پر ہوا اور اسی عقیدے پر قائم رہے۔

﴿تقویٰ کا دوسرا مرحلہ﴾

اس کے بعد تقویٰ کا دوسرا مرحلہ ہے۔

﴿شرعی تقویٰ﴾

وہ تقویٰ، شرعی تقویٰ کہلاتا ہے۔ وہ تقویٰ اس تقویٰ سے مشکل ہے۔ پہلا تقویٰ آسان سا تقویٰ تھا جو ہم سب کو حاصل ہے، جس میں ہم سب کو کامیابی حاصل ہے۔

پہلا تقویٰ جس کو اَلَّذِیْنَ آمَنُوْ میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ تقویٰ بمعنی اسلام ہے، اس تقویٰ کا ذکر آمَنُوْ میں آچکا اور کَانُوْ یَتَّقُوْنَ کے اندر وہ تقویٰ شامل ہے جو اولیاء کا نصاب ہے، وہ تقویٰ محض ایمان لانے کا نام نہیں ہے بلکہ ایمان لانے کے بعد یہ نیا ہے جو نصاب ولایت میں شامل ہے، جو صالح مومن کے نصاب میں شامل ہے۔ وہ کیا چیز ہے؟

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

یہ وہ تقویٰ ہے جو انسان کو ہر اس کام سے بچائے، جس سے انسان کو گناہ ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کا معنی بچانا ہے۔

وہ پہلا جو تھا اس نے دائمی عذاب سے بچایا ہے۔

یہ دوسرا جو ہے یہ بندے کو ہر اس فعل سے بچاتا ہے جس کی وجہ سے بندے کو گناہ ہو سکتا ہے۔

اب بہت سے درجات ہیں جن کی وجہ سے انسان کو گناہ ہوتے ہیں۔ کچھ افعال کی وجہ سے بڑا گناہ ہوتا ہے اور کچھ کی وجہ سے چھوٹا گناہ ہوتا ہے۔ شرعی تقویٰ یہ ہے کہ جو کام بھی بندے کو گنہگار کرنے والا ہو، اس سے بچے۔ اس کام سے بچنے والا انسان متقی انسان کہلائے گا۔

لہٰذا اب اس لحاظ سے ایک جامع نصاب ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ فرض کی پابندی، واجب کی پابندی، سنت کی پابندی، مستحب کی پابندی، اولیٰ کی پابندی، یہ ساری پابندیاں اس متقی انسان کے نصاب کا حصہ ہیں۔

حرام سے اجتناب، مکروہ تحریمی سے اجتناب، مکروہ تنزیہی سے اجتناب، خلاف اولیٰ سے اجتناب، یہ سارا اجتناب اس متقی کے نصاب کا حصہ ہے۔

یہ کوئی ایسا فعل نہیں کرتا جس کی وجہ سے ادنیٰ سا گناہ ہونے والا ہو۔ لہٰذا فرض کو بھی ترک نہیں کرتا کیونکہ فرض ترک کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ یہ واجب کو بھی ترک نہیں کرتا کہ واجب کے ترک کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ یہ سنت کو ترک نہیں کرتا کیونکہ سنت کے ترک کرنے کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے اور یہ اولیٰ کو بھی ترک نہیں کرتا کیونکہ اولیٰ کے ترک کی وجہ سے آخرت کا نقصان ہو سکتا ہے۔ جو کام بھی آخرت میں نقصان کا سبب بننے والا ہو، یہ متقی اس کام سے باز رہتا ہے۔ فرض، واجب، سنت، مستحب اور اولیٰ کا ترک نہیں کرتا کیونکہ جب فرض کے ترک کی وجہ سے بڑا نقصان ہو سکتا ہے تو اولیٰ کے ترک کی وجہ سے ولی کا چھوٹا نقصان ہو سکتا ہے۔ لہٰذا وہ اولیٰ تک کی بھی پابندی کرتا ہے اور خلاف اولیٰ کام نہیں کرتا۔

دوسری طرف وہ حرام کے قریب بھی نہیں جاتا، مکروہ تحریمی کے قریب بھی نہیں جاتا، مکروہ تنزیہی کا ارتکاب بھی نہیں کرتا کیونکہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اس کو آخرت کا نقصان ہو سکتا ہے۔

آخرت کے نقصان کی چند صورتیں

آخرت کا نقصان کئی قسم کا ہے۔ اگر ایک شخص جہنم میں دائمی طور پر رہے۔ یہ بھی آخرت کا نقصان ہے، جہنم میں کچھ وقت کیلئے رہے یہ بھی آخرت کا نقصان ہے، جنت میں جائے مگر اس کو ادنیٰ درجہ کی جنت ملے یہ بھی آخرت کا نقصان ہے، جنت میں اعلیٰ مقام پائے لیکن اعلیٰ جنت نہ حاصل کر سکے یہ بھی آخرت کا نقصان ہے۔ لہٰذا متقی تو وہ ہے جو آخرت کے ہر قسم کے نقصان سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیتا ہے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْن

(پارہ ۱۱، سورہ یونس، آیت ۶۳)

اس لحاظ سے متقی انسان، اللہ کے دوست، خالق کائنات کے مقرب اور پیارے بندے وہ ہیں، جنہوں نے پہلے نمبر پر ایمان قبول کیا، ایمان کے لحاظ سے ایمان کی معراج پر پہنچے، عقیدہ صحیح کیا، اس کے بعد انہوں نے پوری زندگی اس تقوے کے دائرے میں گزار دی، زندگی بھر ان کا پورا جسم متقی رہا، ان کے کان بھی متقی رہے، ان کی زبان بھی متقی رہی، ان کی آنکھیں بھی متقی رہیں، ان کے ہاتھوں نے بھی تقویٰ اختیار کیا، ان کے قدم بھی متقی رہے۔ جب کسی انسان کے پورا پیکر، پورا سراپا، نے اللہ کی حدود کی پابندی کی، خالق کائنات کے احکامات کی روشنی میں زندگی بسر کر دی تو اب اس شخص کو شرعی متقی کہا جائے گا۔

یہ تقویٰ یقیناً مشکل نصاب ہے، اس لئے کہ اس میں صرف کلمہ اسلام پڑھنے کا نام تقویٰ نہیں بلکہ خالق کائنات جل جلالہٗ کے جامع احکام جو زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق ہیں، سب کو تسلیم کرنا ہے۔ صرف نماز پڑھ لینے اور روزہ رکھ لینے کا نام ہی تقویٰ نہیں۔

وہ شخص جو پوری زندگی گزارتے وقت، زندگی کا جو بھی شعبہ اس نے اختیار کر رکھا ہے، اس شعبہ کے متعلق خالق کائنات کی جو ہدایات ہیں، ان ہدایات کے مطابق پوری کی پوری زندگی کے معاملات کو اللہ کی رضا کے مطابق جب ڈھال لیتا ہے، اپنے پورے پیکر کو خالق کائنات کے دیئے ہوئے اسلام کے رنگ میں رنگ لیتا ہے، اسلام کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے، پھر وہ شخص شرعی متقی بن جاتا ہے۔

اس کے کان کو تقویٰ اختیار کرنا پڑتا ہے کیونکہ شرع نے کان کیلئے علیحدہ نصاب دیا ہے۔ اس کو نماز کے ساتھ ساتھ، روزہ کے ساتھ ساتھ، اپنے کان کو متقی بنانا پڑتا ہے کیونکہ اسلام میں کان کیلئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ اپنے کسی بھائی کی غیبت سنے، کسی بھائی کے گلہ کو سنے، وہ فحش کلامی نہیں سن سکتا، وہ کوئی گندا گانا، نغمہ نہیں سن سکتا۔ اس کا کان یک متقی انسان کا کان ہے، شریعت نے اس کا بھی نصاب مقرر کر رکھا ہے۔ لہٰذا جب بھی اس کان کے اندر قصداً کسی قسم کا میوزک، فحش کلام داخل ہوگا تو اس کان کے تقویٰ پر آنچ آجائے گی، اس کا تقویٰ کامل نہ رہے گا۔

لہٰذا قرآن نے بندہ مومن کو ولایت کیلئے جو شرعی تقویٰ عطا کیا ہے، ایک کامیاب ندگی گزارنے کیلئے دیا ہے۔ خالق کائنات کی رضا کے حصول کیلئے دیا ہے۔ اس کیلئے مروری ہے کہ جب سے بالغ ہوا ہے اس وقت سے لے کر مرنے تک اس کے کان سی آواز سے بچیں۔ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے، اسے پوری زندگی اپنے کان پر ہرا بٹھانا پڑے گا۔

سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حضرت عبد... رشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کہیں سے گزرتے گزرتے آ... ی تو آپ نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں...

دور چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں اس وقت بچہ تھا اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام پر جا کے انگلیاں باہر نکالیں جہاں اس کی آواز نہیں آرہی تھی۔

آج کے مزامیر، میوزک، فحش کلامی میں اس حد تک تجاوز ہو چکا ہے، پراگندگی آچکی ہے کہ اس کی وجہ سے کانوں کا تقویٰ مجروح ہو چکا ہے۔ لہٰذا آج کے اس پرفتن دور میں امت مسلمہ کا ایک فرد ہونے کے ناطے، ہمیں اپنے کان کو اپنا نصاب یاد دلانا چاہئے کہ تو ایک مسلم کا کان ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً

(پارہ ۲، سورہ البقرہ، آیت ۲۰۸)

صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے کا نام اسلام نہیں بلکہ تمہیں عملی طور پر بھی مکمل اسلام میں داخل ہونا پڑے گا۔ صرف مسلمانوں کا سا نام رکھ لینا اور کلمہ اسلام پڑھ لینا، یہ تو کامل ایمان نہیں ہے، خالق کائنات کے نزدیک تو یہ تمہاری کامیاب زندگی نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ جب میں نے تمہیں اپنے لئے پیدا کیا ہے تو پھر تمہیں اپنا پورا پیکر میری رضا کے مطابق رکھنا پڑے گا۔ تمہارے کانوں کو وہ باتیں سننی پڑیں گی جو مجھے پسند ہیں اور جو مجھے ناپسند ہیں ان سے تمہارے کانوں کو باز رہنا پڑے گا، جب زندگی بھر باز رہیں گے تو پھر خالق کائنات اس شخص کی زندگی کو کامیاب زندگی قرار دے گا۔

آج کے اس ماحول میں ہمارے بہت سے نوجوانوں کو، اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ ہی پتہ نہیں کہ اسلام نے ہمارے کانوں پر بھی کوئی پابندی لگائی ہے، آنکھوں پر بھی پابندی لگائی، دوسرے اعضاء پر بھی پابندی لگائی ہے۔

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہر عضو کا ایک زنا ہے، ہر عضو کی ایک برائی ہے، جس سے اسے شہوت ملتی ہے، جس سے وہ عضو خوش ہوتا ہے، ہر عضو کی علیحدہ برائی ہے اور کانوں کی برائی یہ گندے گانے سننا ہے، یہ میوزک سننا ہے، یہ گانے سننا کانوں کا زنا ہے۔ لہٰذا آپ تصور کریں کہ ہمارے کان کتنی بڑی برائی میں ملوث ہیں۔ لہٰذا اپنے کان پر پہرا بٹھانے کیلئے ہمیں اس شریعت کی پابندی کرنی ہوگی، جس شریعت کے نفاذ کیلئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کے بازاروں میں پتھر کھائے تھے۔

ہمارا دین محض ایک نظریہ نہیں کہ عمل کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہ ہو۔ یہ دین تو نافذ ہونے کیلئے آیا ہے، ہمارے بدن کے ہر اعضاء کو اس کے مقرر کردہ ضابطہ کا پابند رہنا ہوگا۔ لہٰذا کانوں کا شرعی تقویٰ اس کا نصاب یہ ہے کہ ہمارے یہ کان ایسی کوئی بات نہ سنیں جس کے سننے سے ہمارا مولا ناراض ہوتا ہو۔ لہٰذا اس گانے باجے سننے کو، فحش مکالمات کے سننے کو ریفریشمنٹ (Refreshment) قرار نہ دیں کہ ہم سارا دن کام کر کے تھک گئے ہیں اور اب ہم ذرا تفریح کر رہے ہیں، تھوڑا سا سانس لے رہے ہیں، ایسی تفریح تفریح نہیں، جہنم کی تپش ہے۔

﴿شریعت مطہرہ کی پابندی﴾

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جنت کے اردگرد مکروہ چیزوں کی وادیاں ہیں یعنی جن سے انسان کی طبیعت کو مشکل پیش آتی ہے، مشقت آتی ہے۔ مثلاً انسانی طبیعت کو نفل پڑھنے سے مشقت پیش آتی ہے، روزہ رکھنے سے مشقت محسوس ہوتی ہے۔ شرع کی پابندی سے مشقت محسوس ہوتی ہے، شہوت پر شریعت کے قواعد کی پابندی مشکل محسوس ہوتی ہے۔

یہ آج جس کو تم تفریح قرار دے رہے ہو، اپنی تھکن دور کرنے کیلئے ایک سہارا بنا رہے ہو، اس میں کوئی خوشی نہیں، کوئی چاشنی نہیں، حقیقی الذت نہیں، اس کی طرف اٹھنے والے قدم جہنم کے شعلوں میں لے جائیں گے۔ جہنم کے اردگرد انسانی خواہشات کے باغات ہیں، انسانی شہوت کا باغیچہ ہے کہ انسان کا کان اس سے لطف اندوز ہوتا ہے، خوش ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی لئے سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت مسلمہ کے ہر ہر عضو کیلئے نصاب مقرر کر دیا اور فرما دیا کہ بحیثیت مومن تمہیں مکمل طور پر اسلام میں داخل ہونا پڑے گا۔

امت مسلمہ کے کان کیلئے بھی نصاب مقرر فرما دیا کہ یہ ایک مسلم کا کان ہے، کسی آوارہ گرد کا کان نہیں ہے، یہ کسی کافر کا نہیں، مومن کا کان ہے۔ اس لئے اسے کھلم کھلا نہیں چھوڑا جا سکتا، مومن کے کان کو مومن کے نصاب کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے۔ لہٰذا اس کو کسی ایسی آواز کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے جس کو سننے سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔

اسی طرح یہ آنکھ، بندۂ مومن کی آنکھ ہے۔ خالق کائنات نے اس آنکھ کو انسان کی مرضی پر کھلم کھلا نہیں چھوڑا، جب خود انسان اللہ کی مرضی کا پابند ہے تو اس کی آنکھ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی پابند ہے۔ بندۂ مومن نے ایمان قبول کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ سے معاہدہ کر لیا ہے کہ یا اللہ! جو تو کہے گا میں وہ ہی کروں گا، اس کے صلہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنت عطا فرمائے گا۔ یہ بندۂ مومن خود کو اللہ کے سپرد کر کے اللہ سے جنت لے چکا ہے۔ لہٰذا بندۂ مومن ہر لمحہ یہ یاد رکھے کہ میں اپنی جان اس کے ہاتھ بیچ چکا ہوں، اپنے کان بیچ چکا ہوں، اپنی آنکھیں بیچ چکا ہوں، بدلے میں جنت عطا کی جائے گی۔

آنکھ کا صحیح استعمال

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اعضاء کی برائی کا جامع بیان فرمایا تو آنکھوں کی برائی یہ قرار دی کہ انسان اس طرف دیکھے جس طرف دیکھنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے کیونکہ جب اس طرف دیکھے گا تو انسان کی آنکھ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر بن جائے گا۔

یہ آنکھ رحمٰن کے جلوے دیکھنے کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

یہ آنکھ کعبۃ اللہ کے نظارے کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

یہ آنکھ گنبد خضریٰ، سنہری جالیوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوؤں کے نظارے کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

یہ آنکھ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

یہ آنکھ والدین کے چہرے کی زیارت کر کے حج قبول کا ثواب حاصل کرنے کیلئے پیدا کی گئی ہے۔

جب اس آنکھ کا غلط استعمال ہوا تو آنکھ کی برائی اسے جہنم میں لے جانے کا سبب بن گئی۔

وہ متقی انسان جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کلمہ اسلام پڑھ لیا ہے اور اسلام کو بحیثیت دین مان لیا ہے، اسے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ میں جس خدا کا کلمہ پڑھتا ہوں، جس پیغمبر علیہ السلام کا کلمہ پڑھتا ہوں ان کی دی ہوئی شریعت کا بھی اول سے لے کر آخر تک پابند ہوں۔ کیونکہ اسلام صرف نظریے کا نام نہیں بلکہ یہ نظریے اور عمل دونوں کا نام ہے۔

اب جب انہوں نے میری آنکھ کو پابند کیا ہے، آنکھ پر تالا لگایا ہے، آنکھ کو روکا ہے تو میں کبھی بھی اپنی آنکھ کو آوارہ نہیں چھوڑ سکتا۔ قیامت کے دن جب مجھے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہے اس وقت کو یاد کرتے ہوئے مجھے آج اکیلے بیٹھے ہوئے بھی ٹی وی، ڈش، وی سی آر، سینما، کیبل کی سکرین سے اپنی آنکھوں کو گندہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ آنکھوں کو صاف رکھنا چاہئے تاکہ کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلوؤں کا دیدار ہو سکے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ کی حاضری ہو تو پھر ندامت نہ ہو، اگر آنکھیں اتنی پاک وصاف رہیں گی تو پھر اس زندگی میں بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار سے مشرف ہو جائے گا۔

مسلم کے ہاتھ کی پابندیاں

یہ سارے معاملات شرعی تقویٰ کے اندر ہیں کہ ہر چیز جس سے آخرت کا نقصان ہو جائے اس سے بچنے والا انسان متقی ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے اپنے پورے پیکر کو پابند کرنا پڑے گا۔

ہاتھ کو بھی پابند کرنا پڑے گا کہ ہاتھ سے کوئی ایسا فعل نہ ہو جس فعل سے خالق کائنات ناراض ہو جاتا ہو۔

کم تولنا، کم ناپنا، یہ بڑے بڑے جرم ہیں، ان سے بھی وہ محفوظ رہتا ہے۔ جس کے ساتھ ہاتھ لگنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے حبیب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا، اس سے باز رہتا ہے۔ پوری زندگی کسی غیر محرم کے ساتھ اپنے ہاتھ کو لگنے نہیں دیتا، کسی غیر محرم سے مصافحہ نہیں کرتا۔

ان ہاتھوں کی برائی کیا ہے؟

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ان ہاتھوں کی برائی کسی غیر محرم کو

چھونا ہے، مس کرنا ہے، پکڑنا ہے۔

بندۂ مومن کا ہاتھ اس طرف نہیں جا سکتا جس سے خالق کائنات اور اس کے حبیب نے روکا ہے، اسے ان حدود کا پابند رہنا ہے۔

لہٰذا ہماری تہذیب وتمدن وہ ہے جس کی کڑیاں گنبد خضریٰ سے ملی ہوئی ہیں۔ ہم، ہمارا راہ ورسم غیر مسلموں کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ہماری حکومت کے ارباب بسط وکشاد کو یہ سمجھنا چاہئے۔

ہر دور میں کچھ لوگ ایسے آجاتے ہیں جو ملنے جلنے میں، آپس کے ان آداب میں، غیر مسلموں کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیا انہیں خبر نہیں ہے کہ اسلام میں ہاتھوں کو بھی حدود کے اندر پابند کیا گیا ہے، غیر محرم کے ساتھ مس کرنے سے روکا گیا ہے۔ اگر کوئی مرد غیر مسلم عورت یا مسلم عورت سے مصافحہ کرتا ہے تو اسے یہ جان لینا چاہئے کہ سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق قیامت کے دن ان آنکھوں میں، ان کانوں میں ابلتا ہوا گرم تیل ڈالا جائے گا، ان ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے گا، سارے بدن کو گرم لوہے کے ساتھ تاپا جائے گا، اس لئے کہ اس نے اللہ کے دیئے ہوئے ان اصولوں کی پابندی نہیں کی جو بحیثیت مسلمان اسے کرنی چاہئے تھی۔

پورے پیکر کا نصاب

ہماری زندگی میں ہمارے پورے پیکر کا ایک نصاب ہے، سر سے لے کر پاؤں تک ہر عضو کا نصاب ہے۔ پورے بدن کے اندر جو قوت لامسہ، چھونے کی قوت موجود ہے، اس پر پابندیاں ہیں۔

لہٰذا جب پورا پیکر اللہ اور اس کے حبیب مکرم کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے گا

تو اس انسان کو پھر شرعی متقی کہا جائے گا۔

یہ نصاب کسی ایسی قوم کا نصاب نہیں جو ہمارے بعد آئے گی، اس نے آ کر اس پر عمل کرنا ہے بلکہ بحیثیت مسلمان یہ ہمارا نصاب زندگی ہے۔ یہ قابل عمل نصاب ہے، ہماری وسعت سے باہر نہیں ہے، بحیثیت مسلمان ہم نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ یا اللہ! ہم تیرے دیئے ہوئے دین پر عمل کریں گے۔ اس کا عقیدہ اور عمل دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ لہٰذا بحیثیت متقی ہمارے پورے اعضاء کا جو نصاب ہے ہم اس پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزاریں گے، آخرت کے ہر نقصان سے بچیں گے، تب یہ زندگی کامیاب زندگی ٹھہرے گی۔

﴿شرعی تقویٰ کا معنی ومفہوم﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرعی تقویٰ کو اس معنی میں یوں بھی بیان کیا:

لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

(پارہ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۹۶)

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔

فرمایا کہ اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور متقی ہو جاتے، یہاں پر بھی ایمان لانے کا نام ہی تقویٰ نہیں ہے۔ میں نے جو پہلے آیت کریمہ پڑھی ہے وہاں ایمان ہی تقویٰ تھا لیکن یہاں ایمان پہلے ہے اور تقویٰ بعد میں ہے، یہ دوسرا تقویٰ شرعی تقویٰ ہے، پہلے والا لغوی تقویٰ تھا، یہ شرعی تقویٰ پہلے تقویٰ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایمان نہیں تو تقویٰ آ ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا اگر کوئی کافر زندگی بھر اپنے آپ کو کہیں پابند رکھے، چِلّے کاٹتا رہے، اسے اللہ کے قریب کا کچھ حصہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے

کہ وہاں ایمان ہی مفقود ہے۔ پہلے ایمان دار ہو، پھر ساری زندگی شرعی حدود کے مطابق گزارے تو خالق کائنات اسے اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے گا۔

تقوی کا تیسرا مرحلہ

آپ نے شرعی تقویٰ کا ذکر سنا اس کے بعد جو مقام آتا ہے اسے حقیقی تقویٰ کہا جاتا ہے۔

حقیقی تقوی ولایت کی شناخت

حقیقی تقویٰ اصل میں ولایت کی شناخت ہے، پہلے جن کا ذکر ہوا وہ ولایت کے حصول کیلئے زادراہ تھے، ان کے حصول کے بعد ہی حقیقی تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

یہ حقیقی تقویٰ کان کو پابند رکھنے کا نام نہیں، آنکھ پر پہرا بٹھا دینے کا نام نہیں، زبان کو پابند کرنے کا نام نہیں، یہ سب کچھ پہلے ہو چکا ہے، ایمان بھی آ گیا ہے اور یہ پیکر متقی بھی ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اب تیسرا مقام شروع ہوا جس کو سوچنا بھی شاید ہمارے لئے مشکل ہو، کیونکہ اب یہ دل کی بات ہے۔

کان پر پہرا بٹھانا آسان ہے، گندی، فحش، بے ہودہ آوازوں پر کان میں انگلی ڈال لینا آسان ہے، برائی کی طرح سے آنکھیں بند کر لینا آسان ہے لیکن حقیقی تقویٰ تو یہ ہے کہ انسان کے دل میں ایک لمحہ کیلئے غیر کا خیال نہ آئے، دل ہر وقت اللہ کے ذکر سے آباد رہے، غیر کا خیال ہی دل سے نکال دیا جائے، شیطانی وسوسے اس دل میں آ ہی نہ سکیں، دل کی سرزمین اتنی صاف ہو کہ شیطان قدم ہی نہ رکھ سکے۔ دل اتنا محفوظ ہو، روشن ہو، دل کے محلے اللہ کے ذکر سے اتنے آباد ہوں کہ ایک لمحہ کیلئے بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں، تو پھر وہ شخص حقیقی متقی بن جائے گا جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

یہاں تقویٰ سے مراد حقیقی تقویٰ ہے۔

ظاہری اعضاء کی ابندی انسان پہلے کر چکا ہے، اب حقیقی تقویٰ کی دہلیز پر پہنچا ہے کہ اس نے دل کے خیالات کو لگام دے لی ہے۔

دیکھئے کانوں کو بند کرنا آسان ہے، آنکھوں کو بند کرنا آسان ہے، ہاتھوں کو روک لینا آسان ہے، قدموں کو پیچھے ہٹا لینا آسان ہے مگر ایک پاور (Power) ہے جس سے انسان دل کے خیالات کو لگام دے لے۔ حقیقی متقی، ایسی پاور (Power) کا مالک ہوتا ہے۔ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے دل کو یادالٰہی سے غافل نہیں ہونے دیتا، اگر ایک لمحہ بھی غیر کا خیال آجائے وہ سمجھتا ہے میرے دل کا تقویٰ ختم ہو جائے گا، پاش پاش ہو جائے گا، ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ وہ اس حد تک وہ اپنی توجہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف مبذول رکھتا ہے کہ اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی غیر کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ بظاہر وہ کام کر رہا ہوتا ہے، کاروبار میں مصروف ہوتا ہے، دوکان چلا رہا ہوتا ہے لیکن دل میں خالق کائنات کا خیال رہتا ہے، دل اللہ کی طرف مشغول رہتا ہے، دل خالق کائنات کے ذکر سے آباد رہتا ہے تو اس شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ حقیقی متقی بنا دیتا ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ حقیقت میں ذکر سے مقصود، دل کی غفلت کو دور کرنا ہے۔ ایک ہے زبان سے اللہ اللہ کرنا لیکن دل متوجہ نہ ہونا، اگر ایک شخص زبان سے ہزار مرتبہ اللہ اللہ کہتا ہے مگر دل اللہ کی طرف متوجہ نہیں، دل میں بدستور غفلت موجود ہے۔ ٹھیک ہے، زبان کے اس ذکر سے اسے ثواب تو حاصل ہوگا مگر دل کا جو حقیقی مقصد تھا

وہ پورا نہیں ہوا۔

دل کا حقیقی مقصد اس وقت پورا ہوگا، دل حقیقی طور پر اس وقت بیدار ہو جائے گا جب دل کا مرکز توجہ مکمل طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہوگا، دل غیر کی طرف توجہ مبذول نہ کرے، زبان کا ذکر تو ظاہری اعضاء کے ذکر میں آئے گا۔ وہ تو ایسی عبادت ہے جو شرعی تقویٰ میں زبان کی عبادت، شرعی تقویٰ کے نصاب میں شامل ہے لیکن حقیقی تقویٰ جس کا مقام شرعی تقویٰ کے بعد آتا ہے، وہ دل کا وہ مقام ہے کہ جس میں دل کی غفلت دور ہو جائے، دل کی سستی دور ہو جائے، دل کی عدم توجہی ختم ہو جائے اور دل ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، اللہ کی یاد میں آباد رہے۔

کچھ لوگ دل کی ایسی توجہ سے عاری ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ہم دل کی نماز پڑھتے ہیں، ہم تو ایسے متقی ہیں کہ ہمیں ظاہری اعضاء کی عبادت کی ضرورت ہی نہیں۔ ایسے تقویٰ کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تقویٰ کا یہ تیسرا مقام اس کو ملتا ہے جو دوسرے مقام پر پوری طرح فیضیاب ہو چکا ہو، جس طرح کلمہ اسلام پڑھنا ضروری تھا ایسی ہی متقی کیلئے ظاہری پابندی کرنا بھی ضروری ہے، یہ ظاہر اعضاء کی پابندی کرے گا تب ہی دل متقی بنے گا۔ جو دل کا متقی ہے وہ غیر کا خیال دل میں آنے نہیں دیتا۔ وہ تیسرے مقام پر پہنچا ہی تب ہے جب وہ دوسرے نمبر کی پابندی کرتا رہا ہے۔ لہٰذا اس کا کان گناہوں میں ملوث نہیں ہوگا، اس کی آنکھ بھی ملوث نہیں ہوگی، اس کا ہاتھ بھی ملوث نہیں ہوگا، یہ ساری چیزیں موجود ہیں، ساتھ دل بھی آباد ہو جائے گا۔

﴿ظاہر و باطن کا تعلق﴾

ہم کسی ایسے تصوف کے قائل نہیں ہیں جو شریعت کے مخالف ہو اور دل کی دُنیا آباد کرنے کا دعویٰ کرر ہا ہو۔ ظاہر اور باطن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ ظاہری اعضاء کی عبادت انسان کے باطن کو روشن کرتی ہے۔ انسان کے باطن کی روشنی، انسان کے ظاہر سے نظر آتی ہے۔ اسی لئے تو سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَار

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا باب ماجاء فی قیام اللیل حدیث نمبر ۱۳۲۳)

جو رات کو نمازیں زیادہ پڑھتا ہے دن کے وقت اس کا چہرہ خوبصورت نظر آتا ہے رات کی بندگی کا دل کے اندر جو اثر ہوتا ہے وہ اثر اس کے چہرے کے خدوخال پر ظاہر ہوگیا۔ یہ ظاہر و باطن کا آپس میں تعلق ہے۔ اسلام میں شریعت ظاہر کے تابع ہے۔

شریعت سے کبھی اس کو چھٹی نہیں مل سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ باطن کی اصلاح ضروری ہے اور باطن کی اصلاح حقیقی تقویٰ کی صورت میں حاصل ہو جاتی ہے۔

اب دیکھیں لوگوں کی باطن کی قوت کتنی ہے؟

لوگ مسجد میں آتے ہیں، بدن ظاہری طور پر مسجد میں پہنچتا ہے لیکن دل کا خیال مسجد سے باہر چلا جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ انسان جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل کے خیالات کو پابند کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے، اللہ کے فضل سے ان کا کنٹرول ایسا ہوگا کہ بدن اگر مسجد میں ہے دل کا خیال بھی مسجد میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ہی رہے گا۔ یہ چیز محالات میں سے نہیں ہے کہ اس کا دروازہ بند ہو چکا ہے، ایسی

شخصیات کا تو ہمارے سامنے ایک جہان ہے۔ اس راہ میں ہم جیسے جیسے بڑھتے جائیں گے۔ خالق کائنات نئے نئے آفاق ہمارے سامنے کھول دے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(پارہ ۲۱، سورہ العنکبوت، آیت ۶۹)

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

جس نے ہمارے لئے دل کا جہاد کیا، ہم اس کو اپنی راہیں دکھادیں گے۔ خود بخود پردے اس کے آگے سے اٹھتے چلے جائیں گے، حجابات اٹھتے چلے جائیں گے، وہ اسرار ورموز کی دنیا میں خود بخود سفر کرتا چلا جائے گا۔ اس لئے کہ جب اس نے اپنی زندگی کے شب وروز اللہ کی بندگی کیلئے وقف کر دیئے تو خالق کائنات بالآخر اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ اب وہ لوگ جو لغوی تقویٰ، شرعی تقویٰ، پھر حقیقی تقویٰ کے سارے مراتب اول سے آخر تک طے کرتے ہیں تو پھر وہ ولی کہلاتے ہیں۔

ہم لوگوں کو زیب نہیں دیتا کہ ہم ایسے لوگوں سے حسد کریں اور ہمیں کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا کہ ہم کہیں کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کا ولی بغداد شریف میں بیٹھا ہو اور کائنات میں دستگیری کرتا رہے، اللہ کا ولی، حضرت داتا گنج بخش، لاہور میں بیٹھا ہو اور ان کی نگاہ دور دور تک کا مشاہدہ کرتی ہو۔ وہ ہمارے جیسے انسان ہی تھے، ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا ہم تو چند فٹ کے فاصلے پر بھی کسی کی مدد نہیں کر سکتے وہ بھی ہمارے جیسے انسان ہی تھے پھر انہیں یہ مقام کس طرح حاصل ہوسکتا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ مراتب اور ان کی حامل شخصیت میں فرق اسی لئے رکھا ہے۔ لہٰذا ان سے حسد کرنے سے پہلے دیکھو تو سہی تم کس درجے میں ہو، تم نے کتنا کام کیا ہے،

تم نے مشقت کتنی اٹھائی ہے، تم نے ریاضت کتنی کی ہے، تم نے مجاہدہ کتنا کیا ہے؟

وہ دن رات اللہ کی بندگی کرتے رہے اور باطن کو اس قدر صاف اور شفاف کیا کہ اللہ نے اپنے قرب میں ان کو جگہ عطا فرمائی۔ انہوں نے کورس اتنا بڑا کیا ہے کہ وہ اس مقام و مرتبہ کے حامل ٹھہرے۔ جو پرائمری پاس ہو وہ ایم اے پاس کے مرتبے پر فائز شخص سے حسد کرتا کیوں ہے؟

﴿اولیاء اللہ کا انعام﴾

جس نے وہ نصاب پڑھا، محنت و ریاضت کی، وہ یقیناً اس انعام کا مستحق ہے، اس عہدے کا اہل ہے۔

خالق کائنات اپنے ولی کے متعلق فرماتا ہے:

وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ

(بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع حدیث نمبر ۶۰۲۱)

میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

میرا بندہ، میرا ولی پابندی کرتا ہے۔ فرض تو فرض رہے، واجب تو واجب رہے، سنتیں تو سنتیں رہیں، نوافل تک کی پابندی کرتا ہے۔ وہ سردی گرمی میں میری عبادت کیلئے کمر بستہ رہتا ہے۔ خواہ سردی کی یخ بستہ راتیں ہیں، خواہ گرمی کا تپش آمیز ماحول ہے، کئی سالوں سے پابندی کے ساتھ کمر بستہ ہے، چھوڑتا ہی نہیں، کہتا ہے میں اپنے رب کو راضی کر کے چھوڑوں گا، جب وہ دوام اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حَتّٰی اُحِبَّهٗ

یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔

اللہ کا ولی ایسا نہیں کہ ایک مہینہ تو لگاتار بندگی کرے اور دوسرے مہینے کہنے لگے کہ

مجھ سے رات کو جاگا نہیں جاتا۔ ایک مہینے تو بڑا صوفی بنا رہا اور دوسرے مہینے عاجز آ گیا، یا ایک سال تو مسلسل عبادت و ریاضت میں گزارے اور دوسرے سال کہنا شروع کر دے کہ مجھے کچھ نہیں ملا۔

اس حدیث قدسی میں ہے کہ اس نے دوام اختیار کیا، وہ اتنا پختہ عزم ہے کہ ہر موسم میں، ہر قسم کے حالات میں، ہر طرح کے ماحول میں، زندگی کے سالہا سال ایسے ہی پابندی کے ساتھ بسر کرتا جا رہا ہے، حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

حَتّٰى اُحِبَّهٗ

یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔

ولی اور غیر ولی میں فرق

خالق کائنات فرماتا ہے کہ جب میں نے اس کو اپنا محبوب بنالیا تو اب میرے محبوب اور دوسرے انسانوں میں فرق بھی ہونا چاہئے۔ ٹھیک ہے کہ یہ میرا ولی، بناوٹ کے لحاظ سے دوسرے انسانوں جیسا ہی ہے، اس کے اعضاء دوسرے انسانوں کے اعضاء جیسے ہی ہیں۔ ان کی حقیقت اور میرے محبوب کی حقیقت ایک ہی ہے لیکن اب جو میں نے اسے اپنا محبوب بنا لیا ہے تو اس میں اور دوسرے انسانوں میں جو میرے احکامات کے باغی ہیں، جو غافل ہیں، ان میں اور میرے محبوب میں فرق بھی تو ہونا چاہئے۔

خالق کائنات فرماتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب میں اور دوسرے انسانوں میں دنیا و آخرت میں واضح فرق قائم کر دیا ہے۔ ایک فرق تو روز قیامت نظر آئے گا، جنت کے درجات کے فرق سے نظر آئے گا اور دوسرا فرق دنیا میں بھی قائم کر دیا۔

ولی کی سماعت کا مقام

کون سا فرق قائم کر دیا؟ فرمایا کہ جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو
كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ
(بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع حدیث نمبر ۶۰۲۱)
میں اس کی سماعت (کان) بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے۔

یہ میرا محبوب ہے، یہ بھی بندہ ہے اور دوسرے بھی بندے ہیں۔ یہ بھی انسان ہے اور دوسرے بھی انسان ہیں۔ فرق یہ ہے کہ میں نے اسے اپنا محبوب بنالیا ہے، اب میں اس کے کان بن گیا ہوں، جن سے یہ سنتا ہے۔

انسان ہوتے اس نے اتنی پابندی کی ہے کہ جب بھی شہوت اس کو مجبور کرتی، کوئی فحش، بیہودہ، گندی بات اسے سنائی دیتی جس سے ہیجان پیدا ہو جاتا ہے تو یہ اس کا گلا دباتے ہوئے اپنے کانوں کو میرے احکامات کا پابند کرتا تھا، اس نے کانوں کو اتنا صاف رکھا کہ اب میری قدرت اس کے کان بن گئے ہیں۔ لہٰذا ان کانوں سے یہ سنتا ہے جن میں میری قدرت کارفرما ہے۔

یہ ولی اللہ دور دور سے سینکڑوں، ہزاروں میل دور سے، کئی پردوں کے پیچھے سے اس لئے سنتا ہے کہ اب اس کے کانوں میں میری قدرت عمل کر رہی ہے۔ اب بھی اگر وہ دور دور سے نہ سن سکے تو عام انسان اور میرے محبوب میں کیا فرق ٹھہرا؟ جس کو میں نے یہ انعام عطا فرمایا اور جس کو عطا نہ فرمایا ان میں کیا فرق ہوا؟ مطلقاً ہر انسان سنتا ہے، یہ عام سننا تو کافر کو بھی حاصل ہے، عام مومن کو بھی حاصل ہے؟ گنہگار مسلمان کو بھی حاصل ہے، اگر سننا سننا برابر ہو تو انعام کس بات کا دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اس کو انعام دیا کہ میں اس کے کان بن گیا اور فرق یہ ٹھہرا کہ دوسرے جو ہیں

وہ چند فٹ سے سنتے ہیں، یہ سینکڑوں ہزاروں میل دور سے سن سکتا ہے کیونکہ میں اس کے کان بن گیا۔

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ

میں اس کے کان بن گیا، جن سے وہ سنتا ہے۔

اللہ کا دوست، محبوب، ولی، اللہ کے قرب میں ہے، اسے اللہ کے انوار وتجلیات اور قدرتیں اتنی حاصل ہیں کہ کان اس کے ہیں لیکن سننے کی طاقت رب ذوالجلال کی ہے۔ اگر اب بھی یہ دور سے سن نہیں سکے گا تو یہ اعتراض ولی کے کان پر نہیں بلکہ اللہ کی قدرت پہ ہو جائے گا۔

لہٰذا اس کی ایک حدیث سے معترضین کے کئی اعتراضات کے جوابات ہو گئے، ان کے کئی مسئلے حل ہو گئے۔

کراچی کے ڈاکٹر مسعود عثمانی نامی شخص نے ایک سوال نامہ شائع کیا تھا۔ اب یہ شخص مر چکا ہے، اس نے لکھا کہ تم کہتے ہو کہ اولیاء اللہ دور سے سن لیتے ہیں، غوث پاک بغداد شریف سے سن لیتے ہیں، حضرت داتا گنج بخش لاہور سے سن لیتے ہیں۔

اچھا اگر سن لیتے ہیں تو پھر کوئی انہیں پشتو میں بلاتا ہے، کوئی انگلش میں بلاتا ہے، کوئی فارسی میں بلاتا ہے، کوئی عربی میں بلاتا ہے، کوئی پنجابی میں بلاتا ہے، کوئی پنجابی میں بلاتا ہے تو کیا انہیں ساری زبانیں آتی ہیں؟

پھر کہتا ہے کہ انہیں ایک وقت میں کئی کئی ہزار آدمی بلاتے ہیں، تو وہ کس کی سنتے ہیں اور کس کی نہیں سنتے؟ ترجیح کیا ہو گی؟ اس قسم کے اس کے سوالات کیے، میں نے تقریباً دس سال پہلے اس کا جواب لکھا۔ پچھلے دنوں پھر ایک قصبہ جو کالیاں میں وہی سوالات مجھ سے میرے سامنے پیش ہوئے۔ میرے یہ جواب ہے کہ ہمارے نزدیک

وہ ولی اللہ جس پر اللہ کا انعام ہوا ہے، ہم اس ولی اللہ کے وہ کان مانتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِی یَسْمَعُ بِهٖ

(بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع حدیث نمبر ۶۰۲۱)

تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سماعت (کان) بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے۔

جن کانوں میں اللہ کی قدرت کارفرما ہو ان کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ وہ دور دراز سے سن لیں، وہ کئی زبانوں کو سمجھ لیں، خدا کی قدرت زبانیں پڑھنے کی محتاج نہیں ہے، اللہ کی قدرت دور سے سننے میں کمزور نہیں ہے۔ خالق کائنات کی قدرت ایک لحہ میں کروڑوں لوگوں کی آوازوں کو دور دراز سے سننے کیلئے کسی کی محتاج نہیں ہے، جب اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میری قدرت ان کے کان بن گئی تو یہاں اس طرح کا کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، اللہ کی قدرت اگر نہیں سن سکے گی تو معاذ اللہ، اللہ کی قدرت پر اعتراض لازم آئے گا جبکہ خالق کائنات ہر نقص، عیب، خامی، کمزوری، سے پاک ہے اور ولی اللہ کو یہ اللہ کی دی ہوئی قدرت ہے کہ وہ دور دراز سے سن لیتا ہے اور کئی ایک کو ایک ہی وقت میں سن لیتا ہے۔

﴿ولی کی بصارت کا مقام﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ

اور اس کی بصارت (آنکھیں) بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔

﴿ولی کے ہاتھ کی طاقت﴾

وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا

اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔

اللہ کا ولی جب تک اس مقام پر فائز نہیں تھا، ہم جیسا انسان تھا، جو چند فٹ سے بھی بغیر واسطے کے نہیں پکڑ سکتا تھا مگر جب اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا ہاتھ بن گئی تو بیٹھا وہ بغداد شریف میں ہے لیکن کائنات کے کونے کونے میں دستگیری کر سکتا ہے۔

﴿ولی کے قدم کی حیثیت﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا

(بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع حدیث نمبر ۶۰۲۱)

اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔

وہ ایک لمحہ میں کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔ وہ ایک وقت میں کئی مقامات پر ہو سکتا ہے۔

میں نے اس حدیث قدسی کو بیان کرنے سے پہلے آپ کے سامنے تین درجات اس لئے رکھے تھے کہ بات میں معقولیت ہونی چاہئے اب جو شخص پرائمری پاس نہ ہو وہ یہ مطالبہ کرے کہ مجھے ایم اے پاس والی پوسٹ (Post) کیوں نہیں دی گئی؟ مجھے وہ مقام و مرتبہ ملنا چاہئے کیونکہ وہ ہم جیسا ہی ہے۔

جواب میں آپ کہیں گے کہ یہ بیوقوف ہے، پہلے اپنی صلاحیت کو اس عہدے کے مطابق بنائے پھر یہ عہدہ طلب کرے۔

اب اللہ کا ولی جس نے تقویٰ کے تینوں مراتب عبور کئے، ایمان لانے کے بعد ظاہر شریعت پر اتنی پابندی کی کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ دل کو

آباد کیا اور اللہ کی مرضی کے مطابق دل کے خیالات تک کو لگام میں رکھا۔ اب یہ شخص مستحق ہے کہ اللہ اس پر انعام فرمائے اگر تھوڑے پڑھے لوگ ان پر اعتراضات کریں گے تو یہ معقول بات نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ انہیں یہ مقام ومرتبہ اس واسطے ملا کہ انہوں نے مسلسل خالق کائنات کے ہاں مزدوری کی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ تو کسی کا معمولی سا اجر بھی ضائع نہیں فرماتا، انہوں نے تو اپنی پوری زندگی اس کے لئے وقف کردی ہے، اس کے بدلے میں خالق کائنات نے یہ اجر عظیم عطا فرمایا کہ ان کیلئے فرمایا، میں ان کے کان ہوں، میں ان کی آنکھیں ہوں، میں ان کے ہاتھ ہوں، میں ان کے پاؤں ہوں، میری قدرت سے وہ سب کچھ کرتے ہیں۔

پہلے یہ بھی عام انسانوں جیسے عام انسان تھے لیکن اب میں نے ان کو اپنا محبوب بنا لیا ہے۔ میرے محبوب اور غیر محبوب میں یہ فرق ہے کہ میرے محبوب دور دراز سے سنتے بھی ہیں، دور دراز سے دیکھتے بھی ہیں، دور دراز سے مدد بھی کرتے ہیں، دور دراز سے عطا بھی کرتے ہیں۔

﴿ولی کی طاقت کا انداز﴾

قرآن مجید برہانِ رشید نے بھی اس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے:

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے یہ کہا تھا:

أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ (پارہ ۱۹، سورہ النمل، آیت ۳۸)

کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

کون ہے جو سینکڑوں میل دور سے ملکہ بلقیس کا تخت اٹھا کر میرے پاس لے آئے

تو جن نے یہ کہا تھا:

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ

(پارہ ۱۹، سورہ النمل، آیت ۳۹)

میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا۔ قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا، امانت دار ہوں۔ اللہ کے ولی نے کیا کہا:

قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ

(سورہ النمل آیت ۴۰)

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ

(سورہ النمل، آیت ۴۰)

میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے

قرآن مجید میں جو ولی کی کرامت بیان کی گئی ہے اس میں کیا فلسفہ ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھا ہوا اللہ کا ولی یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کی آنکھ جو کھلی ہے اس کے بند ہونے سے پہلے تخت یہاں موجود ہوگا۔ آپ غور کریں۔

سینکڑوں میل دور کس ہاتھ نے وہ تخت اٹھایا۔

سینکڑوں میل دور کس آنکھ نے اس محل کے اندر تخت کو دیکھ لیا۔

سینکڑوں میل دور سے کس طرح اس کو اٹھا کر حاضر خدمت کیا۔

قرآن کہہ رہا ہے کہ انسان کا ہاتھ تھا، ہاتھ تو انسان کا تھا لیکن قدرت رحمٰن کی تھی۔

یہ کسی دیوان کی بات نہیں بلکہ قرآن کی بات ہے۔

یہ سفر تو کئی دنوں اور ہفتوں کا تھا لیکن گھنٹہ بھی نہیں لگا۔

منٹ بھی نہیں لگا بلکہ آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت وہاں موجود تھا۔

جس ہاتھ نے اتنی دور سے تخت کو اٹھا کر حاضر خدمت کیا وہ ہاتھ تو انسان کا تھا مگر

اس انسان کا جسے اللہ نے اپنا محبوب بنالیا تھا۔

دیکھیں، نبی تو نبی ہے، نبی کے پاس جو بیٹھتا رہا ہے اس میں اتنی قوت آ گئی ہے کہ بیٹھا بیٹھا دور سے پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو اٹھا کر لے آیا ہے۔

اسی طرح اللہ کا ولی دور دراز سے کسی کی مدد بھی کر سکتا ہے، کسی کی آواز کو سن بھی سکتا ہے، کسی کو دور دراز سے دیکھ بھی سکتا ہے۔

جو کچھ میں نے بیان کیا محض وقت گزارنے کیلئے بیان نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ یہ میرے اور آپ کے نصاب کا حصہ ہے کہ ہم بھی ان مراتب کو حاصل کریں۔ اگر ہم بھی مسلسل اس پر عمل پیرا ہوں گے تو وہ وقت آ جائے گا کہ ہمیں اس لذت کی چاشنی محسوس ہونے لگ پڑے گی جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ولایت کے اندر رکھی ہے۔

و آخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

شانِ اولیاء از مولانا روم علیہ الرحمۃ

ہر کہ خوہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء
جو خدا کا قرب چاہتا ہے وہ اولیاء اللہ کے پاس حاضر ہو

اگر تو سنگ خارا وُ مرمر بوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
اگر تو سخت پتھر یا مرمر ہے تو ولی اللہ کی نگاہ سے گوہر بن جائیگا

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
اولیاء اللہ کے ساتھ ایک وقت کی صحبت سو سال کی بے ریا طاعت سے بہتر ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود
ولی اللہ کا قول اللہ کا قول ہے اگرچہ بظاہر بندے کے حلق سے نکالا ہے

لوح محفوظ است پیش اولیاء
ازچہ محفوظ اس محفوظ از خطا
لوح محفوظ اولیاء کے پیش نظر ہے اس لئے وہ بفضل خدا خطا سے محفوظ ہیں

باب نمبر

8

فضائل امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ العاقبة للمتقین الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام عَلیٰ
سید الْاَنْبِیَاءِ وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلیٰ آلِہ وَ صَحْبِہ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
هُوَ اجْتَبٰکُمْ۔
(پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۷۸)

صَدَقَ اللّٰه الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ
اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○
(پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَ عَلیٰ اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلیٰ حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ

؎ سرکار ﷺ کی نعت سنانے سے دل الفت سے بھر جاتا ہے
مسرور ہوائیں چلتی ہیں ایمان کا علم لہراتا ہے

جب یاد میں ان کی اشکوں سے آنکھوں کے کٹورے بھرتے ہیں
جب گنبد خضریٰ کی جانب دل عاشق کا جھک جاتا ہے

وہ پیدا ہوئے تو امت کی بخشش تھی پیش نظر ان کے
سرکار ﷺ کے جشن ولادت سے پھر منکر کیوں گھبراتا ہے

ہر ایک کو موت کی وادی میں بالآخر داخل ہونا ہے
میں اس کے مقدر پہ صدقے جو طیبہ میں مر جاتا ہے

کب تیرے نگر کی گلیوں میں پلکوں پہ خاک سجاؤں گا
اس فکر مسلسل کا شعلہ آصف کو اب تڑپاتا رہے گا

اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالیٰ جَلَّ جَلَالُهٗ وَ عَمَّ نَوَالُهٗ وَ اَتَمَّ بُرْهَانُهٗ وَاَعْظَمَ شَانُهٗ کی حمد وثناء اور حضور سرور کائنات، مفخر موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، راحت قلوب عاشقاں، طبیب قلوب مذنباں، حبیب قلوب جانثاراں، احمد مجتبیٰ، حبیب کبریا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد،

نہایت ہی قابل قدر سامعین حضرات!
دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شمع جلانے والو!
آنکھوں سے ان کی محبت میں اشک بہانے والو!

چشم تصور کھول کر راہ طیبہ کو تکنے والو!

اللہ عزوجل کے نیک و مقبول بندو!

آج لیلۃ القدر کی بابرکت ساعت ہے اور ہمیں اللہ کے گھر میں بیٹھ کے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ ذیشان میں دعا ہے کہ اے خالق کائنات! ہمارا یہ اپنی عالی شان بارگاہ میں بیٹھنا قبول فرمالے اور ہمیں ان لوگوں کی فہرست میں شمار فرمالے جن کو آج جہنم سے آزادی کا پروانہ ملے گا۔

آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے

فضائل امت محمدیہ ﷺ

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے اس امت کو کیا کچھ ملا، اُن میں سے ایک بڑی چیز آج کی رات یعنی قدر کی رات ہے، جو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں رکھی گئی ہے۔

آج میری گفتگو کا یہی پہلو ہے کہ اس ذرۂ خاک کو، ان امت کے افراد کو، سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت نسبت سے کیا کچھ ملا، سب کچھ تو بیان نہیں ہوسکتا، لہٰذا صرف ایک خاکہ آپ کے سامنے رکھوں گا۔ جل جلالہ

پسندیدہ امت

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ اجْتَبٰكُمْ

(پارہ ۱۷، سورہ الحج، آیت ۷۸)

اللہ ﷻ نے تمہیں پسند فرمایا۔

اللہ ﷻ نے تمہیں مجتبیٰ بنایا۔

رضائے مجتبیٰ والو! خالق کائنات ﷻ فرما رہا ہے:

هُوَ

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ﷻ

اِجْتَبٰكُمْ

اس نے تمہیں پسند فرمایا ہے۔

یہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کو ہے یعنی جن لوگوں نے بھی نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچے دل سے کلمہ پڑھ لیا ہے، وہ سارے کے سارے اللہ تبارک وتعالیٰ کے پسندیدہ بن گئے۔

امت مصطفیٰ ﷺ کی شان

نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے ہی محبت بھرے انداز میں فرمایا تھا:

تم امتوں میں میرا حصہ ہو اور میں نبیوں میں تمہارا حصہ ہوں۔

انداز کیسا ہے؟

اللہ ﷻ نے ہزاروں امتیں پیدا فرمائیں مگر ان میں سے تم میرا حصہ ہو۔

اور نبیوں میں سے میں تمہارا حصہ ہوں۔

نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جب خالق کائنات نے دلوں کو پیدا فرمایا تو سارے دلوں میں جو دل اللہ تبارک و تعالیٰ کو پسند آیا وہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل تھا۔ اس کے بعد جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے پھر دلوں میں نظر کی تو جو اسے پسند آئے، انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد جن کا مقام و مرتبہ ٹھہرا،

وہ لوگ صحابہ کرام تھے جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرکار ابد قرار شفیع روز شمار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنگت کیلئے پسند فرمالیا۔

یہ سنگت بغیر انتخاب کے نہیں ہوئی۔

یہ سنگت بغیر پسند کے نہیں ہوئی۔

اس امت کا فرد ہونا کوئی معمولی منصب نہیں ہے۔

اس امت کا فرد بننے کیلئے تو بڑی بڑی سفارشیں ہوتی رہیں، التجائیں ہوتی رہیں، دعائیں ہوتی رہیں، اللہ عزوجل کا شکر کرو کہ اس نے ہمیں اس امت میں شامل فرمادیا۔

روزِ ازل دلوں کا سروے کیا گیا کہ میرا جو محبوب رسول ﷺ ہے۔

اس کے امتی کون سے ہوں!

ان امتیوں کا دل کیسا ہو!

ان کے دلوں کے اندر سوز کیسا ہو!

ان کے دلوں میں چاہت، تڑپ کیسی ہو!

اللہ کی بندگی کا ذوق کیسا ہو!

میرے محبوب ﷺ کی الفت کا شوق کیسا ہو!

خالق کائنات جل جلالہ نے روز ازل سے ان دلوں پر نشان لگائے جن دلوں کو اپنے

محبوب ﷺ کی امت میں شامل کرنا تھا۔

ان کو ممتاز کر دیا گیا کہ یہ وہ عظیم لوگ ہیں جن کو عظیم محبوب ﷺ کی امت میں شامل کیا جائے گا۔

اسی لئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی خواہش کی۔

سابقہ کتب سماویہ میں اس امت کی شان

ابن جریر نے اس کو روایت کیا، مستند تفاسیر کے اندر اس کا ذکر ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الواح تورات (تورات کی تختیوں) کو دیکھا تو انہیں ایک مضمون ملا جس میں کچھ لوگوں کا تذکرہ تھا، کچھ لوگوں کی عظمت وشان کا بیان تھا، کچھ لوگوں کی منقبت اور مقام ومرتبہ بیان کیا گیا تھا۔ وہ اس کو پڑھتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ عالی شان میں عرض کرتے ہیں۔

یا اللہ! میں نے ان تختیوں میں دیکھا کہ ایک ایسی قوم ہے جس قوم کے بارے میں میں نے پڑھا کہ ان کو اتنا بڑا مقام ومرتبہ دیا گیا ہے کہ

وہ لوگ نبی نہیں، پیغمبر نہیں، رسول نہیں، امتی ہوں گے۔

دعاؤں کی قبولیت کا شرف

ان کا مقام ومرتبہ اور عظمت وشان یہ ہوگا کہ جب وہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ عالی شان میں عرض گزار ہوں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی عرض کو شرف قبولیت عطا فرمائے گا۔

جب وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض گزار ہوں گے کہ یا اللہ جل جلالہ فلاں کو چھوڑ دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ اس کو رہائی عطا فرما دے گا، اس کو آزاد فرما دے گا۔

یا اللہ ﷻ جن لوگوں کو تو نے اتنا عظیم الشان مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

ایسے لوگوں کو میری امت میں داخل فرما دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ چاہت کی کہ ایسے عظیم الشان لوگ تو میرے امتی ہونے چاہئیں کہ جب وہ بولیں تو خدا ان کی بات کو سن لے، قبول فرمالے۔

ان کا بولنا اتنا پیارا ہو، ان کا لہجہ اتنا مقدس ہو، ان کی زبان میں اتنا سوز ہو، ان کے دل میں ایسی صداقت ہو، ان کے چہروں پر ایسا نور ہو کہ جب وہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائیں تو رحمت ایزدی کو جوش آجائے، جب وہ شفاعت کریں تو جہنمی جہنم سے آزاد ہو جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بار بار ان کیلئے صدائیں کر رہے تھے لیکن اللہ ﷻ نے فرمایا

تِلْكَ اُمَّةُ اَحْمَدَ ﷺ

اے موسیٰ! یہ تمہیں نہیں ملے گی کیونکہ یہ میرے محبوب ﷺ کی امت ہے۔

حفظِ قرآن کا شرف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح تورات میں پھر ایک مضمون نظر آتا ہے کہ ایک امت ہے۔

اَنَاجِيْلُهُمْ فِىْ صُدُوْرِهِمْ

ان کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہیں۔

یعنی ایک ایسی امت ہے جو دیکھ کے پڑھنے کی محتاج نہیں ہو گی۔

ان کو حافظہ ایسا دیا گیا ہے کہ پوری کائنات میں کسی امت کو نہیں دیا گیا۔

ساری امتوں کا یہ خاصا نہیں تھا کہ وہ اپنی کتاب کو زبانی پڑھ سکیں،

صرف پیغمبر اور خاص لوگ اپنی کتابوں کو زبانی پڑھ سکتے تھے۔

ایک امت ایسی ہے کہ جس کو حافظہ ایسا دیا گیا ہے کہ اس امت کا چھوٹا سا بچہ ہوگا

لیکن ساری کی ساری کتاب اس کے سینے میں ہوگی۔

جب چاہے گا پوری کتاب زبانی سنا دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ مضمون پڑھا تو پھر شوق مچل پڑا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے۔

یا اللہ جل جلالہ اسے میری امت بنا دے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا: نہیں

تِلْكَ اُمَّةُ اَحْمَدَ ﷺ

یہ تو میرے محبوب احمد کریم ﷺ کی امت ہے۔

میں نے حفظ میں ان کو ممتاز کیا ہے۔

کسی امت کو ایسی قوت حافظہ نہیں دی گئی۔

ان کے ذہن ایسے ہیں جیسے کوئی لائبریری ہو اور تمام علوم کی کتب سے اوپر ہو۔

ان کے ذہن کی لائبریری میں قرآن مجید اول تا آخر محفوظ ہو جائے گا۔

میں نے اتنا حافظہ اور کسی کو نہیں دیا، اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ان کو عطا فرمایا ہے۔

آج ہمارے ہاں دستار فضیلت کی تقریب بھی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ چھوٹے چھوٹے حفاظ ہیں جنہوں نے قاری صاحب سے مکمل قرآن پاک حفظ کر لیا ہے آج ان کے سر پر دستار فضیلت سجائی جائے گی۔

یہ اسی خصوصیت کا حصہ ہے۔

آپ نے ختم قرآن مجید کی محفل میں شرکت کی۔

پورا قرآن مجید تراویح میں پڑھا گیا۔

یہ اسی سوز کا حصہ ہے جس کو دیکھ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ ﷻ کی بارگاہ عالی شان میں التجا کی تھی۔

یا اللہ ﷻ انہیں میری امت بنادے۔

جواب ملا، نہیں، یہ تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت ہے۔

﴿نیک اعمال پہ کثرتِ ثواب کا شرف﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام الواح تورات کا مطالعہ کرنے لگے تو ایک مضمون ملا، لکھا تھا کہ ایک امت آئے گی، جب وہ نیکی کا ارادہ کرے گی اور کسی وجہ سے وہ نیکی کر نہیں پائے گی تو پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ﷻ نیکی کا ثواب عطا فرمادے گا اور اگر نیکی کرے گی تو ایک ثواب نہیں، دس سے لے کر سات سو تک ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر کر نہ سکے صرف ارادہ کرے تو بھی ایک نیکی ضرور ملے گی۔

سات سو تک ثواب کی کثرت بیان کرنا مقصود تھا، ورنہ غیر محدود نیکیاں مل جائیں گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ پڑھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے:

یا اللہ ﷻ انہیں میری امت بنادے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ﷻ نے فرمایا، نہیں

تِلْكَ اُمَّةُ اَحْمَدَ ﷺ

یہ میرے احمد کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔ یہ ساری باتیں اس لئے ہو رہی تھیں کہ روز ازل سے ہی انتخاب ہو چکا تھا۔ یہ فیصلہ ازل سے ہو چکا تھا کہ

کون مصطفوی ہوگا؟

کون محمدی ہوگا؟

وہ کون ہوں گے جن کے گلے میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا پٹہ ہوگا؟

وہ کون ہوں گے جو ان کی خاک پانے کیلئے تڑپتے رہیں گے؟

وہ کون ہوں گے جو چہرے کی ضیاء کیلئے آنکھیں کھول کے راتوں کو جاگتے رہیں گے؟

ان لوگوں کو کوئی عام آدمی نہیں مانگ رہا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کا جلیل القدر پیغمبر مانگ رہا تھا لیکن جواب کیا ملا؟

اے موسیٰ علیہ السلام یہ تمہارا نہیں ان کا حصہ ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا شرف

حضرت موسیٰ علیہ السلام الواح تورات کا مطالعہ کرنے لگے تو الواح کے اندر لکھا پڑھتے ہیں کہ وہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس شان سے کرے گی کہ ان کی زبان کٹتی ہے تو کٹ جائے لیکن وہ حق بات کہنے سے نہیں رکیں گے۔

وہ قوم برائی کو مٹائے گی اور اچھائی کا حکم دے گی۔

اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَهِي عَنِ الْمُنْكَرِ میں زندگی بسر کرے گی۔

ابھی اور بھی بہت سے فضائل تھے، اختصار سے عرض کر رہا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمنا

بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید تختیاں کھولنی بند کر دیں۔ پھر

جوش جنوں کے ہاتھ سے فصل بہار میں
گل سے بھی نہ ہو سکی دامن کی احتیاط

بالآخر اللہ ﷻ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے۔

یا اللہ ﷻ اگر یہ میرے امتی نہیں بن سکتے تو مجھے احمد کریم ﷺ کی امت میں بنا دے۔

یہ سرکار ابد قرار حبیب کردگار شفیع روز شمار ﷺ کا امتی ہونا کوئی چھوٹا منصب نہیں، اگر ایسا ہوتا تو اس کے لئے التجائیں نہ ہوتیں، درخواستیں نہ ہوتیں اور اللہ ﷻ کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، اللہ تبارک وتعالیٰ ﷻ کی بارگاہ میں اتنے شوق سے سرکار ﷺ کے امتی ہونے کی تمنا نہ کرتے۔ سرکار ﷺ کا امتی ہونا کتنا بڑا منصب ہے۔

انبیاء سے عرض کروں کیوں مالکو!
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی ﷺ

یہ سرکار ﷺ کا امتی ہونا وہ مقام ہے کہ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جذبات کا اظہار یوں فرمایا:

یا اللہ ﷻ مجھے ان کی امت میں شامل فرما دے۔

(قصص الانبیاء، امام ابن کثیر، تذکرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ص ۴۱۵ اردو، شبیر برادرز لاہور)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہونا، ایسا ارفع واعلیٰ مقام ومرتبہ ہے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور سرکار ابد قرار، حبیب کردگار، شفیع روز شمار ﷺ کی وساطت سے یہ بلند وبالا، ارفع واعلیٰ مقام ومرتبہ ہم کو نصیب ہوا۔

ہمارے پاس ایسے الفاظ نہیں۔

ہماری فکر کی ایسی پرواز نہیں۔

کہ ہم ایسے حقائق کو مکمل طور پر زبان سے بیان کر سکیں جس سے یہ پتہ چلے، جس سے واضح اظہار ہو کہ سرکار ﷺ کو اس امت سے کتنا پیار ہے۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں

ایک دفعہ دوران مطالعہ مجھے ایک حدیث شریف پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے مطالعہ کے دوران ایک عجیب کیفیت مجھ پر طاری رہی۔

امام طبرانی نے معجم کبیر (جلد ۳، ص ۶۲ تا ۶۴، داراحیاء التراث الاسلامی) میں اس کو روایت کیا ہے یہ بہت طویل حدیث ہے، میں اس کے چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھوں گا، میری بات کو دھیان سے سننا۔ یہ وہ دن ہے جو صفحہ زمین پر میرے پاک محبوب علیہ السلام کا آخری دن ہے۔

عظمتِ خاندان مصطفیٰ ﷺ

دروازے پر دستک ہوئی ہے، ایک شخص کھڑا ہے، کہتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ وَ مَعْدِنَ الرِّسَالَۃِ وَ مُخْتَلَفَ الْمَلَائِکَۃِ اَدْخُلُ؟

اے اہل بیت نبوت، اے معدن رسالت میں رہنے والو! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

ایک ہے معدن سونے کی اور ایک ہے چاندی کی، وہ جو دروازے پر کھڑا ہے وہ کیا کہتا ہے؟

يَا اَهْلَبَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنَ الرِّسَالَةِ اَدْخُلُ

اے بیت نبوت اور رسالت کی معدن میں رہنے والو! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

يَا مُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ اَدْخُلُ

اے اس گھر میں رہنے والو! جہاں فرشتے باری باری اترتے ہیں۔

کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

غور کرنا، جب یہ آواز آئی تو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا جن کی بصیرت کمال کی ہے، وہ کہتی ہیں:

فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَجِيْبِى الرَّجُلَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں اے فاطمہ! جو دروازے پر کھڑا اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے، تم اس کو جواب دو۔

اخلاقِ اہلبیت اطہار علیہم الرضوان

فَقَالَتْ فَاطِمَةُ

تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولتی ہیں۔

آجَرَكَ اللّٰهُ فِيْ مَمْشَاكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ

اے میرے عظیم باپ اور اللہ عزوجل کے محبوب نبی ﷺ کے دروازے پر آنے

والے! اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ تیرے آنے میں برکتیں کرے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَشْغُوْلٌ بِنَفْسِہٖ

آپ کو اس وقت اندر آنے کی اجازت نہیں مل سکتی کیونکہ اس وقت سرکار ابد قرار حبیب کردگار ﷺ اپنے نفس میں مشغول ہیں۔

اس وقت ان کی طبیعت پر کافی بوجھ ہے۔

یہ سن کے وہ چپ ہو گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر کہتا ہے:

یَا اَھْلَ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ وَ مَعْدِنَ الرِّسَالَۃِ وَ مُخْتَلَفَ الْمَلَائِکَۃِ اَدْخُلُ

اے اہل بیت نبوت، اے اہل معدن رسالت! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟

سیدہ عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پھر فرماتی ہیں:

اے فاطمہ! ان کو جواب دو۔

تو وہ کہتی ہیں۔

آجَرَکَ اللّٰہُ فِیْ مَمْشَاکَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ مَشْغُوْلٌ بِنَفْسِہٖ

اے آنے والے، تیرا آنا مبارک ہو، مگر ہم اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ اس وقت سرکار حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت پر کافی بوجھ ہے۔

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

تیسری مرتبہ پھر اس نے انہی الفاظ سے اجازت مانگی تو سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یَا فَاطِمَۃُ! مَنْ بِالْبَابِ؟

فاطمہ! یہ دروازے پر کون ہے؟

يَا فَاطِمَةُ اَتَدْرِيْنَ مَنْ بِالْبَابِ؟

فاطمہ! تم جانتی نہیں ہو یہ کون ہے؟

هَذَا هَادِمُ اللَّذَّاتِ وَمُفَرِّقُ الْجَمَاعَاتِ

یہ لذتوں کو ختم کرنے والا اور جمع شدہ لوگوں کو بکھیرنے والا ہے۔

هَذَا مُرَمِّلُ الْاَزْوَاجِ

یہ عورتوں کو بیوہ کرتا ہے۔

وَمُوْتِمُ الْاَوْلَادِ

اور اولاد کو یتیم کرتا ہے۔

هَذَا مُخَرِّبُ الدُّوْرِ وَ عَامِرُ الْقُبُوْرِ

یہ گھروں کو ویران کرتا ہے اور قبروں کو آباد کرتا ہے۔

هَذَا مَلَكُ الْمَوْتِ

یہ تو ملک الموت ہے۔

اے فاطمہ! یہ جو اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے یہ کوئی بدو نہیں، یہ تو اللہ کا فرشتہ ہے جو اندر آنے کا اذن مانگ رہا ہے۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ سب گھروں میں یہ بغیر اجازت جاتا ہے لیکن بارگاہ نبوت ﷺ میں بغیر اذن کے نہیں جا سکتا۔

بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں فرشتوں کی قدر

اُدْخُلْ رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ

اے ملک الموت! خدا تعالیٰ جل جلالہ تجھ پر رحم فرمائے، اندر آ جا۔

حضرت ملک الموت عرض کرتے ہیں:

سرکار ﷺ کی بارگاہ وہ ہے کہ جس میں کسی کو جھڑکی نہیں ملتی، ملک الموت آیا تو سرکار ﷺ نے دعا دے کر اندر بلا لیا۔

اُدْخُلْ رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ

جب ملک الموت اندر تشریف لائے تو سرکار ﷺ نے فرمایا

يَا مَلَكَ الْمَوْتِ جِئْتَنِيْ زَائِراً أَمْ قَابِضًا؟

اے ملک الموت! میری زیارت کیلئے آیا ہے یا قبض روح کیلئے آیا ہے۔

حضرت ملک الموت عرض کرتے ہیں:

جِئْتُكَ زَائِراً وَّ قَابِضاً

میں صرف قبض روح کیلئے نہیں آیا بلکہ زیارت کیلئے بھی آیا ہوں۔

لیکن

وَأَمَرَنِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ

اور اللہ جل جلالہ نے مجھے حکم فرمایا ہے:

أَنْ لَّا اَدْخُلَ عَلَيْكَ اِلَّا بِاِذْنِكَ وَلَا أَقْبِضَ رُوْحَكَ اِلَّا بِاِذْنِكَ

میرے محبوب ﷺ کے جسم انور سے روح قبض کرنا تو در کنار، ان کی اجازت کے بغیر ان کے گھر میں بھی داخل نہیں ہونا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں بڑے بڑے بادشاہوں کی روح کھینچتا ہوں لیکن کسی سے بھی نہیں پوچھتا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے حکم فرمایا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کے گھر جانے کی بھی اجازت لینی ہے اور روح قبض کرنے کی اجازت لینی ہے۔

اگر وہ اجازت عطا فرما دیں تو اندر جانا، اگر اجازت دیں تو روح قبض کرنا، ورنہ لوٹ کے واپس میری بارگاہ میں آ جانا۔

مقام محبوبیت

یہ ہے مقام محبوبیت لیکن آج کے گمراہ قسم کے لوگ اس ارفع و اعلیٰ مقام کو سمجھتے نہیں اور اپنی مثل قرار دیتے ہیں۔

یہ تو وہ مقام ہے کہ جہاں ملک الموت دست بستہ اذن مانگ رہا ہے کہ میرے رب نے حکم فرمایا کہ اگر محبوب ﷺ قبض روح کا اذن فرما دیں تو ٹھیک ورنہ گستاخی نہ کرنا اور فوراً لوٹ کے میری بارگاہ میں حاضر خدمت ہو جانا۔

صحاح ستہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ خالق کائنات نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقاعدہ اختیار دیا تھا کہ اے محبوب ﷺ اگر ہمیشہ کی زندگی چاہو تو ہمیشہ زمین کے اوپر چلتے پھرتے رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔ یہ آپ ﷺ کی چاہت تھی کہ آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ رَفِیْقَ الْاَعْلٰی

یا اللہ جل جلالہ میں نے صحابہ کو سب کچھ بتا دیا ہے، اب میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں۔

یہ اختیار کسی اور کو نہیں دیا گیا۔

بعض انبیاء کو دیا گیا لیکن محدود، انہیں کہا گیا کہ جتنا عرصہ رہنا چاہو رہ لو، بالآخر تمہیں آنا پڑے گا۔

لیکن سرکار ﷺ کو خالق کائنات جل جلالہ نے اذن عام دے دیا کہ چاہو تو ہمیشہ کیلئے زمین والی زندگی اختیار کر لو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اختیار سے اللہ ﷻ کی رفاقت کو پسند فرما لیا۔ حضرت ملک الموت علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں آیا ضرور ہوں، میرا مقصود تو آپ کی زیارت کرنا ہے اور اگر اجازت دیں تو روح قبض کرلوں لیکن یہ روح قبض کرنا آپ کے اذن سے مشروط ہے کہ اذن ہو تو ٹھیک ورنہ چلا جاؤں گا۔

امت کی بخشش تھی پیش نظر جن کے

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اے ملک الموت! تو خود تو آیا ہے لیکن یہ بھی بتا کہ

اَیْنَ خَلَّفْتَ حَبِیْبِیْ جِبْرِیْلَ؟

میرے پیارے جبرائیل کو کہاں چھوڑ آیا ہے؟

آج تو خود تو آ گیا ہے لیکن جو روزانہ آتا ہے اسے کہاں چھوڑ آئے ہو؟

عرض کرتے ہیں:

خَلَّفْتُهُ فِی السَّمَاءِ الدُّنْیَا وَ الْمَلَائِکَةُ یُعَزُّوْنَهُ فِیْکَ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ جو آسمان دنیا نظر آتا ہے، میں انہیں وہاں چھوڑ آیا ہوں۔

اصل میں ان کے ذمہ کچھ انتظامات تھے، وہ آپ کے استقبال کیلئے فرشتوں کی لائنیں بنوا رہے ہیں اور فرشتوں سے آپ ﷺ کی آمد کا تذکرہ فرما رہے ہے۔

فَمَا کَانَ بِاَسْرَعَ اَنْ اَتَاهُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ

یہ بات ہو رہی تھی کہ حضرت جبرائیل امین (علیہ السلام) فوراً حاضر خدمت ہو گئے اور سرکار کے پاس آ کے بیٹھ گئے۔

دیکھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ وہ اعلیٰ وارفع بارگاہ ہے کہ

اللہ جل جلالہ کے فرشتے ادب سے آئے ہیں۔

ہنگامی طور پر نہیں آئے بلکہ سارا کچھ طے ہونے کے بعد آئے ہیں۔

استقبال روحِ مصطفیٰ ﷺ کی تیاریاں

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک کیلئے بندوبست کر کے فرمایا:

ٹھیک ہے، اب میں چلتا ہوں

جب بات چیت ہونے لگی تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

بَشِّرْنِیْ

اے جبرائیل! مجھے بشارت دو کہ اگر میں اس وقت جاتا ہوں تو میرے لئے کیا انتظامات ہیں۔

حدیث کے لفظ ہیں:

آپ مجھے بشارت دو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ اپنے بارے میں کسی بشارت کا سوال کر رہے ہیں تو عرض گزار ہوئے:

اُبَشِّرُكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

اے اللہ عزوجل کے حبیب! میں یہ بشارت دیتا ہوں۔

اِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ اَبْوَابَ السَّمَاءِ قَدْ فُتِحَتْ وَ الْمَلَائِكَةُ قَدْ قَامُوْا صُفُوْفًا صُفُوْفًا بِالتَّحِيَّةِ وَ الرَّيْحَانِ۔

میں ابھی دیکھ کے آیا ہوں کہ آسمانوں کے سارے دروازے کھل گئے ہیں اور فرشتوں نے قطاریں بنالی ہیں۔

يُحَيُّوْنَ رُوْحَكَ يَا مُحَمَّدُ

آپ کی روح کے استقبال کیلئے کھڑے ہو گئے ہیں

کہ یارسول اللہ ﷺ کے نعروں کی گونج میں آپ کا استقبال کریں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لِوَجْهِ رَبِّىْ الْحَمْدُ

میرے خدا ﷻ کیلئے سب تعریفیں ہیں۔

وَبَشِّرْنِىْ يَا جِبْرِيْلُ

اے جبرائیل! اور بشارت دو

عرض گزار ہوتے ہیں:

اُبَشِّرُكَ اَنَّ اَبْوَابَ الْجِنَانِ قَدْ فُتِحَتْ

اے محبوب ﷺ جنت کے سارے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔

وَاَنْهَارُهَا قَدِ اطَّرَدَتْ (اُجْرِيَتْ)

اور جنت کی ساری نہروں کو جاری کر دیا گیا ہے۔

وَاَشْجَارُهَا قَدْ تَدَلَّتْ

اور جنت کے سارے درخت جھک کے زمین کے ساتھ لگ گئے ہیں۔

وَحُوْرُهَا قَدْ تَزَيَّنَتْ لِقُدُوْمِ رُوْحِكَ يَامُحَمَّدُ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جنت کی حوروں نے آپ کی روح اقدس کے استقبال کیلئے جنت کی زیبائش کر دی ہے۔

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لِوَجْهِ رَبِّىْ الْحَمْدُ

میرے خدا ﷻ کیلئے حمد ہے۔

فرمایا: فَبَشِّرْنِیْ یَاجِبْرِیْلُ

اے جبرائیل اور بشارت دو

اَنْتَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ فِی الْقِیَامَۃِ

قیامت کے زہرہ گداز ہولناک دن میں سب سے پہلے آپ ﷺ کی ذات اقدس کو حق شفاعت دیا جائے گا اور سب سے پہلے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائیگی۔

آپ نے فرمایا:

لِوَجْہِ رَبِّی الْحَمْدُ

میرے رب ﷻ کیلئے حمد ہے۔

بوقت وصال بھی امت کی یاد

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے محسوس کیا کہ سرکار حبیب کردگار ﷺ کچھ خاص قسم کی بشارت چاہتے ہیں۔ لہٰذا وہ عرض گزار ہوئے:

یَا حَبِیْبِیْ عَمَّ تَسْأَلُنِیْ۔

اے میرے حبیب ﷺ آپ کون سی چیز کے بارے میں بشارت چاہتے ہیں کہ جس کا میری طرف سے جواب نہیں آیا۔ تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَسْأَلُکَ عَنْ غَمِّیْ وَ ھَمِّیْ

اے جبرائیل! مجھے بڑا غم اور فکر ہے۔

اے جبرائیل جب میں چلا جاؤں گا تو

مَنْ لِقُرَّاءِ الْقُرْاٰنِ مِنْ بَعْدِیْ؟

میرے بعد قرآن کے قاریوں کا کون ہوگا؟

مَنْ لِصُوَّمِ شَهْرِ رَمَضَانَ مِنْ بَعْدِیْ؟

میرے بعد رمضان کے روزہ داروں کا کون ہوگا؟

مَنْ لِحَاجِّ بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ مِنْ بَعْدِیْ؟

میرے بعد حاجیوں کا پرسان حال کون ہوگا؟

مَنْ لِاُمَّتِی الْمُصْفَاةِ مِنْ بَعْدِیْ؟

میرے بعد میری امت کے پرہیزگاروں کے سر پر کون ہوگا؟

سرکار ﷺ کی محبت سند نجات

اے جبرائیل! میرے لئے تو بہت کچھ ہے، مجھے تو ان کا غم ہے، میں تو ان کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جو میرے بعد ہیں، جنہیں میں چھوڑ کے جاؤں گا اور قیامت تک آئیں گے۔

حضرت جبرائیل امین آپ ﷺ کو بڑی بڑی بشارتیں دے رہے ہیں لیکن آپ ﷺ اپنی امت کے بارے میں پوچھتے ہیں، قیامت تک کے امتیوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ سرکار ﷺ کی محبت ہمارے لئے سند نجات ہے لیکن وہ نام نہاد امتی ہونے کے دعویدار بھی تو سوچیں جو دن رات یہ طعنے دیتے ہیں کہ ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، دن رات ان کی بے اختیاری کے متعلق بکواس کرتے ہیں۔

معاذ اللہ، یہاں تک بکواس کرتے ہیں کہ ان کو تو اپنے بارے میں بھی علم نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ اور دوسری طرف دیکھیں کہ محبوب علیہ السلام اپنے غلاموں

کے بارے میں کتنے رحیم ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے بیٹھے ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام بشارتیں دے رہے ہیں لیکن سرکار ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے غلاموں کے بارے میں بتاؤ، ان کا کیا بنے گا؟

امت کی بخشش کی نوید

حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض گزار ہوتے ہیں کہ میں خلاصہ خدمت اقدس میں پیش کر دیتا ہوں۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَ جَلَّ یَقُوْلُ

اے محبوب علیہ السلام! تمہارے رب ﷻ نے فرمایا ہے۔

قَدْ حُرِّمَتِ الْجَنَّۃُ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَھَا اَنْتَ وَاُمَّتُکَ یَا مُحَمَّدُ

میں نے سارے انبیاء اور ساری امتوں پر جنت کو اس وقت تک کیلئے حرام رکھا ہے جب تک کہ آپ اور آپکی امت جنت میں نہیں جائے گی۔

جاتے ہوئے امت کا اتنا غم کہ جاتے وقت فیصلہ کروا کے جان جانِ آفرین کے حوالے کی۔

آگے طویل حدیث ہے مضمون کے حوالہ سے بیان کر دی ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت کا اظہار کرنے والو! یہ سرکار ﷺ کی ہم سے محبت کی انتہاء ہے اور ہماری طرف سے جو جواب ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

لہٰذا اپنے دل میں یہ پختہ عہد کرلو کہ جس سے بھی سرکار ابد قرار، حبیب کردگار، شفیع روز شمار ﷺ کی شان اقدس میں معمولی سی بے ادبی، گستاخی کی بو آئے گی تو ہم اس کے ساتھ بیٹھنا، سلام کلام پسند نہیں کریں گے اور جس کے دل میں سرکار ﷺ کی محبت کا چراغ روشن ہو وہ ہمارے سر کا تاج ہوگا۔

❁......❁......❁......❁......❁

اب دیکھیں اس امت کو سرکار ﷺ کا امتی ہونے سے کیا ارفع و اعلیٰ، بلند و بالا مقام ملا۔

مدینہ شریف کی مقدس و مطہر سرزمین ہے۔

بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب ثناء الناس علی المیت

زمین پہ اللہ کی گواہ امت

میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے (سرکار ﷺ کے صحابہ نے) اس کی اچھی تعریف کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَجَبَتْ۔ اس کیلئے واجب ہوگئی۔

پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کا برائی کے ساتھ ذکر کیا۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

وَجَبَتْ

اس کیلئے واجب ہوگئی

جب یہ لفظ سرکار علیہ السلام سے صحابہ کرام نے دونوں دفعہ سنا تو عرض گزار ہوئے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے پہلے کیلئے وَجَبَتْ فرمایا اور دوسرے کیلئے بھی وَجَبَتْ فرمادیا۔

استفسار اس لئے تھا کہ فیصلے میں جو مخفی حکمت ہے وہ واضح ہو جائے۔

سرکار ﷺ نے اس موقع پر اپنی امت کی فضیلت کو بیان فرمایا کہ میرے صحابہ تم معمولی نہیں ہو۔

أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ عَلَى الْأَرْضِ

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المیت حدیث نمبر ۱۲۷۸)

تم اس زمین پر اللہ ﷻ کے گواہ ہو۔

اے میرے صحابہ تمہاری حیثیت معمولی نہیں، تم کسی دنیادار کے گواہ نہیں بلکہ خدا ﷻ کے گواہ ہو۔

میرے خدا نے میری امت کو یہ منصب دیا ہے۔

أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ عَلَى الْأَرْضِ

زمین تم پر اللہ کے گواہ ہو۔

اللہ ﷻ کے گواہ جس بارے میں گواہی دیں گے، فیصلہ ہو جائے گا۔

جس کے بارے میں تم نے اچھی گواہی دی تو اللہ ﷻ نے اس کے متعلق اچھا فیصلہ کردیا اور اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

اور جس کے متعلق تم نے کہا کہ بُرا ہے اس کے متعلق ہی اللہ ﷻ نے ویسا ہی فیصلہ کردیا کہ اس کیلئے جہنم واجب ہوگئی۔

تم زمین پر اللہ ﷻ کے گواہ بن گئے ہو، یہ کوئی معمولی منصب نہیں ہے۔

امت مصطفیٰ ﷺ کے تین منفرد منصب

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین منصب ایسے ہیں جو پہلے صرف انبیاء کو دیئے گئے لیکن اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے وہ تینوں سرکار ﷺ کے غلاموں کو بھی عطا فرما دیئے۔ وہ کون سے ہیں؟

پہلا منصب

اللہ تبارک وتعالیٰ صرف اپنے پیغمبروں کو یہ فرماتا تھا۔

مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

میں نے دین کے بارے میں تم پر کوئی حرج نہیں رکھا

تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

یہ حکم صرف نبی کو ہوتا تھا لیکن جب یہ امت آئی تو فرمایا

هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

(پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۷۸)

اللہ نے تم کو پسند فرما لیا اور تم پر دین کے معاملے میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

وہ منصب جو پہلے انبیاء کو ملتا تھا لیکن سرکار علیہ السلام کی وساطت سے اس منصب کا ایک حصہ سرکار علیہ السلام کے امتی کو بھی مل گیا۔

اگر چہ نبی علیہ السلام کا ہم پلہ تو کوئی بھی نہیں ہو سکتا لیکن اس ایک لحاظ سے جو انبیاء کیلئے خاص تھا سرکار علیہ السلام کی وساطت سے امت کو مل گیا۔

دوسرا منصب

دوسری بات یہ ہے سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پہلے صرف زمانے کے پیغمبر کو

فرماتا تھا۔

اُدْعُوْنِیَ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔

(پارہ ۲۴، سورۃ المومن، آیت ۶۰)

مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

تو جس وقت چاہے، مجھ سے دعا کر میں تیری دعا قبول کرلوں گا۔

میں نے تجھے نبی بنایا ہے، میں نے تجھے زمین پر اپنا نائب بنایا ہے۔

دوسروں کیلئے یہ بات نہیں تم مجھ سے مانگ لیا کرو

اُدْعُوْنِیَ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔

تو مانگ میں قبول کروں گا۔

لیکن جب یہ امت آئی تو کیا حکم ہوا۔

اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

(پارہ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۶)

اے محبوب! جب تم سے میرے بندے میرے بارے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، دعا قبول کرتا ہوں، پکارنے والی کی جب مجھے پکارے۔

پہلے یہ آسائش اور پیشکش صرف پیغمبروں کیلئے ہوا کرتی تھی۔

اب اللہ عزوجل نے فرمایا:

اے میرے محبوب علیہ السلام کے غلامو، میرے محبوب علیہ السلام کے قیامت تک آنے والے امتیو! میں نے وہ صفت تمہیں بھی عطا فرمادی ہے۔ لہٰذا جس وقت بھی، جس جگہ بھی، صبح ہو یا شام ہو، دن ہو یا رات، میرے محبوب کی محبت کے سایے تلے بیٹھ کے مجھ سے جب بھی مانگو گے میں تمہاری دعا کو قبول کرلوں گا۔

سرکار ﷺ کی نسبت نے کتنا عظیم بنادیا۔ یہ سرکار ﷺ کی امت کیلئے کتنا بڑا اعزاز ہے۔

﴿تیسرا منصب﴾

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

پہلے صرف امت کا نبی امت کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں گواہ ہوتا تھا۔ اللہ کی بارگاہ میں گواہ بننا یہ پہلی امتوں میں سے کسی امت کو یہ منصب نہیں ملا۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ بلندو بالا اور اتنی عظیم الشان ہے کہ وہاں کوئی معمولی گواہ گواہی نہیں دے سکتا۔ مگر قربان جائیے حبیب پروردگار ﷺ کے امتی ہونے کا منصب ملا، تو دیکھیں قرآن کیا فرماتا ہے:

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

(پارہ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۳)

تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو

تاکہ تم ساری امتوں کے لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔

اللہ عزوجل نے سرکار ﷺ کے امتی ہونے کی وجہ سے تم کو یہ منصب دیا ہے کہ جب میدان محشر میں حساب کتاب ہوگا تو تم ان کے حق میں گواہی دو گے۔

﴿قیامت کے دن امت کی گواہی﴾

بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب قول اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ...... میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت کو لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں

گے تو اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کیا تم نے میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟ آپ جواب دیں گے، ہاں میرے رب، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا، کیا تمہارے تک میرے احکام پہنچائے گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ نہیں، بلکہ ہمارے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کیا تمہاری گواہی دینے والا کوئی ہے؟ عرض کریں گے حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت گواہ ہے پس یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے احکام پہنچا دیئے تھے۔

اور یہی مطلب ہے اس ارشاد باری تعالیٰ کا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

(پارہ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۳)

اور بات یوں ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرہ، کے باب وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ...... میں بھی ہے۔

میدان حشر میں امت کی شان

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں بھی ہے۔

مشکوۃ باب صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِهَا کی دوسری فصل میں ہے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ

(رواہ الترمذی صفۃ الجنۃ عن رسول اللہ باب ما جاء فی صف اھل الجنۃ حدیث نمبر ۲۴۶۹، والبیہقی فی کتاب البعث والنشور)

اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، اس امت کی ان میں سے (80) اسی صفیں ہوں گی اور چالیس (40) تمام امتوں کی۔

اسی (80) صفیں سرکار کے غلاموں کی ہوں گی، مصطفویوں کی ہوں گی اور باقی ساری ہزاروں امتیں جو ہیں ان کی صرف چالیس (40) صفیں ہوں گی۔

اس سے آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے مقام کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

❁......❁......❁......❁......❁

کتب احادیث میں مختلف روایات موجود ہیں، جن میں سرکار ﷺ نے اپنی دوسرے انبیاء پر فضیلت بیان کرتے ہوئے تین، پانچ، چھ، سات...... چیزوں میں فضیلت بیان فرمائی۔

﴿اس امت کی تین باتوں میں فضیلت﴾

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

فُضِّلْنَا۔ ہم فضیلت دیئے گئے ہیں۔

جمع کا صیغہ استعمال کر کے امت کو بھی شامل فرمالیا ہے۔

فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ

(مسلم کتاب المساجد باب تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ حدیث نمبر ۸۱۱ ، مشکوۃ کتاب التیمم ، الفصل الاول)

تین باتوں میں ہم سب پر فضیلت دیئے گئے ہیں۔

اے میری امت ان تین باتوں میں تم بھی شامل ہو

کون کون سی؟

پہلی بات:

صُفُوْفُنَا کَصُفُوْفِ الْمَلٰئِکَۃِ۔

یہ جو نماز پڑھتے ہوئے ہم صف بناتے ہیں۔ یہ صف پہلے کسی امت کو نہیں دی گئی تھی۔ ایسی صف بنانا، نماز کی ادائیگی کے وقت ایسی ترتیب سے کھڑے ہونا، یہ کسی امت کو نہیں دیا گیا تھا۔

مجھے اور میری امت کو سارے لوگوں پر فضیلت دی گئی کہ ہمیں نماز پڑھنے کا وہ طریقہ دیا گیا، جس طرح فرشتے اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسری بات:

جُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِداً

زمین کو میرے لئے مسجد بنایا گیا۔

پہلی امتیں عبادت خانے کے بغیر عبادت نہیں کر سکتی تھیں۔

سرکار ﷺ کی آمد سے زمین کو یہ فضیلت ملی کہ ساری کی ساری مسجد بنادی گئی۔

پہلے عبادت خانوں کے علاوہ کہیں اور اللہ کو سجدہ کرنا روا نہیں تھا لیکن اب جہاں بھی وقت آجائے، جنگلوں میں، پہاڑوں میں، صحراؤں میں، ویرانے میں، جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو سکتے ہیں۔

تیسری بات:

جُعِلَتْ تُرْبَتُھَا لَنَا طَھُوْراً

(مسلم کتاب المساجد باب تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ حدیث نمبر ۸۱۱ ، مشکوۃ کتاب التیمم، الفصل الاول)

مٹی کو میرے لئے اور میری امت کیلئے طہور بنادیا گیا۔ پہلے اگر پانی نہیں ملتا تھا تو

عاجز ہو جاتا تھا کہ وضو کیسے کروں اور نماز پڑھوں۔

لیکن میرے لئے اور میری امت کیلئے اللہ نے زمین کو طہور بنا دیا ہے۔

یہ طہور مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ایک طاہر ہوتا ہے...... پاک کرنے والا

اور ایک طہور...... بہت زیادہ پاک کرنے والا

پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔

﴿امت مصطفیٰ ﷺ پر رحمت خداوندی﴾

پہلی امتیں جیسے بنی اسرائیل ان کا کوئی آدمی کوئی قصور کرتا تھا تو صبح اس کے دروازے پر لکھا جاتا تھا کہ اس نے فلاں جرم کیا ہے اور اس کا یہ کفارہ ہے۔

اگر نجاست کپڑے پر لگتی تو کاٹنا پڑتا تھا۔

توبہ کیلئے نفس کو قتل کرنا پڑتا تھا لیکن اب سرکار ﷺ کا امتی ہونے سے یہ مقام ملا کہ چند آنسو بہانے سے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

سرکار ﷺ کے فرمان عالی شان میں ہے کہ:

مکھی کے سر جتنا بھی آنسو نکل کے رخسار پر گر جائے تو توبہ مل جائے گی، جہنم سے آزادی کا پروانہ مل جائے گا۔

بنی اسرائیل پر مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ تھی۔

لیکن سرکار ﷺ کی امت پر مال کا چالیسواں حصہ ہے۔

لیکن اب اس چالیسویں حصہ کو بھی لوگوں نے ٹیکس سمجھنا شروع کر دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوازشیں اور عطائیں اتنی ہیں کہ احاطہ بیان میں نہیں آسکتیں۔

میں نے ان کے امتی ہونے کے جو فضائل بیان کئے ہیں، یہ صرف چند ایک بیان کر سکا ہوں کیونکہ درجنوں احادیث سے مزید فضائل امت محمدیہ بیان کر سکتا ہوں۔

یہ جو میں نے ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا ہے اگر آپ ان پر ہی غور کریں تو آپ اس احسان کو فراموش نہیں کر سکتے۔

سرکار ﷺ کا امتی ہونے پر ہم پر جو احسانات اور انعامات ہوئے ہیں ہم کسی طرح بھی ان کا بدلہ نہیں دے سکتے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ للّٰہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

باب نمبر

9

فقہ حنفی سنت نبوی ﷺ کے آئینے میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام عَلٰی اَفْضَلِ الْاَنْبِيَاءِ وَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰی آلِه وَ صَحْبِه اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاء فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا

(پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۱۷)

صَدَقَ اللّٰه الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

(پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَ عَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِیْ مَحَاسِنِه

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

فقہ حنفی بالیقین قرآن کی تفسیر ہے
فقہ حنفی سنت نبوی کی تعبیر ہے

لفظ قرآں کی بتائیں کس قدر باریکیاں
فہم سنت حضرت نعمان کی تقریر ہے

ہیں بخاری اور مسلم، ابن ماجہ، ترمذی
ہر محدث بالعمل تقلید کی تصویر ہے

سید ہجویر حنفی، خواجہ اجمیر بھی
ملک اپنا اس لئے احناف کی جاگیر ہے

سنیو! اٹھو بنائیں ملک کو حنفی سب
وقت کا یہ فیصلہ ہے، قوم کی تقدیر ہے

سنیو! روشن کرو ہر سمت ہی سنی چراغ
نور سنت ہی اندھیری قبر کی تنویر ہے

اے رضا کے وارثو بڑھتے چلو چڑھتے چلو
ہے یہی فکر رضا، یہ جذبۂ تعمیر ہے

ڈیوٹی کو پورا کر کے دنیا سے گئے ہیں، کسی نے اپنے منصب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، لیکن جس قدر انسان کو ضرورت تھی، اسی قدر ان کو دیا گیا، اور انہوں نے انسانوں تک اس کو پہنچا دیا۔ جب شعور پختہ ہوتے ہوئے انسان اپنی طبعی سوچ کے لحاظ سے نہایت ہی اونچے مقام پر پہنچ گیا تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے سب سے جامع نصاب، سارے رسولوں کے قائد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرما دیا۔

آپ کیلئے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

(پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۳)

آپ سے پہلے کسی کیلئے بھی یہ اعلان نہیں کیا گیا کہ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

﴿شانِ سید المرسلین ﷺ﴾

اور نہ ہی کسی پیغمبر علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ

(مؤطا امام مالک، مسند احمد، مشکوٰۃ کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، تیسری فصل)

میں اخلاق حسنہ کو مکمل کرنے کیلئے مبعوث فرمایا گیا ہوں۔

مجھے بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ میں تمام کمالات کو مکمل کر کے جاؤں۔ جو منصب اور ڈیوٹی تھی وہ ان انبیاء کرام نے پوری کی، جتنا انسان کو چاہیئے تھا اتنا ان انبیاء اور رسولوں کو دیا گیا لیکن قیامت تک کے حالات کا ایک نصاب اور سارے مسائل کا حل یہ ان کے ذمہ کی بات ہی نہیں تھی، لہٰذا کسی نے تکمیل کا اعلان نہیں کیا۔

قیامت تک کے مسائل کا حل

رسول اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم نبوت کا تاج پہن کے جلوہ گر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ

اب میں کوئی سبق پیچھے نہیں رہنے دوں گا،
کوئی باب بھی ادھورا نہیں رہے گا،
خواہ نظام زندگی ہو یا نظام بندگی ہو،
عقائد ہوں یا اعمال ہوں،
معاملات ہوں یا مجاہدات ہوں،
دنیا کی زندگی کا نور ہو یا قبر کی روشنی ہو،
مخلوقات کے ساتھ تعلق کی بات ہو
یا خالق کے ساتھ ربط محبت کی بات ہو،

جو بھی قیامت تک انسان کو چاہئے ہے، میں ہر چیز بیان کرنے کیلئے آیا ہوں، اور ہر چیز مکمل کر کے دنیا سے جاؤں گا۔ مجھ سے پہلے شفقتیں کرنے والے شفقتیں کرتے رہے، لیکن پھر بھی انہیں یہ سہارا میسر تھا کہ جو ہم سے رہ گیا وہ بعد والے مکمل کرلیں گے۔

چونکہ میرے بعد کوئی بھی نبی نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہوگا، میں آخری نبی ہوں، ساری شفقتیں میں نے ہی کرنی ہیں،

لہٰذا رسول اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جامع قرآن کی جامع تشریحات اپنی سنت کی شکل میں اپنی امت کو عطا فرمادیں۔

باغ رسالت کا مہکتا پھول

فاضل بریلوی مجدد دین وملت، بحر علم وحکمت، امام عزیمت، حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ اس تمام مفہوم کو ایک ہی شعر میں بیان کرتے ہیں:

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں کوئی غنچہ باغ رسالت کا

پہلے صحن چمن میں پھول کھلتے رہے، مگر گنجائش باقی رہی، جو کھلا اس نے مسکرا کے انہیں کی خبر دی، اور اس کی خوشبو نے انہیں کا اعلان کیا، صحن چمن بھرا نہیں ہے اگرچہ سینکڑوں رسول آئے ہیں، ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہیں پھر بھی صحن چمن میں گنجائش تھی، اس کو انتظار تھا اور جس وقت میرے اور آپ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن چمن میں جلوہ گر ہوئے ہیں تو ایسی جامعیت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں، اب پھر کسی کے کھلنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

اس قدر جامع نصاب، انسانیت کو دیا ہے، اتنے جامع اسباق انسانیت کو پڑھا دیئے ہیں اور ایسا جامع مواد قیامت تک کیلئے بندوں کو دے دیا ہے کہ کبھی بھی قیامت تک وہ راستہ جو اللہ کی طرف جانے والا ہے، اس پہ اندھیرے نہیں چھائیں گے، ایسی چمک اپنی امت کو عطا کر دی ہے کہ جس کی وجہ سے قیامت تک راہیں روشن رہیں گی۔

اب رسول اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترنے والا قرآن اور اس کا سنت کی شکل میں بیان، اس میں سب کچھ موجود ہے، ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔

صبح نو کی روشنی اسی میں ہے اور مستقبل کے ہر مسئلے کا حل اسی میں ہے لیکن

ہر سینہ نشیمن نہیں جبرئیل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی صیاد

گو فکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

مسائل کے حل میں مشکلات کا سامنا

ہر بندہ قرآن مجید سے اپنے مسئلے کا محل وقوع دیکھ ہی نہیں سکتا کہ جو مجھے ضرورت ہے، قرآن اس کو کن لفظوں سے بیان کر رہا ہے جو میرا مسئلہ ہے قرآن مجید اس کو کس انداز میں بیان کر رہا ہے۔ ہم عجمی تو عجمی رہے، جب دوسری صدی ہجری کے اوساط تک اسلام آگے دیگر آفاق کی طرف بڑھ رہا تھا، خود عربوں کی زبان میں دیگر زبانوں کی اتنی آمیزش ہو چکی تھی، ان کیلئے بھی مفاہیم کو سمجھنا مشکل ہوتا جا رہا تھا، جو نئے لوگ تھے اور دیگر قوموں سے تعلق رکھتے تھے ان کیلئے تو مزید مشکلات تھیں۔

اصول دین کو وضع کرنے کی ضرورت

یہ ایسا مرحلہ سامنے آ گیا، امت میں اس ضرورت کو محسوس کیا جانے لگا کہ اب اس کے اصولوں کو مدون کر دیا جائے۔ قرآن مجید کے اصول سمجھنے کی جو صلاحیت اب ہے یہ بعد والوں کو حاصل نہیں ہو گی، لہٰذا اب اس صلاحیت اور استعداد کو استعمال کرتے ہوئے ایک سوغات بعد والوں کیلئے تیار کر دی جائے،

ایسے اصول وضع کر دیئے جائیں، ایسی جزئیات بنا دی جائیں، بعد والے جو صدیوں دور سے منبع رسالت کو دیکھیں گے اور جو صدیوں دور سے ان کو یہ چمک نظر آئے گی، نہ ان کی اتنی استعداد ہو گی، نہ اتنا قرب حاصل ہو گا، جن لوگوں نے قریب سے اس گھاٹ سے پانی پیا ہے اور اس فکری پراگاہ سے ان کو اور ان افکار کو تازگی ملی ہے، ان کو چاہیئے کہ یہ آج کی اس دولت کو، اس سرمائے کو یوں مدون کر

دیں کہ جس کی تازگی اور روشنی قیامت تک موجود رہے، وہ قرآن وسنت سے اخذ کردہ اصول کا جو کام شروع ہوا اور مکمل ہوا اور آج پوری ملت کے پاس، جو سب سے بڑا ذخیرہ ان اصولوں کا موجود ہے، اسے فقہ حنفی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس وقت تک ابھی کوئی کتاب بھی اس انداز میں نہیں لکھی گئی تھی کہ جس کو ابواب فقہی پر مرتب کیا گیا ہو کہ یہ کتاب الصلوٰۃ ہے، یہ کتاب الزکوٰۃ ہے، یہ روزے کے مسائل ہیں، یہ نماز کے مسائل ہیں، یہ زکوٰۃ کے مسائل ہیں، نہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا اس وقت تک تصنیف کی تھی اور نہ ہی دیگر کسی قسم کی کتاب تھی۔

﴿تدوین فقہ میں اولین کردار﴾

امام موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اَبُوْ حَنِيْفَةَ اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ عِلْمَ هٰذِهِ الشَّرِيْعَةِ

(مناقب الامام اعظم ۲/۱۳۶ اسلامی کتب خانہ کوئٹہ، تبیض الصحیفۃ ص ۳۶)

جس بندے نے سب سے پہلے قرآن وسنت کے علم کو ابواب میں مدون کر کے قیامت تک کے لوگوں کیلئے سہولت پیدا کی ہے انہیں تاریخ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہا جاتا ہے۔ جو ضرورت تھی اس کو محسوس کر لیا،

﴿علماء کے ذریعے علم کا اٹھنا﴾

کیونکہ رسول اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَ لٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ

(مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الاول)

فرمایا علم یوں نہیں اٹھے گا کہ رات کو عالم سوئے، دن کو اٹھے تو سینے سے علم سلب کر لیا گیا ہو، اور وہ جاہل ہو چکا ہو۔

فرمایا: علم یوں نہیں ختم ہوگا بلکہ علم، علم والوں کے اٹھنے سے ختم ہو جائے گا۔

ان کے وصال سے، دنیا سے چلے جانے سے علم ختم ہوتا جائے گا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو علم کے پہاڑ اپنی آنکھوں کے سامنے اٹھتے دیکھے اور جو علم کی بہاریں خزاں رسیدہ ہوتی دیکھیں، آپ نے یہ خطرہ محسوس کرلیا۔ اگر آج علم شریعت کو مدون نہ کیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ بہت بڑا حادثہ ہو جائے، سانحہ ہو جائے، لہٰذا آپ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سب سے پہلے کمر ہمت باندھ لی اور علم شریعت کو سب سے پہلے مدون فرمادیا۔ جس وقت آپ نے یہ کام شروع کیا، آپ کی تقلید میں سارے فقہاء نے کام کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب یہاں سے حاصل کی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا کی ترتیب یہاں سے ان کو ملی، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی تدوین میں یہاں سے روشنی حاصل کی، گویا کہ جس شخص نے سب سے پہلے امت کو کتاب لکھنے کا طریقہ بتایا ہو اور دین کی تدوین کے گُر بتائے ہوں اور جو اماموں کیلئے بھی (School of Thought) کی حیثیت رکھتے ہوں، اکیلے ہی انجمن کا مقام رکھتے ہوں، انہیں پوری امت کے اندر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے،

صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تدوین فقہ کی ضرورت کیوں نہ تھی؟

اور یہاں کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جو کام نہیں کیا تھا،

یہ کر کے ان سے آگے بڑھ گئے ہیں۔نہیں، ایسی بات نہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جو عظمت ہے وہ بعد والوں کو کیسے میسر آ سکتی ہے۔اصل میں بات یہ ہے کہ اس وقت اس کام کی ضرورت نہیں تھی، ایسا نہیں ہے کہ ضرورت تھی اور ان سے غفلت ہوئی، معاذ اللہ۔

نہیں، نہیں بات یہ ہے کہ امام موفق نے اس بات کو بھی چھیڑا ہے۔

کہتے ہیں:

كَانَتْ قُلُوْبُهُمْ صَنَادِيْقَ عُلُوْمِهِمْ

صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کتابوں کی ضرورت ہی نہیں تھی، ان کے دل ہی علموں کے صندوق تھے۔انہوں نے اپنی آنکھوں سے جو کچھ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سے پڑھ لیا تھا، ہمیں ہزار کتابوں سے بھی، کروڑوں کتابوں سے بھی وہ میسر نہیں آتا، لہٰذا اس وقت ضرورت ہی نہیں تھی، اب وقت آ گیا ہے، دوسری صدی ہجری کے اوساط کے اندر کہ ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور خالق کائنات نے اس مرد حق کو بھی پیدا کر دیا ہے، جو اس ضرورت کو پورا کرنے والے ہیں۔

فقہ حنفی قرآن وسنت کا نور

لہٰذا جب ضرورت سامنے آئی تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت کو آسان پیرائے میں پیش کر کے فقہ حنفی کی دولت امت کو عطا فرما دی ہے۔

فقہ حنفی کا تعلق قرآن وسنت سے وہی ہے جو خوشبو کا تعلق پھول سے ہوتا ہے اور جو بارش کا تعلق بادل سے ہوتا ہے۔اس میں جو کچھ ہے وہ قرآن وسنت سے ہی آیا ہے،

اپنی طرف سے کوئی اضافی چیز نہیں رکھی گئی۔ اصل میں قرآن وسنت میں فہم اور قرآن و سنت کے اندر جو تدبر خالق کائنات نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا، آپ نے اس ذہن کو استعمال کرتے ہوئے، قرآن وسنت کے اندر غور کیا ہے اور امت کیلئے پانچ لاکھ مسائل مستنبط و مستخرج کر کے بیان کر دیئے ہیں۔

﴿قرآن وسنت کے علم کا نزول﴾

اس کی مثال قرآن مجید میں موجود ہے، جو میں نے آیت کریمہ پڑھی ہے۔

خالق کائنات فرماتا ہے:

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا

(پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۱۷)

اللہ نے آسمان سے پانی کا نزول کیا تو وادیاں اپنی اپنی گنجائش کے مطابق بہہ نکلیں۔

آسمان سے پانی اترا اور وہ پانی جب زمین تک پہنچا تو جتنی بڑی وادی تھی، اتنا پانی زیادہ تھا، جتنا بڑا سمندر تھا، اتنا پانی زیادہ تھا، اپنی اپنی گنجائش کے مطابق ہر ایک نے پانی حاصل کر لیا۔

مفسر بارگاہ رسول علیہ السلام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو لفظ (ماء) ہے جس کا معنی پانی ہے۔ اس پانی سے مراد وہ پانی نہیں جو بادلوں سے بارش برستی ہے اور زمین پر پہنچتا ہے، کہنے لگے اس پانی سے مراد قرآن وسنت کا علم ہے۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

(سورۃ الرعد، آیت ۱۷)

اللہ نے آسمان سے قرآن وسنت کے علم کو اتارا ہے۔

رسول اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر سے یہ بارش برسی ہے اور آگے اس کی زمین، امت کے سینے ہیں۔ جیسے ظاہری بارش کیلئے زمین ہے اور وہ پانی وہاں پہنچتا ہے تو پھر ندی نالے اس سے بہہ جاتے ہیں، ایسے ہی دلوں کی زمین اس بارش کیلئے زمین کی حیثیت رکھتی ہے، جس کا جتنا بڑا ظرف ہے، بارگاہ نبوت سے جتنی مناسبت ہے، اسلام کے ساتھ جتنا خلوص ہے، جتنا اللہ نے اس کو خداداد قوتیں عطا کر رکھی ہیں، اسی طرح ہی، اسی جہت اور اسی معیار کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ اس بندے کو اس پانی کا حوض بنا دیتا ہے۔ یہ پانی سینوں تک پہنچا۔

علم مصطفیٰ ﷺ موسلا دھار بارش کی طرح

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمادیا:

مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَ الْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الاول ص ۲۸ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

مجھے میرے رب نے جو ہدایت دی ہے اور جو علم دیا ہے اس کی مثال بارش کی طرح ہے اور بارش بھی عام سی نہیں، حالانکہ بارش میں خود ایک کثرت پائی جاتی ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ قطرہ نہیں یہ تو پوری بارش ہے، اور یہاں فرمایا (غیث الکثیر) بارش بھی وہ جو موسلا دھار برسنے والی ہو۔

فرمایا: میرا علم قطرہ نہیں، میرا علم تو بارش ہے اور بارش کیسی؟ جو موسلا دھار برسنے والی ہو۔

اَصَابَ عَرْضًا

ایسی بارش بھی نہیں جو معلق ہی رہے اور زمین تک نہ پہنچے، بلکہ میرا فیض سینوں تک پہنچا ہے۔

فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ۔

فرمایا کہ میری بارش پوری کائنات میں برسی ہے اور میں نے اس پر کسی کا کوئی تسلط نہیں رکھا، میں نے اس کو عام کر دیا ہے، یہ شرق وغرب، شمال وجنوب میں برسنے والی بارش ہے۔

عربی پر بھی برسی ہے، عجمی پر بھی برسی ہے،

گورے کے پاس بھی گئی ہے، کالے پر بھی برسی ہے،

یہ فقیر کی کٹیا پر بھی برسی ہے، بادشاہ کے کاشانے پر بھی برسی ہے،

اس پر کسی کا کوئی تسلط نہیں ہے۔ اگر توجہ نہ کرے تو ہو سکتا ہے، حاکم وقت کا بیٹا جاہل رہ جائے، توجہ کرے تو کسی کٹیا سے کوئی وقت کا غزالی نکل آئے۔ ہم نے اس بارش کو عام کر دیا ہے۔ آگے سینے، ان کی اپنی اپنی صلاحیت ہے، اپنی اپنی استعداد ہے۔

سب سے پہلے نمبر کا سینہ جو زرخیز اور میرا زمین کی حیثیت رکھتا ہے۔

فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ

ایک طائفہ زمین کا طیبہ ہوتا ہے۔

کون سا؟ فرمایا:

قَبِلَتِ الْمَآءَ

وہ جو پانی جذب کرتا ہے، اس کو آگے نہیں جانے دیتا۔

میرا زمین ہے، ریتلی زمین ہے، وہ زمین پانی کو جذب کر لیتی ہے، اور یہاں سے مراد سینہ ہے۔

فرمایا کہ وہ ایسا ہے کہ پانی کو جس طرح زمین جذب کرتی ہے ایسے ہی وہ قرآن و سنت کے علم کو جذب کر لیتا ہے۔

کیا ہوتا ہے؟ فرمایا:

فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَءَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقۂ تمثیل ہے کہ مثال دے کے ایسے سمجھایا، غیر محسوس چیز کو یوں محسوس بنا کے پیش کر دیا۔

یہ فقاہت اور اس کے سارے تقاضے، ان کو سمجھنے کیلئے آسمان سے اتری ہوئی بارش کو دیکھ لو اور مُیَسَّر از مین کو دیکھ لو، اس زمین نے جب پانی جذب کیا تو کیا ہوا؟

فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَءَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ

زمین نے پانی جذب کیا، اس کے بعد اسے واپس لوٹایا، اس سے سبزہ اگا، باغات اگے، باغات میں پھل پھول آئے اور سبزہ اور بہار اس پانی ہی کی وجہ سے آئے، وہ جو آسمان سے اترا تھا اب زمین نے اللہ کی قدرتوں سے اس میں تغیر و تبدل کیا۔ جب زمین پانی جذب کر رہی تھی اس کا ذائقہ ایک ہی تھا، اس وقت اس کی ماہیت ایک ہی تھی، اس وقت اس کا نام ایک ہی تھا، لیکن وہی پانی جب واپس لوٹا تو کیا تھا؟

وہی انگور میں تھا، کھجور میں تھا،

خربوز میں تھا، تربوز میں تھا،

ہر ترکاری میں تھا، ہر جڑی بوٹی میں تھا۔

پانی اترا تھا تو ایک طرح کا تھا، اب واپس آیا ہے تو لاکھوں اقسام کا بن گیا ہے، اب کون کہے گا یہ پانی اور ہے، آسمان سے اترا ہوا نہیں۔ نہیں، پانی وہی ہے، کردار اس زمین کا ہے، جو اللہ نے اس کو عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا اسی پانی کو اس نے مالٹے کی صورت میں، آم کی صورت پیش کر دیا۔ جیسے اس ظاہری زمین نے پانی کو جذب کر کے اسے لاکھوں روپ دیئے ہیں، ایسے ہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل کی زمین نے

قرآن وسنت کے پانی کو جذب کر کے اس کو لاکھوں مسائل کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔

جیسے وہ پانی، کوئی انکار نہیں کر سکے گا کہ کہیں اور سے آیا ہے، وہی آسمان سے اترنے والا ہے، آگے اس کی صورتیں بدل گئیں، کیونکہ ضرورتیں بدل گئیں۔

کسی کو کسی Taste کی ضرورت ہے، کسی کو کسی غذائیت کی ضرورت ہے، کسی کا کوئی مرض ہے تو کسی جڑی بوٹی کی ضرورت ہے۔ چونکہ یہ ساری ضرورتیں مختلف ہیں اور زمین نے سب کو پورا کرنا ہے، لہٰذا پانی گیا تھا تو ایک طرح کا تھا، واپس لوٹا ہے تو ساری ضرورتیں پوری کر رہا ہے، ہر قسم کے مرض کا علاج بھی اس میں موجود ہے، ہر قسم کے وٹامنز اور غذائیت بھی موجود ہے، ہر قسم کا Taste بھی اس میں موجود ہے، جیسے ظاہری پانی کے لحاظ سے زمین نے اسی آسمانی پانی کو یہ شکلیں عطا کر دی ہیں، ایسے ہی قرآن وسنت کے پانی کو مجتہد کے سینے نے یہ روپ عطا فرمائے ہیں۔

جیسے اس پانی کا اصل وہی آسمانی پانی ہے ایسے فقہ کی اصل وہی قرآن و سنت ہے۔

اب دیکھئے یہ تعلق ہے فقاہت کا قرآن وسنت کے ساتھ، اور فقہ کا قرآن و سنت کے ساتھ، یہ کوئی علیحدہ چیز نہیں، یہ تو اسی کی تشریح ہے اسی کی توضیح ہے، اور یہ کام ایسی شخصیت کا ہی تھا کہ جس کے ذہن کو اللہ نے سارے علوم کا آشیانہ بنا رکھا تھا، وہاں پر ہر قسم کے علوم موجود تھے، اتنی تیز ذہانت تھی، ایسا طریقۂ استدلال تھا اور ایسی تیز نگاہ تھی،

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کی وسعت

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں، کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وضو کر رہے ہیں۔ ساتھ والے بندے کو جب وضو کرتے دیکھا تو اس کو جھڑکی دی کہ تم نے فلاں گناہ کیا ہے، یہ وضو کے پانی سے مجھے نظر آ رہا ہے۔ دیکھو قیامت تک کا یہ (Advance Wisdom) اور قیامت تک یہ (Advance Science) جو ہے، کوئی ایسا آلہ نہیں ایجاد کر سکی جو پانی سے گناہوں کی شناخت کرے، جو پانی سے گناہوں کو دیکھ لے، جو پانی کے اندر سے گناہ کے وجود کو استدراک کرے لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کتنی تیز ہے۔ جو آنکھ پانی سے گناہ دیکھ سکتی ہے وہ جب لفظ قرآن کو دیکھتی ہے، ہم وہ پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں ایک لفظ ہی نظر آتا ہے۔

﴿حدیث پاک سے مسائل کا استنباط﴾

جس وقت اسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پڑھتے ہیں انہیں وہیں سے ہزاروں مسائل نظر آ جاتے ہیں۔

قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ فِيْ مَجْلِسِ الْاَعْمَشِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَلَمْ يُجِبْهُ فِيْهَا وَ نَظَرَ فَاِذًا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ يَا نُعْمَانُ قُلْ فِيْهَا قَالَ اَلْقَوْلُ فِيْهَا كَذَا۔

قَالَ مِنْ اَيْنَ؟

قَالَ مِنْ حَدِيْثٍ كَذَا اَنْتَ حَدَّثْتَنَاهُ

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آ گیا اس نے امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ سے

ایک مسئلہ دریافت کیا۔امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے جواب نہ دیا، دیکھا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نظر آئے تو امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

نعمان آپ اس مسئلے کا جواب دیں۔

امام صاحب نے بتایا یہ جواب ہے۔

امام اعمش نے کہا، کہاں سے دیا ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا، فلاں حدیث سے جو آپ نے ہمیں پڑھائی

(عقود الجواہر المنیفہ فی ادلہ مذہب الامام ابی حنیفہ ص ۱۰، جز اول، مصنف السید محمد مرتضیٰ حسینی)

امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے:

حَسْبُكَ مَا حَدَّثْتُكَ بِهٖ فِیْ مِئَةِ یَوْمٍ تُحَدِّثُنِیْ بِهٖ فِیْ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ مَا عَلِمْتُ اَنَّكَ تَعْمَلُ بِهٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ یَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ اَنْتُمُ الْاَطِبَّاءُ وَ نَحْنُ الصَّیَادِلَةُ وَ اَنْتَ اَیُّهَا الرَّجُلُ اَخَذْتَ بِكِلَا الطَّرَفَیْنِ

(الخیرات الحسان، ص ۱۴۴)

آپ بس کر دیں میں نے جو تجھے سو دن میں پڑھایا ہے آپ نے وہ مجھے تھوڑے سے وقت میں سنا دیا ہے، مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ ان احادیث میں گہری سوچ بچار بھی کرتے ہیں۔اے فقیہ لوگو! تم طبیب ہو اور ہم (محدث) پنساری ہیں اور اے عظیم انسان (امام ابوحنیفہ) تم پنساری بھی ہو اور ماہر طبیب بھی۔

جیسے پنساری کے پاس جڑی بوٹی ہر قسم کی ہے مگر اس کو یہ خبر نہیں ہے کہ کس کو کس کے ساتھ ملائیں تو کون سی معجون بنتی ہے اور وہ کس مرض کیلئے کام کرتی ہے۔نہ مرض کی شناخت ہے، نہ نسخے کا پتہ ہے، نہ طریقہ استعمال اس کو آتا ہے، وہ صرف جڑی بوٹیاں سنبھال کے رکھتا ہے باقی سارے کام طبیب حاذق کرتا ہے۔

فرمایا: ہم نے زندگی گزار دی ہے، صرف یہ حدیث بیان کرتے ہوئے اور جواب اب تک ہمیں نہیں آیا، ہم نے صرف پنساری والا کام کیا ہے، ابوحنیفہ! تمہارا دل تو جذب کرنے والا دل ہے، یہ جانتا ہے کہ نسخہ بنتا کیسے ہے اور کس مریض کیلئے ہے اور طریقہ استعمال کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اے فقیہہ لوگو! تمہیں ماہر طبیب کا مرتبہ عطا کیا اور فرمایا:

اَنْتَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اَخَذْتَ بِكِلَا الطَّرَفَيْنِ

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالی سے کہنے لگے میرے شاگرد! میں تم سے کہتا ہوں تم صرف طبیب ہی نہیں ہو، تمہارے پاس سٹور (Store) بھی موجود ہے، محدث بھی ہو، فقیہہ بھی ہو، تمہارے پاس دونوں جہتیں موجود ہیں۔ لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کا دل ایک ایسی زمین ہے کہ جو اساتذہ پڑھانے والے، روایت کرنے والے، جنہیں سالہا سال گزر گئے ہیں، الفاظ حدیث پڑھاتے ہوئے ان کی نظروں میں ان احادیث سے وہ مفہوم سامنے نہیں آیا جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے چند دن وہاں پڑھا ہے اور انہیں سے مسائل کو حل کر کے پیش فرما دیا ہے۔

فقہ حنفی قرآن وسنت کی تشریح

یہاں یہ فنی حیثیت جاننا بھی ضروری ہے کہ فقہ حنفی، جو قرآن وسنت کی تشریح ہے، قرآن وسنت کے ہوتے ہوئے اس کو ماننا، اس کی حیثیت کیا ہے؟ آج لوگوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ جب قرآن مجید میں سب کچھ ہے، سنت میں سب کچھ ہے، تو پھر فقہ کی ضرورت کیا ہے؟ میں نے اس سلسلہ میں ایک پوری لسٹ تیار

کی، ان لوگوں کے اقوال کہ ہمارے لئے قرآن وسنت کافی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، قرآن وسنت میں سب کچھ ہے مگر اس سب کچھ کو سمجھنے کیلئے کسی امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالی کی بھی ضرورت ہے، ورنہ سب کچھ کا پتہ نہیں چلے گا۔ یہ لوگ اپنی زبان سے یہ بات تو کرتے ہیں مگر جب ان کی خانہ تلاشی لی جائے تو ان کے جتنے فتاوی ہیں خواہ وہ ستاریہ ہو، ثنایہ ہو، نذیریہ ہو، اس قسم کے فتاویٰ میں پچاسی فیصد سے زائد مسائل میں دلیل نہ قرآن سے دی ہے، نہ سنت سے دی ہے، اگر دلیل ملی ہے تو فقہ حنفی کے خرمن سے ملی ہے۔

اگر کھانے کو ملا ہے تو اس فقہ کے دستر خوان سے ملا ہے۔ پوری کائنات میں صحابہ وتابعین کے بعد جہاں کہیں بھی اسلام عملی شکل میں نافذ ہوا ہے، اسی فقہ نے اسے مواد عطا کیا ہے، اور جہاں کہیں کسی نے بھی نئے مسائل کا حل چاہا ہے تو اسی فقہ نے جواب دیا ہے۔

یہ لوگ ادھر یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہر بات قرآن وسنت سے بیان کرتے ہیں، جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ نیچے دکانیں ہوں تو ان کے اوپر مسجد بنانا جائز ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ پھر نہ قرآن سے آیت ملتی ہے نہ حدیث سے کوئی حدیث ملتی ہے۔

اگر ملتا ہے تو یہ کہتے ہیں، درمختار میں یہ ہے، فتاویٰ شامی میں یہ ہے، تاتارخانیہ میں یہ ہے۔ اس وقت سارے نام اچھے لگتے ہیں۔ ایک دو باتیں نہیں ایسے درجنوں مسائل ہیں جن کو لکھتے وقت باقاعدہ ان کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں اور عملاً اس بات کو ثابت کیا ہے کہ واقعی فقہ حنفی وہ سوغات ہے کہ جس کے بغیر کوئی بندہ قیامت تک نہیں رہ سکتا، اگر چاہے گا کہ اس کو اسلام کی روشنی حاصل ہو تو اس کو قرآن وسنت کی روشنی اسی فقہ کے دامن سے میسر آئے گی۔

صرف اتنی تبدیلی جب آئی کہ جب کنوئیں میں گندا گیند گر جائے تو اس کنوئیں کو پاک کیسے کیا جائے گا، اب بھی رستہ بھول گیا، کوئی حدیث اس طرح کی نہیں مل رہی، وہ مرغی، بلی اور چوہے والی احادیث جن میں ان کا ذکر تھا کہ اتنے ڈول نکالو، اس طرح صاف کرو۔ اب یہ صورتحال تو تھوڑی سی مختلف ہوئی ہے، یہاں بھی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکے، اگر پیش کیا ہے تو فقہ حنفی کی نصوص کو پیش کیا ہے۔

﴿تدوین فقہ کی شرعی حیثیت﴾

لہٰذا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جوامت کیلئے کام کیا، اس کی شرعی طور پر حیثیت یہ ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی ہے جس کو آسان پیرائے میں آپ نے پیش کر دیا، اگرچہ آج اسے سمجھنا بھی ہم جیسوں کیلئے مشکل ہوتا جا رہا ہے، لیکن اگر ہمیں ماخذ تلاش کرنا پڑتا اور اصل اصول وضع کرنے پڑتے تو کتنی مشکل ہو جاتی۔

حضرت امام ابواعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ اپنایا اور اسے آگے پہنچایا، اصل میں اس کی اجازت خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔

﴿حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور قیاس﴾

جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن کی طرف جا رہے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

كَيْفَ تَقْضِيْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَآءٌ

(ترمذی جلد ۱، ص ۱۵۹، ابوداؤد و کتاب الاقضیۃ جلد ۲ ص ۱۴۹، دارمی، مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء باب العمل فی القضاء والخوف منہ الفصل الاول)

جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا گیا تو کس طرح فیصلہ کرو گے۔

تو کہنے لگے

اَقْضِیْ بِکِتٰبِ اللّٰہِ

اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ

اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟

اگر اس مسئلے کا حل تم کتاب اللہ میں نہ پاؤ

یہ نہیں ہے کہ کتاب اللہ میں موجود ہی نہیں

تمہیں نہ ملے تو پھر؟

تو کہنے لگے

فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں نہ پاؤ؟

تو پھر کیا کرو گے؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ دو ہی تو چیزیں ہیں، قرآن ہے یا سنت ہے۔ اگر دونوں سے بھی میں نہ پا سکا تو میں خاموش رہوں گا۔ کیونکہ اس سے آگے بولنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے ہرگز یہ نہیں کہا:

بلکہ کہنے لگے اگر مجھے سنت سے بھی نہ ملا تو کیا کروں گا؟

اَجْتَهِدُ بِرَأْيِيْ

میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

رائے میری ہوگی اور روشنی قرآن وسنت کی ہوگی۔

پانی وہی آسمان سے اترنے والا ہوگا مگر زمین میرے دل کی ہوگی۔ ضرورت پڑی تو میں اس کا حل اپنی رائے سے اجتہاد کر کے پیش کروں گا اور لوگوں کو مسئلہ پیش کر دوں گا۔

میں چپ نہیں رہوں گا، میں لوگوں کیلئے اس مسئلہ کا حل پیش کروں گا مگر اپنی رائے سے کروں گا، جو قرآن وسنت کے زیرِ سایہ رہے گی۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جواب سنا ہے تو یہ نہیں فرمایا کہ اے معاذ تم کون ہوتے ہو؟، قرآن وسنت کے بعد تمہاری رائے کی اتھارٹی کیا ہے؟ اس کا تو کوئی گریڈ بنتا ہی نہیں، تم غیر نبی ہو، تم اپنی رائے کو کہاں سے لے آئے ہو؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز یہ نہیں فرمایا

اتنے خوش ہوئے اور فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه و سلم

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے ہوئے شخص (گورنر) کو یہ توفیق دی کہ جس سے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گیا ہے۔

اگر یمن والوں کیلئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے فیصلے ماننا جائز ہی نہیں تھا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت کیوں دے دی؟

جب اجازت دی ہے تو اس لئے ان کے فیصلوں کو تسلیم کریں، بلکہ یہ لکھ کے بھیجا کہ یمن والو! جو یہ فیصلہ کریں گے تمہارے لیے ماننا لازم ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کا ان کو حکم دے دیا۔

فرمایا: یہ جو فیصلہ کریں گے تم اس کو مانو گے۔

فیصلے کا اختیار بھی دے دیا اور ماننے کیلئے حکم بھی دے دیا۔ جس نوعیت سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قرآن وسنت کے پانی کو جذب کر کے آگے پھول پیش کرنے کی اجازت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے چکے تھے اسی طریقہ پر چلتے ہوئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن وسنت کے پانی کو جذب کر کے فقہ حنفی کی سوغات کو تیار فرمایا ہے۔

﴿دوبئی میں ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کا مناظرہ﴾

یہاں اختصار ملحوظ خاطر ہے لیکن یہ بات یاد رکھیں، دوبئی میں اس بات پہ میری بحث ہو رہی تھی۔

غیر مقلد:

غیر مقلد کہنے لگا کہ یہ جو تم نے حدیث پیش کی ہے اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مدینہ شریف میں موجود تھے اور اس وقت آپ نے یہ حکم دے دیا کہ آپ یمن چلے جاو اور اس طرح ان کو مسئلہ بتانا۔ ہمارا تمہارا جو اختلاف اس وقت ہے وہ اس بارے میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا، اس کے بعد بھی کیا کسی کیلئے یہ جائز ہے، کسی حدیث سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ کوئی مسئلہ قرآن وسنت کی روشنی سے اخذ کرے اور بندوں کیلئے وہ ماننا لازم ہو جائے اور اس کی کوئی شرعی طور پر حیثیت ہو؟

جلالی صاحب:

تو میں نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ اگرچہ اس کیلئے باقاعدہ حدیث شریف ہے لیکن یہ جو تم بات کر رہے ہو تو اس سے خود اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

تم جو بات کر رہے ہو اس سے تم نے اپنے مؤقف کو بالکل غلط ثابت کر دیا ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری حیات میں موجود تھے اور ابھی قرآن مجید مکمل نہیں ہوا تھا، نزول قرآن جاری تھا، اس وقت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو محبوب علیہ السلام یہ بھی فرما سکتے تھے کہ اے معاذ بن جبل! فیصلوں میں جلدی نہ کرنا، ابھی تو میں بھی موجود ہوں، قرآن بھی نازل ہو رہا ہے اگر تمہیں قرآن مجید جو اترا ہوا ہے اور جو تمہیں آتا ہے اس سے مسئلے کا حل نہ ملے تو مجھے پیغام بھیجنا اور مجھ سے پوچھنا اور جو سنت تم جانتے ہو اگر اس سے تمہیں مسئلے کا حل نہ ملے تو پھر آگے کچھ نہ کہنا، مجھ سے پوچھنا:

یہ مجتہد کی تشریح اور اس کی تقلید ایسی حقیقت ہے کہ ابھی وحی کا نزول ہو رہا تھا پھر بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دے رکھی تھی، جب وحی کا دروازہ بند ہو گیا اب تو بطریق اولیٰ اس کی اجازت موجود رہے گی۔

اس وقت یہ اعتراض بنتا تھا کہ یہ کہا جاتا کہ ابھی تو سارا قرآن اترا ہی نہیں ہے اور تم اپنی طرف سے نہ کہنا، بقیہ قرآن کا انتظار کر لینا، جو تمہارے بعد اترے گا وہ پوچھ لینا لیکن مجتہد کا دل کی اس زمین سے پانی کو جذب کر کے آگے پیش کرنا ہے، یہ تو نزول

وحی کے دوران بھی سلسلہ جاری رہا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب علیہ السلام نے یمن والوں کو اس وقت بھی مقلد شخصی بنا دیا۔ فرمایا کہ معاذ بن جبل کے دل کی زمین، قرآن و سنت کو جذب کر کے تمہیں جو پھل پیش کرے گی، یمن والو! تمہارے لیے وہ کھانا لازم ہو جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت اپنی ظاہری حیات میں اس بات کی اجازت دے کر اس بات کو واضح فرما دیا کہ اب جب وحی کے نزول کا وقت موجود ہے پھر بھی یہ بات جائز ہے، جب دروازہ بند ہو جائے گا پھر تو بطریق اولیٰ جائز ہو جائے گی۔

مسائل کے حل کا طریقہ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ سے

دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

طبرانی نے معجم اوسط میں لکھا ہے:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنْ نَزَلَ بِنَا اَمْرٌ لَيْسَ فِيْهِ اَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ فَمَاذَا تَاْمُرُنَا

(مجمع الزوائد/ ۱۸ اعلی بن ابی بکر الہیثمی دار الکتاب بیروت کنز العمال ۲/ ۱۳۱ علی متقی مکتبۃ التراث العلمی)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ نیا پیش ہو جائے کہ جس کے بارے میں کوئی واضح امر بھی قرآن وسنت میں نہ ہو اور کوئی واضح نہی بھی نہ ہو، یعنی اس کام کے کرنے کا نہ حکم ہو اور نہ ہی نہ کرنے کا حکم ہو۔

فَمَاذَا تَاْمُرُنَا ؟

تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، اس وقت ہم کیا کریں؟

اگر ایسی صورت حال پیش ہو جائے تو ہم کیا کریں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب پوچھا تو یہ واضح طور پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کی خبر پوچھی، تو میرے محبوب علیہ السلام نے کہا:

شَاوِرِ الْفُقَهَاءَ وَ الْعَابِدِيْنَ

امت کو بتا دینا کہ قیامت تک جب ایسا مسئلہ پیش ہو گا تو اس وقت فقہاء کے دروازے پر چلے جانا، ان سے مشورہ کرنا، ان سے پوچھنا، عابدین سے رائے لینا، وہ جو کہیں گے وہ بھی میری مرضی ہو گی، جو بتائیں گے اس کو ماننا لازم ہو جائے گا۔ لہٰذا اس دل کی سرزمین نے جو کچھ جذب کر کے پیش کیا ہے اس کو ماننے کا حکم بھی شریعت میں باقاعدہ طور پر موجود ہے۔

فقہ حنفی ایک بہترین سوغات

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کردار ادا کیا اور اتنے بہترین طریقے سے سوغات تیار کی کہ قیامت تک کوئی دوسری ایسی سوغات نہیں بن سکے گی بلکہ تمام شریعتوں میں، تمام پہلی امتوں میں کوئی ایسا لٹریچر میسر نہیں آئے گا کہ جس طرح کا لٹریچر فقہ حنفی کی شکل میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

کسی امت کے پاس نہ تو سند رجال کے لحاظ سے ایسی کوئی خصوصیت ہے اور نہ اصول فقہ کے لحاظ سے، یہ اس امت کا خاصہ ہے کہ خالق کائنات نے اتنے کھلے سینے دیئے ہیں کہ قرآن و سنت کو سمجھ کے سینکڑوں نہیں ہزاروں کی شکل میں آگے مسائل کو کتابوں میں آباد فرما دیا ہے۔

شورائی طریقے سے فقہ کی تدوین

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن وسنت سے فقہ حنفی کی یہ سوغات تیار کی، اگرچہ خود کوئی کمی نہیں تھی لیکن پھر بھی شورائی طریقہ سے اس کو مدون کیا، اور یہ بھی اس فقہ کی خصوصیت ہے۔ فقہ مالکی ایک شخص کی فقہ ہے، فقہ حنبلی بھی ایک شخص کی فقہ ہے، فقہ شافعی بھی ایک شخص کی فقہ ہے، لیکن فقہ حنفی اس شوریٰ نے بنائی ہے،

مسند خوارزمی میں ہے۔

اِنَّ الْاِمَامَ اجْتَمَعَ مَعَهُ اَلْفٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَجَلُّهُمْ وَ اَفْضَلُهُمْ

(جامع المسانید (مسند خوارزمی) (۱/۳۳) المکتبۃ الاسلامیہ فیصل آباد)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جب یہ سوغات تیار کر رہے تھے تو آپ تنہا نہیں تھے، آپ کے ساتھ ایک ہزار فقہاء موجود تھے، اتنا بڑا (Research Board) ریسرچ بورڈ تھا، کتنی زیادہ کوشش تھی، اور وہ ایک ہزار فقہاء کیسے ہیں؟

اَرْبَعُوْنَ مِنْهُمْ قَدْ بَلَغُوْا حَدَّ الْاِجْتِهَادِ

ان ہزار میں سے چالیس تو باقاعدہ مجتہد بھی ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شوریٰ دیکھو، فقہاء ہزار ہیں اور ان میں سے چالیس مجتہد ہیں۔ اس طرح شورائی طریقہ سے جب فقہ کو مدون کیا، یہ اکیلا ذہن ہی کافی تھا لیکن پھر بھی سب کو ساتھ بٹھایا، ان میں سے ہر ایک وہ تھا کہ جس کو انگلیوں پر گنا جاتا تھا اور زمانے کا مقتدیٰ تھا، ان کو ساتھ بٹھا کے پہلے نمبر پر یہ تقریر کی کہ مجھے دنیا نے جہنم پر پل بنا دیا ہے اور مجھ سے گزر کے وہ تو پار ہو جائیں گے، اگر کوئی کمی رہ گئی

تو مجھ سے پوچھا جائے گا۔ تم میں سے ہر ایک کو میری طرف سے اجازت ہے، جب مسئلہ رکھا جائے گا، جسے جو حدیث آتی ہو وہ بیان کرے، جو قرآن مجید کی آیت اس کے متعلق ہو وہ بیان کرے، جو کچھ آتا ہو پیش کرے، فیصلہ بعد میں ہوگا کہ ثابت کیا ہوتا ہے؟

فَكَانَ اِذَا وَقَعَتْ وَاقِعَةٌ شَاوَرَهُمْ وَ نَاظَرَهُمْ وَ حَاوَرَهُمْ

(المناقب للموفق ۲/۱۳۳)

جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ان ہزار کو بلا لیتے، ان سے مناظرہ بھی ہوتا، مشاورت بھی ہوتی، مکالمہ بھی ہوتا، یہاں تک کہ بعض مسائل پر مہینہ بحث ہوتی۔ مہینہ بحث کے بعد جس وقت مسئلہ کا حل ان کے سامنے آ جاتا تو فرماتے۔

يَا اَبَا يُوْسُفَ اُكْتُبْ فِيْ بَابِ فُلَانٍ

اے ابو یوسف اس کو فلاں باب میں لکھ دو۔

کتنی محنت کی ہے، کتنا جگر پگھلا ہے، کس حد تک اس میں مشقت و مجاہدہ کیا ہے، ایک محلے کا امام بات کرتا ہے، لوگ اس کی تو مان لیتے ہیں، اس کے مقلد بن جاتے ہیں اور جس نے اپنا جگر پگھلا کے امت کے شبستان میں یہ چراغ روشن کیا تھا۔

؎ کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول نے شبنم کی بجھائی ہو گی

کتنی کوشش اور مجاہدہ کے بعد آپ نے یہ فقہ تیار کی، جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے

قیامت تک کے لئے عروج عطا فرمایا ہے۔

جس وقت آپ نے بڑی کوشش سے فقہ کی تدوین کا یہ کام کیا، یہ زمین قرآن و سنت کے پانی کو جذب کر رہی ہے اور پھر اس کو پیش کرنے والی ہے۔

﴿تدوین فقہ میں کمال احتیاط﴾

حضرت وکیع جو تبع تابعین میں سے ہیں، تاریخ بغداد میں ہے، ان کے پاس کسی نے کہہ دیا:

اَخْطَأَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ

(تاریخ بغداد، جلد۱۴، ص ۲۴۷)

ابو حنیفہ نے اس مسئلہ میں غلطی کی ہے۔

تو حضرت وکیع رحمہ اللہ تعالی فرمانے لگے:

کَیْفَ یَقْدِرُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ یُخْطِیْءُ

ابو حنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟

وَمَعَهٗ مِثْلُ اَبِیْ یُوْسُفَ وَ زُفَرَ فِیْ قِیَاسِهِمَا وَ مِثْلُ یَحْیٰی بْنِ اَبِیْ زَائِدَةَ وَ حَفْصِ بْنِ غِیَاثٍ وَحَبَّانَ وَ مُنْدَلٍ فِیْ حِفْظِهِمُ الْحَدِیْثَ وَالْقَاسِمِ بْنِ مَعْنٍ فِیْ مَعْرِفَتِهٖ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِیَّةِ وَ دَاوٗدَ الطَّائِیْ وَ فُضَیْلِ بْنِ عَیَّاضٍ فِیْ زُهْدِهِمَا وَوَرْعِهِمَا مَنْ کَانَ هٰؤُلَاءِ جُلَسَاءُهُمْ لَمْ یَکَدْ اَنْ یُّخْطِیَ لِاَنَّهٗ اِنْ اَخْطَأَ رَدُّوْهُ

فرمایا: لوگو! زبان اپنی روک کے رکھو، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کیسے غلطی کر سکتے ہیں حالانکہ جن کے ساتھ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام زفر رحمہما اللہ تعالی جیسے

تیز قیاس والے امام بیٹھے ہوں، اور حضرت یحییٰ بن ابی زائدہ، حضرت حفص بن غیاث اور حضرت حبان اور مندل جیسے حافظ الحدیث بھی بیٹھے ہوں، اور حضرت قاسم بن معن جیسے لغت، صرف اور نحو کے امام بیٹھے ہو اور حضرت داؤد طائی اور حضرت فضیل بن عیاض جیسے عظیم صوفی بیٹھے ہوں۔

جن کی شوریٰ کے اندر اتنے بڑے چاند موجود ہیں وہ آفتاب اندھیرے میں کیسے رہ سکتا ہے، لہٰذا اگر کوئی غلطی ہوتی تو یہ ضرور بولتے، ان میں سے کوئی بھی چپ رہنے والا نہیں تھا۔

اگر سب نے تصدیق کر دی ہے تو لوگو! ماننا پڑے گا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے جو لکھا ہے وہ سچ لکھا ہے۔

ہر قسم کے پہرے موجود تھے، زمین بھی زرخیز ہے اور اس پر پھر جڑی بوٹیوں کو دور کرنے کیلئے مسلسل نگاہ نبوت کی ایک آبیاری بھی موجود ہے، تقویٰ کے سائبان کے نیچے بیٹھے ہیں، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاندنی ہے، پرہیزگاری اور سوز صداقت کی ہوائیں چل رہی ہیں، فقاہت کی روشنی ہے اور یہ اجتہاد ہو رہا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی نے اتنی پرہیز کے ساتھ، اتنی احتیاط کے ساتھ، اس سوغات کو تیار کیا کہ جس میں ہر قسم کا خلوص ہے، عدالت ہے، علمی وجاہت ہے، ہر فن کا جو اس زمانے میں امام تھا کہ جن کے آگے شاگردوں کے شاگرد بھی امام قرار پائے، نحوی اور صرفی، اور لغت کے ماہرین، حدیث اور فقہ اور تفسیر کے ماہرین، سارے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ساتھ لے کر یہ فقہ کی تدوین کی ہے تاکہ قرآن وسنت کی سب سے بہترین تشریح امت کے سامنے پیش کی جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جیسی شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(اقبال)

ایسی شخصیت کہ جن کے فکری درخت پہ کھلنے والے پھول کو پاکستان کہا جاتا ہے۔ وہ مجدد جن کے افکار اور کردار کا تحفہ یہ مملکت خداداد ہے۔ ان کے دیگر نظریات بھی ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فرمانے لگے:

فقہ حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح

بلاتعصب وتکلف یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مذہب کی نورانیت کشفی طور پر دریائے عظیم کی طرح نظر آتی ہے اور باقی تمام مذاہب حوض اور چھوٹی نہروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ظاہر میں جو کچھ سامنے نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ اہل اسلام کی اکثریت ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی پیرو ہے اور یہ مذہب کثرت متبعین کے باوجود اصل اور فرع میں دوسرے تمام مذاہب سے متمیز ہے اور استنباط میں اپنا ایک الگ طریقہ رکھتا ہے اور یہ بات اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

(مکتوبات دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب ۵۵)

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سنت کی پیروی میں سب سے آگے

اور فرمانے لگے، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس فقہ کا سنت کے ساتھ کیا تعلق ہے۔تو فرمانے لگے:

امام اعظم اور تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است۔

(مکتوب دفتر دوم،مکتوب ۵۵)

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سنت کی پیروی میں باقی سب آئمہ سے آگے ہیں۔

یہ دیکھنا ہے کہ سنت کا احترام سب سے زیادہ کس جگہ ہے؟ اور سنت کی ترجیح، سنت کو مقدم کرنا، اپنے سوچ اور قیاس پر سب سے زیادہ کس نے سنت کا سب سے زیادہ احترام کیا ہے؟ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے کہ اس فہرست میں بھی پہلا نام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اور اس پر باقاعدہ دلائل بھی دیئے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو جعفر منصور کا مکالمہ

ایک طرف تو وہ پوری بحث تھی، جب ابو جعفر منصور نے پوچھا کہ اے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پتہ چل رہا ہے کہ تم نیا دین بنا رہے ہو۔آپ نے فرمایا میں فقہ کی تدوین کر رہا ہوں۔اس نے پوچھا اصول کیا ہے؟

اپنے رائے سے سب کچھ کر رہے ہو؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں

تاریخ بغداد میں ہے:

اِنَّمَا اَعْمَلُ اَوَّلاً بِكِتَابِ اللّٰهِ

جب مسئلہ سامنے آتا ہے تو سب سے پہلے میں کتاب اللہ سے اس کا حل دیکھتا ہوں۔

ثُمَّ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اگر کتاب اللہ سے واضح طور پر نہ ملے تو پھر سنت میں سے واضح اس کو دیکھتا ہوں۔ اگر وہاں سے بھی نہ ملے تو پھر بھی میں قیاس کو اجازت نہیں دیتا۔

ثُمَّ بِاَقْضِيَّةِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ

پھر میں ان صحابہ کے فیصلے پڑھتا ہوں۔

اگر ان سے نہ ملے، چاروں خلفاء راشدین کے فیصلوں سے بھی نہ ملے

ثُمَّ بِاَقْضِيَةِ بَقِيَّةِ اَصْحَابِهٖ

پھر میں باقی صحابہ کے فیصلے پڑھتا ہوں۔

پھر جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہاں بھی اس مسئلے کا حل مجھے لکھا ہوا واضح نظر نہ آئے، اس وقت وہ مسئلہ نہ پیش ہوا ہو،

ثُمَّ اَقِيْسُ

پھر قرآن وسنت کی چھتری کے نیچے بیٹھ کر اپنے قیاس کو اجازت دے دیتا ہوں۔

میں نے حدیث تو حدیث رہی، میں نے تو کبھی قول صحابی سے بھی اپنی بات کو آگے نہیں جانے دیا۔ سب سے پہلے کتاب ہے، پھر سنت ہے، پھر خلفائے راشدین کے فیصلے ہیں، پھر بقیہ صحابہ علیہم الرضوان کے فیصلے ہیں، پھر اس کے بعد میرا قیاس ہے۔

فرمایا: میں نے قیاس کو چھٹی نہیں دی، بلکہ میں نے اس کو پابند کر رکھا ہے، یہاں تک کہ قول صحابی کو بھی اپنی قیاس پر برتری دینے والا ہوں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے لوح محفوظ کے اس علم اور پانی کو جذب کر کے اسے جو مختلف پھولوں اور پھلوں میں پیش کیا، اس سلسلے میں قانون دیکھ لیجئے، احتیاط دیکھ لیجئے، یہ محض پروپیگنڈا ہے کہ فقہ حنفی کا سنت سے کوئی تعلق

نہیں ہے۔ فقہ حنفی کے اس لحاظ سے بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی فرما رہے ہیں:

پیش قدم است

سب سے آگے ہے

ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم

اسی لئے ابن قیم، ابن جوزیہ نے یہ بات ''اعلام الموقعین'' کے اندر لکھی ہے۔ باقاعدہ ایک فصل بنائی کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث صحیح تو صحیح رہی، حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم رکھا جائے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی نے اس بارے میں دلیل پیش کی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کیسے پیش قدم ہیں۔ فرمانے لگے سب محدثین نے حدیث مرسل کو چھوڑا ہے۔ حدیث مرسل، جہاں بات جا کے تابعی پہ ختم ہو گی اور آگے صحابی کا ذکر نہیں ہے، سب نے اس کو متروک کر دیا ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ ہے تو حدیث ہی، اگرچہ مرسل سہی، اس کو بھی قیاس سے مقدم رکھا جائے گا۔ اگر کسی مسئلے میں ایک طرف حدیث مرسل ہو، دوسری طرف قیاس ہو تو

امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے ہاں حدیث مرسل کی اہمیت

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے قیاس کو چھوڑ دیا ہے اور حدیث مرسل پر عمل کیا ہے اور تمام محدثین میں سے جنہوں نے حدیث مرسل کو اتنی (Value) دی ہے، انہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کہا جاتا ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا علم حدیث سے پیار

اور دوسری طرف حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کا جو علم حدیث کے ساتھ پیار ہے اور ان کے ہاں جو مرتبہ ہے اس کی وضاحت کیلئے تو دفتر چاہئیں، لیکن مختصراً یہ بات ذہن میں رکھیے کہ صحیح بخاری شریف جس کو سب کتب پر تقدیم حاصل ہے اس میں صرف بائیس حدیثیں ثلاثی ہیں کہ جن میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین شیخ ہیں، تین واسطے ہیں، ان کو امام بخاری کے اعلیٰ شیوخ کہا جاتا ہے۔

عام ابوالنبیل، مکی بن ابراہیم، یہ جو شیوخ ہیں، یہ اعلیٰ شیوخ ہیں کہ انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کو تابعین کی حدیثیں بتائی ہیں، درمیان میں صرف تین واسطے ہیں۔

ایک یہ استاذ، پھر تابعی، اور پھر صحابی

بخاری شریف میں یہ صرف بائیس حدیثیں ہیں۔

بخاری میں بائیس ثلاثیات حنفی محدثین سے مروی

اور ان بائیس میں سے بیس حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے جن اساتذہ نے پڑھی ہیں، وہ سارے اساتذہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے شاگرد تھے۔ کل بائیس ثلاثی ہیں، ان بائیس میں سے بیس جن اساتذہ سے پڑھی ہیں، مکی بن ابراہیم، ابو عاصم بن نبیل، محمد بن عبداللہ حنفی، اس طرح کی بائیس میں سے بیس حدیثیں جن شیوخ سے پڑھی ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے قدموں میں بیٹھ کے علم حاصل کیا تھا۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کو طعنہ دینے والوں کی مثال

اس لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی کہنے لگے کہ وہ لوگ جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کو طعنہ دیتے ہیں کہ انہیں حدیثیں کم آتی ہیں یا فقہ حنفی کا حدیث سے تعلق کمزور ہے ان کے متعلق فرمانے لگے۔

ناقصے چند، احادیث چند را یاد گرفتہ اند

(مکتوبات دفتر دوم، مکتوب ۵۵)

کہ چند ناقص لوگوں نے چند حدیثیں یاد کر لی ہیں۔

اور کیا کہتے ہیں کہ

احکام شریعت را مختصر دراں ساختہ اند

(مکتوبات دفتر دوم، مکتوب ۵۵)

سارا دین انہیں حدیثوں میں بند ہے جو ہمیں آتی ہیں۔

باقی دین کہیں نہیں، انہیں حدیثوں میں ہے۔

فرمانے لگے: ان کی مثال کیا ہے۔

ـــ چوں آں کرمے کہ در سنگ نہاں است
زمین و آسمان او ہماں است

فرمایا یہ کنوئیں کے مینڈک، یہ مثال بھی ان کیلئے بڑی ہے، کنواں پھر بھی کھلا ہوتا ہے اور اس کے مینڈک کو چلنے پھرنے کیلئے کچھ جگہ مل ہی جاتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی جیسی شخصیت کہ جن پر تنگی ذہن یا اس قسم کے اور جملے بھی نہیں بولے جا سکیں گے، جن کو اللہ نے وہ روشنی عطا فرمائی تھی کہ انہوں نے برصغیر میں توحید کی اذان پڑھی تو آج تک نمازیں پڑھی جا رہی ہیں۔

وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے چند ناقص لوگوں نے چند ناقص حدیثیں یاد کر لی ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو طعنے دیتے پھر رہے ہیں،

فرمایا:

چوں آں کرمے کہ در سنگ نہاں است

یہ اس کیڑے کی طرح ہیں جو کبھی پتھر میں بند ہو

زمین و آسمان او ہماں است

وہ جو اس چھوٹے سے پتھر کے اندر کیڑا بند ہے، سمجھتا ہے کہ یہی زمین ہے اور یہی آسمان ہے، اس کو پتہ نہیں کہ اس پتھر سے باہر کتنی کائنات ہے، کتنی کھلی زمین ہے، کتنا کھلا آسمان ہے، ان کو خبر ہی نہیں ہے۔

فرمایا: ایسے ہی یہ غیر مقلدین کا طبقہ جن کا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ قول ہے انہیں صرف سترہ حدیثیں آتی تھیں۔

فرمایا وہ جن کی مسانید کو روایت کرنے والوں کی تعداد پانچ سو ہے اور جن کے شیوخ پانچ ہزار ہیں، انہیں صرف سترہ حدیثیں آتی ہوں، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا پانچ ہزار سے ایک ایک بھی حاصل نہیں کی؟ یہ سب غلط فہمی کا حصہ ہے، اور یہ کیڑا جو پتھر میں بند ہے اسی کو زمین سمجھ رہا ہے، اسی کو آسمان سمجھ رہا ہے، اگر اس پتھر سے باہر نکل آئے تو اسے پتہ چلے کہ پوری کائنات کیسی بس رہی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقہ حنفی کو جس طرح مدون کیا اور حدیث سے جس طرح اسے اخذ کیا اس کی مثالیں اگر ذکر کروں تو بات بڑی لمبی ہو جائے گی، ایک مثال میں آپ کے سامنے عرض کر دیتا ہوں۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی درایت حدیث میں کمال مہارت

حدیث کی روایت اور چیز ہے اور درایت اور چیز ہے۔

جیسے ابھی میں نے آپ کے سامنے وہ حوالہ امام اعمش کا رکھا بلکہ "عقود الجواہر" میں تو یہ بھی لکھا ہے۔

عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ سَاَلَنِی الْاَعْمَشُ عَنْ مَسْئَلَةٍ وَاَنَا وَهُوَ لَاغَیْرَ۔ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ لِیْ ...... فَقُلْتُ بِالْحَدِیْثِ الَّذِیْ حَدَّثْتَنِیْ اَنْتَ ثُمَّ حَدَّثْتُهٗ فَقَالَ لِیْ یَا یَعْقُوْبَ اِنِّیْ لَاَ حْفَظُ هٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّجْتَمِعَ اَبَوَاكَ مَاعَرَفْتُ تَاوِیْلاً اِلَّا الْاٰنَ

(عقود الجواہر المنیفہ جز اول ص ۱۰)

امام ابو یوسف سے روایت ہے مجھ سے امام اعمش نے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا۔ اس وقت صرف میں اور وہ بیٹھے تھے اور کوئی نہیں تھا میں نے اس مسئلے کا جواب دیا۔ امام اعمش نے مجھے کہا: اے یعقوب! آپ نے یہ جواب کس حدیث سے دیا۔ میں نے کہا: اس حدیث سے جو آپ نے مجھے پڑھائی پھر میں نے وہ حدیث بھی بیان کر دی تو امام اعمش نے مجھے کہا: اے یعقوب! مجھے یہ حدیث اس وقت سے یاد ہے جب تیرے والدین کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی لیکن اس صحیح مفہوم کا مجھے اب آپ سے پتہ چلا ہے۔

اس موقعہ پر یہ فرمایا

یامعشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة

یہ حدیث شریف کے اندر روایت ہے۔

فقہ حنفی احادیث کا خلاصہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس درایت کو سامنے رکھتے ہوئے احادیث کو یوں منطبق کیا ہے کہ ساری احادیث پر بھی عمل ہو جائے اور لوگوں کیلئے بہترین مثال اور وضاحت بھی سامنے آ جائے۔

ایک حدیث شریف بڑی معروف ہے۔

پہلی حدیث:

پانی پلید نہیں ہوتا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمَآءِ لَا يَنْجُسُ

پانی پلید نہیں ہوتا۔

اب اس کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ پانی ایسی چیز ہی نہیں کہ جو پلید ہو کیونکہ واضح فرما دیا ہے کہ پانی پلید نہیں ہوتا۔

اور پھر محل وقوع بھی ایسا ہے کہ ایک کنوئیں کے بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تشویش کا اظہار کیا کہ اس کنوئیں میں گندگی ڈالی جاتی ہے تو اب اس کا پانی پئیں یا نہ پئیں؟ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمَآءِ لَا يَنْجُسُ

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۱۵۵۱)

بے شک پانی پلید نہیں ہوتا

اب اس سے ظاہری مطلب تو یہ سامنے آیا کہ پانی کا کنواں اگرچہ گندگی سے بھرا

ہوا ہو پھر بھی اس کا پانی پلید ہوتا ہی نہیں۔ لہٰذا پانی پاک ہوگا اور کچھ لوگوں نے اس کو اپنا مسلک بھی بنالیا اور اسی ظاہر پر چلنے لگے۔

﴿حدیث کا حقیقی مفہوم﴾

لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوچ کتنی اونچی سوچ ہے۔ آپ نے حدیث شریف کا انکار بھی نہیں کیا اور سارے تقاضے بھی پورے فرمادیئے۔

فرمایا اس کا مطلب یہ نہ سمجھو کہ پانی ایسی شئے ہے کہ گندہ کرنے سے بھی گندہ نہیں ہوتا، پلید کرنے سے بھی پلید نہیں ہوتا، خواہ اس میں مردار گر جائے پھر بھی پلید نہیں ہوتا، خواہ اس میں لوگ پاخانہ کرتے رہیں پھر بھی پلید نہیں ہوتا۔

فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ کنواں تھا، اس میں اتفاقاً کچھ گندے کپڑے گر گئے یا کوئی گندگی گر گئی جب وہ گندگی صحابہ نے باہر نکال دی تو اب بھی ان کے ذہن میں تشویش تھی کہ جو پانی گندہ ہوا وہ اگر نکال بھی لیا جائے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ تو کنوئیں کی دیواروں سے لگ جائے گا اور کچھ نیچے تر مٹی میں بھی جذب ہو جائے گا، اب نیچے سے جو نیا پانی نکلے گا اس میں بھی یہ گندگی شامل ہو جائے گی۔

لہٰذا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سوال یہ نہیں کہ گندگی پانی کے اندر پڑی ہوئی ہو، کتا مرا ہوا ہو، اس کے بارے میں پوچھ رہے ہوں، یہ پاک ہے یا پلید ہے، ہرگز ان کی ذہانت اور دین کی جو سمجھ ہے اس سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ ایسے پانی کے بارے میں پوچھنے کی حاجت ہو کہ پاک ہے یا پلید ہے؟

جس کو آج کا ان پڑھ آدمی بھی سمجھتا ہو کہ پلید ہے، ہرگز سوال اس کیلئے نہیں تھا، سوال یہ تھا کہ جب گندگی باہر نکال دی گئی ہے، نیا پانی نیچے سے پھوٹتا ہے اور پھر کچھ

دائیں بائیں سے دیواروں والا بھی لگ جائے تو نیا پانی آیا ہے وہ پاک ہے یا پلید ہے؟
رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پانی کے بارے میں جو
کہ جاری بھی ہے اور اس کا کوئی وصف رنگ، بو، ذائقہ تبدیل بھی نہیں ہے۔ اس کے
بارے میں فرمایا کہ یہ پانی پلید نہیں ہے، جو پانی نیا آ رہا ہے یہ پانی پاک ہوگا۔ اس
میں کسی قسم کا کوئی شک یا وہم نہیں کرنا چاہیئے۔

دونوں صورتوں میں تطبیق

اب اس صورتحال میں اور جو پہلی صورتحال ہے، ان دونوں میں فرق کتنا
ہے؟ پہلی ظاہری حدیث ہے کہ پانی پلید نہیں ہوتا، لہٰذا گندگی جتنی بھی ہو پلید
نہیں ہوگا۔ امام صاحب نے فرمایا یہ دیکھو کہ سوال کا پس منظر کیا ہے؟ اور الماء
سے خاص پانی مراد ہے کہ چشمہ جاری ہے، کنواں جاری ہے، آگے کھیتوں کو
سیراب کرتا ہے اور پانی نیا آ رہا ہے، پلید تو نکال دیا گیا، جو نیا آ رہا ہے اس کے
بارے میں محل سوال تھا کہ صحابہ پوچھتے ہیں کہ اب کچھ نہ کچھ پہلے کا حصہ بھی
لگ جائے گا تو کنواں چونکہ ایسا ہوتا ہی نہیں کہ اس کو الٹا کر کے انڈیلا جائے
اور سارا پانی باہر نکل جائے

شرعی قاعدہ اور ضابطہ

اس لئے کہ
اَلضُّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ
حاجت ناجائز چیزوں کو جائز کر دیتی ہے
اصل میں یہ صورت حال تھی

جو کم رہ جائے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، نیا نکلنے والا پانی سارا پاک ہوگا۔

اب یہ کیسے ثابت ہوگا تو اس کی وضاحت یہ ہے۔

دوسری حدیث:

﴿پانی میں بول کرنا منع﴾

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے سند کے ساتھ حدیث مقابلے میں پیش کردی۔ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہے کہ

لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ

(متفق علیہ، مشکوۃ باب احکام المیاہ، الفصل الاول)

تم میں سے کوئی رکے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے پھر اسی میں غسل نہ کرے

ایک اور حدیث میں ہے:

نَھٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّبَالَ فِی الْمَآءِ الرَّاکِدِ

(مسلم، مشکوۃ، باب احکام المیاہ الفصل الاول)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو پانی ٹھہرا ہوا ہو، اس میں پیشاب نہ کرو۔

اس لئے کہ پھر کوئی گزرے گا تو وضو کرے گا تو اس کا وضو کیسے ہوگا؟ پانی پلید ہوگا تو کوئی پتے گا نہیں۔ اب یہاں سے پتہ چل رہا ہے کہ پانی ایسا نہیں کہ جو پلید ہی نہ ہو، لہذا پانی جو ٹھہرا ہوا ہے، اس میں پیشاب نہ کرو، اگرچہ اس کا کوئی وصف نہ بھی بدلا پھر بھی پلید ہو جائے گا۔

تیسری حدیث:

کتے کے برتن میں منہ ڈالنے سے برتن پلید

لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد احادیث میں پانی کے اندر بول کرنے سے منع فرما دیا اور ساتھ ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابن سیرین روایت کرتے ہیں کہ جب ایک برتن کے اندر کتے نے منہ ڈالا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

پانی انڈیل کے برتن کو بھی صاف کرو

بلی نے منہ ڈالا تو فرمایا برتن کو بھی صاف کرو۔

اگر یہ ہو کہ

اَلْمَآءَ لَایَنْجُسُ

(مسند امام احمد مسند عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث نمبر ۲۹۵۴)

کہ پانی پلید ہی نہیں ہوتا

برتن کو تو منہ ہی نہیں لگا، کتے کا منہ تو پانی کو لگا تھا، پہلے پانی پلید ہوا ہے پھر برتن پلید ہوا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیثیں واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ پانی پلید ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ پس منظر بیان کرنا پڑے گا جس سے پہلی حدیثیں بھی سچی مانیں گے اور دوسری بھی سچی مانیں گے، آپس میں کوئی تضاد نہیں ہوگا اور اس طرح یہ فقہ حنفی کی ترجیح ہے کہ اس نے سارے آثار کو ایک ہی جہت میں رکھ کے سب پر عمل کر دیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح کیلئے نئی جہت سے ایک حدیث اور پیش کی۔ فرمایا جیسے یہ ہے

اِنَّ الْمَآءَ لَا يَنْجُسُ

ایسے ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّ الْاَرْضَ لَا يَنْجُسُ

کہ زمین پلید نہیں ہوتی۔

یہ حدیث صحیح ہے، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر اگر گوبر کا ڈھیر بھی ہو پھر بھی پلید نہیں ہوگی، زمین پر کسی نے پاخانہ کیا ہو پھر بھی پلید نہیں ہوگی۔ اس میں تو کسی کا یہ مذہب نہیں، پانی والے مسلک والوں کو اس حدیث سے دعوت فکر دی گئی کہ ہو بہو وہی لفظ ہیں۔

اِنَّ الْمَآءَ لَا يَنْجُسُ

زمین پلید نہیں ہوتی

تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ بھی ہو جائے زمین پلید نہیں ہوگی۔

یا یہ مطلب ہے کہ زمین ایسی چیز نہیں کہ نجاست اٹھالی جائے پھر بھی پلید ہی ہو اور پاک نہ ہو ایسا نہیں بلکہ فرمایا میرے صحابہ جب نجاست زمین سے ہٹ جائے گی، سورج کی کرنیں پڑیں گی، زمین پاک ہو جائے گی۔ یہ مطلب تھا کہ زمین کی پلیدی برقرار نہیں رہتی، کہ جو پلید ہوگی تو قیامت تک پلید ہوگئی ہے۔ فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ وہ پھر پاک ہو جائے گی جب نجاست کو دور کر لیا جائے گا۔

جیسے اس حدیث شریف میں کوئی بھی وہ ظاہر معنی مراد نہیں لیتا، یہ مراد لیا جاتا ہے کہ نجاست ہٹا لینے کے بعد پلیدی برقرار نہیں رہتی، پاک ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی۔

اِنَّ الْمَآءَ لَا يَنْجُسُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔

جب نجاست پانی سے دور کر دی گئی اور نیا پانی نکل رہا ہے تو یہ پلید نہیں ہو گا اس لئے کہ نجاست کو دور کر دیا گیا ہے۔

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی پیش کر دیا:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجُسُ

(صحیح بخاری کتاب الغسل باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق حدیث نمبر ۲۷۶)

مومن پلید نہیں ہوتا

اس سے بھی باقاعدہ استدلال کیا اور اس پر دلائل پیش کئے۔ تو یہ طریقہ ہے کہ ساری احادیث سامنے رکھا۔

فقہ حنفی کے پیروکار زیادہ

پھر انہیں سے فقہ حنفی کا یہ کونپل نکلا جو کہ ایسا درخت بنا جس نے ساری دنیا پہ اپنا سایہ کیا۔

ابن خلدون کا فیصلہ

ابن خلدون نے آج سے چھ صدیاں قبل یہ کہا تھا:

پوری کائنات پر فقہ حنفی کے ماننے والے زیادہ ہیں۔

امیر خسرو کا فیصلہ

حضرت امیر خسرو نے آج سے سات سو سال قبل گواہی دی تھی۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی کا فیصلہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی نے آج سے چار سو سال قبل گواہی دی تھی

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے موجودہ صورت حال کے اندر یہ کہا ہے کہ پوری دنیا میں جتنے مسلمان ہیں ان میں سے دو تہائی فقہ حنفی کو ماننے والے ہیں۔

﴿حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ﴾

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلْحَنْفِيَّةُ ثُلُثَا الْمُؤْمِنِيْنَ

(مرقات شرح مشکوۃ جلد ۲، ص ۲۴)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والے کل مسلمانوں کے دو تہائی ہیں۔

لہٰذا یہ وہ درخت جس نے پوری کائنات پہ سایہ کیا اور ہر ایک کو پھل عطا کیا۔

اس میں اگر ایسی صورتحال ہوتی کہ قرآن و سنت سے اس کا تعلق نہ ہوتا تو اس کی جڑیں فوراً آندھیاں اکھاڑ لیتیں۔ آج تک سینۂ زمین کے اندر اس کی جڑیں پکی ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں مدینہ شریف سے پانی مل رہا ہے اور وہاں سے یہ تقویت آئی ہے۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ﴾

اس لئے فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

عَرَّفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ فِي الْمَذْهَبِ الْحَنَفِيِّ طَرِيْقَةً اَنِيْقَةً هِيَ اَوْفَقُ بِالسُّنَّةِ الْمَعْرُوْفَةِ

(فیوض الحرمین ص ۱۳۶)

مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بتایا ہے کہ سارے طریقوں میں سے جو طریقہ سب سے میری سنت کے قریب ہے اسے فقہ حنفی کہا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ تعلیم مجھے رسول پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے کہ یہ سب سے قریب ترین وضاحت ہے جو قرآن و مجید اور میری سنت کے لوگوں کے سامنے کردی گئی ہے۔

یہ قرآن و سنت کے ساتھ فقہ حنفی کا تعلق ہے اور یہ اس موضوع کی ایک تمہید سمجھیں۔ اس کے اتنے دلائل ہیں، اتنی گہرائی ہے، اس موضوع کے اندر اتنی چاشنی ہے کہ انسان جتنا بھی اس طرف متوجہ ہوتا ہے، نئے نئے آفاق کھلتے ہیں اور نئی نئی رونقیں اور بہاریں سامنے آتی ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے بارے میں کہا تھا کہ

اَلنَّاسُ عَیَالٌ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْفِقْهِ

(میزان شعرانی جلد ۱، ص ۶۹، الخیرات الحسان ص ۱۰۳)

مناقب للموفق جلد ۲، ص ۳۱، فتح المنان جلد ۱، ص ۱۱)

سارے لوگ فقہ میں ان کے دست نگر ہیں محتاج ہیں۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ کچھ کھا کے ان کے نعرے بھی لگاتے ہیں اور کچھ چوری چھپے کھاتے ہیں اور سامنے ان پر تنقید کرتے ہیں۔ بہر حال ہر ایک کے پاس آج اسلام کے احکام کا مواد ہے۔

سب سے جامع تو اسی فقہ کی شکل میں ہے جس کو یہ قبولیت نامہ ان مقدس نفوس کی وجہ سے ملی ہے اور بالخصوص حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کی فقاہت، آپ کی درایت اور آپ کا تقویٰ، یہ دونوں چیزیں اس میں موجود رہیں اور اس انداز میں دونوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو فوقیت دی۔ جس میدان کے اندر بھی، جس جہت کو بھی دیکھا گیا، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سب سے پیش قدم نظر آئے۔

جائز ہے تو پھر مجھ سے کس بات کی دلیل مانگتے ہو۔علت تو یہی تھی کہ پانی چاندی کے اوپر سے گزر کے آ رہا ہے اور اس کی وجہ سے مکروہ ہوتا تھا۔اگر پانی انگوٹھی سے گزر کے آ جائے تو مکروہ نہیں ہوتا تو نیچے والے نقش و نگار سے گزر کر آ جائے تو پھر بھی مکروہ نہیں ہوگا۔

فقاہت کے ساتھ تقویٰ و پرہیز گاری ایسی کمال درجہ کی ہے کہ اگر مسئلہ لکھتے لکھتے، بحث کرتے کرتے،کوئی بات اٹک گئی ہے تو فوراً اٹھ کے نفل پڑھتے ہیں۔

فرمایا شاید الجھن کسی معصیت کی وجہ سے آ گئی ہو،مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

اب یہاں سے کس اونچے مقام کی خبر مل رہی ہے۔یہ نہیں کہ معاذ اللہ ان کے کوئی گناہ تھے کہ جس کی وجہ سے کوئی الجھن بن گئی ہو، بات اصل میں یہ ہے کہ ایک شیشہ ہوتا ہے عینک کا اور ایک شیشہ ہوتا ہے دروازے کا۔

دروازے پر بڑے بڑے داغ بھی ہوں تو گزارہ ہوتا ہے، عینک پر چھوٹا سا داغ لگ جائے تو پھر بھی شیشہ دھندلا ہو جاتا ہے۔ہم جیسوں کے ہزاروں بڑے بڑے گناہ ہوتے ہیں مگر ہماری سوچ جس طرح کی ہے اس کو محسوس ہی نہیں ہوتا کہ اس وجہ سے مسئلہ اٹک گیا ہے کہ شیشہ فلاں معصیت کی وجہ سے دھندلا ہو رہا ہے اور وہاں تو معصیت نہیں تھی۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ

(تفسیر ابن کثیر سورۃ ص زیر آیت ۲۱)

یہ معاملہ تھا کہ شاید کوئی خلاف اولیٰ کام نہ ہو گیا ہو۔

تقویٰ کا معیار اتنا اونچا تھا کہ معمولی سی خلاف اولیٰ بات بھی حجاب بن جاتی تھی، چونکہ وہ حضوری والے تھے لہٰذا فوراً نفل پڑھتے ہیں، اور پھر بندۂ مومن کے دل کی حالت یہ ہے کہ یہ آسمانوں تک دیکھتا ہے۔

ایک مسئلہ اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا کمال استدلال

تبیین الحقائق میں یہ بات لکھی ہے کہ جب بغداد شریف میں بہت بڑی فقہی مجلس جاری تھی تو یہ مسئلہ پیش ہوا کہ کیا وہ گلاس کہ جس پر چاندی کے پیوند لگے ہوئے ہوں، چاندی کے نقش و نگار ہوں، کیا اس سے پانی پینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ سب فقہاء نے کہا کہ اس سے پانی پینا ناجائز ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ابھی آپ کے عروج کا زمانہ نہیں تھا۔

سب آپ کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپ خاموش ہیں،

آپ کے نزدیک اس کا حکم کیا ہے؟

تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا،

میرے نزدیک نہ مطلقاً مکروہ ہے اور نہ ہی مطلقاً غیر مکروہ، بعض صورتوں میں جائز ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز ہے۔ پوچھا گیا وہ کیا صورتیں ہیں؟

فرمایا اگر وہ جگہ جہاں منہ رکھ کے گلاس سے پانی پینا ہے، اس جگہ چاندی لگی ہوئی ہے تو پھر ناجائز ہے۔ اگر نیچے نقش و نگار ہوں، اس جگہ چاندی نہ ہو، گلاس کسی اور چیز کا بنا ہوا ہے، چاندی کے نقش و نگار ہیں لیکن وہ منہ رکھنے کی جگہ نہیں ہے، نیچے کسی جگہ موجود ہے، اس سے کوئی کراہت پانی پینے میں نہیں ہے۔

فقہاء نے پوچھا: دلیل اس کی کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: مجھے یہ تو بتاؤ کہ اگر کسی بندے نے چاندی کی انگوٹھی پہن رکھی ہو اور وہ چلو بھر کے پانی پئے تو پانی پینا اس صورت میں جائز ہے یا ناجائز ہے؟

سب نے کہا کہ جائز ہے، اس میں تو کوئی حرج نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندے کے دل پر اگر شیطان کی طرف سے پردہ نہ آجائے تو بندہ آسمانوں کی طرف ملکوت میں بھی دیکھ سکتا ہے۔ نگاہ جاتی ہے تو کوئی چیز رکاوٹ ہی نہیں بنتی۔ جس وقت الجھن ہوتی ہے، نفل پڑھتے ہیں، وہ الجھن دور ہو جاتی ہے، اس طرح براہ راست ماخذ سے نور لے کر اپنی فقہ حنفی کے گلدستے کو سجا رہے ہیں۔

اس واسطے ہمیں اس بات پہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں یہ سوغات بخشی اور یہ پکی پکائی روٹی ہمیں میسر ہوگئی۔

اب یہ تھوڑی سی کوشش اس کے کھانے کی ہے۔ اگرچہ اس کوشش میں بھی ہم کوتاہی کر رہے ہیں اور ہمارے اندر یہ صلاحیت پیدا نہیں ہو رہی کہ ہم اپنے ان عظیم اماموں کا لکھا ہوا سمجھ سکیں، جنہوں نے جگر پگھلا کے لکھا تھا، آج اس کے سمجھنے کا مسئلہ بن گیا ہے۔

کتابوں کو دیمک چاٹ رہی ہیں اور آج ان کتابوں کو سمجھنے کیلئے کوئی تیار ہی نہیں ہو رہا۔ اس طرح فکری زمینیں بانجھ ہوتی جا رہی ہیں۔ ہمیں اس بات کا بھی اہتمام کرنا چاہئے کہ ہم پڑھنے نکلیں تو اتنا پڑھیں کہ جس سے ہمیں ان عظیم اماموں کی بولی سمجھ آ جائے اور ان کی کتابوں سے ہماری دوستی بن جائے۔ ہم ان کتابوں کو دیکھیں تو وہ ہمیں پہچان لیں، ہمارا ان سے تعارف ہو جائے۔

آج ان آئمہ کی زبانیں خاموش ہیں، یہ کب بولیں گے، جس وقت آپ کا بیٹا مستند فقیہہ بن جائے گا، اس کی زبان سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بولنا شروع کر دیں گے، جس وقت وہ محدث، مفسر بن جائے گا تو غزالی و بخاری اس کی زبان سے بولنا شروع کر دیں گے۔

لمحہ فکریہ

اس واسطے ہمیں باقاعدہ اس سلسلے میں سوچنا چاہئے اور اپنی اولاد کو، اپنے آپ کو اس سلسلہ میں وقف کر دینا چاہئے۔ ایک طائفہ، ایک طبقہ، ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے کہ جو اس فن کے سپیشلسٹ (Specialist) ہوں، پوری طرح ان کو مہارت ہو، جب وہ اپنے اسلاف کا لکھا ہوا جو انہوں نے بڑی محنت اور کوشش سے تیار کیا تھا، ہم اس کو پڑھیں، اس کی سمجھ آجائے تو جو پکی پکائی میٹھی کھیر ہے ہمیں اس کو چکھنے کی لذت، ذائقہ آجائے گا، ہماری زبانوں میں ایسے Taste Buds موجود ہوں جو ان کے ذائقے کو محسوس کر سکیں۔

اہل حق اہلسنت و جماعت سے یہ رب کائنات کا وعدہ ہے کہ حق والے غالب رہیں گے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب سیلاب آتا ہے تو اوپر جھاگ ہے، نیچے پانی ہے، نظر جھاگ ہی آتا ہے، پانی نظر نہیں آتا، لیکن بالآخر جھاگ اڑ جاتا ہے اور پانی ہی باقی رہ جاتا ہے۔

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ

(پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۱۷)

قرآن کہتا ہے کہ جھاگ اڑ جائے گا اور جو لوگوں کیلئے نفع ہے، جو مفید چیز ہے، وہی باقی رہ جائے گی۔

لہٰذا ہر قسم کا جھاگ ختم ہوگا

خواہ وہ امریکہ کی شیطانیت کا جھاگ ہو

یا وہ اسرائیل کی نحوست کا جھاگ ہو،

وہ یہود و ہنود کے مکروہ حملوں کا جھاگ ہو

یا وہ اسلام کے اندر رہنے والے دوست نما دشمنوں کا جھاگ ہو
وہ بھیڑ نما بھیڑیوں کا جھاگ ہو،
یہ سارے جھاگ بالآخر ختم ہو جائیں گے
اور جو زمین کیلئے مفید ہے وہی حقیقت باقی رہ جائے گی

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
پھر ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆☆☆

باب نمبر

10

ہم اہلسنت وجماعت کیوں ہیں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام عَلٰى اَفْضَلِ الْاَنْبِيَاءِ وَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِه وَ صَحْبِه اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْد:

فَاَعُوذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

(پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۶)

صَدَقَ اللّٰه الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

(پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَ عَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِیْ مَحَاسِنِه

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِم

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برہانہ، کی حمد وثناء اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے

''ہم اہلسنت وجماعت کیوں ہیں؟''

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے حق والوں کو یہ مقدس لقب عطا ہوا۔ قیامت کے اس ہولناک منظر میں جب لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، سورج کی تپش سے برا حال ہوگا، اس وقت کچھ لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اگرچہ دنیا میں ان کا رنگ کتنا ہی سفید کیوں نہ ہو مگر ان کے عقیدے کی گندگی ان کے چہروں سے عیاں ہوگی۔

﴿قیامت کے دن اہلسنت کے چہرے روشن﴾

جو لوگ اصول وفروغ کے لحاظ سے اس دنیا میں اہلسنت وجماعت کے ساتھ رہیں گے، ان کے عقیدہ سے انحراف نہیں کریں گے، ان کے متعلق نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے چہرے قیامت کے دن جگمگا رہے ہوں گے، روشن ومنور ہوں گے اور ان کے چہروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہوں گی۔

دنیا میں اہلسنت وجماعت کا رنگ خواہ گورا ہو یا کالا، محشر کے میدان میں عقائد حقہ کی چمک، حق کی چمک، دین کا حقیقی وارث ہونے کی وجہ سے جو ان کو عطا کی جائے گی، اس کی وجہ سے وہ سب لوگوں سے ممتاز نظر آئیں گے۔

یہ چمک دمک کیوں عطا کی جائے گی؟ اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں ابتلاء کا دور...... آزمائش کا دور...... مخالفین کی سازشوں اور دسیسہ کاریوں کے خلاف ثابت قدمی کا دور...... اس طرح گزارا کہ اپنی اس بیش بہا متاع ''عقیدہ'' کو سنبھالے رکھا، ہوا کا رخ دیکھ کر اپنے عقیدہ کو

بدلا نہیں تو قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے چہروں کو منور وتاباں اور نورانی بنا دے گا، نا صرف روز قیامت ان کے چہرے منور وتاباں ہوں گے بلکہ حق کی تازگی دنیا میں بھی ان کے چہروں پر موجود ہوتی ہے۔

﴿اہلسنت وجماعت ہی نجات والے﴾

(دلائل کی روشنی میں) ﴿پہلی دلیل﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَهْلِ الْبِدْعِ وَ الضَّلَالَةِ

(تفسیر در منشور، جلد ۱، جز دوم ص ۶۳، واللفظ لہ، تفسیر مظہری جلد دوم، ص ۱۱۶، تفسیر قرطبی جلد ۲، حصہ ۴، ص ۱۶۷، تفسیر ابن کثیر جلد ۱، ص ۵۸۴، تفسیر فتح القدیر جلد ۱ ص ۳۷۱، تفسیر خازن، جلد ۱، ۳۶۹) ص

یعنی قیامت کے دن اہلسنت وجماعت کے چہرے روشن ومنور ہوں گے اور ان کے مقابلے میں اہل بدعت، اہل ضلالت کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

﴿دوسری دلیل﴾ ﴿اس امت کے تہتر فرقے﴾

نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کی جماعت میں تشریف فرما تھے، آپ نے ارشاد فرمایا:

تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ماسوائے ایک کے وہ سب کے سب جہنمی ہوں گے۔

اس حدیث شریف میں لفظ امت ہے۔

امت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔امت اجابت ۲۔امت دعوت

امت دعوت...... امت دعوت عام ہے اس میں وہ سب شامل ہیں، جن کو نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ خواہ انہوں نے قبول کیا یا نہ کیا۔ یہودی، نصرانی، مجوسی، ہندو، مشرک، کافر سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت دعوت میں شامل ہیں۔

امت اجابت...... امت اجابت میں وہ ہیں جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام، دین کی دعوت کو سنا اور سن کر اس کو اپنے سینے سے لگا لیا، اسلام قبول کر لیا، مسلمان ہو گئے، دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے کلمہ شریف پڑھ لیا۔

ان کے بارے میں جن پر مومن کا اطلاق ہو جائے گا، ان کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری یہ امت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ان کلمہ گو تہتر (73) فرقوں میں سے جنتی صرف ایک ہے باقی بہتر (72) جہنمی ہے، ان بہتر (72) میں سے کوئی بھی نجات پانے والا نہیں۔

ترمذی شریف کے علاوہ احادیث کی بیسیوں کتب میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

یہ تہتر (73) فرقے امت دعوت کے نہیں کیونکہ امت دعوت کے تو پہلے ہی سے سینکڑوں فرقے موجود تھے۔ یہودیوں کے فرقے ہیں، عیسائیوں کے فرقے ہیں، بت پرستوں، آتش پرستوں کے فرقے ہیں۔

﴿تیسری دلیل﴾

﴿فرمان رسول ﷺ (نجات والے کون؟)﴾

لیکن نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فرقوں کے متعلق ارشاد نہیں فرما رہے بلکہ اپنی امت اجابت کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اس طرح تہتر (73) فرقوں میں یہ امت اجابت بٹ جائے گی لیکن ان میں سے ایک فرقہ جنتی ہوگا، باقی سب جہنمی ہوں گے۔

قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ سے پوچھا گیا وہ "ملت واحدۃ" جس کے بارے میں آپ نے جنتی ہونے کا ارشاد فرمایا وہ کون سی ہے؟

۞ تو ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِي

جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

یعنی وہ اس راستے پر ہوں گے جو میرا اور میرے صحابہ کا راستہ ہے۔

۞ دوسری روایت جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں فرمایا:

وَهِيَ الْجَمَاعَةُ (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ جلد ۲، ص ۲۷۵)

وہ جماعت ہوگی۔

وہ فرقہ نہیں ہوگا۔

تہتر (73) میں سے جو راہ حق پر ہے، وہ جنتی ہے۔

اَلْجَمَاعَةُ

ہے، محض فرقہ نہیں ہے۔

وہ جمہور کا مذہب ہے۔
وہ زمانے کے اکثر لوگوں کا مذہب ہے۔

﴿چوتھی دلیل﴾

﴿جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ﴾

اور دوسری حدیث سے اس کی تائید اس طرح فرمائی:

یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص۳۰ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔
خالق کائنات کا دست قدرت جو اس کی شان کے لائق ہے، جماعت پر ہے۔
اللہ کی تائید جماعت کو حاصل ہے۔
اے میرے صحابہ! جب فتنوں کا دور آ جائے، ہر طرف فتنے ہی فتنے ہوں تو اس وقت جو جماعت کا مذہب ہو اس کی اتباع تم پر لازم ہے۔

﴿پانچویں دلیل﴾

ایک اور انداز دیکھیں کہ جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، جسے علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں روایت کیا ہے۔

وَاَخْبَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیَ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، اَلنَّاجِیَةُ مِنْھَا وَاحِدَةٌ وَ الْبَاقُوْنَ ھَلْکٰی

(الملل والنحل جلد ا، ص۱۳ طبع بیروت)

حضور نبی اکرم، شفیع معظم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت (اجابت) تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ وہ سارے کے سارے جہنمی ہوں گے،

ان میں سے صرف ایک ناجیہ ہوگا۔

نجات پانے والا فرقہ صرف ایک ہوگا۔

قِيْلَ وَ مَنِ النَّاجِيَةُ

حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ نجات پانے والے کون لوگ ہیں؟

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ

ان میں سے جو نجات پانے والے ہیں وہ "اہلسنت وجماعت" ہیں۔

جو سنت والے ہیں، جماعت والے ہیں۔

نجات پانے والا طبقہ، نجات پانے والی جماعت کون ہے؟

"اہلسنت وجماعت"

جن کو عرف عام میں " سُنّی" کہا جاتا ہے۔

﴿چھٹی دلیل﴾

مشہور محدث، فقیہہ، زاہد حضرت علامہ ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تنبیہ الغافلین" میں نقل کیا۔ آپ لکھتے ہیں کہ جب صحابہ کرام نے ان لوگوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ (تنبیہ الغافلین ص ۲۰۱)

وہ "اہلسنت وجماعت" ہیں۔

امام حاکم مستدرک میں اسی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَ لَمْ يُخْرِجَاهُ

(المستدرک للحاکم جلد۱، ص۱۲۸)

یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

یہاں تک کہ ہمارے اسلاف کی بیسیوں کتب کے اندر اس لفظ کی واضح طور پر شناخت کی گئی۔

﴿ساتویں دلیل﴾

حضرت امام علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمۃ الباری (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد۱، ص۲۰۲) میں فرماتے ہیں:

فَتِلْكَ اثْنَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ وَالْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمْ اَهْلِ السُّنَّةِ

پس یہ بہتر فرقے ہیں، کل کے کل دوزخ میں جائیں گے اور نجات پانے والا فرقہ اہلسنت ہے۔

اور مذکورہ بالا حدیث پاک کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

فَلَاشَكَّ وَلَارَيْبَ اَنَّهُمْ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد۱، ص۲۴۸)

تو اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ وہ جنتی گروہ ''اہلسنت وجماعت'' ہی ہے۔

﴿آٹھویں دلیل﴾

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم حدیث پر سرزمین ہند کو ناز ہے وہ (اشعۃ اللمعات جلد۱، ص۱۴۰) میں فرماتے ہیں:

فرقہ ناجیہ اهل سنت و جماعت اند

ان تہتر (73) فرقوں میں ناجیہ (نجات پانے والی) جماعت ''اہلسنت و جماعت'' ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی (حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ) جنہوں نے سرزمین ہند میں اکبر بادشاہ کے دین الٰہی اور ہندوؤں کی سازشوں کے خلاف جہاد کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کے جھنڈے سربلند کئے، وہ ارشاد فرماتے ہیں:

طَرِيْقَةُ النَّجَاةِ مُتَابَعَةُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ كَثَّرَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ فِي الْاَقْوَالِ وَ الْاَفْعَالِ وَ فِي الْاُصُوْلِ وَ الْفُرُوْعِ

(دفتر اول، مکتوب نمبر ۶۹)

''نجات کا راستہ اہلسنت وجماعت (اللہ سبحانہ انہیں زیادہ کرے) کے اقوال، افعال، اصول اور فروع میں اتباع پر ہے''۔

نجات کا مدار جس مسلک پر ہے وہ ''اہلسنت وجماعت'' کا مسلک ہے۔

اہلسنت کی اتباع تم پر

اقوال میں بھی لازم ہے۔

افعال میں بھی لازم ہے۔

اصول میں بھی لازم ہے

فروع میں بھی لازم ہے۔

یہاں تک کہ فرماتے ہیں:

اِنَّهُمُ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ (دفتر اول، مکتوب نمبر ۶۹)

یاد رکھنا جن کے بارے میں نجات کا اعلان کیا گیا ہے وہ اہلسنت وجماعت ہی ہیں۔

وَمَا سِوَاهُمْ مِنَ الْفِرَقِ فَهُمْ فِيْ مَعْرَضِ الزَّوَالِ وَ شَرَفِ الْهَلَاكِ

(دفتر اول، مکتوب نمبر ۶۹)

ان کے علاوہ جتنے بھی فرقے ہیں وہ مقام زوال پر ہیں اور ہلاکت کے کنارے

پر کھڑے ہیں۔ آگے فرمایا:

عَلِمَهُ الْيَوْمَ اَحَدٌ اَوْلَمْ يَعْلَمْ اَمَّا فِي الْغَدِ فَيَعْلَمُهُ كُلُّ اَحَدٍ

آج کوئی اس بات کو جانتا ہے یا نہیں لیکن کل ضرور جان جائیں گے۔

کہ " اہلسنت و جماعت " مدار نجات ہے۔

اہلسنت و جماعت مدار یقین ہے۔

اہلسنت و جماعت مدار ایمان ہے۔

اہلسنت ہی حق والے ہیں۔

اہلسنت ہی نجات والے ہیں۔

وَلَا يَنْفَعُ

لیکن کل جب وہ مانیں گے تو ان کا یہ ماننا ان کو کام نہیں آئے گا، ان کو فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

قیامت کے دن تو ہر چیز واضح ہو کر سامنے آجائے گی، ایمان بالغیب نہیں رہے گا۔ اللہ کی بارگاہ میں جب حاضر ہو گا تو اس وقت اگر یہ کہے کہ میں ایمان لے آتا ہوں تو اس وقت یہ ایمان لانا، تسلیم کرنا فائدہ نہیں دے گا۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں وقت سے پہلے ہی لوگوں کو بتا رہا ہوں، خبردار کر رہا ہوں کہ اگر نجات چاہتے ہو تو " اہلسنت و جماعت " کے ساتھ پختگی سے منسلک ہو جاؤ، ورنہ کل کو تو سب مان جائیں گے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اھلسنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ اندو نجات بے اتباع ایں بزرگواراں متصور نیست و اگر سر مو مخالف است خطر

در خطر است۔ (دفتر اول مکتوب ۵۹)

نجات پانے والی جماعت، اہلسنت جماعت ہے، ان کے اکابرین، علماء کرام کی پیروی کے بغیر نجات کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، اگر ان سے بال برابر بھی مخالف کی تب بھی خطرہ ہی خطرہ ہے۔

آپ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

فرض نخستین بر عقلاء تصحیح عقائد است بموجب آرائے صائبہ اهلسنت و جماعت شکر الله سعیهم که فرقه ناجیه اند۔ (دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

عقل مندوں پر اولین فرض یہ ہے کہ وہ اہلسنت و جماعت کی درست آراء کے مطابق اپنے عقائد درست کریں کیونکہ یہ نجات پانے والا گروہ ہے۔

﴿مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عقائدِ اہلسنت پہ وصال کی دعا﴾

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنے اور اسی گروہ میں حشر ہونے کی دعا ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰى مُعْتَقَدَاتِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ وَ اَمِتْنَا فِیْ زُمْرَتِهِمْ وَاحْشُرْنَا مَعَهُمْ (دفتر دوم، مکتوبات ۶۷)

یا اللہ عزوجل! ہمیں اہلسنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رکھنا

یا اللہ عزوجل! ہمیں اہلسنت و جماعت کے گروہ میں وفات دینا

اور انہیں کے ساتھ ہمارا حشر کرنا۔

﴿نویں دلیل﴾

یہاں تک کہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ اور عقیدہ واسطیہ میں اقرار کیا ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کے بارے میں نجات کا اعلان

فرمایا ہے، وہ جماعت اہلسنت وجماعت ہے۔

اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ بِاَنَّهَا اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد سوم، ص ۳۴۵)

یعنی نجات پانے والی جماعت ''اہلسنت وجماعت'' ہے۔

اور عقیدہ واسطیہ میں لکھتا ہے:

اَخْبَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَنَّ اُمَّتَهٗ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً وَ هِیَ الْجَمَاعَةُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خبر دی ہے کہ [illegible] امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، تمام فرقے دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ (دوزخ سے نجات پانے والا گروہ) جماعت (اہلسنت) ہے۔ (العقیدہ الواسطیہ ص ۶۶، طبع لاہور)

﴿دسویں دلیل﴾

اور حضور غوث اعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے:

وَاَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِیَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ

(الغنیۃ الطالبین اول ص ۸۵)

اور جو فرقہ نجات پانے والا ہے وہ ''اہلسنت وجماعت'' ہے۔

اب اہلسنت وجماعت کے اندر جو لفظ سنت استعمال ہوا ہے اس میں بڑی معنویت ہے۔

اس میں بڑی قابل غور باتیں ہیں۔

یہ بات غور طلب ہے کہ اہلسنت کہا گیا، اہل قرآن نہیں حالانکہ قرآن تو سنت سے پہلے ہے اور اہلسنت کہا گیا، اہل فرض نہیں حالانکہ فرض تو سنت سے ضروری ہے۔

لہٰذا ہمارا نام بن جاتا......اہل قرآن و جماعت

لہٰذا ہمارا نام بن جاتا......اہل فرض و جماعت

لیکن یہ نام نہ رکھے گئے

یہ ٹھیک ہے کہ جس وقت تقابل ہو رہا ہو کہ

فلاں اہل تورات ہے۔

فلاں اہل انجیل ہے۔

اس وقت مقابلے میں ہم کہیں گے کہ

ہم اہل قرآن ہیں

لیکن مسلمانوں کے اندر جو ایک فرقہ ''اہل قرآن'' پیدا ہو گیا ہے، جنہوں نے حدیث شریف کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی حدیث کی ضرورت نہیں، کسی سنت کی ضرورت نہیں، وہ معجزات کے انکاری ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اور بھی بہت سی گمراہیاں گھڑ لیں اور آج تک اس گمراہی کی وادی میں بھٹک رہے ہیں، ان کا نجات والی جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجات کا جو عنوان ٹھہرایا

اور آپکے صحابہ کرام، تابعینْ عظام، اس امت کے راست فکر لوگ، راست فکر محدثین، مفکرین اور اسکالرز حضرات نے جس کو نجات کا عنوان سمجھا، وہ عنوان ''اہلسنت وجماعت'' ہے نہ کہ اہل قرآن و جماعت اور نہ ہی اہل فرض و جماعت ہے۔

قرآن مجید میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

(پارہ ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۸۹)

مگراس کو واضح سنت نے کیا ہے اور حدیث شریف نے کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا دعوی

(ہر سوال کا جواب قرآن سے)

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے ''کتاب الام'' میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم جو بھی مسئلہ مجھ سے پوچھو گے، میں اس کا جواب قرآن مجید، فرقان حمید سے پیش کروں گا۔

کسی نے پوچھا کہ حالت احرام میں اگر کوئی بھڑ کو مار دے تو قرآن مجید فرقان حمید میں اس کا کیا حکم ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں میں اس کا جواب قرآن مجید فرقان حمید سے پیش کرتا ہوں۔ قرآن مجید فرقان حمید میں حضور نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

(پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، آیت ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو اور اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

تم پر میری سنت بھی لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع بھی لازم ہے۔

اور خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ

نے اس پر ''دم'' لاگو نہ ہونے کا فرمایا تھا، لہٰذا میں کہتا ہوں کہ اگر چہ یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے لیکن ان کی زبان کو سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان نے تائید بخشی ہے اور سرکارِ ابد قرار کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی تاکید قرآن مجید فرقانِ حمید میں کی گئی ہے۔ اس طرح میں یہ جو مسئلہ بیان کر رہا ہوں وہ قرآن مجید کی آیت سے ہی کر رہا ہوں۔

یہی انداز ہمارے دوسرے صحابہ کرام کا رہا۔

یہی انداز ہمارے اسلاف اہلسنت و جماعت کا رہا۔

لہٰذا واضح ہوا کہ قرآن مجید فرقان حمید کی شرح کا نام سنت ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید کی اولین تفسیر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

لہٰذا اگر قرآن مجید فرقان حمید پر ہی اکتفا ہوتا تو

اہل قرآن کہا جاتا اور اہلسنت نہ کہا جاتا۔

جس طرح اب گمراہ لوگ کہتے ہیں اسی طرح پہلے بھی ایسے لوگ ہوئے جو کہتے رہے کہ قرآن ہی کافی ہے، سنت کی ضرورت ہی نہیں۔

حالانکہ قرآن مجید میں نہ تو نماز کے اوقات کی تفصیل ہے اور نہ ہی رکعات نماز کی تفصیل ہے۔ اگر چہ اشارات موجود ہیں لیکن واضح بیان نہیں۔

سنتوں میں جو روشنی ملتی ہے اس کا منبع، اس کی اصل قرآن ہی ہے۔

قرآن متن ہے اور سنت میں جو کچھ آ رہا ہے وہ اس کی شرح ہے۔

سنت میں سب کچھ آ رہا ہے۔

جو سنت کو مانے گا وہ قرآن مجید کو بطریق اولیٰ مانے گا۔

جو سنت کا متبع ہے وہ قرآن مجید کا بطریق اولیٰ متبع ہے۔

جو سنت کا عامل ہے وہ قرآن مجید کا بطریق اولیٰ عامل ہے۔

یہ قرآن مجید فرقانِ حمید کا نور ہی ہے جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جلوہ گر ہے۔ مگر سنت قرآن مجید کی شرح ہونے کے لحاظ سے یہ شرح، سنت اور متن یعنی قرآن مجید کی تعلیمات کو بھی شامل ہے۔

حقیقی متن قرآن مجید ہے اور تفاسیر کے لحاظ سے جو ذخیرہ جمع ہوا، وہ حدیث شریف کا ہے۔ لہٰذا تفاصیل پر مشتمل سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنایا گیا۔

فرمایا کہ وہ نجات پانے والے کون ہیں؟

اَهْلُ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ

اہلسنت و جماعت کون ہیں؟

وہ جو قرآن مجید فرقان حمید کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے بیان کی ہوئی تفصیل کو بھی نہ چھوڑے۔

جب وہ اس تفصیل کو نہیں چھوڑیں گے تو متن کو تو بطریق اولیٰ نہیں چھوڑیں گے۔ دوسرے عنوانات میں احتمال تھا کہ متن کی پابندی کروالی جاتی اور متن کے نیچے اس کی شرح کو غیر ضروری سمجھ کے چھوڑ دیا جاتا لیکن اہلسنت و جماعت کا عنوان اتنا جامعیت کا حامل ہے کہ اس نے اس احتمال کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا۔

یہ اہلسنت و جماعت اتنے محبّ ہیں، اتنے دیوانے ہیں کہ یہ تو وحی متلو تو متلو رہی غیر متلو (جس کی تلاوت کی جائے)، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جس کو سنت کہا جاتا ہے، اس کو بھی بڑا ضروری سمجھتے ہیں۔

﴿ہم اہل فرض کیوں نہیں؟﴾

اب آپ پر واضح ہو گا کہ اہل فرض و جماعت کیوں نہیں کہا گیا۔

جو فرض ہیں وہ واجب نہیں

جو واجب ہیں وہ سنت نہیں

لیکن سنت، واجب کو بھی شامل ہے اور فرض کو بھی شامل ہے۔

سنت کی تعریف:

سنت کی تعریف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللمعات" میں کی ہے اور سارے محدثین اور اصولیین کے نزدیک یہ تعریف صحیح ہے کہ

اَلطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ فِي الدِّيْنِ ۔ (لمعات ۱/۲۳۳)

سنت دستور کو کہتے ہیں۔

سنت دین میں وہ رائج العمل دستور ہے جو سرکار نے اپنی امت کیلئے چھوڑا۔

یعنی تم نے ہر وہ کام کرنا ہے جو سنت ہے۔

یعنی دین میں چلنے کا طریقہ سنت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے:

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (پارہ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۳۸)

اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے۔

تم سے جو پہلے لوگ گزر چکے ہیں ان کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت، تو اس میں سنت کا لفظ استعمال کیا گیا، فرض کا نہیں۔

لہٰذا سنت فرض کو بھی شامل ہے۔

جب امتیں بگڑ جاتیں تو ان بگڑی ہوئی امتوں کو درست کرنے کا دستور

اللہ کا دستور..... اللہ کا طریقہ...... اللہ کی سنت

اس دستور کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سنت سے تعبیر فرمایا ہے۔

سنت کی تعریف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالسُّنَّةِ الطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ فِي الدِّيْنِ وَ شَرَائِعُ الْإِسْلَامِ وَلَوْ كَانَتْ فَرْضًا اَوْ وَاجِبًا۔ (لمعات ۱/۲۴۳)

یعنی دین کے طریقہ کو سنت کہا جاتا ہے خواہ وہ فرض ہو یا واجب

لہٰذا سنت میں فرض وواجب بھی شامل ہے۔

فرض وواجب سنت کو شامل نہیں۔

اس سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ عموم کے لحاظ سے جب ہمیں اہلسنت کہا گیا تو کتنا جامع عنوان بنا۔

اہلسنت وجماعت...... یہ وہ جماعت ہے جو سرکار کی ہر ادا کی پابندی کرتی ہے۔

سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو فرض قرار دیا ان کی پابندی کرتی ہے

سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو واجب قرار دیا ان کی پابندی کرتی ہے

اور سرکار کی ہر ہر ادا کی دل وجان سے پابندی کرتی ہے۔

حضرت شیخ کے فرمان سے واضح ہے کہ سنت دین کی راہ کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ کام اپنی حیثیت میں فرض ہے یا واجب اور اس کو سنت اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک طریقہ ہے جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کیلئے پسند فرمایا۔

ہم نماز پڑھ رہے ہیں تو نماز کا ایک طریقہ ہے۔

ہم روزہ رکھ رہے ہیں تو روزہ رکھنے کا ایک طریقہ ہے۔

ہم جہاد کر رہے ہیں تو جہاد کا ایک طریقہ ہے۔

جس طریقے کو سرکار نے اپنی امت کیلئے پسند فرمایا وہ سنت ہے۔

اگر چہ وہ طریقہ اپنی حیثیت میں فرض ہے یا واجب ہے،

لیکن دین کی راہ ہونے کے لحاظ سے اس پر سنت کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا ہمیں کیا جامع عنوان عنایت فرمایا گیا!

''اہلسنت و جماعت''

وہ جماعت جو فرض، واجب، یہاں تک کہ سنت کو بھی ادا کرتی ہے۔

لہٰذا یہ جامع لقب جو نجات پانے والی جماعت کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منتخب فرمایا، اس پر اللہ کے فضل وکرم سے قائم ہے اور اس کی تمام خوبیوں اور صفات کی حامل ہے۔

﴿ہم اہلحدیث کیوں نہیں؟﴾

❁ اب دوسرے پہلو سے دیکھیں کہ ہمیں اہلسنت فرمایا، اہلحدیث نہیں فرمایا۔

مسلمان عامل سنت تو ہو سکتا ہے، عامل حدیث نہیں ہو سکتا۔

کیوں؟

اس لئے کہ سنت وہ طریقہ ہے جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کیلئے پسند فرمایا اور حدیث میں تو کئی احتمال ہیں۔

❁ حدیث تو وہ بھی ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں ایک وقت میں نو (۹) ازواج کے ہونے کا ذکر ہے۔

❁ حدیث تو وہ بھی ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے تہجد فرض ہونے کا ذکر ہے۔

❁ حدیث تو وہ بھی ہے جس میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صوم وصال کا ذکر ہے۔

❁ احادیث میں پہلی امتوں کے احکام کا بھی ذکر ہے۔

❁ احادیث میں تو ان باتوں کا ذکر ہے جو ابتداء اسلام میں تھیں لیکن بعد میں منسوخ قرار دے دی گئیں۔

❁ احادیث میں تو ان باتوں کا بھی ذکر ہے جو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہیں۔

❁ احادیث میں تو وہ چیزیں بھی ہیں جو سرکار نے کسی کے ساتھ خاص فرمائیں

المختصر بندہ کامل طور پر عامل حدیث تو بن ہی نہیں سکتا۔

کچھ احادیث پر عمل کر کے تو بندہ فاسق بھی ہو سکتا ہے۔

لیکن سنت وہ ہے جو سرکار نے اپنی امت کیلئے عمل کا راستہ بتایا ہے۔

سنت وہ ہے جو سرکار نے دین میں چلنے کی راہ بتائی ہے۔

لوگوں کو چلنے کیلئے، دین پر عمل پیرا ہونے کیلئے جو دستور عنایت فرمایا ہے وہ سنت ہے۔

❁ وہ بڑا خوش قسمت ہے جو عامل سنت ہے۔ کیسے؟

بخاری شریف (کتاب الطب باب الدواء بابوال الابل) میں حدیث ہے۔

سرکار نے کچھ لوگوں کو اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا فرمایا۔

اب یہ حدیث شریف ہے مگر ہم سے اس عمل کا تقاضا نہیں کرتی کہ ہم بول پئیں۔ یہ حدیث ہے، سنت اور چیز ہے۔ حدیث میں منسوخ بھی آجائے گا۔

❁ حدیث میں تو وہ چیزیں بھی ہیں جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔

بخاری شریف کتاب النکاح میں ایک وقت میں آپ کی نو (۹) ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔

❁ حدیث میں تو وہ چیزیں بھی ہیں جو سرکار نے کسی کیلئے خاص کیں۔

بخاری شریف (کتاب الصوم باب اِذَا جَامَعَ فِیْ رَمَضَانَ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَیْءٌ فَتُصَدِّقَ عَلَیْهِ

فلیبکیفو) میں حدیث شریف موجود ہے کہ ایک صحابی کے رمضان المبارک میں اپنی بیوی سے جماع کرنے پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پاس سے کھجوریں دے کر فرمار ہے ہیں کہ یہ تم خود کھالو اور اپنے گھر والوں کو کھلا دو اس سے تمہارا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

❁ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی اکیلی گواہی کو دو کے برابر قرار دیتے ہیں۔

یہ حدیث تو ہے مگر سنت نہیں ہے۔

حدیث اور چیز ہے، سنت اور چیز ہے۔

اب کوئی فرقہ اپنے فرقے کا، اپنے مسلک کا عملی نام، اہلحدیث رکھ لے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ بندہ عامل بالسنۃ تو ہو سکتا ہے، عامل بالحدیث ہو ہی نہیں سکتا۔ کبھی بھی، کسی بھی دور میں، مسلمانوں کے کسی طبقہ نے فرقے کے طور پر، مسلک کے طور پر اپنا نام اہلحدیث نہیں رکھا، کتابوں میں جو لفظ اہلحدیث ملتا ہے تو وہ اہلسنت کے ایک ڈیپارٹمنٹ (Department) کا نام ہے۔

اہلسنت کے مختلف شعبے

اہلسنت ایک سکول آف تھاٹ (School of Thought) ہے جس کے بہت سے شعبے ہیں، ڈیپارٹمنٹس ہیں جیسے اہل صرف، اہل نحو، اہل تجوید، اہل فقہ، اہلحدیث وغیرہ وغیرہ۔

یہ اہلسنت کے شعبوں کی علماء کے لحاظ سے تقسیم ہے۔

جو صرف میں مہارت رکھتے ہیں ان کو اہل صرف کہا جاتا ہے۔

جو نحو میں مہارت رکھتے ہیں ان کو اہل نحو کہا جاتا ہے۔

جو تفسیر میں مہارت رکھتے ہیں ان کو اہل تفسیر کہا جاتا ہے۔

جو فقہ میں مہارت رکھتے ہیں ان کو اہل فقہ کہا جاتا ہے، ان کا کام احادیث میں غور وخوض کر کے مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔

اور وہ جن کا کام صبح، شام حدیث پڑھنا، پڑھانا ہے ان کو اہلحدیث کہا جاتا ہے۔

یعنی یہ علماء کی جماعتوں کے عملی نام ہیں، علماء کے شعبوں کے نام ہیں۔

کبھی بھی، کسی بھی دور میں

مسلک کے لحاظ سے...... فرقے کے لحاظ سے...... عمل کے لحاظ سے

اہلحدیث کسی نے نہیں کہلوایا۔

کوئی جاہل مطلق ہو اور اہلحدیث کہلوائے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

شعبے جدا جدا ہیں تو ڈگریاں بھی جدا جدا ہیں، ان شعبوں میں تخصص جدا جدا ہے، کچھ کا کام دن رات، صرف ونحو کی خدمت کرنا ہے۔

کچھ کا کام دن رات، تفسیر کی خدمت سرانجام دینا ہے۔

کچھ کا کام دن رات، حدیث کی خدمت سرانجام دینا ہے۔

کچھ کو اصحاب حدیث، اہلحدیث کہا جاتا ہے۔

کچھ کو اہل فقہ کہتے ہیں۔

اہلحدیث اسے کہا جاتا ہے جو زندگی کا ایک حصہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے میں گزارتا ہے۔ حدیث پڑھنے اور پڑھانے کے لحاظ سے، خدمت حدیث کرنے کے لحاظ سے، ان کو اہلحدیث کا لقب ملا۔

اب وہ جو احادیث کی مختلف قسموں کے نام بھی نہ جانتا ہو۔ حدیث کا متن تک نہ پڑھ سکتا ہو، جسے چند احادیث کی سندیں تک یاد نہ ہوں اور وہ جو سارا دن دکان، ریڑھی وغیرہ پر بیٹھا رہے اور کاروباری باتیں کرتا رہے وہ بھی اپنے آپ کو اہلحدیث کہلوائے؟

یاد رکھیں اہلحدیث کوئی عوامی (یعنی علماء کے علاوہ عامۃ الناس کا) نام نہیں ہے۔

یاد رکھیں عوامی نام اہلسنت ہے۔

یاد رکھیں نجات پانے والی جماعت کا نام اہلسنت ہے۔

اصحاب حدیث، ماہرین تفسیر، اہل فقہ اور دوسرے تمام شعبوں اور ان کے ماہرین کی جماعت کا نام اہلسنت و جماعت ہے۔

یہ میرا پکا و پختہ دعویٰ ہے کہ اہلحدیث عملی نام ہے، یہ کسی کا عوامی، مسلکی نام کسی دور میں نہیں رہا، عوام میں کسی کو اہلحدیث نہیں کہا گیا، ان کو کہا گیا جو حدیث کی خدمت کرنے والے تھے اور مسلکاً اہلسنت تھے۔

یہ ہمارے اہلسنت اسلاف سے کتنی بڑی زیادتی ہے کہ جس کو چند احادیث بھی یاد نہیں، جس کو چند احادیث کی سندیں بھی یاد نہیں، جس کو احادیث کی قسمیں اور نام بھی معلوم نہیں، ان کو اہلحدیث کہا جا رہا ہے۔

یاد رکھیں، ہمارا اہل حق کا نام، اہل جنت جماعت کا نام، ہمارا عمومی نام، ہماری پہچان اہلسنت ہے۔ اہلسنت نام عمل کرنے کے لحاظ سے دیا گیا۔

عمل کرنے کے لحاظ سے جو چیز دی گئی وہ سنت ہے، حدیث نہیں ہے۔

حدیث کو پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے، جاننے کا حکم دیا گیا ہے کہ علماء کے علم میں وہ بھی ہو، اور سنت وہ ہے جس پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تو فرمایا ہے کہ:

فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص ۲۹ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

جس نے میری سنت سے روگردانی (اعراض کیا) وہ مجھ سے نہیں۔

﴿سنت پہ عمل کا حکم﴾

تو رسول اللہ ﷺ نے سنت کا فرمایا ہے حدیث کا نہیں کیونکہ حدیث تو بول پینے والی بھی ہے لیکن ہم اس سے اعراض کرتے ہیں

کیونکہ یہ ان کا حصہ تھا ہمارا حصہ نہیں۔ سرکار نے ان کیلئے فرمایا تھا:

ایسے ہی فرمایا:

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ

تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے

﴿سنت پہ عمل کرنے کا اجر وثواب﴾

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحْییٰ سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

جس نے میری ایسی سنت کو زندہ کیا جس پر میرے بعد عمل چھوڑ دیا گیا ہو۔

فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور اس عمل کرنے والے کے اجر میں اللہ تعالیٰ کمی نہیں کرے گا۔

اگر چہ وہ کروڑ آدمی ہیں، ان کروڑ میں سے ہر ایک کو جتنا اجر مل رہا ہے ان سب کے برابر یعنی مجموعی طور پر کروڑ کے برابر ثواب اس کو بھی مل رہا ہے۔ اس لئے کہ اس کی قربانی بڑی ہے، اس نے سنت کو زندہ کیا ہے۔

حدیث کو زندہ کرنے والے کے بارے میں نہیں بلکہ عمل کے لحاظ سے سنت کو

زندہ کرنے والے کے بارے میں ہے۔

حدیث اگرچہ منسوخ ہوچکی ہو ہم اس کو پڑھنا عبادت سمجھتے ہیں۔

کیونکہ وہ الفاظ جو سرکار کی زبان سے نکلے، ان کو یاد کرنا، ان کو پڑھنا، ان کو سمجھنا، ان کی تقدیس اور احترام کرنا، یہ ہم پر ضروری ہے مگر عمل کیلئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سبق ہم کو دیا وہ سنت ہے۔ اسی لئے سرکار نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِی کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

جس نے میری سنت کو دوست رکھا، اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے میرے ساتھ دوستی کی وہ جنت میں ہوگا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فِسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

جس نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اس کیلئے سو شہیدوں کے برابر اجر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

تَرَكْتُ فِیْكُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهٖ (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۱ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں پر عامل رہو گے گمراہ نہ ہو گے، وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہیں۔

یہ اہلسنت و جماعت کے ساتھ ڈیڑھ اینٹ کی اہلحدیث جماعت کھڑی کرنا، پوری تاریخ اسلام کے ساتھ زیادتی ہے کیونکہ پوری تاریخ اسلام میں عمل کے لحاظ سے کہیں بھی اہلحدیث فرقے کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اسلامی فرقوں میں نجات والے کون ہیں؟

"اہلسنت و جماعت"

سنت والے اور جماعت والے

کون سی جماعت؟

صحابہ کرام کی جماعت

کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۳)

اور جب ان سے کہا جائے، ایمان لاؤ

کس طرح؟

كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ

جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں۔

جس طرح وہ لوگ ایمان لائے جو سرکار کی صحبت میں بیٹھتے ہیں۔

صحابہ کرام کو معیار حق بنایا گیا ہے۔

یہ اہلسنت ہیں اور یہ ایسے سنت والے ہیں کہ ان کے درمیان صحابہ کی جماعت کا وسیلہ بھی ہے، جن کے ایمان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے معیار بنایا ہے، یہ انہیں کے ایمان پر ہیں، یہ انہیں کی سنت پر ہیں، یہ انہیں کے طریقہ پر ہیں۔

سوادِ اعظم کی اتباع کامیابی کی ضمانت

نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامَ مِنْ عُنُقِهٖ

(مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، دوسری فصل ص ۳۱ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

جو جماعت سے ایک بالشت بھی ہٹا اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَ الْعَامَّةِ

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۱ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

جماعت اور مجمع کے ساتھ رہو

ایک اور حدیث میں ہے:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۱ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو اور بے شک جس نے سواد اعظم کو چھوڑا وہ تنہا ہی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل ص ۳۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

اللہ کا دست قدرت جماعت پر ہوتا ہے، اور جو جماعت سے جدا ہو گیا وہ تنہا ہی آگ میں ڈالا جائے گا۔

تاریخ اسلام میں پیدا ہونے والے فتنے

نومولود فرقہ اہلحدیث کو پہچانیں۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام بیس رکعات تراویح ادا کرتے رہے۔ تقریباً چودہ سو سال کی تاریخ میں کسی مسجد میں آٹھ رکعات تراویح ادا نہ کی گئیں۔ اب جماعت کے طریقہ کو چھوڑ کر ان نام نہاد اہلحدیث حضرات نے نیا طریقہ ایجاد کیا۔

ابن تیمیہ کے وجود نامسعود کے ظہور بے نور تک تمام امت مسلمہ، ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتی رہی، اب انہوں نے جماعت کے طریقہ کو چھوڑ کر اپنا

طریقہ جاری کیا۔

خلفاء راشدین میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی اذان ثانی کا اہتمام فرمایا اور تمام عالم اسلام میں یہ طریقہ جاری وساری رہا۔ اب جماعت کے طریقہ کے خلاف طریقہ جاری کیا جا رہا ہے۔

تمام اہل اسلام خوارج کو گمراہ، بے دین قرار دیتے رہے، اب خوارج کے عقائد کو حق ثابت کیا جاتا ہے۔

تمام اہل اسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اب دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اللہ چاہے تو کروڑوں محمد پیدا کر دے۔ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ خود آخری نبی ہونا بیان فرما کے اور محمد (ﷺ) پیدا کرے گا (معاذ اللہ)

کیا اللہ جھوٹ بولتا ہے؟

لیکن اب دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔

اسی طرح کی سینکڑوں مثالیں اور مسئلے موجود ہیں پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی گروہ جس کو قرار دیا ہے وہ ہم ہیں ''اہلسنت وجماعت''

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیا ہوا دین اسلام کا وہ طریقہ ہے جو

اقوال وافعال کے لحاظ سے — عبادت ومعاملات کے لحاظ سے

عقائد واعمال کے لحاظ سے — اصول وفروع کے لحاظ سے

سارے کا سارا سنت ہے

اور اس کو صحابہ کی روایت سے سرٹیفکیٹ بھی حاصل ہے۔

ہم اہلسنت وجماعت ہیں کیونکہ صحابہ کرام کی جماعت نے نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو طریقہ آگے روایت کیا ہے ہم اسی طریقہ پر قائم رہنے والے ہیں۔

سُنّی کہلوانا کیوں ضروری؟

اب اس مقام پر کچھ لوگوں کے ذہنوں میں بلکہ ہمارے اپنے لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا مسلمان کہلوانا کافی نہیں ہے؟

یہ ہمارا سنی کہلوانا کیوں ضروری ہے؟

سمپل مسلم (Simple Muslim) ہونا کافی ہے پھر ہمیں یہ سنی کہلوانے کی کیا ضرورت ہے؟

میری بات کان لگا کر غور سے سننا

ایک تو ہے اقوام عالم کے مقابلے میں اپنے آپ کو بطور مسلم پیش کرنا۔

تو کافروں، یہودیوں، عیسائیوں کے مقابلے میں جب ہم اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں تو بطور مسلمان ہی پیش کرتے ہیں، وہاں ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم اہلسنت و جماعت ہیں۔

مسلمانوں میں متعدد فرقوں کا ظہور

دوسرے نمبر پر مسلمان فرقوں میں اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت پیش کرنے کی جو وجوہات ہیں۔ وہ میں نے اوپر بھی بیان کی ہیں۔ ان کی مختصر تفصیل تاریخی حوالہ سے پیش کرتا ہوں۔

فرقہ مجسمہ اور اسکا عقیدہ

مسلمانوں میں جب تفرقہ بازی شروع ہوئی تو کچھ لوگ تھے جنہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جسم من الاجسام ہے۔ یہ فرقہ مجسمہ کہلایا۔

یہ فرقہ جسم من الاجسام کا عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اجسام میں سے ایک جسم ہے اور وہ عرش کے اوپر بیٹھا ہوا ہے، جس طرح کہ آج کے بھی کئی بے لگام لوگ اس طرح کی باتیں کر جاتے ہیں اور استواء علی العرش کو پیش کرتے ہیں۔

یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش پر استواء فرمایا ہے۔

یہ تو متشابہات میں سے ہے، یہ استواء تو اس کی شان کے لائق ہے، ہمیں تو معلوم نہیں کہ یہ کس طرح کا استواء ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عرش پر بیٹھ گیا۔

عرش تو محدود ہے اور جو محدود میں ہو تو وہ بھی محدود ہی ہوتا ہے اور جو محدود ہو اس کا جسم ہوتا ہے اور جس کا جسم ہو اس کی شکل ہوتی ہے، جس کی شکل ہو وہ فانی ہوتا ہے جو فانی ہو وہ حادث ہوتا ہے جو حادث ہو وہ خدا نہیں ہوتا۔

میری شارجہ میں اسی موضوع پر بحث ہوئی تھی اور میں نے پوری طرح آیات سے ان لوگوں کو جواب دیا تھا۔

یہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ پہلے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرتے تھے۔ اب اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عرش پر بیٹھتا ہے تو عرش چڑ چڑاتا ہے۔ اللہ نے عرش پر قرار پکڑا ہوا ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (پارہ۸، سورہ الاعراف، ایت ۵۴)

اللہ نے عرش پر استواء فرمایا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

یہ متشابہات میں سے ہے۔

پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

ہم کوئی ایسا معنیٰ نہیں کریں گے جس سے اللہ کا جسم ہونا لازم آئے

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جہت نہیں، اس کی کوئی شکل نہیں

اس کا کوئی جسم نہیں، کیونکہ یہ ساری چیزیں حادث کی ہوتی ہیں۔ اللہ ازلی، ابدی غیر فانی ہے، اس پر کبھی فنا نہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کے اندر ایک فرقہ پیدا ہوا جنہوں نے کہا

اللہ جسم من الاجسام ہے۔

ان کو تشبیہ کہا گیا۔

فرقہ معطلہ اور اسکا عقیدہ

ان کے مقابلے میں ایک دوسرا فرقہ پیدا ہوا جسے معطلہ کہتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ معطل ہو چکا ہے۔ (معاذ اللہ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابتدائی طور پر چند چیزیں پیدا فرمائیں اس کے بعد وہ فارغ بیٹھا ہے۔ اس نے اوروں کے ذمہ کام لگا دیئے ہیں۔

یہ پرانے فلسفیوں کے مذہب سے نکلا ہوا مذہب تھا۔

پرانے حکماء کا نظریہ تھا کہ اللہ نے پہلے عقل اول کو پیدا کیا۔

عقل اول نے فلک اول اور عقل ثانی کو پیدا کیا۔

عقل ثانی نے فلک ثانی اور عقل ثالث کو پیدا کیا۔

اس طرح پیدا کرتے کرتے نو افلاک اور دسویں عقل پیدا ہو گئی۔

باقی ساری مخلوق کو اس دسویں عقل نے پیدا کیا ہے۔

باقی ساری چیزیں آگے عقل پیدا کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ دسویں عقل، عقل عاشر تک پیدا ہو گئی ہے اور پوری کائنات کا نظام وہ عقل عاشر چلا رہی ہے۔ آگے کسی کے چلانے کی ضرورت نہیں، اللہ تو معطل ہو چکا ہے، بالکل فارغ بیٹھا ہے یہ کون لوگ تھے؟

یہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے لوگ تھے۔

اہلسنت وجماعت نے تشبیہ کا بھی رد فرمایا اور معطلہ کا بھی رد فرمایا۔ وہ اپنے عقائد پر جو صحابہ کی جماعت سے انہیں ملے تھے انہیں پر قائم ودائم رہے۔

فرقہ جبریہ اور اسکا عقیدہ

ایک فرقہ جبریہ کا پیدا ہوا، جو کہنے لگے کہ انسان مجبور ہے، پتھر کی طرح ہے، اس کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں۔

کیونکہ اسے کسی کام کے کرنے کی طاقت ہے، نہ اختیار ہے، یہ مجبور محض ہے، یہ جب کر ہی کچھ نہیں سکتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے سزا کس بات کی دے گا؟

فرقہ قدریہ اور اسکا عقیدہ

جبریہ کے مقابلے میں ایک دوسرا فرقہ پیدا ہو گیا جو قدریہ کہلوایا۔ انہوں نے کہا کہ انسان مجبور محض نہیں بلکہ قادر مطلق ہے، یہ اپنے افعال کا خالق خود ہے، یہ خود سے اپنے افعال کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اہلسنت و جماعت نہ جبریہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور نہ قدریہ کا۔

اب ان چار فرقوں کے عقائد آپ کے سامنے ہیں۔

۱۔ جو معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کو فارغ کہتے وہ بھی کلمہ گو ہیں۔

۲۔ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا جسم مانتے ہیں وہ بھی کلمہ گو ہیں۔

۳۔ جو انسان کو مجبور محض کہتے ہیں وہ بھی کلمہ گو ہیں۔

۴۔ جو کہتے ہیں کہ انسان قادر مطلق ہے وہ بھی کلمہ گو ہیں۔

فرقہ مرجیہ اور اسکا عقیدہ

ایک فرقہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ ایمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینے کا نام ہے۔ پھر نہ نماز کی ضرورت ہے اور نہ روزے کی، نہ حج کی ضرورت ہے اور نہ زکوٰۃ کی، پوری زندگی کوئی عمل، کوئی کام کرنا ضروری نہیں، یہ فرقہ مرجیہ ہے، یہ بھی کلمہ گو ہے۔

فرقہ معتزلہ اور اسکا عقیدہ

ان کے مقابلے میں جب دوسری طرف شدت آئی تو معتزلہ کا فرقہ بنا۔
انہوں نے کہا کہ عمل ایمان کی جزو ہے۔
دونوں طرف غلو تھا اور اہلسنت و جماعت ان کے درمیان درمیان تھے۔
اگر صرف یہ کہا جائے کہ ایمان صرف یہ ہے کہ کلمہ پڑھ لیا جائے، اب کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں تو یہ زیادتی ہے کیونکہ
قرآن کس لئے نازل ہوا ہے؟
بار بار عمل کی دعوت کس لئے دی گئی ہے؟
اگر صرف کلمہ پڑھنا ہی ضروری ہے تو حدیث شریف کس لئے ہے؟
دوسری طرف جو معتزلہ کا مذہب تھا کہ عمل ایمان کی جزو ہے، وہ بھی غلط تھا کیونکہ کئی ایماندار ایسے پائے گئے جن کیلئے عمل پایا ہی نہیں گیا۔
عمل ایمان کی جزو نہیں ہے اسی لئے ہمارے نزدیک وہ شخص جو نماز نہیں پڑھے گا، ایک نماز چھوڑنے سے فاسق ہوگا مگر معتزلہ کے نزدیک مومن ہی نہیں رہے گا کیونکہ جزو جب فوت ہو جائے، کل فوت ہو جاتا ہے اور عمل ایمان کی جزو ہے۔
لہٰذا ان کے نزدیک جب کسی کی کوئی بھی نماز رہ گئی، کوئی بھی روزہ رہ گیا، وہ شخص فوراً دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ جب جز فوت ہو جاتی ہے تو جزو کے ختم ہونے سے کل خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

سنی ہونا حق کی علامت

اب دیکھیں! یہ کلمہ گو مسلمانوں اور اسلام کے اندر سے ایسی سوچیں پیدا ہو گئیں ان کے درمیان بڑا بُعد ہے، بڑی دوری ہے، ایک مشرق کے کنارے کھڑا ہے تو دوسرا مغرب کے کنارے کھڑا ہے۔
ان میں سے ہر ایک مسلم ہونے کا دعویدار تھا

ان میں سے ہر ایک کلمہ گو ہونے کا دعویدار تھا

ان حالات میں ہم اہلسنت و جماعت خود کو ان کی گالیوں سے اپنے آپ کو بری کس طرح قرار دے سکتے تھے کہ

ہم وہ نہیں جو کہتے ہیں کہ خدا کا جسم ہے

ہم وہ نہیں جو کہتے ہیں کہ خدا معطل ہے

ہم وہ نہیں جو کہے کہ انسان مجبور محض ہے۔

ہم وہ نہیں جو کہے کہ انسان قادر مطلق ہے

ہم وہ نہیں جو کہے کہ عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ہم وہ نہیں جو کہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔

بلکہ ہمارا راستہ ان سے جدا ہے۔

ہمارے جداگانہ تشخص کیلئے علیحدہ نام کی ضرورت تھی

اور وہ نام اہلسنت وجماعت ہے۔

آپ خود سوچیں کہ کیا ہمیں ضرورت نہیں تھی کہ جو لوگ اسلام کے نام پر دھبہ بن چکے تھے ہم اپنے آپ کو ان سے جدا کریں، اگر کوئی ہم پر اعتراض کرے تو ہم کہہ سکیں کہ ہم پر ان کا کوئی اعتراض نہ کرنا

یہ معطلہ ہے...... یہ مشبہہ ہے...... یہ مجسمہ ہے

یہ مرجیہ ہے...... یہ معتزلہ ہے...... یہ خارجی ہے

یہ رافضی ہے.................................

ہمارا ان سب سے کوئی تعلق نہیں

ہم اہلسنت وجماعت ہیں

یہ باطل فرقے جو اپنے آپ کو مسلم کہلوا رہے تھے،

یہ کلمہ گو ہونے کے دعویدار بھی تھے۔

ان باطل فرقوں سے امتیاز کیلئے ہمیں اہلسنت وجماعت کہلوانا ضروری ہو گیا

ہمارا اہلسنت و جماعت ہونا ہمارے جداگانہ تشخص کو واضح کرتا ہے۔
ہمارا یہ علامتی نشان واضح کرتا ہے کہ ہمارا ان باطل فرقوں سے کوئی تعلق نہیں۔
ہمارے جداگانہ تشخص کیلئے ہمارے اسلاف نے اسی نام کو پسند کیا جو
سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے......
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے......
تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے......
تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ......

اور ہمارے عظیم اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے پسند فرمایا تھا۔

ہماری یہ جداگانہ شناخت انتہائی ضروری ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ جنرل مسلم (General Muslim) ہونا کیوں کافی نہیں؟ ان کی فکر بالکل غلط ہے۔ صرف مسلم ہونے کے دعویدار تو وہ بھی ہیں جو ہم سے عقیدے میں متفق نہیں۔

ہم اہلسنت و جماعت ہیں۔
ہم صراط مستقیم والے ہیں۔
ہم اصحاب یمین ہیں
ہم نہ دائیں جھکنے والے ہیں، نہ بائیں جھکنے والے ہیں
ہم نہ افراط کے قائل ہیں، نہ تفریط کے
ہم سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں

❁ جب جبر وقدر کی جنگ ہو رہی تھی تو ہم نے دونوں پر حق واضح کیا
ہم نے جبریہ فرقہ والوں سے کہا۔
اے جبریہ! تم غلط ہو
اور قدریہ فرقہ والو سے کہا

اے قدریہ! تم بھی غلط ہو

ہمارے نزدیک انسان نہ مجبور محض ہے اور نہ قادر مطلق ہے۔

بے شک ہمارے افعال کا خالق ہمارا خدا ہے لیکن کرتے ہم اپنے اختیار سے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (پارہ ۲۳، سورۃ الصفت آیت ۹۶)

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو

ہمارے افعال خلق اللہ کی ہیں لیکن یہ کسب ہمارا ہیں۔

ہم اپنے افعال کے خالق نہیں بلکہ کاسب ہیں۔

لہٰذا یہ دونوں کا رد تھا اور دونوں کے درمیان صحیح راستہ ہے۔

ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں۔

مگر ہمیں اتنا اختیار حاصل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی طاقت کو ہم اپنے اختیار سے استعمال کرتے ہیں۔ ہم پتھر کی طرح نہیں ہیں۔ لہٰذا قیامت کے روز ہر بات کا حساب دینا پڑے گا۔

❁ جب معتزلہ اور مرجیہ کی جنگ ہو رہی تھی تو ہم نے کہا

اے معتزلہ! تم غلط ہو، صرف ایک نماز نہ پڑھنے سے بندہ کافر نہیں ہوتا، بلکہ فاسق ہوتا ہے۔

کیوں؟

ہم نے کہا کہ عمل غیر ضروری نہیں بلکہ ضروری ہے مگر وہ ایمان کی جزو نہیں، بلکہ ایمان کی شرط ہے اور شرط شے سے خارج ہوتی ہے، اس شے کا حصہ نہیں ہوتی۔ جیسے نماز کیلئے وضو شرط ہے لیکن وہ نماز سے باہر ہے۔

اسی طرح عمل ایمان کی جزو نہیں بلکہ شرط ہے۔

لہٰذا جب عمل فوت ہوگا تو یہ نہیں کہ ایمان ہی فوت ہو جائے گا۔ کیونکہ جزو کے فوت ہونے سے کل فوت ہو جاتا ہے لیکن شرط کے فوت ہونے سے کل فوت نہیں ہوتا۔

لہٰذا ہم نے عمل کی جو اہم نوعیت تھی اس کو بھی برقرار رکھا کہ لوگ بے عملی کا شکار نہ ہوں اور دوسری طرف ہم نے ان کروڑوں لوگوں کا بھی دفاع کیا جن پر کفر کا فتویٰ لگ رہا تھا۔ اگر کسی سے صرف ایک بار وعدہ خلافی ہو جائے۔

صرف ایک بار کوئی چھوٹی سی بدعملی ہو جائے۔

تو کیا ہم کہیں گے کہ اس کا حساب کافروں کے ساتھ ہوگا؟ نہیں

اسی طرح ہمارے اسلاف نے امت کا بھی دفاع کیا اور درمیان میں جو راہ حق تھا اس کو بھی واضح کیا۔

ایمان صرف قول کا نام نہیں بلکہ ایمان تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان ہے۔

بڑھتا ہے جب عمل ہوتا ہے۔

عمل اس کیلئے شرط ہے۔

ہاں اگر کسی کو عمل کا موقع ہی نہ ملے تو پھر اقرار ہی کافی ہے، تصدیق ہی کافی ہے، ایک صحابی ادھر کلمہ شریف پڑھتے ہیں اور ادھر لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے ہیں۔ درمیان میں عمل کا وقت ہی نہیں ملتا۔

ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے افراط و تفریط کے درمیان کا راستہ ہم اہلسنت کا تھا۔

- ایک طرف خوارج کہہ رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کافر ہیں۔
- دوسری طرف روافض کہہ رہے تھے کہ فرشتہ جبرئیل بھول گیا تھا۔ اس نے آنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا لیکن غلطی سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلا گیا۔

ایک طرف اتنی دشمنی اور دوسری طرف محبت میں اتنا غلو اہلسنت کا راستہ اس وقت بھی درمیان میں تھا اور ہے۔

ہمارا موقف قرآن وسنت کے مطابق تھا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ معاذ اللہ نبی نہیں ہیں بلکہ سرکار کے بڑے پسندیدہ صحابی اور خلیفہ ہیں۔ ہم نہ تو ان کی طرف گستاخی کی نسبت کریں گے اور نہ ہی ان کی شان میں غلو کریں گے۔

یہ ہے وہ طریقہ جو اسلاف سے آج تک ان باطل فرقوں کے درمیان سلامتی کے ساتھ آ رہا ہے۔ لہٰذا مومنین کے اندر ایک واضح امتیاز ضروری تھا جو کہ اہلسنت کے امتیازی نشان سے ہوا۔

کسی آدمی کا بیٹا غلط ہو تو وہ اس کو عاق کر دیتا ہے اور اعلان کر دیتا ہے کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا کوئی اس کی غلطی میری طرف منسوب نہ کرے۔

اسی طرح اگر یہ باطل فرقے ہمارے ساتھ ہی چمٹے رہتے تو ہمارا جداگانہ تشخص قائم رہتا؟ ہرگز نہیں۔

اسی لئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جداگانہ تشخص کو عنوان نجات بنایا۔

لہٰذا باطل فرقوں کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس وقت سے لے کے آج تک اہل حق کی شناخت ''اہلسنت و جماعت'' ہے۔

دیکھیں جب کچھ لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا انکار کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

۔ مَّا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (پارہ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۹)

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے گا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

جن پر مومن کے لفظ کا استعمال ہو رہا ہے ان میں سے کچھ پاک ہیں اور کچھ ناپاک۔ یعنی ہر مومن، کلمہ گو پاک نہیں ہے۔

ان میں سے کچھ پاک ہیں اور کچھ پلید ہیں۔

اسی لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پہلا فتویٰ منکرین زکوٰۃ کے خلاف ان کی گردن اتارنے کا تھا۔ وہ منکرین زکوٰۃ کلمہ گو ہی نہیں تھے بلکہ ان میں وہ بھی تھے جنہیں بظاہر صحابی کہا جا سکتا تھا۔

ان کا کتنا بڑا مقام و مرتبہ تھا مگر جب انہوں نے ضرورت دین میں سے صرف ایک کا انکار کیا تو اس وقت ان کے کلمے پڑھنے کو دیکھا گیا اور نہ ہی ان کی نماز کو دیکھا گیا بلکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے سر اتارے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ پہلا فتویٰ ایک واضح تشخص اور امتیاز قائم کر دینے والا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر مومنین کا لفظ بول کر فرماتا ہے کہ ہم ان میں سے پاک اور پلید جدا جدا کر دیں گے۔

لہٰذا یہ امتیاز قائم کرنا سنت الٰہی کا حصہ ہے۔

ہم جماعت والے ہیں، ہمارا فرقہ وازیت سے کوئی تعلق نہیں۔

ہم باطل فرقوں سے وہ واضح امتیاز چاہتے ہیں جو قرآن مجید نے کیا ہے۔
بخاری شریف دیکھ لیں، تمام تفاسیر دیکھ لیں

وہ پلید کون ہے؟

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے کہا تھا کہ یہ کیسے نبی ہیں جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ مجھے قیامت تک کے لوگوں کا علم ہے اور ہم پیچھے نماز پڑھتے ہیں لیکن ہمارا پتہ نہیں کہ ہم اوپر اوپر سے کلمہ پڑھتے ہیں، اندر سے پکے منافق ہیں۔ اگر انہیں پتہ ہوتا تو ہمیں مسجد سے باہر نکلوا دیتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

مَّا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِن رُّسُلِهٖ مَن يَشَآءُ (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۹)

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

یہ تھا خبیث اور پاک کو جدا جدا کرنے کا واضح حکم اور اللہ نے ان کو جدا جدا کیا اور منافقین مسجد سے نکال باہر کئے گئے۔ ہم بھی اس امتیاز کی بات کرتے ہیں۔

اس امتیاز کو قائم رکھنا ضروری ہے کہ پاک اور پلید جدا جدا رہیں۔

ہم ایسے لوگوں کو جو نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کو چوہڑے، چمار سے ملائیں۔

سرکار کے علم غیب شریف کو معاذ اللہ پاگلوں جیسا کہیں، جانوروں جیسا کہیں۔

ہم ان لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی نرمی اور بھائی چارے کے روادار نہیں خواہ ان کی

کتنی ہی خدمات ہوں۔

ان کی کروڑوں سال کی بھی خدمات ہوتیں تو ان کو یک گونہ منصب صحابیت تک نہیں پہنچا سکتی تھیں، جب زکوٰۃ کے انکار پر ان کے سر اڑائے گئے تو یہ کس شمار میں ہیں۔

لہٰذا سنی اور غیر سنی میں ایک واضح امتیاز قائم کرنا ضروری ہے۔ اہلسنت ایک راستہ ہے، طریقہ ہے، نجات کا عنوان ہے جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمارے جداگانہ تشخص کو برقرار رکھنے کیلئے پسند فرمایا۔

یہ ٹھیک ہے کہ جب ہم اقوام عالم کے سامنے کھڑے ہوں گے تو بحیثیت مسلم کھڑے ہوں گے لیکن جب ہم ان بہروپیوں کے مقابلے میں کھڑے ہیں تو بحیثیت سنی کھڑے ہیں۔

ہمارا ایسی خرافات بکنے والوں سے کوئی تعلق نہیں جو کہے کہ نبی علیہ السلام کو اردو ہماری درسگاہ سے پڑھنا آئی ہے۔

ہمارا اس سے اور اس کے ماننے والوں سے کوئی تعلق نہیں جو یہ بکواس کرتا ہے کہ اللہ چاہے تو کروڑوں محمد (ﷺ) پیدا کر دے۔

ہمارا تعلق اس راستے کے ساتھ ہے جس کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمارے لئے پسند فرمایا جس کو خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور دوسرے اکابرین امت نے پسند فرمایا۔

آج کچھ ایسے کور چشم مفکرین پیدا ہو گئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک جسم ہے اور یہ سارے فرقے اس جسم کے حصے ہیں۔

میں نے بارہا ان سے سوال کیا، پوچھا کہ اگر اسلام ایک جسم ہے اور یہ سارے باطل فرقے اس کے حصے تو اسلام دین فطرت کیسے ہو سکتا ہے؟ عالمگیر مذہب کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کے بہتر حصے جہنم میں جائیں گے اور ایک حصہ جنت میں۔

لیکن آج تک مجھے جواب نہیں دے سکے۔

لہٰذا ان باطل فرقوں کا جسد ملت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ اسلام پورے کا پورا جنتی ہے۔

تم بدمذہبوں کو اسلام کا حصہ بناؤ تو پھر اس بے چارے اسلام کا کیا حال ہو جائے گا جو بہتر حصے جہنم میں جل رہا ہے اور ایک حصہ جنت میں۔

یہ عوام کو گمراہ کرنے کیلئے ان لوگوں کے فریب ہیں۔

یاد رکھنا میرا تو عقیدہ ہے کہ میں سنی ہوں۔

میرے اسلاف بھی سنی ہیں۔

اعلیٰ حضرت سنی ہیں......

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سنی ہیں......

حضرت خواجہ اجمیری سنی ہیں......

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سنی ہیں......

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سنی ہیں......

حضرات خلفاء راشدین سنی ہیں......

میں یہ کوئی جذباتی بات نہیں کر رہا، میرے پاس قرآن مجید برہان رشید سے دلائل ہیں۔ یہ درست ہے کہ یہ سنت والا نام بعد میں مشہور ہوا لیکن بعد میں جداگانہ تشخص بننے والا ہوا سے آغاز پر لگایا جا سکتا ہے۔

کس طرح؟

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِىْ سِتَّةِ أَيَّامٍ

(پارہ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ حالانکہ جب ان کو پیدا فرمایا تو اس وقت دن نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی کیونکہ دن بنتا ہے،

سورج کے طلوع وغروب سے

سورج تب طلوع وغروب ہوتا جب آسمان موجود ہوتا

جب آسمان ہی موجود نہیں تھا تو دن کہاں سے آ گئے؟

اس وقت دن نام کی اصطلاح نہیں تھی، دن نام کی کوئی چیز نہیں تھی، کوئی لقب نہیں تھا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس طرح یہ فرما دیا کہ میں نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا حالانکہ اس وقت زمین تھی نہ آسمان۔

دن نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی کہ یہاں سے وہاں تک دن ہے۔

ایک مسلسل وقت تھا، پھر یہ کس طرح کہا؟

بات اصل میں یہ ہے کہ جب بعد میں دن بنے تو چھ دنوں کا جتنا وقت بنتا ہے اتنا وقت زمین وآسمان بنانے میں لگا تھا۔ ایک حقیقت تھی جس کو اس وقت یوم سے تعبیر نہیں کیا جاتا تھا، بعد میں جب یوم کا لفظ بنا تو جس شی کو بعد میں یوم کہا گیا تو اس کے پہلے زمانے میں بھی بعد والا نام استعمال کر دیا گیا۔ اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعد والے نام کو شروع کا نام بنا دیا۔

لہٰذا میں صدق دل سے کہہ سکتا ہوں کہ آج جو اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے وہ عقیدہ خلفاء راشدین کا تھا، وہی عقیدہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اسلاف کا تھا۔

اگر چہ اس وقت سنی کی اصطلاح یوں مشہور نہیں تھی لیکن انہیں عقائد کو بعد میں سنی کہا گیا۔ چنانچہ بعد والا نام اسی حقیقت کے پہلے زمانے کی طرف لوٹا سکتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سنی تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خطباتِ جلالی

جلد دوم

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز

5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور

042-37115771-2, 0315 / 0321 - 9407699

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرام پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

https://telegram.me/Tehqiqat

https://telegram.me/faizanealahazrat

https://telegram.me/FiqaHanfiBooks

https://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://archive.org/details/@muhammad_tariq_hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

http://ataunnabi.blogspot.in

نام کتاب	خطباتِ جلالی (جلد دوم)
افادات	مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی
مرتب	مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)
باہتمام	شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی
ایڈیشن	پہلا نومبر 2015ء — دوسرا اکتوبر 2016ء
تعداد	1100
صفحات	400
ہدیہ	300روپے

ملنے کے پتے

مرکز صراط مستقیم تاج باغ 111/2 جلالی شریف 0302-4303623
جلالیہ صراط مستقیم گجرات 0300-6216496
مکتبہ صراط مستقیم دریا خاں بکھر 0333-5482748
مکتبہ صراط مستقیم اینڈ ریسرچ سنٹر سیالکوٹ 0332-8608888
مکتبہ صراط مستقیم پتوکی 0312-4580877
سل سبیل کتاب گھر جی ٹی روڈ دینہ 0321-5427918
مکتبہ غوثیہ کراچی 0300-2196801

مکتبہ ضیاء السنہ ملتان 0306-6521197
مکتبہ المجاہد بھیرہ 0300-4115088
احمد بک کارپوریشن راولپنڈی 0300-5412583
مکتبہ برکاتہ المدینہ (کراچی) 0321-3531922

اویسی بک سٹال جامع محمد رضا نے مجسٹیہ ... پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز 042-37115771 0321-9407699

انتساب

والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا

مرحومہ کے نام جن کی بے پایاں شفقت نے

مجھے منزل مراد کی طرف رواں دواں رکھا

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے

آمین

محمد اشرف آصف جلالی

فہرست

☆☆☆☆☆☆

قولوا قولاً سدیداً

بات وہی جو سیدھی بھی ہو سچی بھی ہو، تحقیقی ہو، اچھی ہو، دل میں اُترتی ہو، اثر رکھتی ہو، من کو بھاتی ہو، روح کو گرماتی ہو، بات وہی جسے سن کر حُسنِ عمل کا جذبہ بیدار ہو، فکر کا آئینہ چمک اُٹھے، شعور کے دریچے کھلنے لگیں، سوچوں پر نکھار آئے اور فہم وادراک کے پھول کھلنے لگیں۔

بات وہ نہیں جو سننے والے کی سماعت سے ٹکرا کر ہوا میں تحلیل ہو جائے بلکہ بات تو وہی بات ہے جو سننے والے کی سماعت سے گزر کر اس کے لبوں پر آجائے اور اس طرح اس کی بات بن جائے۔ بات وہ نہیں جو مخاطب کی طبیعت پر گرانی لائے بلکہ بات تو وہی بات ہے جو سامع کی تسکین کا سامان کرے۔ اُسے لذت کلام بخشے اس کا سوز دروں جگا دے، اُسے حق گوئی کا خوگر بنادے۔

اور جب بات ہی اس کی بات سے شروع ہو جس کی بات کو حق تعالیٰ (وما ینطق عن الھویٰ ان ھوا الا وحی یو حیٰ) کہہ کر اپنی بات کہے تو پھر ایسی بات کی کیا بات؟ اور پھر بات مکمل بھی اس کی بات پر ہو، جس کی باتوں کی ربِ اعلیٰ "و قیلہٖ یارب" کہہ کر قسمیں یاد فرماتا ہو، تو پھر ایسی باتوں کا کیا کہنا؟

بقول سیدی اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ عنہ

میٹھی باتیں تری دینِ عرب ایمانِ عجم
نمکین حسن ترا جانِ عجم شانِ عرب

زیرِ مطالعہ کتاب "خطبات جلالی" انہیں میٹھی باتوں کی مٹھاس سے مالا مال ایسا جام شیریں ہے جو بدعقیدگی کی تلخیاں مٹا کر عشق نبی ﷺ کی شیرینی عطا کرتا ہے۔

''خطباتِ جلالی'' محقق ومفکر ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ کے خطابات و بیانات کا وہ حسین مجموعہ ہے جس میں آپ نے انہیں باتوں کا التزام رکھا جن باتوں کے بارے ابھی ہم نے کچھ باتیں کہیں۔

''خطباتِ جلالی'' کنز العلماء کے کنزِ علم کے ان موتیوں سے پروئی ہوئی اس لڑی کا نام ہے جن میں روشنی ہے تو ''اللہ نور السمٰوٰت والارض'' کی باتوں یعنی قرآن کی آیتوں کی، جن میں جگمگی ہے تو ''مہبط وحی الٰہی صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وابنہ الکریم'' کی چمکتی باتوں کی، جن کو سراہتے ہوئے برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا علیہا الرحمۃ یوں پکار اُٹھے:

قل کھہ کر اپنی بات بھی لب سے تری سُنی
اللہ کو ھے اتنی تری گفتگو پسند

''خطباتِ جلالی'' خطیب العصر، جمال البیان حضرت جلالی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حُسنِ تقریر اور فنِ خطابت میں آپ کے فضل وکمال کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں یقیناً فیض جلوہ فرما ہے۔ مخزنِ معانی کا بیان، شانِ کلام، شوکتِ وضاحت، بحرِ بلاغت، سلسبیلِ سلاست، جلالتِ خطابت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی ان دلکش باتوں کا کہ تحدیث نعمت کے طور پر جن کی تحسین کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہِ ہُدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

''خطباتِ جلالی'' میدان تقریر کے راہروؤں کیلئے یقیناً مشعل راہ اور گلستان خطابت کے گلچینوں کیلئے ایک سجا سجایا گلدستہ ہے۔

''خطبات جلالی'' کا سلیس انداز، پُر تاثیر بیان، فکری اصابت سے بھرپور طرزِ استدلال دل کو موہ لیتا ہے۔

''خطبات جلالی'' تقریری لٹریچر میں قابل قدر اضافہ ہے۔

''خطبات جلالی'' قلم وقرطاس اور زبان وبیان سے وابستہ باذوق احباب کیلئے کسی تحفہ سے کم نہیں۔

فقیر رضوی کا ارادہ تو یہ تھا کہ ''خطبات جلالی'' کا ایک مختصر جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں لیکن ''تحریک رہائی غازی ممتاز قادری'' کی تنظیمی مصروفیات کے سبب ایسا نہ ہو سکا۔ البتہ آج بعد نماز جمعۃ المبارک کچھ حروف نوک قلم سے جھڑ کر سینۂ قرطاس پر بکھر گئے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل مجدہ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ''صاحب خطباتِ جلالی'' حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی کو عمر خضری اور صحت و عافیت عطا فرمائے اور آپ یونہی روز وشب خدمت دینی میں شاغل اور وصف نبی کے واصف رہیں۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین علیہ التحیۃ والتسلیم

فقط

سید محمد خرم ریاض رضوی

خادم مرکزی بزم مشتاقان رسول ﷺ

باب نمبر

1

خیر کی چابیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ یَسْتَوِی الَّذِینَ یَعْلَمُونَ وَالَّذِینَ لا یَعْلَمُونَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت،

حاملینِ عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور اسکی توفیقِ رفیق سے آج جامع مسجد رضائے مجتبیٰ میں خطبہ جمعۃ المبارک میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

خیر کی چابیاں

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خیر اور نیکی کے کاموں میں سبقت کی توفیق عطا فرمائے۔

خیر اور چابیوں سے مراد

خیر سے مراد دین اسلام ہے اور خیر کی چابیوں سے مراد دین اسلام کے علماء ہیں قرآن مجید برہان رشید میں رزق حلال کو بھی خیر کہا گیا ہے لیکن اس کا غالب استعمال نبی کریم ﷺ کے فرامین میں بھی علم دین پر کیا گیا ہے۔ دین اسلام کی تمام تر برکتوں، سعادتوں، تعلیمات، عقائد اور افکار پر لفظ خیر کا اطلاق ہوتا ہے۔

سید عالم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ وَلِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيحُ فَطُوبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ۔

[سنن ابن ماجه باب من كان مفتاحا للخير رقم الحديث: 234]

بے شک یہ خیر خزانے ہیں اور پھر ان خزانوں کی کچھ چابیاں ہیں تو خوشخبری ہو اس بندے کو جس کو اللہ نے خیر کی چابی بنایا ہے اور شر کیلئے تالا بنایا اور ہلاکت ہے اس بندے کے لئے جس کو اللہ نے شر کی چابی بنایا اور خیر کے لئے تالا بنایا ہے۔

صحابہ میں رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں صحابہ کرام کو جو تقویٰ و پرہیز گاری، تزکیۂ نفس، باطن کی صفائی، شریعت پر عمل، اللہ تعالیٰ کا قرب اور دین کی برکتیں حاصل ہیں رسول اکرم ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "اِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ" اس خیر کے کئی خزانے ہیں جو کچھ مجھ پر وحی اترتی ہے اور جو کچھ میں تمھیں سناتا ہوں اور میرے صحابہ جو کچھ میں تمہیں تبلیغ کرتا ہوں یہ کوئی تھوڑی سی چیز نہیں یہ خزانہ ہے اور پھر ایک خزانہ نہیں کئی خزانے ہیں۔ میں ہدایت تقسیم کرتا ہوں اور تمھاری جو رہنمائی کرتا ہوں میرے صحابہ یہ میرے پاس بانٹنے کے لیے معمولی سا تحفہ نہیں بلکہ یہ بہت زیادہ خزانے ہیں۔

علم رسول ﷺ کی وسعتیں

جس طرح کہ رسول اکرم ﷺ نے دیگر مقام پر فرمایا جو کہ بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے:

مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ

[صحیح بخاری کتاب العلم باب فضل من علم و علم رقم الحدیث :77]

مجھے میرے خدا نے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال موسلا دھار بارش کی طرح ہے۔

یعنی وہ بارش جسکی بوندیں بہت زیادہ ہوں اور وہ موسلا دھار ہو۔ اس سے آپ نے کثرت کا مفہوم واضح کیا کہ میرا علم، میری ہدایت مختصر سی نہیں بلکہ بہت زیادہ وسیع ہے۔

ایسے ہی اس مقام پر فرمایا اے میرے صحابہ! یہ خیر جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو اور جس کا حصہ تمھیں مل چکا ہے اور مل رہا ہے اور ملتا رہے گا یہ خیر تھوڑی سی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خیر کے کئی خزانے عطا کئے ہیں

علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھپا خزانہ ہے

رسول اکرم ﷺ نے خزائن کا لفظ استعمال کر کے اس بات کو واضح کیا میرا دین، میرے علوم اور میری امانت چھپی ہوئی چیز ہے اور پردے میں قیمتی چیز ہے یہ عام سرراہ ملنے والی نہیں اس کو خزانہ بنایا گیا ہے اور خزانے کو اہم سمجھا جاتا ہے۔ نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ لیکن اس کا نام سننے سے دل میں شوق پیدا ہوتا ہے خزانہ ہر ایک کی دسترس سے دور ہوتا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اس کی چابی کی ضرورت ہے۔

علماء خزانے کی چابیاں

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرمانے لگے کہ اس خیر کو خزانہ بنا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کے علماء کو ان خزانوں کی چابیاں بنا دیا۔

چونکہ خزانہ مقفل ہوتا ہے، تالوں میں بند ہوتا ہے اور پھر تالے کو توڑنے کی بجائے کھولنا پڑتا ہے اور اس کو کھولنے کے لئے چابی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کے علماء کو ان خزانوں کی چابیاں بنا دیا۔

خیر کی چابیاں علماء کو مبارکباد

پھر رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمانے لگے:

فَطُوبٰی لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ

میں اس بندے کو مبارکباد دیتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے خیر کے خزانے

کی چابی اور شر کا تالا بنایا۔

وہ بندہ کتنا عظیم ہے یہ خیر کا خزانہ میرا ہے اور میں نے اپنے خزانے اس میں محفوظ کرر کھے ہیں۔ میرے معارف اس میں محفوظ ہیں، میری تعلیمات اس میں محفوظ ہیں، میرے گراں قدر افکار، خیالات، میرے عظیم نظریات، میری واضح تعلیمات اور ارشادات وہاں پر محفوظ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ایسی صلاحیت عطا فرمائے گا کہ وہ میرے خزانے کی چابی کا کام دیں گے۔

﴿خیر کے علماء کی دو صلاحیتیں﴾

ان بندوں میں دو طرح کی صلاحیت ہوگی۔ خیر کے خزانوں کی چابی ہوں گے اور شر کے لئے تالا ہوں گے۔ خیر کو کھولیں گے اور شر کو بند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے گا۔ میں آج ان کے لئے دعا مانگ رہا ہوں وہ خوش رہیں، وہ آباد رہیں اللہ تعالیٰ انھیں میری خلافت عطا فرمائے گا اور میری نیابت عطا فرمائے گا۔ وہ میرے دین کو آگے پھیلائیں گے۔ یہ میرا خزانہ علوم و معارف کا خزانہ ہے اس کے لئے انھیں چابی بنا دیا جائے گا اور وہ اس انداز میں ماحول اور معاشرے میں موجود رہیں گے جس کو بھی خیر کی ضرورت ہوگی وہ میری خیر اور میرے خزانے کا حصہ اسے عطا فرما دیں گے۔ اور شر کے دروازوں کے لئے تالے بن جائیں گے اور شر کے دروازوں کو وہ بند کر دیں گے۔

اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی امت کے کچھ سینوں کو یہ صلاحیت بخشی ہے اور قیامت تک یہ صلاحیت عطا کرتا رہے گا۔ جو رسول اکرم ﷺ کے اسی قیمتی خزانے کا قیمتی سرمایہ لوگوں میں عام کرتے رہیں گے۔ اور خیر کا

رنگ غالب کرنے کے لئے دن رات جدو جہد کرتے رہیں گے۔ اور شر کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ان کے وجود مسعود سے قیامت تک رسول اکرم ﷺ کے مقدس دین کی خوشبو آتی رہے گی اور اس دین کی رونق برقرار رہے گی۔

﴿عالم اور جاہل میں فرق﴾

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے:

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لا يَعْلَمُونَ

[سورة الزمر رقم الآية :9]

کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟

میرے محبوب ﷺ ان سے پوچھو کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں یا وہ لوگ جو نہیں جانتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال دے کر ارشاد فرمایا کہ کیا اندھیرا اور روشنی برابر ہے؟ کیا سایہ اور دھوپ برابر ہے؟ کیا اندھا اور بینا برابر ہے؟ تو جس طرح یہ برابر نہیں اسی طرح جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں۔

جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا علم عطا فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی امانت کا امین بنا دیا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے علم کا حصہ جس کو عطا فرمایا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ کی تقسیم ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ازلی ابدی انعامات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ازلی انتخاب کا حصہ ہے۔

﴿علم دین حاصل کرنے کا حکم﴾

سید عالم ﷺ نے اس سلسلے میں ایک جامع خطاب فرمایا جس کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ...... تم علم حاصل کرو۔

میری امت تم علم حاصل کرنا۔ اس حدیث میں العلم پر جو الف لام ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے یعنی "تَعَلَّمُوا عِلْمَ دِيْنِي" تم میرے دین کا علم حاصل کرو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ کام ایک ہے لیکن اس کے نام بہت زیادہ ہیں جتنی بھی نیکیاں ہو سکتی ہیں اور جتنی بھی عبادات ہو سکتی ہیں جتنے بھی اعمال صالحہ ہو سکتے ہیں اور جتنے بھی خصائل حسنہ ہو سکتے ہیں اور جتنے بھی اخلاق حمیدہ ہو سکتے ہیں سب کا نچوڑ اور عطر اس ایک کام میں بند ہو جائے گا۔

﴿خیر کے خزانے کی وسعتیں﴾

جب یہ خیر کی چابی ہے تو خیر میں عقیدہ بھی ہے، خیر میں عمل بھی ہے، خیر میں عبادت بھی ہے، خیر میں ریاضت بھی ہے، خیر میں تقویٰ بھی ہے، خیر میں پرہیزگاری بھی ہے، خیر میں سیرت بھی ہے، خیر میں خلق بھی ہے، خیر میں جہاد بھی ہے، خیر میں زکوۃ بھی ہے، خیر میں نماز بھی ہے، خیر میں روزہ بھی ہے، خیر میں حج بھی ہے، اور خیر میں دنیا کا نظام زندگی بھی ہے اور عقبیٰ کا نظام بندگی بھی ہے، یہ سب کچھ خیر ہے۔

اس ساری خیر کے لئے ایک چابی ہے اور وہ رسول اکرم ﷺ کے علم کی چابی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ......

[تفسیر الکبیر للامام الرازی: پارہ نمبر :1 ،رقم السورۃ 2 ،رقم الآیۃ: 31]

علم حاصل کرو اور دوسرے لوگوں کو علم سکھاؤ۔

میرے صحابہ تم تابعین کو بتانا اور تابعین کو کہنا کہ تبع تابعین کو بتا دیں اور قیامت تک میری امت یہ پیغام عام کر دینا کہ میرے علم کو حاصل کرو تو اس کا فائدہ کیا ہوگا۔

علم دین سے خشیت الٰہی کا حصول

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ فَإِنَّ تَعْلِيْمَهُ لِلّٰهِ خَشْيَةٌ۔

جو اس کو خلوص سے، اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھے گا اس کو خشیت ایزدی نصیب ہو گی تو یہ علم اللہ کے لئے حاصل کرنا خشیت ایزدی ہے۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ [سورۃ فاطر رقم الآیۃ :28]

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اس سے پتہ چلا جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور اس کی معرفت رکھتا ہے وہی سب سے زیادہ اللہ کی ذات سے ڈر سکتا ہے۔

جتنا علم زیادہ اتنا اللہ کا ڈر زیادہ

جس کو اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت ہو گی وہ اپنے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا۔ اور جس کو اتنا پتہ نہیں کہ میرا خدا میری اس حرکت پہ کتنا ناراض ہوتا ہے یا فلاں حرکت پر کتنا ناراض ہو گا اسے اس کی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کم ہونے کی وجہ اس پر خشیت طاری نہیں ہو گی۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے۔ اس کو ساری الجھنوں سے واقفیت ہے، وہ سارے خطرناک راستوں کو جانتا ہے، سارے کانٹے دار جھاڑیوں کو جانتا ہے، راہ زندگی کے ہر نشیب و فراز کو اسلام کی روشنی میں جانتا ہے۔ اس کی ایک ایک سانس مشکل ہو جاتی ہے اور اس کو پہرا دینا پڑتا ہے۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ادا

کرنا چاہتا ہو تو وہ یہ حق تب ادا کر سکے گا جب پہلے میرے دین کو پڑھے گا اور جب میرے دین کا علم اس کے سینے میں موجود ہوگا۔

ورنہ عمومی طور پر یہ تاثر ہے عوام میں بہت سے لوگ ڈرتے ہیں اور علماء میں بہت سے ڈرتے ہی نہیں ہیں۔ حالانکہ اس کی حقیقت یہ ہے جس وقت علم کسی کے باطن پر اثر کر جائے اور علم صرف ظاہر تک محدود نہ رہے تو پھر علم ہی حقیقت میں کسی کو اللہ تعالیٰ سے ڈرا سکتا ہے

زیادتی علم سے معرفت کا حصول کیسے؟

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جس وقت ایک بچہ آپ کے پاس بیٹھا ہے اور اس کو یہ پتہ ہی نہیں کہ آگ جلاتی ہے اس کو آگ میں ہاتھ ڈالنے سے کوئی درد محسوس نہیں ہو گا ۔اس کی یہ وجہ نہیں کہ چالیس سال کے آدمی سے اس بچے کی جرأت زیادہ ہے کہ وہ ہاتھ آگ میں ڈال رہا ہے اور اس کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو رہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو پتہ ہی نہیں کہ آگ جلاتی ہے۔ ابھی وہ چند ماہ کا، چند سال کا ہے اسے پتہ نہیں کہ آگ جلاتی ہے لہذا لاعلم ہونے کی وجہ سے وہ آگ سے ڈرتا نہیں اور آگ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ اور جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کو بار بار اس کا تجربہ ہو جاتا ہے کہ آگ جلاتی ہے تو اس کا علم اس کو روکتا ہے کہ یہ آگ ہے اور اس آگ میں ہاتھ مت ڈالو۔

ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے جہنم کی آگ سے ڈرنا علم کی بنیاد پر بہترین طریقہ کار ہوسکتا ہے اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَإِنَّ تَعْلِيمَهُ لِلّٰهِ خَشْيَةٌ ،

علم کو اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے حاصل کیا جائے تو یہ علم ہی خشیت ایزدی بن جائے گا۔

﴿علم دین کا حصول عبادت﴾

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

وَطَلَبُهُ عِبَادَةٌ

اور اس کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں عبادت ہے۔یعنی جو میرے دین کو وقت دیتا ہے اور اس کے حصول کے لئے راہِ علم کی مشقتوں کو برداشت کرتا ہے اور آنے والی الجھنوں کو نظر انداز کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو عبادت و بندگی کا ثواب عطا فر دیتا ہے۔

﴿علم دین میں تدبر جہاد﴾

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

والبَحْثُ عَنْهُ جِهَادٌ

اس علم کو پڑھنے میں جو ریسرچ کی جائے گی، غور و فکر کیا جائے گا، تدبر و تفکر کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو جہاد کا ثواب عطا فرماتا ہے جو بظاہر ایک کمرے میں بیٹھا ہے اور میدان جہاد میں موجود نہیں جس کی نظر کتابوں پہ لگی ہوئی ہے، دن رات غور و فکر کر رہا ہے، وہ استدلال کرنا چاہتا ہے وہ غور و فکر سے مسائل کو حل کرنا چاہتا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام تو طلب علم کا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا نام جہاد ہے۔

﴿علم دین کا مذاکرہ تسبیح﴾

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

وَمُذَاكَرَتُهُ تَسْبِيحٌ ، اس علم کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ علم پڑھا جائے گا اس کا ذکر ہو گا، اس کو پڑھا جائے گا تو اس وقت جو مسئلہ بیان ہو رہا ہو گا اس میں بظاہر اللہ تعالیٰ کا کوئی ذکر

نہیں ہوگا۔وہاں مسئلہ یہ ہے کہ فلاں شخص نے اس طرح بیع کی ہے تو کیا اس کی بیع درست ہے یا کہ نہیں۔ پھر یہ ہے فلاں شخص نے اس طریقے سے طلاق دی ہے تو کیا اس طریقے سے طلاق واقع ہوئی یا کہ نہیں اور فلاں نے نکاح کیا تو وہ نکاح ہوا یا کہ نہیں،فلاں مسئلہ میں یہ کام حلال ہے یا حرام ہے۔اس میں بظاہر کوئی ورد نہیں کوئی وظیفہ نہیں ہے لیکن رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو یہ ذکر کر رہا ہے، پڑھ رہا ہے جو مسائل کو بیان کر رہا ہے میرے ہاں اس کے لئے ایک ایک لفظ پر تسبیح کا ثواب ہے۔

تعلیم دین بہت بڑا صدقہ

اور پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

وَتَعْلِيمُهُ لِمَنْ لَا يَعْلَمُهُ صَدَقَةٌ ......

[تفسیر الکبیر للامام الرازی:پارہ نمبر:1 ،رقم السورۃ 2 ،رقم الآیۃ: 31]

اور دین کا علم ایسے شخص کو پڑھانا جس کو کسی چیز کا علم نہیں ہے اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔اگر کوئی شخص ایسے شخص کو پڑھا دے جو ابھی تک دین کی مسائل سے ناواقف ہے اور ابھی تک شریعت مطہرہ سے نابلد ہے تو رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو صدقے کا اجر عطا فرماتا ہے۔

اپنے اہل کو دین سکھانا عبادت

پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

وَبَذْلُهُ لِأَهْلِهِ قُرْبَةٌ

اس علم کو اپنے اہل کے لئے خرچ کرنا قربت وعبادت ہے۔

اگر کوئی شخص کسی اہل کو پڑھا دے،اہل پر جب علم خرچ کیا جائے جو جاننے

والے ہیں اور جو جاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کو سمجھ سکتے ہیں ان کو اگر علم کی بات سمجھا دی جائے تو رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے والا اللہ کے ہاں قربت کا مقام رکھتا ہے۔

طلب علم ایک کام ہے اس کی بحث جہاد بھی ہے، اس کا مذاکرہ تسبیح بھی ہے، اس کا پڑھنا صدقہ بھی ہے اس کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنا مقبول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی قربت قرار دیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے خزانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے علماء کو ان خزانوں کی چابیاں بنا دیا تا کہ کوئی زمانہ کبھی بھی میری خیر سے محروم نہ رہے اور ہر زمانے میں میرا علم تقسیم ہوتا رہے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کا فیض ہے ویسے تو خزانوں والے ڈر جاتے ہیں کہ کسی کو چابی کی خبر نہ ہو اور کوئی دوسرا چابی بنا نہ سکے اور اس کی چابی عام نہ ہو کیوں کہ خزانہ بالآخر تقسیم ہوتے ہوتے ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کی چابی پر کسی کو اطلاع نہیں ہونی چاہئے لیکن رسول اللہ ﷺ کا یہ وہ خزانہ ہے جو قیامت تک حکم دے رہا ہے کہ ہر دور میں اس کی چابیاں بنتی رہیں تا کہ یہ خزانہ بٹتا رہے۔ کیوں کہ اس خزانے کے ختم ہونے کی کوئی فکر نہیں ہے اور نہ ہی یہ خزانہ ختم ہو سکتا ہے اور نہ ہی کبھی ختم ہوگا۔

اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ جو میرے خیر کے خزانے کی چابی بنے گا میں آج اس کو دعا دے رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ غموں سے آزاد رکھے۔

رسول اکرم ﷺ اس کے بعد فرمانے لگے کہ علم کے اتنے انعام، علم کے اتنے ثواب ہیں کہ اتنی ریاضتیں علم سے ہیچ ہیں اور اتنے جہاد علم سے پیچھے ہیں۔

﴿علماء حق جنت کے راستوں کا چراغ﴾

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرمانے لگے:

وَمَنَارُ سُبُلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

یہ علم والے اہل جنت کے راستوں کے چراغ ہیں۔

یہ مرتبہ ان لوگوں کا بیان کیا جو علم والے ہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ جنت کے راستے کا چراغ ہیں۔ جنت والے جس راستے پر سے گزر جائیں گے، وہ راستہ جن کے علم سے روشن ہوگا وہ میرے دین کی چابیاں ہیں، وہ میرے دین کے وارث ہیں ،اور میرے دین کا علم پڑھنے والے ہیں۔ اللہ تعالی ان کے اس نیک عمل کو ہزاروں نام دے رہا ہے اور اس پر ہزاروں ثواب دے رہا ہے۔ اس لئے جو بھی خیر کا کام ممکن ہو سکے گا، جو بھی صراط مستقیم پہ چل سکے گا، جو بھی راہ جنت کا راہی بن سکے گا اس کا قدم تب اٹھے گا جب ان کے علم کی روشنی موجود ہوگی ورنہ اندھیرا چھا جائے گا کسی کو صراط مستقیم کی خبر نہ ہوگی اور کسی کو جنت کے راستے کا پتہ نہیں چل سکے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے میری امت کے ان لوگوں کو جنت کا مینار بنا دیا ہے اور یہ مینارہ نور بن جائیں گے تو اللہ تعالی ان کو ایک عمل پر ہزاروں اجر عطا فرمائے گا۔

﴿علم دین کے دنیا میں فوائد﴾

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو علم کی کار ثواب کے لحاظ سے مختلف قسمیں ہیں اور دوسرا اس کے فوائد دنیا میں بھی بڑے ہیں۔

وھو الأنيسُ فِي الوَحْشَةِ ، والصَّاحِبُ فِي الغُرْبَةِ ، وَالمُحَدِّثُ فِي الخَلْوَةِ ، والدَّلِيلُ عَلَى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ ، وَالسِّلَاحُ عَلَى الأَعْدَاءِ

[تفسیر الکبیر للامام الرازی: پارہ نمبر:1 ،رقم السورۃ 2 ،رقم الآیۃ: 31]

یہ علم وحشت میں ساتھی ہے اور تنہائی میں دوست ہے اور خلوت میں اس سے بات کرنے والا ہے اور دکھ، سکھ کی دلیل ہے اور دشمن کے مقابلے میں اسلحہ کا کام دیتا ہے۔

ہر انسان کو خلوت میں اجنبیت محسوس ہوتی ہے اور تنہائی میں اسے محسوس ہوتا ہے کہ میرے ساتھ کوئی بات کرنے والا ہے۔ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں جس کے پاس میرا علم ہوگا زندگی بھر کبھی تنہا نہیں ہوگا جہاں بیٹھا ہے وہ جنگل ہے، وہ صحراء ہے وہ کسی غار میں ہے، کسی تنہائی میں ہے جہاں بھی ہوگا جب میرا علم اس کے ساتھ ہوگا تو ہر وقت میرا علم اس کے ساتھ باتیں کرے گا۔ کبھی اسکے ساتھ قرآن کی آیت گفتگو کرے گی، کبھی میری حدیث بولی گی اس کی سوچ کبھی آیات کے معنی میں لگی ہوگی اور کبھی آیات کے مفہوم میں لگی ہوگی اسی حال میں اسے کئی سال گزر جائیں اور کوئی انسان نظر نہ بھی آئے پھر بھی وہ تنہا نہیں ہوگا۔

﴿علم دین تنہائی میں دوست﴾

اللہ تعالیٰ نے میرے علم کو اس کا رفیق بنا دیا ہے۔

وهو الأنيسُ فِي الوَحْشَةِ

اور فرمایا جس کے پاس میرے دین کا علم آئے گا وہ کبھی وحشت محسوس نہیں کرے گا اس کو کبھی وحشت نہیں ہوگی اور کسی ماحول میں اس کو اجنبیت محسوس نہیں ہوگی۔

﴿علم دین سفر کا ساتھی﴾

پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

والصَّاحِبُ فِي الغُرْبَةِ

اجنبیت اور پردیس کے حالات میں میرا علم اس کا رفیق بن جائے گا میرے

دین کا علم اس کی وحشت کو دور کر دیگا وہ دنیا میں کہیں بھی چلا جائے اس کے ذہن میں میرے دین کا جو علم موجود ہوگا اس کو نہ تنہائی محسوس ہونے دے گا اور نہ ہی اجنبیت محسوس ہونے دے گا اور نہ پردیسی ماحول محسوس ہونے دے گا اس کی وحشت کو دور کرتا رہے گا۔ یہ علم ایسی چیز ہے اس کی وجہ سے دوسروں کو روشنی ملتی ہے جس سینے میں موجود ہو اس سینے کیلئے یہ دوست بھی ہے، رفیق بھی ہے، شریک سفر بھی ہے، زادراہ بھی ہے، اس کے ساتھ گفتگو کرنے والا بھی ہے، اس کا بہترین رفیق بھی ہے لہذا یہ جس سینے میں موجود رہے گا وہ کبھی اکیلا نہیں ہوگا بلکہ میرا دین اسلام اس کا رفیق بن جائے گا۔ جبکہ دنیا کے لوگ ترستے رہیں گے کہ ہمارے ساتھ کوئی چلنے والا ہو جس کے ساتھ سفر طے کیا جا سکے۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ ایسا عظیم ذریعہ ہے جس سینے میں یہ آجائے اسے اگر ہزاروں میل کا سفر پیدل طے کرنا ہو ایک آیت کے متعلق سوچتے سوچتے سارا سفر مکمل ہو جائے گا۔

﴿علم دین سے قوموں کا عروج﴾

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

وَيَرْفَعُ اللّٰهُ بِهٖ أَقْوَامًا

اللہ تعالی اس علم کی وجہ ایک قوم کو بلندی عطا فرماتا ہے۔

میرا علم پستی دینے والا نہیں میرا علم بلندی دینے والا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دین کے علم کی وجہ سے اللہ تعالی کئی قوموں کو اونچا کرے گا، کئی لوگوں کو بلند کرے گا، کئی لوگوں کو اونچا مقام عطا فرمائے گا۔

عالم دین لوگوں کا امام

فَيَجْعَلُهُمْ فِي الْخَيْرِ قَادَةً هُدَاةً يُهْتَدٰى بِهِمْ

پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خیر میں قائد بنا دیتا ہے ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اوروں کو ہدایت دیتا ہے۔

میرے علم والوں کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا امام بنا دے گا جب علم نہیں تھا تو اس کو کوئی پوچھتا نہیں تھا، کوئی انہیں دیکھتا نہیں تھا، کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا، اس کی طرف کوئی نگاہ نہیں اٹھاتا تھا، وہ کسی جھونپڑی میں موجود تھا لیکن جب میرا علم اس کے پاس آیا تو لوگوں نے اسے اپنا امام بنا لیا پہلے تو اس کے نام سے کوئی واقف نہیں تھا اب لوگوں نے اس کو اپنا امام بنا لیا ہے۔

علماء کی اقتداء میں نجات

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس کو یہ شان کیسے ملی؟

وَاَئِمَّةً فِي الْخَيْرِ يُقْتَفٰى بِآثَارِهِمْ وَيُقْتَدٰى بِأَفْعَالِهِمْ

اور وہ خیر میں ایسے امام بنے کہ لوگ ان کے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہیں اور ان کے افعال کی اقتدا کرتے ہیں۔

وہ میرے علم کے وارث ایسے ہوں گے لوگ ان کے قدموں کے نشان ڈھونڈیں گے وہ جہاں بھی چلے گئے ان کے نشان کی اقتداء کی جائے گی ان کے نشان ڈھونڈے جائیں گے ان کے آثار پر لوگ اپنی زندگی بسر کریں گے۔

آپ نے فرمایا کہ میرا علم اتنی بلندیاں عطا کرنے والا ہے وہ کٹیا میں رہنے والا انسان جس کے نام سے کوئی واقف نہیں تھا پھر میرے علم کی وجہ سے شرق وغرب کی دنیا

اس کی طرف متوجہ ہو جائے گی اور اسے اپنا امام بنا لیا جائے گا یہ سب کچھ میرے علم کا فیض ہے

وَيُقْتَدٰى بِأَفْعَالِهِمْ

وہ لوگ ان کے افعال کی اقتداء کریں گے۔ان کی اقتداء کی جائے گی اور ان کی امامت کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

وَيُنْتَهٰى إِلٰى آرَائِهِمْ......

[تفسير الكبير للامام الرازى:پاره نمبر :1 ،رقم السورة:2 ،رقم الآية: 31]

اور دنیا کے سارے مسائل ان کی رائے پر آ کر ختم ہو جائیں گے۔

میرے بھائیو! دیکھو یہ کس خیر کی چابیاں ہیں اس کی چابیاں بھی بہت ہیں اور اس کے خزانے بھی بہت ہیں ۔اس کے خزانوں کی بھی کئی قسمیں ہیں اور اس کی چابیوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

خیر کے خزانے اور چابیوں کی متعدد اقسام

صحابہ کرام سے لیکر تابعین تک کچھ شعبہ جات بنائے گئے۔وہاں پر کوئی خزانہ علم تفسیر کا ہے تو کوئی علم تفسیر کی چابی ہے کوئی خزانہ علم حدیث کا ہے تو کوئی علم حدیث کی چابی ہے کوئی خزانہ علم فقہ کا ہے تو کوئی چابی علم فقہ کے خزانے کی ہے،کوئی خزانہ علم لغت کا ہے تو کوئی علم لغت کے خزانے کی چابی ہے،کوئی خزانہ علم صرف کا ہے تو کوئی علم صرف کے خزانے کی چابی ہے،کوئی خزانہ علم تجوید وقرات کا ہے تو کوئی اس خزانے کی چابی ہے،کوئی خزانہ تصوف کی تعلیمات کا ہے تو کوئی چابی اس خزانے کے لئے بنا دی گئی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ایک خزانہ نہیں بلکہ میرے کروڑوں خزانے ہیں اور اللہ تعالی نے میری امت میں کروڑوں چابیاں پیدا فرما دی ہیں۔

﴿بعض علما تو ہر خزانے کی چابی﴾

کچھ چابیاں ہر تالے کو لگتی ہیں اور ہر خزانہ اس سے کھلتا ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ جیسی چابیاں علم حدیث میں بھی ہیں، علم کلام میں بھی ہیں، علم فقہ میں بھی ہیں، علم تفسیر میں بھی ہیں، علم بلاغت میں بھی ہیں، علم تصوف میں بھی ہیں وہ ظاہر میں بھی ہیں اور باطن میں بھی ہیں۔

﴿فقاہت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ﴾

آپ اپنے استاذ گرامی کے پاس بیٹھے ہیں اور ان کے پاس حدیث کا سبق پڑھتے ہیں، ایک مرتبہ امام اعمش کے پاس پڑھتے ہوئے سو دن مکمل ہو گئے آپ سے حدیث پڑھتے ہیں فوراً یاد کر لیتے ہیں۔ استاذ نے سمجھا کہ یہ طالب علم صرف سنتا ہے لکھتا کچھ نہیں شاید یہ زیادہ توجہ نہیں کر رہا ایسے میں سو دن کے بعد ایک مسئلہ پیش آتا ہے امام اعمش جب اس مسئلے میں متحیر ہوتے ہیں اور اس کا جواب نہ دے سکے تو مجلس میں بیٹھے ہوئے طلباء میں کوئی شخص اس بارے کچھ بتا سکتا ہے۔ تو اس موقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جو ابھی طالب علم تھے کہنے لگے اگر مجھے اجازت ہو تو میں اس مسئلے کا حل پیش کر سکتا ہوں۔ جب آپ نے اس مسئلہ کا جواب دیا تو امام اعمش کہنے لگے اے ابوحنیفہ یہ تم نے کہاں سے سیکھا ہے تم پڑھتے تو میرے پاس ہو اور مجھے تو اس کا پتہ نہیں چلا لیکن یہ تم کہاں سے سیکھ کر آئے ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عرض کرنے لگے میں نے سینکڑوں اساتذہ سے پڑھا ہے اور میں نے سینکڑوں مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا لیکن اے میرے استاذ محترم میں نے یہ مسئلہ ان احادیث سے اخذ کیا ہے جو میں نے آپ سے

پڑھی ہیں تو حضرت امام اعمش فرمانے لگے مجھ سے پڑھا ہے تو آپ نے عرض کیا جی ہاں! آپ سے پڑھی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حدیث کی عبارت پڑھی اور پھر اس سے مسئلہ بیان کر دیا اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ کا حل فرمایا پھر ایک گھنٹے کے اندر ساری احادیث جو سو دنوں میں پڑھائی گئیں تھیں آپ نے وہ ساری زبانی بیان کر دیں۔ اس پر آپ کے استاذ کہنے لگے!

اے ابوحنیفہ اب خاموش ہو جایئے میں سمجھتا تھا کہ آپ صرف سنتے ہیں مجھے یہ خبر نہیں تھی کہ آپ نے تو الفاظ بھی یاد کر رکھے ہیں اور معانی میں بھی آشیاں بنا رکھا ہے۔

محدثین کہتے تھے کہ

يَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ اَنْتُمُ الْاَطِبَّاءَ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَةِ ......

[تفسیر حقی زیر آیت وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ]

اے فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم پنساری ہیں۔

یعنی اے فقیہ لوگو! تم ماہر سرجن ہو ہم تو صرف ڈسپینسر ہیں۔

ہمیں کیا خبر کہ حدیث میں کیا کچھ ہے۔ تمہیں اللہ نے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ حدیث کی باریکیاں دیکھ لیتے ہو۔

اے ابوحنیفہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ڈسپینسر بھی بنایا ہے اور سٹور بھی دیا ہے اور ماہر سرجن بھی بنایا ہے۔ تم ہر خزانے کی چابی ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں روایت کا علم بھی عطا فرمایا ہے اور درایت کا علم بھی عطا فرمایا ہے۔

﴿فرشتوں کو بھی علماء کی دوستی کی تڑپ﴾

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ علم آگے بڑھتا رہے گا، یہ علم پڑھا

جائے گا اور پڑھایا جائے گا اور میرے ان خزانوں کے لئے چابیاں بنتی رہیں گی۔ اور میرا خزانہ تقسیم ہوتا رہے گا جوں جوں بڑھتا جائے گا توں توں اس کو آگے تقسیم کیا جائے گا تو یہ بھی ساتھ ساتھ بڑھتا جائے گا اس میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو میرے خزانے کی چابی بنتا ہے یا بننے کیلئے آجاتا ہے وہ معمولی انسان نہیں ہے۔

وَتَرْغَبُ الْمَلَائِكَةُ فِي خُلَّتِهِمْ

اللہ کے فرشتوں کو ان کی دوستی کی بڑی تڑپ رہتی ہے کہ ان کے ساتھ ہماری دوستی قائم ہو جائے ان کے ساتھ ہمارا تعلق قائم ہو جائے۔ ان کی دوستی کیلئے اللہ کے فرشتے رغبت رکھتے ہیں۔

وَبِأَجْنِحَتِهَا تَمْسَحُهُمْ، وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمْ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ

[تفسیر الکبیر للامام الرازی: پارہ نمبر:1، رقم السورۃ 2، رقم الآیۃ: 31]

اور وہ فرشتے اپنے پروں سے ان کے قدم صاف کرتے ہیں۔ اور ان کے پروں کے نیچے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس قدر اعزاز پر فرشتوں کو بھی اطلاع فرما دی ہے کہ جہاں جہاں چابیاں بنتی ہیں اور جہاں جہاں بنائی جاتی ہیں اور جہاں جہاں خزانے تقسیم ہوتے ہیں۔ اللہ کے فرشتے ان کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

﴿علم دین لوگوں کو عمل کا امام دے گا﴾

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا یہ علم لوگوں کو امام دے گا کہ لوگ ان کی اقتداء کریں گے اس بارے رسول اللہ ﷺ کو پتہ تھا کہ علم صالح کیلئے ضروری ہے کہ جہاں وہ موجود ہو وہاں کسی قسم کا غبار نہ ہو، وہاں کسی ریا کا یا کسی دنیاوی غرض کا دخل نہ ہو

۔جہاں ایسا علم جلوہ گر ہو جائے گا وہاں رسول اکرم ﷺ خود اس کی اقتداء کا حکم فرما رہے ہیں اور اس کی تقلید کا حکم فرما رہے ہیں

لوگ ان کے معمولات کو دیکھ کر اپنی زندگی بسر کریں گے کہ یہ اہل مدینہ کا عمل ہے، اور یہ اہل مکہ کا عمل ہے، یہ اہل بغداد کا عمل ہے، یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل ہے یہ حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالی کا عمل ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے علم کی وجہ سے ان کا مرتبہ اونچا ہو جائے گا۔لوگ ان کی رائے کو حتمی فیصلہ سمجھ لیں گے، ان کی اقتداء کی جائے گی اور ان کی باتوں پر فیصلے کئے جائیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلْعِلْمُ اِمَامُ الْعَمَلِ ......

[تفسیر حقی زیر آیت لٰکِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ]

علم اس لئے اچھا ہے کہ یہ عمل کا امام ہے اس میں علم امام ہے اور عمل مقتدی ہے۔

وَالْعَمَلُ تَابِعُه

عمل اس کا تابع ہے علم امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔خزانہ میرا علم کھولے گا اگر چابی نہ ہو تو کسی کو کیسے پتہ چلے گا کہ نماز کیا ہوتی ہے، روزہ کیا ہوتا ہے، حج کیا چیز ہے، زکوٰۃ کیا چیز ہے، جہاد کیا چیز ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اس علم کو امام بنا دیا گیا اور عمل کو اس کے تابع بنا دیا گیا۔اب عمل کی وجہ سے جتنی برکات ملیں گی، اور جتنے مرتبے ملیں گے ان سب کا امام علم ہے اور امام آگے ہوتا ہے مقتدی پیچھے ہوتا ہے۔جتنی عظمتیں عمل کی قرآن وسنت میں موجود ہیں عمل جتنی عظمت پر بھی پہنچے گا پھر اس کے آگے اس کا امام علم نظر آئے گا۔

عالم ربانی کی موت سے کمی کا احساس

اسی لئے حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ:

إذا مَاتَ العَالِمُ......

[قوت القلوب کتاب العلم و تفضیله باب ذکر الفرق بین علماء الدنیاو علماء الآخرة]

جب بھی کوئی عالم ربانی فوت ہو جاتا ہے تو اسلام کی دیواروں میں شگاف پڑ جاتا ہے۔ اور یہ جو عالم ربانی کی فوت ہونے سے شگاف پڑا ہے یہ اور کسی طریقے سے بند نہیں ہوتا اور یہ جو شگاف اسلام کے قلعے میں پڑ گیا ایک عالم ربانی کے فوت ہونے سے وہ کبھی کسی طریقے سے بند نہیں ہوتا اس کو بند کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ اس کا کوئی جانشین پیدا ہو جائے یہ بڑی باریک بات ہے۔ ہمارے اسلاف دنیا سے رخصت ہوئے تو شگاف پڑتے گئے اور کچھ جانشین بھی پیدا ہوتے گئے لیکن آج انحطاط ہے اور زوال ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ جس پائے کے وہ علماء دنیا سے رخصت ہوئے اس پائے کے بعد میں جانشین نہ آسکے اور ان کی جگہ بیٹھنے والے اس مرتبے کے نہ ہو سکے۔

وہ ایسا شگاف ہے جو کسی اور عمل سے بند نہیں ہوگا۔ اگر امت کہے کہ ہم دن رات نوافل پڑھتے جائیں گے تو وہ شگاف پورا ہو جائے گا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وہ شگاف پورا نہیں ہوگا۔ اگر ساری امت روزانہ روزہ رکھنا شروع کر دے پھر بھی وہ شگاف پورا نہیں ہوگا۔ اگر سب جہاد پہ چلے جائیں تو پھر بھی وہ شگاف پورا نہیں ہوگا۔ اگر سب زکوۃ کے کم پرکار بند ہو جائیں تو پھر بھی وہ شگاف پورا نہیں ہوگا

اسلام کی کوئی عبادت اور کوئی عمل ایسا نہیں جس سے وہ شگاف پورا ہو جائے اور وہ دیوار پھر مضبوط ہو جائے اور وہ سوراخ بند ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں وہ سوراخ تب بند ہو گا جب امت کا ایک نونہال وقت کا رازی بن جائے گا۔ ضروری نہیں کہ اسی گھر کا یا اسی خاندان کا ہو جس خاندان سے وہ عالم فوت ہوا۔ اگر اسی خاندان کا ہو تو بہت اچھا ہے لیکن معاشرے میں کوئی تو اس کی جگہ آ جائے، کوئی نہ کوئی تو اس سوراخ کو پورا کرے، کوئی نہ کوئی وہاں موجود ہو جائے اب جس وقت وہاں کوئی ایسا جانشین نہیں آئے گا تو پھر شگاف بڑھتے جائیں گے اور کوئی ان کو بھرنے والا نہیں ہو گا۔

ذرا تاریخ کے اوراق میں دیکھو تو سہی کہ کس قدر علم و حکمت کے سمندر دنیا سے اٹھے ہیں اور بعد میں زوال آتا گیا اور زوال و انحطاط آتا جا رہا ہے اس سطح زمین پر ہمارے وہ بھی اسلاف تھے جنہوں نے سو سو جلدیں قرآن مجید کی تفسیر کی لکھیں۔ اور جنہوں نے پانچ پانچ سو جلدوں پر ہمارے لئے کتابیں لکھیں جنہوں نے ساری رات جاگ کر زندگی گزار کے ہمارے لئے سوغات تیار کی ہم میں آج تک ان کا جانشین تو کیا ان کی لکھی ہوئی کتابوں کو پڑھنے کی صلاحیت ہی پیدا نہیں ہو رہی۔

علماء و فقہاء سے بے رغبتی

ہائے افسوس! وہ قوم جس کا سرمایہ اسلاف کی ہزاروں محنتوں کا نچوڑ، آج لائبریریوں کی زینت ہے۔ اس کو دیمک چاٹ رہا ہے ان کتابوں کو سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری ترجیحات بدل گئیں ہیں، سوچ بدل گئی ہے اور یہ کام فضول سمجھا جانے لگا جس کی وجہ سے انحطاط آ رہا ہے۔ جب کوئی برائی بیان کرنے والا

نہیں ہوگا کہ یہ بات بری ہے تو اس برائی کی نفرت دل میں کیسے پیدا ہوگی؟ اور جب دل میں برائی کی نفرت ہی نہیں ہوگی تو پھر برائی سے اجتناب کیسے ہوگا؟ آج پورا ماحول ہی اس نحوست کی زد میں ہے اس کو دور کرنے کے لئے سر فہرست اس کام کی ضرورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خزانہ جو بند ہوتا جا رہا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ چابیاں تیار کی جائیں۔ وہ کتنا عظیم والد ہے جو اپنے بچے کو علم دین کے لئے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے خزانے کے لئے وقف کر رہا ہے۔

﴿علم دین قبر کی روشنی﴾

والد کہے جاؤ میرے بیٹے! تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے اگر تو میرے محبوب علیہ السلام کے علم کو حاصل نہیں کرتا۔ روکھی سوکھی کھا کر گزارا کرو، جنگلوں اور صحراؤں میں جانا پڑے تو چلے جاؤ، پندرہ سال تک محنت کرو ایک وقت آئے گا کہ تو میرے محبوب علیہ السلام کے علم کی چابی بن جائے گا تو یہ وہ چابی ہے جس سے دنیا بھی روشن ہو جائے گی اور قبر بھی منور ہو جائے گی اسلاف کے چلے جانے کے بعد شگاف پڑتے گئے، پڑتے گئے یہاں تک کہ آج امت کا یہ حال ہے کہ شگاف پورا کرنے کی فکر بھی ختم ہوگئی ہے۔ ہائے افسوس

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس ضیاں جاتا رہا

یہ تو ہمیں فکر ہے کہ فلاں ضرورت ہے ہماری زندگی کے لیے اس کا کوئی مستری ہونا چاہیے، اس کے لیے کوئی ماہرین ہونے چاہییں، اس کو صحیح کرنے کے لیے ہمارے پاس ماہرین کا ہونا ضروری ہے مگر جو اصل ہماری اپنی دیوار تھی اس کے جو

سوراخ اور جو شگاف ہیں ان کو بند کرنے کے لیے کوئی سوچ ہی نہیں رہا۔

تازہ ہوا کے اس شوق میں اے ساکنان شہر
اتنے نہ در بناؤ کہ دیوار گر پڑے

یہ تازہ ہوا کا شوق اس کے لیے تو ٹھیک ہے کہ جس کی دیوار میں دو، چار روشن دان ہوں لیکن اگر ساری دیوار ہی روشن دانوں کی بنا دی جائے تو وہ دیوار زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے دین کا علم پڑھنے والے کتنے ہیں ہم ان پر پابندی نہیں چاہتے لیکن وہ روشن دان تو چاہیئے کہ جس سے رسول اللہ ﷺ کے ماحول کی ہوا آ جائے قرآن تو وہ روشن دان ہے، حدیث تو وہ روشن دان ہے جس سے عہد نبی ﷺ کی فضا آ سکتی ہے۔ ڈائریکٹ وہی ماحول، وہی کیفیت، وہی برکت آ سکتی ہے۔ لہذا ہمیں اس بارے میں سوچنا چاہیے۔

دور صحابہ میں علم دین کا مقام

مجھے بار بار وہ حدیث یاد آ رہی ہے طبرانی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

إِنَّكُمْ أَصْبَحْتُمْ فِيْ زَمَانٍ كَثِيْرٌ فُقَهَاؤُهُ، قَلِيْلٌ خُطَبَاؤُهُ، وَقَلِيْلٌ مَنْ يَسْأَلُ وَكَثِيْرٌ مَنْ يُّعْطِي

سرکار مدینہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میرے صحابہ تم اس زمانے میں ہو جس میں فقہاء زیادہ ہیں اور خطباء تھوڑے ہیں مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی فقاہت بہت زیادہ ہے اور فقاہت کے بغیر پڑھنے والے بہت کم ہیں اور اس زمانے میں فرمایا

کہ مانگنے والے تھوڑے ہیں اور دینے والے زیادہ ہیں۔

دور صحابہ میں علم عمل سے بہتر

پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اَلْعَمَلُ فِیْهِ خَیْرٌ مِّنَ الْعِلْمِ

میرے صحابہ اس وقت عمل علم سے بہتر ہے۔

بعد والوں کے ہاں علم دین کی اہمیت

لیکن میری امت پر ایک وقت اور ایک زمانہ وہ آئے گا کہ

وَسَیَأْتِیْ عَلَیْكُمْ زَمَانٌ كَثِیْرٌ خُطَبَاؤُہٗ، قَلِیْلٌ فُقَهَاؤُہٗ، كَثِیْرٌ مَنْ یَّسْأَلُ قَلِیْلٌ مَنْ یُّعْطِیْ

فرمایا فقیہ لوگ تھوڑے ہو جائیں گے خطیب زیادہ ہو جائے گے۔

فقہاء تھوڑے ہو جائے گے یہاں تک کہ فقیہ کو چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے نکلو تو دور دور شہروں تک تمہیں شاید ایک بھی نہ ملے اور خطیب عام ہو جائیں گے۔ اس سے اگلا مرتبہ نعت خواں کا ہے وہ عام مل جائیں گے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ آج فقہاء کی کثرت ہے خطباء اور قراء تھوڑے ہیں ایک زمانہ وہ بھی آئے گا کہ جب فقہاء معدوم ہو جائیں گے، تھوڑے ہو جائیں گے، خطباء زیادہ ہو جائیں گے، سائلین زیادہ ہو جائیں گے اور جواب دینے والے کم ہو جائیں گے۔

علم عمل سے بہتر

اَلْعِلْمُ فِیْهِ خَیْرٌ مِنَ الْعَمَلِ

[اسد الغابة فی معرفة الصحابة فی ذکر عبد الله بن خالد بن سعد][تاریخ دمشق فی ذکر حکیم بن حزام]

میرے صحابہ وہ زمانہ بھی آئے گا کہ جس میں علم پڑھنا عمل سے بہتر ہوگا ایک شخص خود نیک ہے، رات کو تہجد بھی پڑھتا ہے، نوافل پڑھتا ہے، دن رات وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے اور اس کے دائیں بھی برائی ہو رہی ہے اور اس کے بائیں بھی برائی ہو رہی ہے، آگے بھی برائی ہو رہی ہے اور اس کے پیچھے بھی برائی ہو رہی ہے۔ اس کا کیا فائدہ کہ خود تو اسے نجات مل جائے گی مگر جو پورا ماحول جھلس رہا ہے اس کو کون بچائے گا۔

عالم و عابد میں ستر درجوں کا فرق

اس واسطے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

بَيْنَ الْعَالِمِ وَالْعَابِدِ سَبْعُوْنَ دَرَجَةً

عالم دین اور عابد کے درمیان ستر درجے ہیں اور ہر درجہ سو درجے میں ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان ستر سال تیز رفتار گھوڑے کے چلنے کی مسافت ہے۔ اتنی دوری اور اتنے درمیان میں درجے کی بلندی رکھی گئی ہے۔ اس واسطے فرمایا یہ ایسی صورت میں اکیلا بچے گا لیکن اگر اسکو خدا نے توفیق دی تو لاکھوں کو بچائے گا، زبان کی تاثیر بھی اس کے لیے ضروری ہے لیکن ایک اس کا وقت ہے وہ صبح اٹھے ایک سبق پڑھائے پھر دوسرا سبق پڑھائے پھر تیسرا پھر چوتھا سبق تو اس طرح وہ نوافل کس ٹائم پڑھے وہ پچھلے ٹائم کے وظائف اور اسباق کا مطالعہ کرتے کرتے طلوع صبح ہو جائے وہ نماز پڑھتا ہے اور باقی اس کے لیے اوقات نہیں بچتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہی ہے اس کا ایک ایک سانس روزے اور قیام کے برابر ہے۔

علم دین کے تفکر پہ روزے کا ثواب

محبوب علیہ السلام کے کیا خوب الفاظ ہیں۔

وَالتَّفَكُّرُ فِيْهِ يَعْدِلُ بِالصِّيَامِ

میرے علم میں جو سوچے گا روزے کا ثواب پائے گا۔

وَمُدَارَسَتُهٗ بِالْقِيَامِ بِهٖ يُطَاعُ اللّٰهُ وَيُعْبَدُ وَبِهٖ يُمَجَّدُ وَيُوَحَّدُ وَبِهٖ تُوْصَلُ الْاَرْحَامُ وَبِهٖ يُعْرَفُ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ

[تفسیر الرازی زیر آیت و علم آدم الاسماء کلها]

میرے علم کو جو پڑھائے گا، مدرس بن جائے گا، میرا علم جو پڑھائے گا اس کی تدریس پڑھانے کا جو عمل ہے اس کو اس پر قیام اللیل کا ثواب ملے گا جیسے وہ رات بھر جاگتا رہا ہے اس واسطے وہ خیر جو کہ اب جس کو خزانہ بنایا گیا ہے اس کے مقام کے پیش نظر اس کو گلیوں میں پھینک نہیں دیا گیا اس کو خزانہ بنایا گیا ہے اور اس کی چابیاں رکھی گئی ہیں تاکہ چور لٹیرے اس دین کو لوٹ کر ضائع نہ کر سکے اس کو محفوظ خزانہ بنا دیا گیا پھر جن پر اعتماد تھا ان کو چابیاں بنا دیا گیا جن میں علم نافع رکھا جہاں سے علم چلتا ہے تقسیم ہوتا ہے اس مرکز کا ادب بھی ہر وقت اس کے سینے میں موجود رہے۔

چابیوں کے مختلف انداز

کہیں یہ چابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے روپ میں موجود ہے، کہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے روپ میں موجود ہے، کہیں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود ہے، کہیں حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود

ہے، کہیں امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام مسلم رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں ابن ہمام رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام رازی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام غزالی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے۔ یہ وہ چابیاں ہیں جو اس فیض کو دنیا میں عام کرنے والی ہیں۔

﴿ایک آدمی کی اصلاح دنیا و مافیھا سے بہتر﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالی یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تھا تو فرمایا تھا:

لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" ......

[احیاء العلوم الدین الباب الاول فی فضیلة التعلیم]

اے معاذ میں تمہیں یمن بھیج رہا ہوں تمھارے دل میں جو میرے پاس بیٹھنے کا شوق ہے مجھے پتہ ہے کہ وہ شوق کتنا ہے اور ہر وقت میری باتیں سننے کی جو محبت ہے مجھے معلوم ہے تجھے کتنی محبت ہے۔ تم نے سب کچھ چھوڑ کے میری محفل کو پسند کیا تھا اور آج میں تمھیں دور بھیج رہا ہوں۔ اے معاذ یاد رکھو!

اگر تمھاری تبلیغ سے ایک بندہ بھی راہ راست پر آ گیا۔

خَيْرٌ لَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا [احیاء العلوم الدین الباب الاول فی فضیلة التعلیم]

پوری دنیا سے وہ عمل بھاری ہو جائے گا اور و مافیھا سے بھی وہ عمل بھاری ہو جائے گا۔

اگر تمھاری تبلیغ پر اللہ نے ایک آدمی کو بھی راہ راست پر چلا دیا تو یہ تمہارے لئے دنیا اور اس میں جو کچھ ہے ان سب سے بہتر ہے۔

﴿علما زمین پہ یوں جیسے آسماں میں ستارے﴾

اس کے بعد نبی کریم ﷺ فرمانے لگے:

إِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْأَرْضِ كَمَثَلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ يُهْتَدٰى بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ......[مسند امام احمد فی مسند انس بن مالك 12189]

میری امت کے علماء زمین والوں کے لیے یوں ہیں جیسے آسماں والوں کے لیے ستارے ہیں جیسے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں ایسے زمین والوں کے لیے یہ ستارے چمکتے ہیں اور آسماں کے ستاروں کو دیکھ کر اندھیرں میں راستے معین کیے جاتے ہیں اور پھر منزل معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا ایسے ہی زمین پر جس کو علم نافع مل گیا جس کو علم صحیح مل گیا وہ ایسا ستارہ بنا دیا گیا کہ انہیں دیکھ کر صراط مستقیم کا تعین کریں گے اور جتنے لوگ بھی منزل پر پہنچے گے ان کی روشنی کا حصہ اس میں موجود ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے قیامت تک اپنے دین کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی امت کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اس طرح متوجہ کیا کہ جو جس طرف بھی جائے کم از کم ایک جماعت ایسی موجود ہے۔ جو صرف خطیب نہیں بلکہ فقیہ بھی ہو، جو دین کو صحیح جاننے والی ہو، دلائل سمجھنے والی ہو، اس کو قرآن وسنت کے علوم کی مہارت ہو وہ جماعت چلتی رہے اور بڑھتی رہے۔

﴿میدان حشر میں علماء کا اعزاز﴾

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ہوگا۔

إِذَا اجْتَمَعَ الْعَالِمُ وَالْعَابِدُ عَلَى الصِّرَاطِ ، قِيْلَ لِلْعَابِدِ ادْخُلِ الْجَنَّةَ

وَتَنَعَّمْ بِعِبَادَتِكَ وَقِيْلَ لِلْعَالِمِ قِفْ هُنَا وَاشْفَعْ لِمَنْ أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ لَا تَشْفَعُ لِأَحَدٍ إِلَّا شُفِّعْتَ فَقَامَ مَقَامَ الْأَنْبِيَاءِ [کنز العمال رقم الحدیث 28688]

پرہیز گار آدمی جو عالم نہیں ہے اس کو قرآن وسنت پر عبور نہیں ہے بڑا اچھا انسان ہے۔ جو معاشرے میں غیرت مند ہے۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ارشاد فرمائیگا تو جنت میں داخل ہو جا

عالم دین کی شفاعت

وَقِيْلَ لِلْعَالِمِ قِفْ هُنَا وَاشْفَعْ لِمَنْ أَحْبَبْتَ

عالم سے کہا جائے گا کہ ٹھہر جا، اکیلا جنت میں نہیں بلکہ اور لوگوں کو بھی ساتھ لے جا۔ تو شفاعت کر سفارش کر لوگوں کی جس کی تو سفارش کرے گا۔ اسے بھی تیرے ساتھ بھیج دیا جائے گا اس واسطے دنیا میں لوگوں کی بہتری کے لیے جہاد کرتا تھا۔ اور فرمایا کہ تو فرمان سناتا رہا اور تبلیغ کرتا رہا آج تو اکیلا جائے گا یہ تیری شان کے لائق نہیں لہذا کھڑا ہو جا۔

جتنوں کے لیے شفارس کرے گا اتنے لوگوں کے جلوس میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

دعوت فکر

اس واسطے میں دعوت فکر دیتا ہوں کہ تم پکا ارادہ کر لو کہ ہم ایک ایسی انقلابی سوچ کے ساتھ اپنی اولاد میں سے علماء تیار کریں اور علم صحیح ان کو دلوانے کی کوشش کریں گے۔ دیکھیے آج ہر سہولت میدان میں آگئی ہے چھوٹے چھوٹے کورس متعارف ہو گئے ہیں، دو دو سال کا، چار چار سال کا اور وہ بھی اپنی جگہ غنیمت ہے۔ اس واسطے کچھ ان کے لیے لوگ نہیں مل رہے، کہاں ہیں وہ کہ جو پندرہ سال پڑھتے یا بیس سال پڑھتے

ہمارے جو اسلاف ہیں ان کی کوششیں اور کاوشیں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ایک آیت کے ایک لفظ کی تفسیر میں چودہ سال بسر کیے۔

مَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ...... [سورة النساء رقم الآية :100]

اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اس کو موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

طَلَبْتُ اِسْمَ هٰذَا الرَّجُلِ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً......

[تفسیر قرطبی ج5 ص:348 بیروت]

میں نے چودہ سال تک اس آدمی کا نام تلاش کیا وہ کون ہے؟ جو نکلا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی یہ علم کا جو سیلاب ہے کتابوں کے اندر جو موجود ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے کہ لکھی ہوئی آسمان سے آئی ہیں۔

﴿علم دین سیکھنے سے آتا ہے﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا!

إِنَّ الرَّجُلَ لَا يُوْلَدُ عَالِماً ، وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ

[مصنف ابن ابی شیبة جزء 6 رقم الحدیث :]

تابعین سے کہنے لگے کوئی غلط فہمی تمہیں نہ ہو، کوئی عالم پیدا نہیں ہوتا پڑھنے سے علم آتا ہے وہ کچھ خاص لوگ ہیں جنہیں علم لدنی عطا کیا جاتا ہے عمومی طور پر پڑھنا پڑتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی بھی عالم پیدا نہیں ہوتا بلکہ علم تو پڑھنے سے آتا ہے۔ یہ کتابیں لکھی ہوئیں، یہ لائبریریاں بھری ہوئی پانچ پانچ

ایکڑ کی لائبریریاں کتابوں کی بھری ہوئی، یہ ایک دومنٹ میں نہیں لکھی گئی ہیں اور ان میں جو کچھ مواد ہے وہ ایک دو گھنٹے کا نہیں ہے بلکہ ان کی تو اس میں زندگیاں صرف ہو گئیں، ان کے کلیجے پگھل گئے، وہ راہ علم میں سفر کرتے کرتے تھک ہار گئے لیکن پھر بھی ان کا کاروان ہمت نہیں ہارا۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول کی۔ شبنم نے بجھائی ہو گی

یہ فقہ کے قرآن وسنت کی تعلیم کو سن لینا اس سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے یہ سب اس کی کاوش ہے بلکہ اس کے پیچھے ہمارے اسلاف کی محنتوں کے کتنے جہاں آباد ہیں اور یہ کتنا لمبا سلسلہ ہے۔ یہ شبنم جو ایک پھول پہ نظر آئی ہے یہ اچانک نہیں آئی۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہو گی

یہ فقہ کی کتابیں، یہ تفسیر کی کتابیں، یہ حدیث کی کتابیں، یہ لاکھوں کتابیں، یہ بائی چانس نہیں محنت اور شوق سے لکھی گئی ہیں۔ ان کے لیے جگر پگھلائے گئے ہیں ان کے لیے کتنی محنت کی گئی ہے اور یہ محنتیں قیمت کے لیے نہیں بلکہ ہمارے لیے کی گئی ہیں۔

ہائے افسوس وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس ضیاء جاتا رہا

﴿ہمارے اسلاف کی محنتیں اور کاوشیں﴾

ہمارے اباء واجداد کے خون کی کمائی، خون کا نچوڑ اور محنت کا صلہ ہے لیکن وہ کتابیں بند ہیں اور پڑھنے کے لیے کوئی صلاحیت موجود نہیں۔ عربی گرائمر پڑھنے کے لیے کئی سال لگانے پڑتے ہیں۔ ساٹھ علوم میں مہارت حاصل کرنا پڑتی ہے پھر جا کر

پتہ چلتا ہے۔مگر ہمارے ہاں سہل پسندی اور پھر چھوٹے چھوٹے نصاب منتخب کیے جارہے ہیں اور وہ پڑھنے کے پیچھے بھاگتے جارہیں۔موجودہ دور میں ہمارے طلبا کی کھیپ تباہ و برباد ہورہی ہے جو چند شعر پڑھ لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جیسے اس نے علم کے آسمان کو ہاتھ لگالیا ہے۔

﴿علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالی کا تیمور لنگ کو جواب﴾

یہ کیسا ہمارا علم و حکمت کا سلسلہ تھا اور اس کے پیچھے کتنی محنت تھی ایک مرتبہ حضرت علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالی تیمور لنگ کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور وہ اتنی شدید ہوئی کہ جب اس شدید بارش کا سیلاب آیا تو علامہ تفتازانی اٹھے اور کہنے لگے کہ میں گھر جاتا ہوں۔حاکم وقت تیمور لنگ نے پوچھا کہ تم کیوں اٹھ کھڑے ہو تو آپ کہنے لگے اس واسطے اٹھ کھڑا ہوا ہوں کہ یہ بڑا سیلاب ہے کہیں تیرے دربار کی دیواریں گر نہ پڑیں تو میں مر جاؤں گا۔تو اس واسطے میں اٹھ بیٹھا ہوں تو اس نے کہا کہ تم ایک مولوی ہو اور میں ملک کا حکمران ہوں میرے مرنے میں زیادہ نقصان ہے تمھارے مرنے میں نہیں۔ایسے کئی لوگ ہیں تمھیں اتنا خطرہ کیوں لاحق ہو ا۔قربان جاؤں حضرت امام تفتازانی کے جواب پر فرمانے لگے !اے تیمور لنگ تو مرے گا تو کیا نقصان ہوگا تیری جگہ بیٹھنے کے لیے ہزاروں گدھے موجود ہیں اور فورا تیری جگہ کوئی نہ کوئی بیٹھ جائے گا اور میری جگہ وہ بیٹھے گا جو تیس سال تک جنگلوں اور صحراؤں میں خاک چھانے گا۔پھر امام تفتازانی بنے گا پھر آ کے میری مسند پر بیٹھے گا اور پھر پڑھا سکے گا کوئی بائی چانس نہیں بن سکے گا،ایک دو سال میں نہیں بن سکے گا، تیس سال تک دن رات جگر پگلائے گا پھر تفتازانی بنے گا۔اس واسطے تیرے مرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور تیری سیٹ کو فوراپُر کرلیا جائے گا۔اور جو میرے والی سیٹ ہے ہوسکتا ہے کہ صدیوں تک کوئی پُر نہ کر سکے۔

اصل میراث علم دین ہے

ہمیں اپنی اصل میراث کی طرف متوجہ ہونا چاہیے یہ سارے جدید علوم بڑے ضروری ہیں مگر وہ تابع ہے اصل میں علم علم دین ہے۔ یہ علم دین سارے علوم کا امام ہے، یہ پیشوا ہے اور یہ قائد ہے۔ یہ کیسی بات ہے لوگوں نے قائد کو چھوڑ کے جو پیچھے مقتدی ہیں ان کو اپنا امام بنالیا ہے۔ ان کو اپنے لیے امام بنالیا، ان کو اپنے لیے پیشوا بنالیا یہ رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا تحفہ ہے اور آپ کی دی ہوئی سوغات ہے اور رسول اللہ ﷺ کی دعائیں ہر حال میں اس آدمی کے شامل حال ہیں جو اس دین متین کو پڑھنے والا ہے۔

نبی علیہ السلام نے طالب علم کو خوش آمدید کہا

حضرت سوان بن اسال کہتے ہیں میں مسجد نبوی میں گیا تو سرکار ﷺ تشریف فرما تھے میں نے جا کے ان کو عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ إِنِّي جِئْتُ أَطْلُبُ الْعِلْمَ،

میں آیا ہوں آپ سے پڑھنے کے لیے الفاظ دیکھیے میں آپ سے پڑھنے آیا ہوں۔

فَقَالَ": مَرْحَبًا بطالبِ الْعِلْمِ

[العجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث 7196]

تو رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا! اے طالب علم میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ کیسا مرتبہ ہے، کیسا مقام ہے، کتنا اونچا مرتبہ ہے۔

مَرْحَبًا بطالبِ الْعِلْمِ...... یہ الفاظ بولے فرمایا تو پڑھنے آیا ہے تو میں پڑھانے آیا ہوں تجھے مرحبا کہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا! میرے صحابہ لوگ دور دراز سے اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا کے پہنچے گے مدینہ شریف میں جس وقت وہ تمھارے پاس آجائے۔

﴿طلباء کو خوش آمدید کہیں﴾

إِنَّهُ سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ مِنْ بَعْدِي يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ فَرَحِّبُوا بِهِمْ وَحَيُّوهُمْ وَعَلِّمُوهُمْ ......[سنن ابن ماجه باب الوصاة بطلبة العلم رقم الحديث :244]

یہ تم پر لازم ہے کہ جو آئے تم نے اس کو جھڑکی نہیں دینی بلکہ خوش آمدید کہنا ہے ان کو رَحِّبُوا کہو ان کو مرحبا کہو خوش آمدید کہو اس واسطے جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے وہ اس شوق میں تمھارے پاس پہنچتے رہیں گے۔

﴿آیئے اپنے اندر احساس پیدا کریں﴾

اس واسطے نبی کریم ﷺ کے دین کی حقیقی روح کے لیے ہمیں اس فن کے سپیشلسٹ تیار کرنے چاہییں۔ تمام دنیوی مصروفیات کو چھوڑ کر دس پندرہ سال کیلئے ان کی توجہ کا مرکز اور اس کے خیال کا محور صرف اور صرف قرآن وسنت اور اس کے معاون علوم ہونے چاہییں۔ تاکہ ہمارے پاس ایسی چابیاں موجود ہوں جس سے خیر کے دروازے کھلتے چلے جائیں۔ یہ کیسی ہماری بدنصیبی ہوگی کہ خزانہ تو ہو مگر چابیاں نہ ہوں۔ خزانہ یقیناً موجود ہے اور ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اب یہ ہماری ہمت پر ہے کہ چابیاں کتنی بنتی ہیں اور چابیاں کتنی اس خزانے کو تقسیم کرتی ہیں۔ خزانے والے خود ہمیں یہ حکم فرما رہے ہیں کہ میری امت جتنی بھی چابیاں بنا سکتے ہو بنالو میرا خزانہ ختم نہیں ہو گا۔ یہ ہماری طرف سے نہایت غفلت ہوگی اگر ہم نے چابیاں بنانا چھوڑ دیں اور اپنی اولاد کو علم دین پڑھانا چھوڑ دیا اور ان کو آگے اس میدان میں بڑھانا چھوڑ دیا تو پھر ایک وبال ضرور آجائے گا، نحوست مزید چھا جائے گی، جہالت مزید آجائے گی۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہمیں علم وحکمت کا یہ پیغام مزید آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

باب نمبر

2

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حفاظت دین

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِى جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور اسکی توفیقِ رفیق سے آج جامع مسجد رضائے مجتبیٰ میں خطبہ جمعۃ المبارک میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حفاظت دین

وہ لوگ جن کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا، جنہوں نے رسول پاک ﷺ کو حالت ایمان میں دیکھا اور مقام صحابیت پر فائز ہوئے ان میں جس کو سب سے زیادہ مقام ومرتبہ ملا وہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی صحابیت کے لیے صحابہ کرام کا انتخاب خود خالق کائنات نے کیا اور آپ ﷺ کی خلافت کیلئے روز ازل سے خالق کائنات نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا تھا۔ ان تمام صحابہ کرام میں سے سید عالم ﷺ کی صحبت اور آپ کی تعلیمات کے سب سے زیادہ اثرات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مرتب ہوئے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام

اور آپ کی رفعت مقام پر قرآن مجید کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے متعدد فرامین آپ کے مقام و مرتبہ کو متعین کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

اور وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔ [سورۃ الزمر آیت نمبر 33]

اس آیت کریمہ میں صدق لانے والی ذات رسول اکرم ﷺ کی ذات ہے اور سچ کی تصدیق کرنے والی ذات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات ہے اگرچہ اس تصدیق کرنے کے مقدس فعل میں ہزاروں لاکھوں لوگ شریک ہو گئے لیکن جس نے رسول اکرم ﷺ کی تصدیق عجیب انداز میں کی وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو بھی میں نے اسلام کی دعوت دی اس کے لئے کوئی نہ کوئی رکاوٹ تھی، کوئی نہ کوئی تردد کرنے کا اس کے پاس کوئی ذریعہ تھا۔ لیکن حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات وہ ہے جس وقت میں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر کسی تردّد کے میری دعوت کو قبول کرلیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دنیا میں جنت کی خوشخبری

اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا۔

[بخاری جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 203]

جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جس کو جہنم کی آگ سے آزاد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب عتیق﴾

ایک حدیث پاک میں آپ نے عتیق کا لفظ استعمال کیا۔ (جامع ترمذی کتاب المناقب حدیث 3612) عتیق کا معنی ہے شرافت والا، کعبہ کو بھی عتیق کہا گیا، اس کا معنی ہے پرانا گھر اور شرافت والا گھر اور عتیق کا معنی آزاد شدہ گھر بھی ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لقب کے طور پر جب لفظ عتیق کا استعمال ہوا ہے تو اس کا معنی ہے: جہنم کی آگ سے آزاد کیا گیا۔ یعنی جو یقینی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبی شرافت﴾

آپ کا نام نامی اسم گرامی عبد اللہ ہے اور آپ کے والد کا نام ابو قحافہ ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعزاز ہے کہ آپ کی چار پشتوں کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ بھی صحابی ہیں اور آپ کے والدین بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں اور آپ کے پوتے بھی صحابی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کہا جاتا ہے اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کا لقب کسی شخص کی طرف سے نہیں ملا بلکہ آپ کو یہ لقب اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کی طرف

سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس لقب کو نازل فرمایا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہنے کی وجہ

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ سفر معراج سے واپس تشریف لائے اور قریش کے سامنے اس کا اعلان کیا

تو قریش نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد قریش حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے، وہ انہیں اپنا ہم نوا بنانا چاہتے تھے کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص رات کے تھوڑے سے حصے میں مکہ شریف سے مسجد اقصیٰ جائے اور پھر مسجد اقصیٰ سے ساتویں آسمان تک چلا جائے پھر عرش عظیم اور جنت کی سیر کرے اور پھر یہ کہے کہ میں رب کا دیدار کر کے آیا ہوں۔ تو کیا اتنا لمبا سفر تھوڑے سے وقت میں ایک آدمی طے کر سکتا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بظاہر تو یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر انھوں نے کہا کہ جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو اور جن کی ہر بات کی تم تصدیق کرتے ہو انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ ان کافروں کی یہ بات سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اگر رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے تو ابھی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان کے لئے تو اس سے بڑے امر کی صبح و شام تصدیق کرتا ہوں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ آپ کو اسی تصدیق کی وجہ سے صدیق اکبر کہا جاتا ہے۔ (روح المعانی جلد 10 صفحہ 355)

واقعہ معراج کی تصدیق کا منفرد انداز

اس میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی جس

انداز میں تصدیق کی وہ بڑا نرالا انداز تھا۔ جس وقت آپ کے پاس ایک روایت پہنچی، روایت پہنچانے والے ابو جہل اور اس کے ہم نوا تھے اور انہوں نے ایک عجیب انداز میں یہ واقعہ پیش کیا۔ پہلے انہوں نے ایک اجنبی شخص کے بارے میں کہا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس اجنبی شخص کے بارے میں انکار کیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے اپنی بات کا رخ بدلا اور کہنے لگے وہ جن کا تم نے کلمہ پڑھا ہے انہوں نے یہ کہا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً کہا کہ میں اس عظیم واقعہ کی تصدیق کرتا ہوں۔

﴿امت مسلمہ کے لئے اہم اصول کا ثبوت﴾

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس انداز میں تصدیق کے طریقے سے ایک اصول ثابت ہوتا ہے۔ کسی بات کی تصدیق یا تکذیب کیلئے ضروری ہے کہ اس بات کے پہنچانے والے راوی کو دیکھا جائے وہ شخص کیسا ہے؟ لیکن رسول اکرم ﷺ کی شان کے اظہار کی خاطر راوی کو نہیں دیکھا جائے گا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے بلکہ اس کی بات کی تصدیق کر دی جائے گی جس سے شانِ رسول ﷺ کا اظہار ہو رہا ہو۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز دیکھیں کہ جب رسول اکرم ﷺ کے ایک وصف کو بیان کرنے کی بات آئی یا اس کو ثابت کرنے کی بات آئی اگرچہ اس کا راوی پرلے درجے کا جھوٹا انسان تھا جس کو ابو جہل کہا جاتا تھا لیکن اس میں چونکہ رسول اکرم ﷺ کی شان اور عظمت کی بات تھی ایسے موقع پر آپ نے راوی کی طرف توجہ نہیں کی، راوی کی بات کی طرف توجہ کرتے ہوئے آپ نے رسول اکرم ﷺ کے اس منصب کی تصدیق کر دی۔

ابو جہل سے کمزور اور کذاب راوی اور کون ہو سکتا ہے یہ اور اس کے ہمنوا جن کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں تھا جو زمانے کے کذاب لوگوں میں سرفہرست تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ میں اس کی تصدیق تب کروں گا جب یہ روایت مجھے قوت کے ساتھ پہنچے گی یا جب اس روایت میں کوئی شک نہیں ہوگا بلکہ آپ کے ہاں رسول اکرم ﷺ کے اوصاف اور آپ ﷺ کے کمالات کا اظہار روایت کا مرہون منت نہیں تھا۔ اس واسطے بظاہر اس روایت کو پہنچانے والا ایک جھوٹا انسان تھا لیکن حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی زبان کو نہیں دیکھا بلکہ نبی پاک ﷺ کی شانِ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی اس عظمت اور شان کی تصدیق کر دی۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سنہرا انتخاب﴾

رسول اکرم ﷺ نے جو آپ کا یہ وصف ارشاد فرمایا کہ ''میں نے جس پر بھی اسلام کو پیش کیا اس نے کچھ تردّد کیا، کچھ سوچ و بچار کی اور مجھ سے معجزات کا مطالبہ کیا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ انسان ہیں کہ ایک لمحے ان پر میں نے دعوت پیش کی اور دوسرے لمحے انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا۔'' حقیقت میں خالق کائنات کی طرف سے یہ ایک سنہری انتخاب تھا کہ جس کا تذکرہ پہلی کتابوں میں بھی آ چکا تھا اس واسطے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے مکہ شریف میں اپنی رسالت کا اور خالق کائنات کی توحید کا اعلان کیا اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ شریف میں موجود نہیں تھے۔

﴿یمنی شیخ سے ملاقات﴾

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت یمن کے سفر پر تھے۔ یمن میں آپ تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے وہاں آپ کی ملاقات ''ازد'' کے

ایک شیخ سے ہوئی جو کہ آسمانی کتابوں کا ماہر تھا اور پورے شہر یمن کے اندر اس کے علم کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔

﴿یمنی شیخ کے چار سوالات﴾

سیدنا صدیق اکبر جب ان سے ملے تو اس شیخ نے آپ کو دیکھتے ہی پوچھا:

أَحْسَبُكَ حَرَمِيًّا مجھے لگتا ہے کہ تم حرم شریف سے آئے ہو۔

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا:

نَعَم...... ہاں! میں حرم سے آیا ہوں میں مکہ سے آیا ہوں۔

دوسرے نمبر پر انہوں نے سوال کیا

أَحْسَبُكَ قَرَشِيًّا؟...... مجھے لگتا ہے کہ تم مکہ شریف کے خاندان قریش سے تعلق رکھتے ہو۔

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہا: ہاں میرا تعلق خاندان قریش سے ہے۔

تو وہ شیخ کہنے لگے کہ

أَحْسَبُكَ تَيْمِيًّا؟ ...... میں یوں محسوس کر رہا ہوں کہ تم قریش کی جو شاخ بنی تیم ہے اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا:

نَعَمْ اَنَا مِنْ تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ۔...... میرا تعلق بنی تیم بن مرہ کے ساتھ ہے۔

یہ تین سوال انہوں نے کیے، اپنی فراست کے مطابق جو انہوں نے سمجھا تھا اس میں وہ صداقت کو پہنچے۔ شیخ جو آسمانی کتابوں کے ماہر تھے اور بہت سا علم رکھتے تھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے متعارف نہیں تھے پہلی ملاقات میں دیکھتے ہی تین

سوال سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو انہوں نے کیے، جوابات سے ان کے دل کا فیصلہ درست ثابت ہوا۔

انہوں نے اس کے بعد چوتھا سوال کیا:

بَقِيَتْ لِيْ فِيْكَ وَاحِدَةٌ قُلْتُ مَا هِيَ؟ قَالَ اكْشِفْ لِيْ عَنْ بَطْنِكَ۔

ایک نشانی باقی ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ شیخ کہنے لگے: اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیں میں ایک نشانی دیکھنا چاہتا ہوں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اس وقت تک پیٹ سے کپڑا نہیں اٹھاؤں گا جب تک آپ مجھے یہ بیان نہیں کرتے کہ میرے بارے میں کس چیز کی تحقیق کر رہے ہو اور مجھ سے سوال کر کے تم کونسی اپنی جستجو کو پورا کرنا چاہتے ہو میری شخصیت میں تمہیں کس چیز کی تلاش ہے؟ آپ یہ پہلے بیان فرمائیں کہ آپ کس چیز کو ڈھونڈ رہے ہیں پھر میں اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاؤں گا۔

﴿سابقہ کتابوں میں تذکرہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ﴾

تو شیخ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے:

لَقَدْ اَجِدُ فِيْ عِلْمِ الصَّحِيْحِ اَنَّ نَبِيًّا يَبْعَثُ فِيْ الْحَرَمِ۔

میں نے علم صحیح میں پڑھا ہے کہ حرم شریف میں ایک نبی مبعوث ہونگے مکہ شریف میں ایک نبی آئیں گے نبوت کا وہ اعلان کریں گے۔

يُعَاوِنُ عَلٰى اَمْرِهٖ فَتًى وَّكَهْلٌ

جس وقت اعلان نبوت کریں گے ان کے کاروان میں فوراً دو شخص شریک ہو جائیں ایک نوجوان ہوگا اور ایک ادھیڑ عمر کا ہوگا۔ وہ ان کا فوراً جھنڈا اٹھالیں گے اس کارواں کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی کوششیں صرف کردیں گے ان میں سے جو ادھیڑ

عمر کا ہے اس کا رنگ سفید ہوگا وہ نحیف بدن والا ہوگا

فَوْقَ سُرَّتِہٖ شَامَۃٌ وَعَلٰی فَخِذِہِ الْیُسْرٰی عَلَامَۃٌ

اس کی ناف کے اوپر تل کا ایک نشان ہوگا اور ان کی بائیں ران پر ایک علامت ہوگی۔ ران والی علامت تو میں نہیں دیکھ سکتا لیکن جو ناف کے اوپر والی علامت ہے وہ میں دیکھ سکتا ہوں میں نے پہلے آسمانی کتابوں میں اس عظیم پیغمبر کے کارواں میں شامل ہونے سے پہلے ادھیڑ عمر انسان کی جو علامات پڑھی تھیں باقی ساری میں نے پا لی ہیں۔

بَقِیَتْ فِیْكَ وَاحِدَۃٌ۔ صرف ایک علامت باقی رہ گئی ہے اس کے پا لینے کے بعد میں فیصلہ کر سکوں گا کہ واقعی میں نے اس عظیم شخص کو تلاش کر لیا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جس وقت اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو شیخ کہنے لگے: هُوَ اَنْتَ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ مجھے رب کعبہ کی قسم ہے وہ تم ہی ہو جس کا ذکر خالق کائنات نے پہلی کتابوں میں کیا ہے۔ حرم میں نبی مبعوث ہوں گے ان کے کارواں میں وہ ادھیڑ عمر شریک ہو جائیں گے، ان کا جھنڈا لے کر دنیا کے کونے کونے میں لہرانے کے لیے اور ان کے پیغام کو پہنچانے کے لیے اپنی پوری ہمت لگا دیں گے، خلافت کے منصب پر وہ فائز ہو جائیں گے، میرے پاس آنے والی ساری علامتیں میں نے تجھ میں پا لی ہیں۔

یہ علامت دیکھنے کے بعد انہوں نے مبارک دی کہ تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قائد الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے پسند فرمایا ہے، ان کے پیغام کو عام کرنے کیلئے ان کی نیابت اور خلافت کے لیے، ان کا مشکل اوقات میں ساتھ دینے کے لیے خدا نے تمہیں پسند کیا ہے۔ لہذا میں تم کو مبارک دیتا ہوں اور یہ نصیحت کرتا ہوں کہ کبھی اس راستے کو نہ چھوڑنا۔

یمنی شیخ کی نعتیہ شاعری

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان سے ملنے کے بعد میں کئی دن یمن میں رہا کئی اور شیوخ سے بھی ملاقات ہوئی واپس آنے لگا تو پھر میں ان سے ملا میں نے کہا کہ اب واپس جا رہا ہوں۔ وہ شیخ کہنے لگا:

أَحَامِلٌ أَنْتَ مِنِّيْ اَبْيَاتًا قُلْتُهَا فِيْ ذَالِكَ النَّبِيِّ ﷺ۔

[تاریخ دمشق فی ذکر عبد الله و یقال عتیق بن عثمان بن قحافه]

اگر تم واپس جا رہے ہو تو وہ نبی اکرم ﷺ جو حرم میں آئیں گے میں نے ان کی شان میں ایک نعت لکھی ہے اگر تم یہ کر سکو تو میرے شعر ان کی خدمت میں پہنچا دینا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے لیے سعادت ہے میں آپ کے لکھے ہوئے شعر ان کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔

نبی کریم ﷺ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند و بالا ہے آپ کی علامات تو آپ کی علامات رہیں خالق کائنات نے آپ کے دوستوں کے نشانات بھی لوگوں کو بتا رکھے تھے ان کو آسمانی کتابوں کا موضوع بنا دیا تھا ابھی آپ نے اعلان بھی نہیں کیا مگر جو اہل حق ہیں دور دور تک اس کو پہچاننے والے ہیں، مکہ شریف سے وہ سورج طلوع ہونے والا ہے جو اللہ کے نور سے ساری کائنات کو منور کر دیں گے پوری کائنات ان کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

واپسی پر مکہ کے حالات

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں واپس مکہ شریف آیا تو دیکھا کہ ماحول بدلا ہوا تھا جب گیا تھا تو اس وقت حالات اور تھے واپس آیا تو

حالات اور ہیں، مجھے مکہ شریف کے مرکزی گیٹ پر ہی کفار کا ایک وفد ملا ابوجہل وغیرہ نے کہا اے ابوبکر تمہارا دوست جن کے ساتھ تم نے بہت سے سال گزارے ہیں ان کی تم تعریفیں کرتے رہتے ہو۔

یَتِیْمُ اَبِیْ طَالِبٍ یَدَّعِیْ اَنَّہٗ نَبِیٌّ۔...... ابوطالب کے یتیم بھتیجے وہ یہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اے ابوبکر صرف تمھارا ہی انتظار تھا ہم نے پہلے کوئی جواب نہیں دیا ہم چاہتے تھے کہ آپ آجائیں اور خود اس بات کا جواب دیں۔ اَنْتَ النِّھَایَۃُ وَ اَنْتَ الْکِفَایَۃُ۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت﴾

آپ اس بات کا جواب دیں ہم نے یہ مسئلہ تم پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ قیادت دے کر آپ سے انکار کروانا چاہتے تھے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قیادت دیتے ہوئے اور ساتھ اس انداز میں اس مسئلے کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ سے پہلے ہم نے کوئی فیصلہ نہیں کیا، اب آپ آگئے ہیں لہٰذا جو فیصلہ کرو گے وہ ہم مان جائیں گے اگر کوئی پیغمبر ہوتا تو کسی اور گھرانے میں ہوتا یتیم بچہ نبی کیسے ہوسکتا ہے ساتھ ہی اپنے تاثرات بھی دے رہے ہیں اور آپ کو فیصلے کا حق بھی دے رہے ہیں۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نبی علیہ السلام سے ملاقات﴾

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جواب دیتا ہوں مجھے ایک مرتبہ ان سے ملاقات کر لینے دو میں مل لوں اس کے بعد میں جواب دوں گا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں گیا نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ الکبری کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ میں دروازے پر پہنچا اور اپنے آنے کی اطلاع دی نبی

کریم ﷺ جب باہر تشریف لائے تو آپ نے مجھے ملتے ہوئے کہا!

يَا اَبَا بَكْرٍ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ وَاِلَى النَّاسِ جَمِيْعًا۔

اے ابوبکر خدا نے مجھے تیرا بھی رسول بنایا ہے اور سارے لوگوں کا رسول بھی بنایا ہے۔

علم غیب نبوت مصطفیٰ ﷺ کی دلیل

نبی کریم ﷺ نے جب یہ پیغام دیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مَا دَلِيْلُكَ ؟ اس کی دلیل کیا ہے؟

یہ صدیق اکبر جن کے بارے میں سرکار ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جسے بھی اسلام کا پیغام دیا اس نے کچھ نہ کچھ رکاوٹ محسوس کی، صدیق نہیں رکے انہوں نے فورا میری دعوت کو قبول کر لیا ہے سیدنا صدیق اکبر مائل بحق اتنے تھے کہ سب کچھ تو یمن سے ہی قبول کر آئے تھے مگر ان کو جو لوگ فصیلِ شہر سے ملے ہیں ان کو جواب دینے کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اے میرے پیارے حبیب یہ آپ جو فرما رہے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے:

اَلشَّيْخُ الَّذِيْ لَقِيْتَ بِالْيَمَنِ ۔ میرے رسول ہونے کی دلیل وہ شیخ ہے جو تجھے یمن میں ملا ہے۔ کہاں مکہ شریف اور کہاں یمن اور کہاں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ملاقات۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے گئے تھے اعلان نبوت نہیں ہوا تھا بعد میں ہوا ہے واپس پلٹے ہیں تو دلیل پوچھی تو سرکار نے فرمایا ہے: اَلشَّيْخُ الَّذِيْ لَقِيْتَ بِالْيَمَنِ ۔

میری نبوت کی دلیل وہ شیخ ہے جس سے یمن میں ملے ہو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے ہی واصل باللہ اور بات کو پا لینے والے تھے مگر ان لوگوں کو جواب دینے کے لیے جو آپ پر فیصلہ رکھے ہوئے تھے اس واسطے پوچھ رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوسرا سوال کیا!

كَمْ مِنْ شَيْخٍ لَقِيْتُه' بِالْيَمَنِ۔ یمن میں میں کسی ایک شیخ سے تو نہیں ملا بہت سے شیوخ سے ملا ہوں، یمن میں میری ملاقات بہت سے شیوخ سے ہوئی ہے کس کو آپ اپنی رسالت کی دلیل بتا رہے ہیں۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اَلَّذِیْ اَفَادَكَ الْاَبْيَاتَ۔ میں اس شیخ کی بات کر رہا ہوں جس نے تجھے میری نعت دے کے بھیجا ہے، یہ دوسری خبر تھی تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: **هَاتِ يَدَكَ اُبَايِعُكَ۔**

محبوب اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

فَانْصَرَفْتُ وَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَشَدُّ سُرُوْرًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِاِسْلَامِيْ [تاریخ دمشق فی ذکر عبد اللہ و یقال عتیق بن عثمان بن قحافہ]

میں واپس لوٹ رہا تھا کہ اس وقت مکہ کی وادی میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو میرے اسلام لانے پر خوشی نہیں تھی۔

نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی وسعتیں

نبی کریم ﷺ کی نگاہ نبوت کی وسعت دیکھیے اور سرکار ﷺ کا علمی فیضان دیکھیے کہ خالق کائنات نے آپ کو کتنا نوازا ہے آپ بیٹھے تو مکہ شریف میں تھے مگر یمن کے حالات سے بھی مطلع تھے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب پوچھا

آپ نے فوراً دو غیب کی خبریں دے کر امت کو بتا دیا کہ اس امت کے پہلے فرد جس وقت دائرہ اسلام میں داخل ہور ہے تھے تو معجزہ علم غیب کو دیکھ کر ہو رہے تھے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مشرکین کو جا کر کہا بات یہ ہے کہ تم نے فیصلہ مجھ پر چھوڑا ہے میں تمھیں بتاتا ہوں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہتے ہیں زمین پر بیٹھ کر عرش بریں کی جو خبر دے رہے ہیں یہ سچی خبر ہے میں نے یمن میں کچھ باتیں سنی تھیں وہاں جب میں لوگوں سے مل رہا تھا تو وہاں کوئی پیغام رساں ادارہ نہیں تھا اور ملاقات میں جو کچھ بات چیت ہوئی ہے کوئی اس کی رپورٹ پہچانے والا نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں جب لوگوں سے ملا ہوں سارے کے سارے لوگ اور جو کچھ باتیں ہوئی ہیں ہو بہو سرکار ﷺ نے مجھے بتا دی ہیں لہذا میرے دل نے تصدیق کر دی ہے کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا ہے سچ نکلتا ہے کیونکہ جو خدا کا پیغمبر ہو بس وہی ایسی غیب کی خبریں دے سکتا ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوال کی حکمتیں﴾

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے یہ دو سوال کیے، آپ کا دل تو پہلے ہی مائل تھا لیکن آپ نے مشرکینِ مکہ کا جواب دینے کے لیے سوال کیے تھے۔ اس سے مزید مسلکِ حق کی وضاحت بھی ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ وہ عظمت والے رسول ہیں کہ دنیا کو جب پہلا سبق پڑھا رہے تھے اس کے اندر سرکار ﷺ اپنے علم کی جھلک پیش کر رہے تھے۔ میں وہ نہیں ہوں کہ جس کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ میں وہ ہوں کہ مکہ شریف میں بیٹھ کر یمن کے حالات کو جانتا ہوں۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیغام امت تک پہنچا دیا۔ اسد الغابہ جو بہت سی جلدوں پر مشتمل کتاب

ہے اس کے اندر یہ بات سند کے ساتھ موجود ہے۔ لہٰذا حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہیں کہ جن کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی موجود تھا اور پھر انتخاب اس انداز میں ہو چکا تھا اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو خوشخبریاں مل رہی تھیں۔

﴿صحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اولین انتخاب﴾

خالق کائنات نے جن لوگوں کو رسول ﷺ کی صحابیت کا شرف بخشنا تھا ان کا انتخاب روز ازل سے تھا چونکہ سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَ لِیْ أَصْحَابِیْ۔

[المعجم الکبیر للطبرانی باب الالف من اسمہ احمد رقم الحدیث 463]

خالق کائنات نے اپنے لیے مجھے چنا اور میرے لیے میرے صحابہ کو چنا۔

﴿حفاظت دین میں صحابہ کا کردار﴾

وہ عظیم اور برگزیدہ شخصیات جن کا بطور صحابی چناؤ رب ذوالجلال نے کیا ان سب کا زندگی بھر یہ کردار رہا کہ انہوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے میں دین کی تبلیغ کے لیے اور دین کی حفاظت کے لیے کردار ادا کیا۔ حفاظت دین کی خاطر ان کو گھر چھوڑنا پڑا تو گھر چھوڑا، برادری چھوڑنا پڑی تو برادری چھوڑی، حفاظت دین کی خاطر انہوں نے مختلف معرکوں میں حصہ لیا اور حفاظت دین کی خاطر انہوں نے دور دراز کے سفر کیے۔ ہر صحابی کا پورا ایک خدمات کا سلسلہ ہے ان تمام تر خدمات میں سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی شخصیات کی خدمات بہت ممتاز ہیں لیکن ان سب سے بڑھ کر امیر المؤمنین خلیفۃ الرسول بلافصل حضرت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حفاظت دین

ابتدائی طور پر اور سب سے اہم کام اس پوری امت میں جس شخصیت نے کیا ہے وہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد فوراً جو امت پہ بوجھ آیا اور جو نہ گفتہ بہ حالات آئے اور یکبار مختلف خطرات کا امت کے آشیانے پر نزول ہوا، وہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے بڑے حوصلے سے، صبر سے، استقامت سے اور دلیری سے ہر فتنے کا جواب دیا اور کاشانۂ ایمان کو نقب لگانے والی جتنی قوتیں تھیں ان سب کا منہ توڑ جواب دے دیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تحفظ ختم نبوت

اس سلسلہ میں حفاظت دین کا سب سے اہم پہلو ختم نبوت ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اگر نہ ہو تو دین کی اساس ہی ختم ہو جاتی ہے، جس بناء پر دین کی روح قائم ہے وہ ختم نبوت ہے۔ اگر معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کو نبی آخر الزمان نہ مانا جائے تو اس سے ہزاروں قباحتیں لازم آئیں گی اور ہزاروں کفر لازم آئیں گے۔ اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ جو دین نے دیا تھا اس دین میں اضافے کے بھی خطرات ہیں کہ نیا دعویدار اس میں اضافے کرے اور پھر یہ بھی خطرات ہیں کہ جو پہلے دین موجود ہے اس میں بعض باتوں کو اپنی نئی نبوت کی آڑ میں منسوخ کر دے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی و رسول ہیں

خالق کائنات جل جلالہ نے یہ حتمی فیصلہ سنا دیا کہ میرے محبوب ﷺ کے بعد کسی

نبی کی بحیثیت نبی آنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جو دین محبوب علیہ السلام نے دیا تھا وہ رجسٹرڈ (Registered) دین ہے، فائنل دین ہے، حتمی دین ہے۔ اس میں نہ اضافہ ہوسکتا ہے نہ کمی ہوسکتی ہے۔

مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد

جس وقت محبوب علیہ السلام دنیا سے تشریف لے گئے تو سب سے بڑا کفر کا حملہ اسلام پر ختم نبوت کے انکار کا تھا، جس وقت مسیلمہ کذّاب نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ جس وقت اس نے دین اسلام کو ختم کرنے کی سازش کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ شخصیت ہے کہ جنہوں نے اس فتنے کا بھی بھرپور مقابلہ کیا اور یمامہ کے میدان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پوری فوج بھیج کر اس فتنے کی سرکوبی کی ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ چالیس ہزار اس کے حواری تھے مسیلمہ کذّاب کے چالیس ہزار پجاری تھے، ان کے مقابلے میں چند ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے ان کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت اور کمان میسر تھی، کئی دنوں تک جنگ جاری رہی اور پھر جا کر وہ فتنہ ختم ہوا اس کے حواری مارے گئے اور مسیلمہ کو تہ تیغ کر دیا گیا، بڑی بھاری قیمت دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم نبوت پر پہرہ دیا، اس کی حفاظت کی، جس کی برکت سے آج تک دین متین اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔

تحفظ ختم نبوت کے لئے بے مثال قربانی

سید عالم نور مجسم شفیع معظم ﷺ کے زمانہ اطہر میں ظاہری حیات میں جتنے غزوات ہوئے ہیں ان میں شہداء کی مجموعی تعداد اگر اکٹھی کی جائے تو اس مجموعی تعداد

سے یمامہ کی ایک جنگ کے شہیدوں کی تعداد بڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ختم نبوت کی جو جنگ لڑی گئی اس جنگ کے شہید عہد نبوت کے سارے شہیدوں سے زیادہ ہیں یعنی خندق، احد، حنین ساری جنگوں میں جتنے شہید ہوئے ان کی مجموعی تعداد سے یمامہ کے اندر شہادتیں زیادہ ہوئی ہیں۔ یمامہ میں مسلم امہ نے ختم نبوت پہ پہرہ دینے کیلئے بھاری قیمت ادا کی ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے محبوب علیہ السلام کی نبوت اور ناموس پر پہرہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ ہم سچے نبی کے سچے غلام ہیں۔ اور محبوب علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے فوراً بعد اسلام کے لیے جو شدید ترین خطرہ تھا اس خطرے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبوب علیہ السلام کے دین کو ہمیشہ کیلئے حفاظت عطا فرمائی۔ دوسری طرف دین مکمل ہو چکا تھا اب وحی کا دروازہ بند ہونے کے بعد نئے احکام نہیں آسکتے اور آئے ہوئے ختم نہیں ہو سکتے۔

منکرین زکوۃ کا محاسبہ

اس سلسلے میں کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے کی چھٹی چاہی اور ان کا یہ مؤقف تھا کہ محض ہم ایک چیز کی چھٹی مانگ رہے ہیں باقی سب کچھ ہم کریں گے نماز بھی پڑھیں گے، روزہ بھی رکھیں گے، حج بھی کریں گے، تبلیغ بھی کریں گے، وعظ بھی کریں گے، قرآن بھی پڑھیں گے اور پڑھائیں گے سب کچھ ہم کرتے رہیں گے جس وقت یہ لوگ سامنے آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے سامنے حفاظت دین کا ایک نیا باب تھا آپ نے اس موقع پر بھی آہنی ہاتھوں سے ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ جتنی قیمت دینی پڑی دی مگر دین کو محفوظ کیا آپ کو اس سلسلہ میں ابتدائی طور پر فکری مخالفت کا بھی

سامنا کرنا پڑا۔ یعنی حالات اتنے سخت ہو گئے تھے محبوب علیہ السلام کا اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد نو مسلم قبائل کے اندر اس طرح کے فتنے پیدا ہو گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ

اس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بہادر انسان یہ کہنے پر مجبور ہو چکا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ وقت تک ہمیں اپنی مسجد تک محدود ہو جانا چاہیے۔ اور یہ جو بیرونی معاملات ہیں ان میں دخل نہیں دینا چاہیئے جب ہم مضبوط ہو جائیں گے تو پھر جا کے ہم باغیوں پہ ہاتھ ڈالیں گے۔ اور منکرین زکوۃ کا مقابلہ کریں گے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سخت جواب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر بڑا سخت جملہ بولا اور کہنے لگے۔

أَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خَوَّارٌ فِي الْإِسْلَامِ ؟

[الدر المنثور سورة التوبة تحت رقم الآية 40 : دلائل النبوة للبيهقي باب خروج النبي ﷺ مع صاحبه ابی بکر رقم الحدیث 731 بیروت]

تم جاہلیت میں بڑے بہادر تھے اور اسلام میں بزدل ہو؟

اے عمر تم کیسی باتیں کرتے ہو جب تک تم جاہلیت میں تھے تو نڈر تھے آج ڈرپوکوں والی باتیں کر رہے ہو۔ یہ کیسا مشورہ تم نے دیا ہے کہ ہم مسجد تک محدود ہو جائیں اور بیرونی معاملات کو چھوڑ دیں؟ کہنے لگے:

قَدْ تَمَّتْ دِيْنٌ وَانْقَطَعَ الْوَحْيُ۔ دین مکمل ہو گیا، وحی بند ہو گئی، محبوب علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے ساتھ دین مکمل ہو گیا۔

اَیَنْقُصُ وَ اَنَا حَیٌّ۔ کیا میرے زندہ ہوتے ہوئے دین کو نقصان پہنچ جائے؟ ایسا کبھی نہیں ہوگا یہ منکرین زکوۃ دین کو کم کرنا چاہتے ہیں دین کے شعبہ جات میں سے ایک شعبہ کو معطل کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ میرے نبی علیہ السلام دنیا سے چلے جائیں اور میں جی رہا ہوں، ایسے میں دین کم ہو جائے، ناقص ہو جائے، دین ادھورا ہو جائے۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا میں ان لوگوں کا مقابلہ کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس بات کو بعد میں بیان کرنے والے ہیں کہتے ہیں کہ مجھ جیسا انسان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ کہتا تھا کہ ایک حدیث پاک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے کہ جس بندے نے ہمارا کلمہ پڑھا اور ہماری طرح نماز پڑھی اس کا خون محفوظ ہو گیا۔

كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ۔

[صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب وجوب الزکوۃ ،رقم الحدیث 1312]

آپ کیسے لوگوں سے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ کلمہ پڑھ لیں جب انہوں نے کلمہ پڑھ لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنا خون اور اپنا مال محفوظ کر لیا مگر اس کا حق اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ اسی طرح آپ نے کہا کہ

مَنِ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰى صَلَاتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ۔

[احکام القرآن للجصاص سورۃ براۃ باب اخذ الجزیۃ من اهل الکتاب ، مصنف عبد الرزاق]

جس نے ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا اور اس نے ہماری نماز پڑھی ہم جیسی نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے یعنی اس کا خون محفوظ ہو گیا ہے، اسے قتل کرنا جائز نہیں، اسے مارنا حلال نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ڈٹ گیا تھا کہ میں نے حدیث سنی ہوئی ہے لہٰذا یہ منکرین زکوٰۃ کلمہ گو بھی ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کی حدیث کی روشنی میں ان کا خون محفوظ ہے ان کے خلاف تلواریں چلانا جائز نہیں، ان کے خلاف جہاد کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ہماری طرح کلمہ پڑھتے ہیں اور ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے قبلے کی طرح منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے یہ حدیث سنی ہوئی ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر بھی یہ کہا کہ اے عمر یاد رکھو

وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِی عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا۔

[صحیح بخاری. کتاب الزکوۃ باب وجوب الزکوۃ ،رقم الحدیث 1312]

خدا کی قسم اگر انہوں نے بکری کا بچہ روک لیا جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا۔

یہ لوگ ساری زکوٰۃ دے کر ایک بکری کا چھوٹا سا بچہ روک لیں تو میں پھر بھی ان کے سر اتاروں گا، ان سے لڑوں گا، ان سے جہاد کروں گا اور (عقالا) کا لفظ بھی ہے اگر بکری کی رسی نہیں دیں گے تو پھر بھی میں ان سے جہاد کروں گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حفاظت دین کا نظریہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حفاظت دین کا نظریہ اور جرأت و فراست دیکھیئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالآخر قائل ہو گئے اور بعد میں جب بھی اس دن کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے اگر میرا رب مجھے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات کے بدلے میں میری ساری زندگی کی راتیں اور ایک دن کے بدلے ساری زندگی کے دن لے لے تو میں سمجھوں گا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں ۔ پوچھا گیا کونسی رات؟ تو فرمانے لگے وہ ہجرت کی رات ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ دن کونسا ہے؟ فرمایا کہ وہ دن کہ جس دن میں یہ کہتا تھا کہ منکرینِ زکوۃ کے خلاف ایکشن نہ لیا جائے۔ میری رائے یہ تھی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف میرے خلاف تھا بالآخر میرا سینہ بھی اس وعظ کے لئے کھول دیا گیا جس کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجھ سے پہلے کھلا ہوا تھا۔ پھر مجھے سمجھ آ گئی یہ حدیث جو میں نے سنی ہے اس کی شرح نبی علیہ السلام کے خلیفہ کو آتی ہے۔ میں کہہ رہا تھا کہ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور وہ نماز پڑھتے ہیں اور قبلہ ہمارے والا ہے تو ان کا خون محفوظ ہے اور ان کا مال بھی محفوظ ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے مطلب واضح ہوا کہ جس نے یہ کام کئے اور ساتھ ہی ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کیا تو پھر اس کا سر محفوظ ہے، اس کا مال محفوظ ہے، اس کا خون محفوظ ہے۔ اور ایک شخص یہ سارے کام کر کے پھر ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو جائے تو اس کا کلمہ بھی غیر معتبر ہو جائے گا اس کی نماز بھی غیر معتبر ہو گی، اس کا قبلہ کی طرف توجہ کرنا بھی غیر معتبر ہو جائے گا۔ لہٰذا زکوۃ جیسے فرض کا انکار کر کے کوئی

بندہ مومن نہیں رہ سکتا۔ وہ اس وقت انکار کے ساتھ ہی کافر ہو چکا ہے، مرتد ہو چکا ہے پھر مرتدین سے زمین کو پاک کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

لہٰذا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فیصلہ جو انہوں نے فی البدیہہ کیا تھا اور فوراً کر دیا تھا اور بالآخر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو یوں مانا اور اس انداز میں اس کی قدر و قیمت رکھی کہ ساری زندگی کے دنوں کی نیکیاں دے کے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتویٰ والے دن کی نیکی مل جائے وہ فتویٰ جو انہوں نے دین کی حفاظت کیلئے دیا تھا تو میں سمجھوں گا کہ مجھے خسارہ نہیں ہوا بلکہ مجھے فائدہ ہوا۔

یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دین کی پروٹیکشن (protection) کے اندر کردار ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

[سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب عن مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ رقم الحدیث :3619]

اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہوتا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔

اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے لہذا نبی نہیں آئے گا اتنی روشن سوچ والے عمر رضی اللہ تعالی عنہ جن کی تجویز پر اللہ کے قرآن کی سترہ آیات کا نزول ہو جائے، جس وقت وہ بھی اس مسئلہ میں متحیر ہو چکے تھے حفاظت دین کا فلسفہ ان کے سامنے دھندلا ہو چکا تھا اس وقت بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مُرشِدِ امت تھے جنہوں نے امت کی نگہبانی کی اور ملت کی نگرانی کی اور دین کو محفوظ کیا اور ڈٹ گئے اگر آج ان کی بات مان لیں کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں، سب کچھ کرتے

ہیں، صرف زکوۃ نہیں دیں گے۔

پھر دوسرے آجائیں گے وہ کہیں گے کہ زکوۃ دیں گے حج کریں مگر نمازیں نہیں پڑھیں گے تو پھر اس طرح ایک ایک کر کے چھٹی ہوتی چلی جائے گی پیچھے دین کا کیا بچے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کیلئے اس کی وضاحت فرمادی۔

اسی طرح آج بھی اگر کوئی شخص رب کو سجدہ کرے دن میں ہزار بار لیکن دن میں ایک بار بت کو سجدہ کرے تو اس کے ہزار سجدے کا نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے ایک سجدہ جو اس نے بت کو کیا ہے اس کے ساتھ اس کے ہزار سجدوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اس واسطے کلمہ ہو، نماز ہو ان سب کا اعتبار اس وقت ہے جب تک بندہ ضروریات دین میں سے کسی کا منکر نہیں ہے اگر ضروریات دین میں سے ایک کا بھی انکار کرے گا تو اس کے لیے سارے کا سارا دین کالعدم ہو جائے گا اور اس کے دین اور ایمان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔

﴿افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ﴾

اس سلسلہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو ایک طرح کا مناظرہ ہوتا رہا اور دین کی حفاظت کے لحاظ سے بالآخر وہ رائے غالب سمجھی گئی جس کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کیا تھا اور اس میں جتنے بھی فیصلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیے ان کے فیصلوں کی درستگی اور صحت یہ بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن بھی سچ فرمایا تھا جب آخری ایام تھے اور نماز کی جماعت کا وقت آگیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ

[صحیح بخاری کتاب الاذان باب اهل العلم و الفضلاحق بالامامة رقم الحدیث:637]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مصلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث﴾

میرے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ میرے مصلّٰی پہ جماعت کروائیں یعنی جن دو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں کل شک کسی کو گزرنا تھا کہ مستحق یہ دونوں تھے ان دونوں کو کہا کہ تم دونوں خود جا کے کہو کہ کل جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت اور خلافت کا انکار کرے تو تم خود بول کے کہو کہ ہم پاس موجود تھے اگر مصلّٰی والی امامت کے ہم مستحق ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کو ان کے پاس ہمیں بھیجنے کی ضرورت کیا تھی ہمیں فرماتے کہ تم جماعت کراؤ، اب اس موقع پر بھی یہ خلوص دیکھیے صحابہ کرام کا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بول پڑیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ ﷺ:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ۔

میرے ابا جی تو بہت رقیق القلب ہیں، بڑے نرم دل ہیں ان سے تو یہ بوجھ برداشت نہیں ہوگا وہ جب آپ کی جگہ مصلّٰی پر کھڑے ہوں گے تو وہ آپ ﷺ کو نہ پا کر خود کو کنٹرول نہیں کر سکیں گے، تمہاری جدائی میں، تمہاری فرقت میں بار بار انہیں یہ خیال آئے گا کہ محبوب علیہ السلام بیمار ہیں، بار بار جب انہیں تمہارا خیال آئے گا تو نماز پڑھانا ان سے مشکل ہو جائے گا۔

اس واسطے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ وہ مصلی پر جماعت کرائیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود بھی کہا اور پھر سفارش کروائی

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاجزادی ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہہ رہی ہیں کہ عظیم باپ کی عظیم بیٹی تم کہو کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کروو۔ اگر خلافت کے بارے میں کوئی حرص یا لالچ ہوتی یا کوئی چپقلش ہوتی یا کوئی کھینچا تانی ہوتی تو پھر نبی علیہ السلام سے جھگڑا کرتیں کہ میرے ابا جی کو خلیفہ بناؤ میرے ابا جی کو نامزد کرو یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے۔ رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں میری جگہ یہ جماعت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرائیں گے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں محبوب میں مشورہ دیتی ہوں کہ وہ رقیق القلب بڑے ہیں آپ کی جگہ کیسے کھڑے ہو سکیں گے؟ یہ دو ازواج کی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی رائے تھی۔ نبی کریم ﷺ کے دربار میں ان کی بڑی ویلیو تھی، دونوں کے بارے میں جدا جدا مقامات پر یہ لفظ موجود ہیں جو اور ازواج کے بارے میں نہیں ہیں نبی علیہ السلام نے جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک فیصلہ اور ان کی تجویز سنی تو فرمایا:

اِبْنَةُ اَبِیْہِ یہ باپ کی بیٹی کا فیصلہ ہے اِبْنَةُ اَبِیْہِ یہ باپ کی بیٹی ہے یعنی حضرت عمر کی جو تاثیر تھی اس کا ذکر کیا اور دوسرے مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کردار بھی سامنے ہے ایک مسئلہ جس وقت وہ بیان کر رہی تھیں نبی علیہ السلام اتنا خوش ہوئے فرمایا اِبْنَةُ اَبِیْہِ یہ باپ کی بیٹی بول رہی ہے حالانکہ جتنی ازواج تھیں ساری والدین کی تھیں سب کے والدین تھے مگر بطور فخر ان کے لیے کیا یہ عام کسی کا قول نہیں بلکہ ... کی بیٹی کا قول ہے ان کے باپ بڑے ہیں اور ان کی فراست ان میں جلوہ گر ہو ... ہے اب دیکھنا جس وقت یہ دونوں کہہ رہی تھیں کہ حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو کھڑا نہ کرو۔ میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ

[صحیح بخاری کتاب الاذان باب اهل العلم والفضل احق بالامامة رقم الحدیث :641]

بے شک تم صواحب یوسف علیہ السلام ہو، یعنی تمھاری بات بھی وہی ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ان عورتوں کا جھگڑا تھا۔ اس بات میں تشبیہ دی ہے کہ جیسے وہ وہاں پر اپنی بات منوانا چاہتی تھیں حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلہ میں ایسے ہی تم بھی اپنی بات مجھ سے منوانا چاہتی ہو۔ تمھیں نہیں پتا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے ازل سے کیا ہوا ہے۔ کاشانۂ نبوت میں بار بار کہا جارہا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا نہ کرو چونکہ یہی بنیاد ہے جو کل خلافت کا فیصلہ بنے گی۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز پڑھانا یہ خلافت کی اکائی تھی کہ خلافت کس کو ملے گی، اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مصلی پہ کھڑے ہونے کا یہ مطلب تھا کہ کون ہوگا جو صحابہ کے آگے رہ کر صحابہ کی رب سے ملاقات کرائے گا مصلی کی امامت کوئی معمولی سا مسئلہ تو نہیں تھا بلکہ اس میں یہ فیصلہ تھا کہ بعد میں خلیفہ کس نے بننا ہے۔

خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اس لیے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا جب آپ سے کسی نے کہا کہ اے علی تمہارا تو پہلا حق تھا تم نے چوتھے نمبر کا انتظار کیوں کیا؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ تم مجھے ڈرپوک سمجھتے ہو اگر میرے ساتھ نبی علیہ السلام نے کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں پہلے خلیفہ کو جس کا میں کارکن بن کے رہا اگر میرے ساتھ کوئی وعدہ ہوتا تو میں چادر ڈال کے کھینچ کر منبر سے نیچے اتار دیتا اور میں خود خطبہ

پڑھتا اور میں خود جماعت کراتا مجھ سے کوئی وعدہ نہیں تھا میں اس وقت پاس موجود تھا۔ فرمانے لگے نہ میں غیر حاضر تھا نہ میں بیمار تھا میں پاس تھا میرے ہوتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا جماعت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرائیں گے کہنے لگے: اصل معاملہ تو دین کا ہے جب نبی علیہ السلام نے ان کو ہمارے دین کا راہنما بنالیا تو ہم نے سمجھ لیا کہ دنیا کے بھی یہی راہنما ہیں۔

دین کے حفاظت کے لئے اولین انتخاب

پھر بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ جو نبوت کی نگاہ دیکھتی ہے وہ دوسرے نہیں دیکھ سکتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اتنا مجھے اپنے باپ کے بارے میں علم نہیں جتنا پیغمبر ﷺ کو اپنے رفیق کے بارے میں علم ہے اب پتا چلا کہ جس وقت امت کی کشتی بھنور میں پھنسی اور اتنا تلخ معاملہ ہے کہ صحابہ کرام کیلئے ناقابلِ برداشت تھا محبوب علیہ السلام کا اچانک دنیا سے چلا جانا ہر دل دکھ سے بھرا ہوا ہے، غم ہی غم ہیں اور اس وقت مخالف حملے کرنے پہ تل گئے اور مدینہ شریف سے اسلام کو نکالنے کے لیے سازش ہونے لگیں، ایسے حالات میں واقعی حیرت والا تھا جسے سرکار ﷺ نے منتخب کیا ہے۔ جہاں سے فتنہ اٹھا ہے جہاں سے کوئی آواز اٹھی ہے جہاں سے کوئی شازس ہوئی ہے دوسرے سارے اس پائے کے نہیں تھے جو اٹھتے اور جن کے اعصاب اتنے مضبوط ہوں۔ حضرت عمر جیسے شیر دل بھی کہہ رہے تھے کہ مسجد تک محدود ہو جاؤ یہ ایک سوچ تھی اور انہوں نے حالات دیکھ کر کہا تھا مگر پھر بھی ان سب سوچوں سے جو امام بن کے آگے نکلی ہے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوچ ہے۔

پس دین کی حفاظت کے لحاظ سے جو نبی کریم ﷺ نے انتخاب کیا تھا وہ انتخاب

بعد کے واقعات اور تاریخ نے سچ کر دکھایا، رسول اللہ ﷺ حالات کو دیکھ کر فیصلہ فرما رہے تھے کہ جو سب سے لائق ترین شاگرد تھے سب سے بہادر اور زیرک تھے ان کو اپنے مصلی پر کھڑا کیا، جیسے بھی حالات آئیں گے یہ کبھی بھی اپنے اس مؤقف میں ڈگمگائے گا نہیں، صورت حال کا جائزہ لے کر پورے حالات کو دیکھ لے گا۔ اس وقت کتنے مسائل اچانک پیدا ہوئے، مرتدین کا مسئلہ جدا ہے، منکرین کا مسئلہ جدا ہے ، مدعیان نبوت کا مسئلہ جدا ہے۔ سب اسلام کے خلاف سازشیں ہیں، مرتدین قبیلوں کے قبیلے جو نو مسلم تھے مسلمانوں کے غلبہ کی وجہ سے کلمہ پڑھا ہوا تھا اور منافقت دل میں تھی یہ سارے فورا سائیڈ میں ہو گئے اور اس سوچ میں ہیں کہ ہم اسلام پر حملہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر عمل دین کی حفاظت

ادھر محبوب علیہ السلام نے اپنے آخری ایام میں یہ فرمایا تھا:

أَنْفِذُوْا جَيْشَ أُسَامَةَ لشکر اسامہ کو روانہ کرو۔

[تاریخ دمشق باب ذکر بعث النبی ﷺ اسامة قبل الموت و امره اياه]

[الطبقات الکبری لابن سعد فی ذکر اسامه بن زید]

میں نبی ہوں، جہاد والا نبی ہوں، میں چاہتا ہوں کہ اپنا لشکر جہاد پر بھیج کر جاؤں، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر تیار کر دیا گیا ہے مدینہ شریف سے شام کے رستے پر لشکر چل نکلا تھا، جرف جو مدینہ شریف سے تین میل دور ہے وہاں جب لشکر پہنچا تو پیچھے سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی اہلیہ کا پیغام پہنچا کہ اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کچھ دیر کے لیے ٹھہر جاؤ کہ محبوب علیہ السلام کی صحت مبارک پہلے سے کافی بدل گئی ہے، اگر کوئی ایسا حادثہ ہو گیا تو پھر ہمیشہ پچھتاتے رہو گے کہ میں آخری دیدار بھی نہیں کر سکا یہیں ٹھہر جاؤ پہلا پیغام پہنچا اس کے بعد جو دوسرا

پیغام تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کا پیغام تھا اب لشکر واپس آ گیا۔

وصال رسول ﷺ کے بعد مسئلہ خلافت

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد پہلا فیصلہ خلافت کا تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تدفین سے پہلے خلیفہ بنایا گیا تا کہ امت کا ایک بھی کام امام کے بغیر نہ ہو۔ یہ کام بھی امام کی نگرانی میں ہونا چاہیے۔ اس واسطے نہیں کہ کسی کو خوش تھی کہ میں جلدی خلیفہ بن جاؤں، کام یہ تھا کہ امت کی قیادت معدوم نہ ہو، محبوب علیہ السلام کے ساتھ سلسلہ جڑا ہوا ہو، تا کہ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد جو متصل معاملات ہیں وہ معاملات بھی خلیفہ راشد کی نگرانی میں سرانجام پائیں لہذا فیصلہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں ہو چکا تھا اور بیعت ہو چکی تھی۔

لشکر اسامہ کو بھیجنے کا مسئلہ

اب حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ امیر المؤمنین ہیں اور ہم آپ کی بات بھی ایسے ہی مانیں گے جیسے ہم نبی علیہ السلام کی بات مانتے تھے چونکہ آپ اس سیٹ پر بالاتفاق بیٹھے ہیں میں ایک تجویز دینے آ گیا ہوں میری تجویز پسند آ جائے تو قبول کر لو ورنہ میں فورا تیار ہوں۔ کہنے لگے! اس وقت شام جا کے مجھے لڑائی کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، شام فتح بھی کر لیں تو فائدہ کیا ہو گا اگر ہمارا دارالحکومت ہمارے ہاتھ سے نکل گیا، میں شام جاؤں گا تو سارے جرنیل میرے ساتھ ہوں گے فوج میرے ساتھ ہو گی، دارالحکومت میں تم ہو گے امیر المؤمنین اور بچے ہوں گے اور عورتیں ہوں گی اور ادھر جو مرتد قبائل ہیں وہ دارالحکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے آپ کی شہادت ہو

جائے گی، دارالحکومت مدینہ شریف ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا تو شام کو فتح کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عسکری حکمت عملی﴾

اس کے جواب میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جملے ارشاد فرمائے وہ جملے قیامت تک عسکری ماحول کی حکمت عملی کے لیے اور نظام کو چلانے کے لیے اور اسلام کو بچانے کے لیے ایک کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے:

وَاللّٰهِ لَاَنْ تَخْطُفَنِیَ الطَّیْرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَبْدَاَ بِشَیْءٍ قَبْلَ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔(الطبقات الکبری فی ذکر اسامہ بن زید)

خدا کی قسم اگر پرندے میرا گوشت نوچ کر لے جائیں تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ملتوی کر کے اپنا کوئی حکم نافذ کر دوں۔ فرمانے لگے سنو یہ حکم ہے میرے نبی کریم ﷺ کا کہ لشکر کو بھیجا جائے دوسرا حکم ہوگا میرا کہ لشکر کو روکا جائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہوتا ہے جو اپنے پیغمبر کے حکم کو روک کے اپنا حکم چلائے اور نبی کریم ﷺ کا حکم معلق ہو جائے اور میرا حکم نافذ ہو جائے؟

میں یہ نہیں کر سکتا اس کے عوض اگر چہ مجھے کتنی قیمت دینا پڑ جائے تم سارے جہاد میں چلے جاؤ، میں مدینہ شریف میں ہوں اور باغی آ جائیں اور وہ مجھ سے لڑیں اور میں ان سے لڑوں پھر تنہا شہید ہو جاؤں۔ مجھے دفن کرنے کے لیے کوئی مرد موجود نہ ہو اور میرا جنازہ پڑھنے کے لیے کوئی صحابی بھی موجود نہ ہو، میرا جسم زمین کے اوپر پڑا ہوا ہو اور کوے آ کر نوچنا شروع کر دیں، میری ہڈیوں سے گوشت اتار کر لے جائیں یہ تو

مجھے برداشت ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے دیے ہوئے حکم کو ملتوی نہیں کر سکتا۔ یہ سخت ترین جملے بول دیے فرمایا خدا کی قسم مجھے یہ پسند ہے کہ میری بوٹیاں پرندے نوچیں مگر نبی کریم ﷺ کے حکم کو مؤخر کرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔

جو سرکار ﷺ نے فرمایا ہے وہ عقل کو سمجھ آئے پھر بھی ٹھیک ہے نہ آئے پھر بھی ٹھیک ہے یہ آخر سرکار ﷺ نے فرمایا ہے:

أَنْفِذُوا جَيْشَ أُسَامَةَ۔ لشکر اسامہ کو بھیجو

اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے حکم جاری فرمایا کہ تم سارے چلے جاؤ پھر وہ لشکر چلا گیا اور واقعی فائدہ ہوا جو محبوب علیہ السلام کے فرمان میں تھا لشکر رک جاتا اور نہ جاتا تو شاید شام کے مقدر میں دین نہ ہوتا شاید کئی سالوں تک وہاں دین کا جھنڈا نہ لہرا سکتا کیوں کہ جب ان کو خبر پہنچی کہ محبوب علیہ السلام نے ہمارے لیے لشکر بھیجا تھا مگر لشکر رستے میں رک گیا اور خود وصال فرما گئے تو ان کو بہت غصہ تھا کہ مسلمانوں کے نبی جاتے وقت بھی ہمیں مروانے کی تیاری کر کے گئے تھے۔

اب وہ تو رہے نہیں اب ہمیں کون پوچھے گا اب ہماری طرف کون آئے گا باقاعدہ شام والوں نے جشن منانے کی تیاری شروع کر دی کہ اپنے نبی ﷺ کی وفات کی وجہ سے مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی، اب معاذ اللہ کبھی نہیں اٹھ سکیں گے۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ شام کی سرحدوں پر اللہ اکبر کی آوازیں آنے لگی۔ جب صحابہ کرام کا لشکر شام میں داخل ہوا تو حکومت کو پتا چل گیا کہ یہ تو وہی آ گئے ہیں جن کے نبی علیہ السلام دنیا سے چلے گئے تھے ہمارا تو خیال تھا کہ یہ اب جلدی نہیں اٹھ سکیں گے اور چل نہیں سکیں گے یہ اتنے جلدی آ گئے ہیں اب ان کیلئے سنبھلنا مشکل ہو گیا وہ اپنی گرفت کھو چکے تھے لہذا رب ذوالجلال نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

وہ اس وجہ سے ناکام ہو گئے کہ ابتداء میں ہی کہنے لگے کہ ان کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے کہ جن کے نبی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یہ پھر بھی گھر نہیں بیٹھے ہیں اب یہ چڑھائی کر گئے ہیں جن کو پیغمبر کے وصال والا غم پیچھے نہیں ہٹا سکا، ہماری تلواریں بھی پیچھے نہیں ہٹا سکیں گی۔ یہ اس زمین کے وارث بن جائیں گے اس زمین پر قابض ہو جائیں گے لہذا یہ جو فلسفہ تھا جلدی بھیجنے کا اس کی حکمت سامنے آگئی ہے اگر معاملہ یوں ہوتا کہ لشکر اسامہ کو دس دن گزر جاتے اور شام والے جشن منا لیتے اور پھر پاور میں آجاتے تو معاذ اللہ پھر پتہ نہیں کتنے سالوں کے لیے وہاں دین موخر ہو جاتا، محبوب علیہ السلام کے الفاظ کی پابندی کرنے میں کتنا فلسفہ ہے۔

حفاظتِ دین اور ہماری ذمہ داری

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لحاظ سے بھی دین کو محفوظ کیا ہے ایک جانب عقل ہو دوسری جانب اللہ کا فرمان یا نبی علیہ السلام کا فرمان ہو تو حفاظت دین یہ ہے کہ عقل کو نیچے رکھو اور شریعت کو اوپر رکھو، شریعت کے سامنے عقل کو سرنگوں کر دو، شریعت کا جھنڈا لہراؤ۔ یہاں حفاظت دین کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے خلیفہ ہیں اس امت میں ایک تو انہوں نے ایک شق پر بھی کمپرومائز نہیں کیا۔ ایک ایک شق دین کی ضروری ہے۔

آج اس دین کا نصف سے زائد حصہ معطل ہے۔ سارے دین میں نصف سے زائد تو معاملات کا دین ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ جو رویہ ہے اور جو آپس کے تعلقات ہیں جو ان کے متعلق ہے وہ

دین تجارت ،زراعت کا دین ،وہ تھانے کا دین، کچہری کا دین، وہ سارے کا سارا معطل ہو چکا ہے صرف مسجد والا دین برقرار ہے کچھ لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں کچھ سجدہ کر لیتے ہیں اور بہت سے غیر حاضر رہتے ہیں اور جو دوسرا دین ہے وہ سرد خانے میں ہے عملاً نافذ نہیں اور نظام مصطفےٰ ﷺ یہ دین صرف مسجد کا نہیں یہ دین میدانوں کا بھی ہے جوانوں کا بھی ہے یہ نیل کے پانیوں کا بھی ہے، جوانوں کی جوانیوں کا بھی ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر مصیبتوں کے طوفان﴾

اس انداز میں آپ نے حفاظت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کہنے لگیں:

نَزَلَ بِأَبِي مَا لَوْ نَزَلَ بِالْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ لَهَاضَهَا ، ظَهَرَ الْكُفْرُ ، وَاشْرَأَبَّ النِّفَاقُ ، فَمَا اخْتَلَفُوا فِي نُقْطَةٍ إِلَّا طَارَ أَبِي بِحَظِّهَا وَسَنَانِهَا ـ

(المعجم الأوسط للطبرانی حدیث 5070)

اگر مضبوط چٹانوں پر لنگر انداز پہاڑوں پر یہ مصیبتیں اترتیں جو میرے ابا جی کے کندھوں پر پڑی ہیں تو پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیتیں، کفر ظاہر ہو گیا، منافقت منہ کھول کے آ گئی، اشرأب کا معنی ہے کہ جیسے اچانک کوئی سیلاب آ جائے، قبائل بگڑ گئے اور وہاں مسلمان محصور ہو گئے انہیں نماز پڑھنا مشکل ہو گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا گیا کہ ہمیں کوئی سجدہ نہیں کرنے دیتا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آؤ ہماری نمازوں پر پابندی لگ گئی ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حفاظت دین میں پہلا نمبر﴾

ایسی صورت حال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب بھی میرے ابا جی کو خبر پہنچی ہے یہ نہیں کہ کچھ سستی کریں اور کل یا پرسوں کا وعدہ کیا ہو، فرمایا میرے ابا جی اڑ کے پہنچے ہیں۔ فرمایا جہاں جہاں مصیبت تھی وہاں وہاں اڑ کے پہنچے ہیں اور وہاں پر دین کا جھنڈا لہرایا ہے۔

حفاظت دین میں اگر ہم ایک نسبت بنائیں تو پہلا نمبر کس کا ہے تو نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں حفاظت دین میں جس کا پہلا نمبر ہے وہ وہی ذات ہے جس کا خلافت میں پہلا نمبر ہے وہ ذات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر

3

نظریہ پاکستان اور قومی تعلیمی پالیسی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

• وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور اسکی توفیقِ رفیق سے آج جامع مسجد رضائے مجتبیٰ میں خطبہ جمعۃ المبارک میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

نظریہ پاکستان اور قومی تعلیمی پالیسی

14 اگست کی مناسبت سے نظریہ پاکستان کی ترویج واشاعت کے حوالے سے یہ مضمون کرنٹ بیس کے لحاظ سے اہم ترین مضمون ہے اس کو دل کے کان کھول کے پڑھنا اور اس کی حرارت کو اور اس کی لطافت کو زمانے میں عام کرنے کے لیے بھرپور کردار ادا کرنا، چونکہ ہم جس فکر میں رہتے ہیں اس کی بنیاد ہی ایمان پر ہے اس کی اساس ہی کلمہ ہے اور ان کی بنیادیں ایک نظریے پر ہیں۔ اس واسطے نظریہ پاکستان پر گفتگو یہ پاکستان کی بقا کا سبب ہے۔ آج قومی تعلیمی پالیسی کے لحاظ سے ہمیں جن خطرات کا سامنا ہے نظریہ پاکستان کی روشنی میں ہم ان خطرات کو محسوس کرتے ہوئے حقیقت حال کو واضح کرتے جاتے ہیں۔ قبل اس کے کہ اس کے بھیانک نتائج سامنے آئیں۔ اس ذمہ داری کو نبھانے سے کل ہمارا شماران لوگوں میں ہو کہ جنہوں نے قبل از وقت خطرات سے قوم کو آگاہ کیا تھا اور اپنی ذمہ داری کا فریضہ سرانجام دیا تھا۔

قرآنی تعلیمی پالیسی

جس طرح کہ ہمارے قرآن میں باقی سب چیزوں کا ذکر ہے ایسے ہی قرآن مجید میں تعلیمی پالیسی کا بھی تذکرہ ہے کہ مسلم کی تعلیمی پالیسی کیا ہونی چاہیے۔ خالق کائنات سورۃ النساء میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا

جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے۔

جب تم سنو کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں اگرچہ تم خود نہیں کرتے ان کو انکار کرتے سنو

وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا ...... اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے۔

اور تم یہ دیکھ لو اور تم سن لو کہ کچھ لوگ اللہ کی آیات کا مذاق اڑا رہے ہیں، تنقید کر رہے ہیں، تمہارا اس وقت فرض کیا ہے؟

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ...... ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

یہ وہ کلمہ ہے کس کی وجہ سے خالق کائنات نے ہمیں دیگر بہت سی برائیوں سے بچنے کا حکم دیا، جیسے تم میرے کہنے پر شراب کو حرام سمجھتے ہو زنا کو برا سمجھتے ہو قتل اور ڈاکے کو ناجائز سمجھتے ہو۔

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ

جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں۔

یہاں تک کہ وہ کوئی دوسری بحث شروع کر دیں۔

إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا

ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

فرمایا اگر تم نے یہ سمجھا کہ آیات کا اگر انکار ہوتا ہے یا قرآن مجید پر تنقید ہوتی ہے یا اسلام کو معاذ اللہ ایک عجیب اور غریب صورت حال میں تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے پیش کیا جا رہا ہے تو وہ سمجھتے ہیں اس میں خود تو کچھ نہیں کر رہا، کرنے والا تو کوئی ہے میں تو صرف بیٹھا ہوا ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نہیں تمھارا جرم کوئی چھوٹا جرم نہیں۔

إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا (سورة النساء رقم الآية 140)

ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

﴿مجرم کے پاس بیٹھنے والا بھی مجرم﴾

اگر تم بیٹھے رہے ہو اور تم نے وہ گفتگو سنی ہو پھر سمجھ لو کہ تم انہیں کی مثل ہو جس نے قرآن کا مذاق اڑایا جس نے اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑایا جس نے رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑایا، جس نے اللہ کی حدود کا مذاق اڑایا، جس نے سنت اور اسلامی شعار کا مذاق اڑایا اور تم نے بیٹھ کے سنا اور فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے چونکہ کچھ بولا نہیں تو میرا اس میں کوئی حصہ نہیں تمہارا محض بیٹھ کے سن لینا برابر کا جرم ہے تم انہی کی طرح ہو جاؤ گے۔

﴿توہین کرنے والوں کی صحبت سے بچیں﴾

دوسرے مقام پر خالق کائنات نے سورۃ انعام میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ جس وقت ایسی صورت حال ہو۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ

فرمایا جب تم ایسی قوم کو دیکھو جو طعن و تشنیع کر رہے ہیں اسلام پر تو ان کے پاس

نہ بیٹھو ان سے دور ہو جاؤ اور اگر تمھیں کہیں شیطان پھنسا کے ان کے پاس بیٹھا دے۔

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ الانعام رقم الآیۃ 68)

اس کے بعد جب تمھیں قرآن نے روک دیا ہے اب تمھارے پاس کوئی گنجائش نہیں کہ تم ان کے پاس جا کے بیٹھ سکو۔

جس چیز کا قرآن میں ذکر ہے وہ یہ ہے کہ یہاں ان لوگوں کے ساتھ جسمانی طور پر ایک قرب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حدود کا مذاق اڑاتے ہیں جو لوگ دین اسلام کو کوتاہ دین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو لوگ دین اسلام کو معاذ اللہ جھگڑالو کہتے ہیں۔ جو اسلام کو ماضی کا ایک قصہ اور پرانی داستان قرار دیتے ہیں جو قرآن مجید کے احکام کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عرب معاشرے کے ساتھ منسلک تھے وہ ہمارے لیے تو ہیں ہی نہیں۔

بدعقیدہ کے پاس بیٹھنا جرم

جس وقت ایسی صورت حال میں ایسی گفتگو ہو رہی ہو فرمایا تمہارے لیے حرام ہے کہ تم جسمانی طور پر بھی ان لوگوں کا قرب حاصل نہیں کر تمہاری جسمانی حاضری بھی ان لوگوں کے ساتھ حرام ہے خالق کائنات نے اس حکم میں قیامت تک کے لیے مسلم امہ کو پابند کر دیا کہ تمہارے لیے کسی عیسائی کا لیکچر سننا جائز نہیں، کسی یہودی کی تبلیغ سننا جائز نہیں، تمہارے لیے کسی قادیانی کا درس سننا جائز نہیں اور کسی بھی بدعقیدہ کا کوئی پیغام سننا جائز نہیں، اگر تم کہتے ہو کہ میں محض صرف سننے گیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ...... ہم اسی جرم کو بتا رہے ہیں کہ تمہارا سننا ہی جرم ہے کون ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ میرے افکار میرے کنٹرول میں ہیں اور جب آگ جلے گی تو

میں کھی کو نہیں پھسلنے دوں گا۔

تو جب اتنا کنٹرول نہیں ہے تو پھر کیوں وہ چینل کھولے جائیں جن پر زہر گھولا جارہا ہے اور کیوں ان لوگوں کے بکواس سنے جائیں جو ہر وقت اسلام پر تنقید کر رہے ہیں اور انٹرنیٹ پر لوگوں کے ساتھ ڈائیلاگ کئے جائیں کہ جن میں جواب دینے کی صلاحیت موجود نہ ہو یہاں پر جو بڑے بڑے ہیں اس کی گمراہی کے چانس موجود ہیں۔

تو اس واسطے اللہ تعالیٰ نے مسلم امہ کے افراد کو، عام کو، لوگوں کو یہ پابند کر دیا کہ کبھی بھی ایسے چسکے لینے کے لیے لوگوں کی باتیں نہ سنو۔ تم پر تمہارے دین نے حرام کر دیا کہ وہ لفظ تمھارے کانوں میں داخل نہیں ہونے چاہییں۔

موجودہ صورتحال پر تبصرہ

اس واسطے آج جو صورت حال بنی ہوئی ہے اس میں ہر شخص الا ماشاء اللہ اپنے گھر میں مجتہد بھی، مجدد بھی ہے۔ جس کو گنتی کے تین سو لفظ آتے ہوں وہ سمجھتا ہے کہ میں بھی امت کے پیچیدہ مسائل حل کر سکتا ہوں اور جس کو محلے کی پنچائیت میں کوئی بٹھاتا نہ ہو وہ بھی ٹی وی کی سکرین پر بیٹھ کے آج وہ دنیا کے انٹرنیشنل افیئر ز پر گفتگو کر رہا ہے ایسی صورت حال میں ہمیں اپنا کردار کرنا چاہیئے اور میڈیا کے استعمال کے سلسلے میں جو فرض ہے وہ بھی تو سمجھنا چاہیئے کہ

خالق کائنات نے ہمارے لیے یہ اجازت نہیں دی کہ ہم یوں خام خیال لے کر اور کچے دماغ لے کر اوروں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دیں جو کچھ کرتے ہو ہم سے کرتے رہو ہر گز اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اب تک یہ بحث جاری تھی ایک جسمانی قرب کی کہ جوان کا جسمانی قرب حاصل کرتا ہے اس کی ہلاکتیں کیا ہیں۔

نصاب تعلیم کیسا ہو؟

اب ہم جس پر گفتگو کر رہے ہیں وہ ہے نصاب تعلیم جو ایک روحانی قرب ہے جب کسی کا نظریہ پڑھایا جاتا ہے اور نصاب تعلیم جب کسی کے حوالے سے مرتب کیا جاتا ہے تو یہ چیزیں بالخصوص نئی نسل کے لیے نئی جنریشن کے لیے اہم ہوتی ہیں۔ آج اگر والدین کو اپنے بچوں کے ناشتے کی فکر ہے کہ ہمارے بچوں کا ناشتہ صحت مند ناشتہ ضروری نہیں جتنا صحت مند نظریہ ضروری ہے اگر ناشتہ اس میں آلودگی آبھی گئی تو کچھ وقت کے لیے جسم بیمار ہوگا لیکن اگر نظریہ آلودہ ہوگیا تو روح نکل جائے گی۔ آج لوگ یہ تو سوچتے ہیں کہ ہمارے بچوں کے لیے فلٹرڈ پانی ہونا چاہیے لیکن ان کو یہ سوچ نہیں کہ ان کو فلٹرڈ کہانی بھی پڑھانی چاہیئے۔

نصاب تعلیم کی حیثیت

آج جس وقت ہماری عوام میں یہ سوچ ابھرتی ہے کہ کپاس کو امریکن سنڈی سے بچایا جائے لیکن ان کو یہ سوچ نہیں آتی ہے کہ عوام الناس کو بھی امریکی سنڈی سے بچایا جائے ایسے حالات کے اندر وقت کے اس کربلا میں اذان دینا از حد فرض ہے اور لازم ہے میرے اس قرآن کی یہ آیات جن میں خالق کائنات نے ہمیں ان کے ساتھ بیٹھنے سے منع کر دیا کہ جب وہ اس طرح کی باتیں کر رہے ہوں تو ہمارے لیے کب جائز ہے کہ ہم تھڑوں پر بیٹھ کے اسلام کو مشق ستم بنالیں۔ چھوٹے چھوٹے ذہن اور چھوٹی چھوٹی معلومات اور رائے اجتہادی دی جارہی ہے۔ ایسی صورت حال کے اندر ایک نصاب تعلیم کی جو حیثیت ہے اس کو جس طرح قرآن مجید نے آیات میں پیش کیا ہے۔ جہاں سے طبیعت کوئی چیز دیکھتی ہے تو دوسری طبیعت سے مل جاتی ہے اور بندے کو پتہ بھی نہیں ہوتا

ہے کہ کہ طبیعت متاثر ہو جاتی ہے اور چوری کر کے آتی ہے تو جس جگہ کا قرب ہوگا ویسے اثرات طبیعت پر مرتب ہو جائیں گے پھر نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچہ مسمانوں کا ہوگا دماغ اس میں انگریزوں کا ہوگا، زبان مسلمان کی ہوگی بیان کافروں کا ہوگا۔

جدید نصاب تعلیم اور علامہ محمد اقبال

یہ صورت حال بنتی ہے یہی وہ سوچ تھی علامہ اقبال نے یہ کہا تھا کہ یہ سازش ہے ہمارے خلاف ایک تجدید کے نام پر اگر چہ جدت ضروری ہے مگر جدت بے لگام کو ہرگز مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ کہنے لگے یہ ہم سے مغرب یہ چاہتا ہے یہ مسلم امہ کبھی بھی مٹنے والی نہیں جن کو کبھی کنٹرول نہیں کیا جا سکتا اور جن کا جنون اس انداز کا ہے کہ اس کو بموں سے مٹایا نہیں جا سکتا تو اس نے یہ سوچا کہ یوں کریں۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر

تعلیم کا جو تیزاب ہے اس کے اندر جتنی بھی سخت چیز آ جائے وہ ملائم ہو جاتی ہے تو یہ نصاب تعلیم وہ تیزاب ہے جس سے ہماری خودی کو ملائم کر دے گا وہ تیزاب جو آتا ہے وہ واشنگٹن کا ہے، اسرائیل کا، اور وہ انڈیا کا ہے، ریالوں کے خوشہ چین لوگوں کا ہے، تو پھر وہ تیزاب ہماری غیرت کو ملائم کر دے گا۔ ہماری ذریت کو اور ہماری جو خودی ہے اس کو ختم کر دے گا اس واسطے ایسے نصاب تعلیم کو علامہ اقبال کی رائے میں تیزاب کہا جاتا ہے۔

جیسا نصاب تعلیم ویسے ہی اثرات

جس تیزاب میں جیسی خصوصیت ہوگی ویسے ہی اس کے اثرات مرتب ہو جائیں

گے اگر وہ تیزاب مدینے کا ہے تو پھر اسی تیزاب سے جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طبیعت جاگی ہے تو زمانے میں اسلام کے علمبردار بن جاتے ہیں۔ وہ تیزاب اس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جس سے پانچ اونٹ لائن میں کھڑے نہیں ہوتے تھے یوں بنا دیتا ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ پوری دنیا کو لائن میں کھڑا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر یہی تیزاب امریکہ کے ڈرموں کا ہوگا، اگر یہی تیزاب انڈیا کا ہوگا تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا کہ وہ چیز تو ہماری تھی مگر تیزاب ان کا تھا تو نتیجہ وہ نکلے گا کہ وہ ہمارا ہو کر بھی ہم سے بیگانہ ہو جائے گا۔ وہ نصاب پڑھے گا ہمارا نہیں رہے گا ان کا ہو جائے گا۔ اگر اس سے پہلے فکر اقبال کو دیکھ لیتے تو حقیقت واضح ہو جاتی۔

مولانا روم کے ہاں نصاب تعلیم کی اہمیت

مولانا روم جو اقبال کے مرشد معنوی ہیں ان کے ہاں تعلیمی نصاب کی جو حیثیت ہے اس کے متعلق فرمانے لگے۔

ہر کہ دردوشاب جو شیدہ شود
در عقیدہ تابع جو شادہ شود

فرمایا جس چیز کو بھی انگور کے سرکے میں اُبال لیا جائے اس میں ذائقہ انگور کا پیدا ہو جاتا ہے۔ جس چیز کو بھی انگور کے سرکے میں جوش دیا جائے اس میں انگور کا ذائقہ ہی پیدا ہو جائے گا۔ اس کی مثال دینے لگے کہ گاجر کو سرکے میں جوش دو تو گاجر میں بھی انگور کا ذائقہ آجائے گا۔ اور انگور کے نچوڑ میں اگر تم بادام کو اُبال دو تو بادام کے اندر بھی تاثیر داخل ہو جائے گی تو یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر وہ نچوڑ روحانیت کا ہے، اخلاص کا ہے اور روشن خیالی مدنی روشن خیالی ہے تو پھر ایک عام انسان یعنی مزدور کا

بیٹا ہو، کسان کا بیٹا ہو جب اس نچوڑ میں اس کی فکر کو ابال دیا جائے گا تو وہ بھی وقت کا غزالی بن جائے گا اور اگر وہ نچوڑ جو ہے اس کی حیثیت خراب ہو پھر جو چیز اس میں ڈالی جائے گی اس میں اگر چہ نام ان کے پہلے اور تھے اس کو تم گاجر کہتے تھے، اس کو تم بادام کہتے تھے، اس کو تم دہی کہتے تھے۔ لیکن جب اس نچوڑ میں اس کو جوش دیا گیا اب اس میں ایسی چیز آ گئی ہے جو اس نچوڑ میں تھی تو اس وجہ سے تعلیمی نصاب وہ چیز ہے کہ جس کے اندر نونہالوں کے اذہان کو جوش دیا جا رہا ہے ابالے دیے جا رہے ہیں۔

اگر یہ نصاب بالکل شستہ و شائستہ ہو گا تو پھر سمجھو کل ان کے ذہنوں سے حضرت داتا علی ہجویری کی خوشبو آئے گی اور حضرت خواجہ اجمیری کی خوشبو آئے گی اور پوری امت کے جو عظیم نام ہیں روشنی کے سبب وہاں سے نظر آئیں گے اگر ایسا نہیں تو کہیں وہ واشنگٹن کی بولی بولے گا کہیں انگریز کی بولی بولے گا اور کہیں وہ اس انداز میں ہو گا کہ آپ شرمائیں گے کہ یہ کس انداز میں گفتگو کر رہا ہے، بول رہا ہے۔

نشتر تعلیم جدید

اس واسطے نصاب کی اہمیت کو کبھی بھی پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا ان تاریخی حوالوں کے لحاظ سے ہمیں یہ سوچنا ہے کہ جس وقت ہمارے اسلاف نے یہ خطرہ محسوس کیا اور علامہ اقبال یہ کہنے لگے کہ

ہے مداواءِ جنوں نشترِ تعلیم جدید
میرا سرجن رگ ملت سے لہو لیتا ہے

ہے مداوا جنون نشترِ تعلیم جدید کہ ہر مسلمان کا جو جنون ختم نہیں ہوتا تعلیم جدید سے نشتر لگا کر ان کا خون نکالو تو وہ سارا جنون ختم ہو جائے گا۔

آج وہ معاملہ جو ہم سے دور تھا وہ ہم تک آن پہنچا ہمارے گھروں تک آن پہنچا۔ آج پاکستان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں دیا جا رہا ہے ان کو ایسی پالیسیوں کے ساتھ امریکہ کی چھاونیاں بنایا جا رہا ہے۔ یونیورسٹیوں کو بورڈ آف گورنر کے ذریعے اور کالجوں کو اور پھر یونیورسٹی آرڈی نینس کے ذریعے ان میں ایسے لبرل لوگ مسلط کیے جا رہے ہیں کہ جو ہمارے نصاب کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری غیرت کو ہمارے معاملات کو اور ہماری اسلامی حمیت کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ جو ملت کے خربوزے تھے آغا خاں بورڈ کو ان کی راکھی کے لیے بٹھا دیا گیا ہے۔ ایسی صورت حال کے اندر ہم آج کے اس موضوع میں صرف یہ جائزہ نہیں لیں گے کہ فلاں کتاب میں کیا ہوا؟ فلاں کتاب میں کیا تبدیلی ہوئی ہے؟ بلکہ اس کی اساسی صورت حال جو ہمارے نصاب تعلیم کی ہونی چاہیے جو قرآن وسنت کا تقاضا ہے اور ہماری تاریخ کا جو تسلسل پیچھے آ رہا ہے اس کا جو تقاضا ہے اس کے مطابق ہم جائزہ لیں گے کہ کس حد تک چوری ہو چکی ہے اور کس حد تک دشمن منہ کھولے بیٹھے ہیں اور ہمیں کس انداز میں ان لوگوں کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے یہی ہیں جو خطرات آج جو فکری محاذ پر لڑائی ہماری ہو گئی ہے اور تہذیبی تصادم سامنے ہے۔

غیرت مسلم کو ختم کرنے کے لئے غیر مسلم کی تجاویز

سیموئیل ہنٹنگٹن (SAMUEL HUNTINGTON) جس وقت وہ ہمارے خلاف سب سے زیادہ زہر اگلنے والا ہے تو اس نے اپنی کتاب کے اندر "ہم کون ہیں" (How are we) میں مسلم امہ پر کنٹرول پانے کیلئے جو تجاویز دیں ہیں۔ ان میں ایک تجویز یہ ہے کہ (تجدید) کے نام پر مسلم امہ کے اقدار کو

بدل دیا جائے۔ داتا صاحب، خواجہ صاحب، محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی کے کردار کو خراج تحسین پیش کرنے والوں اور انہیں ہیرو قرار دینے والوں کا ذھنی معیار بدل دیا جائے (معاذ اللہ) تجدید کے نام پر ان کو یہ کہہ دیا جائے کہ وہ زمانہ اور تھا اس وقت حالات اور تھے اس وقت کے تقاضے اور تھے اب تقاضے اور ہیں اس وقت سر اٹھانے کا دور تھا اب سر جھکانے کا دور ہے ہمارے دشمنوں کی کوشش ہے کہ تجدید کے نام پر مسلم امہ کے اندر سے تبدیلی لائی جائے اگر ہم حملہ کریں گے تو اتنا اثر نہیں ہوگا جتنا ان کے اندر سے گماشتے بولیں گے تو نقصان ہو سکے گا۔

﴿اسلام کا پاور ہاؤس مدارس دینیہ﴾

اس پر بحث کرتے کرتے بالآخر اس نے فیصلہ کیا۔ کہتا ہے کہ {{ہمارے نزدیک اسلام کی پاور کا جو سب سے بڑا پاور ہاؤس ہے وہ مدارس دینیہ ہیں اور وہ اسلامی نصاب ہے۔ جب تک مدارس دینیہ کو بند نہ کر دیا جائے اور ان کے اثرات کو ختم نہیں کیا جا سکتا اس وقت تک ہم کبھی بھی مسلم امہ کنٹرول نہیں پا سکیں گے}}۔ مدارس دینیہ اگرچہ ڈائرکٹ ایک الگ شعبہ ہے لیکن یہ سکولوں کے اندر جو دین کی ابھی رمق ہے وہ انہی مدارس دینیہ کی وجہ سے ہے انہی کی وجہ سے ہے سکولوں میں اگر آج تک حمیت موجود ہے اگر چہ وہ ایک ذیلی شعبہ ہے مدارس دینیہ کی غیرت کا کہ وہاں کی غیرت یہاں تک پہنچی ہے۔

﴿مدارس کے خلاف غیر مسلموں کی سازش﴾

اس نے کہا کہ ان کا ہم دو چیزوں سے خاتمہ کر سکتے ہیں یا ویسے ہی مدارس کو دہشت گردی کے الزام میں بند کرا دیا جائے۔ خود حکمرانوں سے جو مسلم امہ میں موجود

ہیں یا پھر کہنے لگا کہ ان کے نصاب کو جدت کے نام پر مغرب زدہ بنا دیا جائے۔ تا کہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"، یہ سوچیں جو ان کی تھیں انہوں نے سوچا۔ اور اقبال تو یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ایسا کریں گے اور آج انہوں نے ایسا کرنے کا عزم کیا ہے اور اس کے نتائج ہمیں پاکستان میں نظر آ رہے ہیں۔

﴿ایک عیسائی کا بیان﴾

پھر ایک طرف عراق میں T V پر عیسائی بھونکتا ہے وہ کہتا ہے کہ اے عراقیو! عراقیوں کو کس لفظ سے اور کس زبان سے ان کو بلاتا ہے ہمارے کلدانی، آشیری بھائیو! ہم تجدید عراق میں تمہیں حصہ دار بنانا چاہتے ہیں تو عراق والوں کو اس نے کلدانی کہا اس نے آشوری کہا جو وہاں کی پرانی تہذیب تھی اسلام سے پہلے اس کا نام لیکر اس نے ہماری چھاتی میں چھرا گھونپا۔ کہ وہ عراق جو کہ اسلام کا عراق ہے اس کو آشوریوں کا عراق کہا اس کو کلدانیوں کا عراق کہا اس کو پرانی نام نہاد تہذیبوں کے نام سے پکارا ایک طرف اس عیسائی کی بات ہے۔

﴿وزیر تعلیم کا بیان﴾

اور دوسری طرف ہمارے وزیر تعلیم قاضی جاوید اشرف کا بیان ہے جو کہتا ہے کہ ہماری تہذیب محمد بن قاسم کے زمانے سے نہیں ہماری تہذیب آشوکہ سے ہے ہماری تہذیب موہنجوداڑو سے ہے اور ہماری تہذیب گندھارا سے ہے۔

اب دیکھو کتنی مناسبت ہے ادھر وہ عیسائی بولتا ہے ادھر وہ بوڑھا بابا جو جرنیل رہا اور پھر ریٹائرڈ ہو گیا اتنا ہوش سلامت نہیں۔ ان کی بولی بولتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ محمد بن قاسم مدنی اور مکی تہذیب اور کلچر کے خلاف بولتے ہوئے کہا کہ ہماری تہذیب

تو ہڑپہ والی ہے اور یہ ملاں ہیں انہوں نے لوگوں کی خوشیاں کو لوٹ رکھا ہے ہمیں مل کر بیٹھنے نہیں دیتے کہنے لگا ہمارا ہندو مسلم کلچر میں کوئی فرق نہیں ہے! ہمارا کلچر تو ایک کلچر ہے اب جس ملک کے وزیر تعلیم کا یہ حال ہو اس میں تعلیم کیسی ہوگی؟ اگر ہمارا اور انڈیا کا کلچر ایک ہے تو پھر ان قبروں والوں کو جا کے بتاؤ جن لاکھوں نے خون دے کر پاکستان بنایا تھا کہ تم نے غلطی کی کہ اگر ایک کلچر ہے تو علیحدہ ملک کی ضرورت کیا تھی؟ پھر تمام سے وہ سجدہ سہو نکلواؤں جنہوں نے جانیں دے کر یہ ملک بنایا ہے ہرگز ایسی صورت حال نہیں کلچر اور تہذیب کسے کہا جاتا ہے؟ کلچر میں سرفہرست دین ہوتا ہے۔

﴿ہندو و مسلم تہذیب میں فرق﴾

دین کے پیرو ہوتے ہیں، اپنی تاریخ کے لوگ ہوتے ہیں اور طریقہ عبادت ہوتا ہے اور رہن سہن کے انداز ہوتے ہیں یہ کلچر ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی اگر تم کہتے ہو کہ ہمارا کلچر گندھارا سے ہے تو اب گندھارا سے ہم اپنا نظام چلائیں گے تو وہ تو بت تھا اس کے ساتھ اپنا نظام چلانا چاہتے ہو تو پھر یہ لنگوٹے پہنو، تمہاری تہذیب اگر بت سے ملتی ہے اور تمہارا کلچر ہندو کلچر سے ملتا ہے تو ان کی کتاب تو گیتا ہے پھر اس کو سامنے لے آؤ۔

ان کے رہبر اور ہیں جبکہ تمہارے رہبر تو رسول عربی ﷺ ہیں تو کلچر ایک کیسے ہوا۔ وہ گائے کو پوجتے ہیں تم گائے کو کھاتے ہو۔ وہ گائے کے گوبر اس تھڑے پہ لگاتے ہیں جہاں پہ بیٹھ کر وہ ناشتہ کرتے ہیں، تم گائے کے گوبر سے نفرت کرتے ہو تو پھر کلچر ایک جیسا کیسے ہوگا۔

﴿اسلامی کلچر کا مدار﴾

نہیں نہیں یہ غلطی ہے یہ جرم ہے، یہ خطا ہے یہ امت کے خلاف بہت بڑا

ایکشن ہے۔ ہمارا کلچر ہڑپہ سے نہیں مکہ سے آیا ہے، یہ ٹیکسلا سے نہیں مدینہ شریف سے آیا ہے۔ ہمارا کلچر تو وہ ہے جو رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے دیا ہے یہ جو رہن سہن کا کلچر ہے یہ تو خود ہی ایک منٹ میں بدل جاتا ہے گرمیوں میں وہ مری والوں کا کلچر اور ہے اور ہمارا کلچر اور ہے، پشاور والوں کا کلچر اور ہے پنجاب والوں کا کلچر اور ہے۔ یہ نہیں ہم روحانی کلچر کے وارث ہیں جو کلمہ ہم پڑھتے ہیں وہ مراکش والے بھی پڑھتے ہیں جو کلمہ ہم پڑھتے ہیں وہی فلسطین والے بھی پڑھتے ہیں ہمارے کلچر کا مدار کلمے پر ہے چونکہ پوری دنیا میں ہمارا کلمہ ایک ہے تو ہمارا کلچر بھی ایک ہے۔

اب دیکھئے ایسی صورتحال کے اندر جس وقت کلچر اور ثقافت کی بات ہوتی ہے ان لوگوں نے واضح کہہ دیا کہ مسلمانوں اور ھندوؤں کا کلچر ایک ہے ہماری ثقافت ایک ہے ہم ایک جیسے ہیں تو یہ سب سے بڑا اس ملک کی نظریاتی جڑ پر کلہاڑا چلانا ہے جس وقت اس چیز کا انکار کر دیا جائے جس کی وجہ سے یہ ملک بنا تھا اور یہ ملک اس کی وجہ سے باقی رہ سکتا ہے

ایسے میں غیرت اسلامی کا تقاضا

اب دیکھئے ہم جس وقت ادھر ان کے خرافات دیکھتے ہیں اور ادھر ان کی حماقتیں دیکھتے ہیں تو ہم چپ کیسے رہ سکتے ہیں۔ یہ ہمارا دین ہے، یہ ہمارا کلمہ ہے، یہ ہماری غیرت ہے ۔اسکا ہم سودا نہیں ہونے دیں گے جب تک ان شاءاللہ جان میں جان رہے گی چوروں کے خلاف بولیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ہمارے خلاف ایکشن ہو جائے گا۔ اگر چھوٹا ایکشن ان کا ہو گیا تو وہ معمولی ہے اللہ کے فضل سے بڑے ایکشن سے بچ جائیں گے۔

﴿بگڑتے ہیں انداز کیسے کیسے؟﴾

اب دیکھئے وہ اس ملک کے صوبہ پنجاب کا گورنر ہے جب تک گورنر نہیں بنا تھا اس وقت تک اور طرح کا تھا۔ اتفاق یہ ہے کہ جب وہ گورنر بنا تھا تو سب سے پہلے عوامی جلسہ میں میری اور اس کی تقریر اکٹھی ہوئی اور وہ صفہ یونیورسٹی کا افتتاح تھا۔ امام برحق امام الشاہ احمد نورانی صاحب کی صدارت تھی تو اس دن بول رہا تھا تو ہر لفظ سے روحانیت کا حوالہ دے رہا تھا کہ داتا صاحب، یہ خواجہ صاحب اور یہ تصوف اور یہ روحانیت اور یہ طریقت ہے۔ اب کہتا ہے کہ ہم پنجاب یونیورسٹی میں بورڈ کے اندر میوزک استعمال کرنا چاہتے ہیں اور میوزک کی کلاسیں لگانا چاہتے ہیں، میوزک کی کلاسیں پنجاب یونیورسٹی میں ہم کھولنا چاہتے ہیں۔

﴿فکر اقبال کے خلاف سازشیں﴾

اب دیکھئے ایک طرف ہمارے لیے جس وقت یہ صورت حال سامنے آئی ہے آج (آر۔آئی۔ڈی) کے نام پر ایسا ادارہ بنا دیا گیا جس کو 50 کروڑ روپیہ صرف مسلمانوں کی غیرت کو لوٹنے کیلئے دیا گیا ہے، اسکا صدر امریکہ سے منگوایا گیا ہے۔ اس کا اجلاس لاہور میں تین دن کروایا گیا اور اس کے بکواسات کیا تھے۔ فکر اقبال پہ وہ ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ اقبال جسکی شاعری میں 60 فیصد مغرب کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے یہ علامہ اقبال کی جو پوری شاعری ہے اس میں 60 فیصد حصہ مغرب کے خلاف ہے 30 فیصد حصہ انڈیا کے خلاف ہے ہندو تہذیب کے خلاف ہے ۔اب ''اقبال انٹرنیشنل انسٹیوٹ فار ریسرچ ایجوکیشن اینڈ ڈائیلاگ'' یہ ادارہ بنایا گیا ہے اور اسکو یہ کام سونپا گیا ہے کہ تم نے فکر اقبال کا جو نظریہ ہے جس کی وجہ سے ایک

عام طبقے کے اندر بھی حرارت پیدا ہوتی ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کے لئے لوگوں کو کتنے اپنے آثار میں پیش کرتے ہیں۔ تم اس کو بدلو اور ان کو یہ کام دیا گیا۔ افتتاحی اجلاس میں اس کے صدر ڈاکٹر فتح عثمان کی تقریر کیا تھی، کہنے لگا اب وہ وقت آگیا کہ مغربی اور ہماری تہذیب ایک ہوگئی ہے وہ اقبال جو کہہ رہے تھے کہ شاخ پر بیٹھ کر اس کو کاٹنے کے حوالے دیتے تھے اور مغرب کی تہذیب پر تابڑ توڑ حملے کرتے تھے اور جو کہتے تھے کہ لڑا دے ممولے کو شہباز سے۔

اس اقبال سے یہ کچھ ایسا حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ملت کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں۔ اس کا یہ جملہ سنو کہنے لگا ''اب وقت آگیا ہے کہ ہمارے بچے بھی وہ سینما کی جو تہذیب ہے اسکو اپنائیں گے وہ ہمارے بچے (وی۔سی۔آر) کے کلچر میں رہے گے ہمارے بچے جس وقت ڈانس کریں گے تو ان کی خوشیاں لوٹ آئیں گی۔ یہ ملاں نے جو پہرے لگا رکھے تھے یہ ختم ہو جائیں گے'' میں اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ اے امریکہ کے پالتو گماشتے! ہم فکر اقبال پر بھی پہرہ دیں گے اور ان شاء اللہ جو اسے توڑنے کی کوشش کرے گا اس چور کے ہاتھوں کو بھی قلم کر دیا جائیگا۔

﴿اساتذہ کی تربیت کا زہریلا کورس﴾

اب دیکھئے اساتذہ کی تربیت کا کورس مرتب ہوا کس ادارے کے تحت تیار کی گئی اور وہ کتاب ایک ڈاکٹر نے لکھی ہے اس نے کتاب کا نام ''ماڈرن ٹیچنگ اینڈ اسلامک ٹریڈیشن'' اس کتاب میں اس نے طریقے بتائے ہیں کہ کس طرح اساتذہ کی برین واشنگ کی جائے جو کالجوں اور یونیوسیٹوں میں پڑھائیں گے اور پہلی کھیپ میں 150

اساتذہ کی تربیت کی گئی ہے 150 جب گندے ہو جائیں گے تو وہ 40، 50 لاکھ کو خراب کریں گے۔ یہ قوم کہ جس کے پاس رات کھانے کو کچھ بھی نہیں ان کا پچاس کروڑ ان ڈاکوؤں کو کیوں دیا گیا کہ جو ان لوگوں کا ایمان لوٹے اور ہمارے لیے نصاب بنائیں۔ عجیب خیال ہے ان لوگوں کا جب بھی طعنہ ملتا ہے تو یہ ملتا ہے کہ تم روشن خیال بن جاؤ۔

کیا ہمارے سوا کسی کو روشن خیالی کی ضرورت نہیں ہے جب بھی طعنہ ملتا ہے تو ہمیں، کیا بربریت برسانے والے اس خونخوار یہودی کو روشن خیالی کی ضرورت نہیں،

کیا انڈیا کے گماشوں کو روشن خیالی کی ضروت نہیں،

ہمیں روشن خیال بنانے والو! ہمارے رب نے ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا پہلے کوئی امت ایسی نہیں تھی کہ جس کی ذہانت اتنی ہو کہ آگے نبوت کا دروازہ بند کر دیا جائے تو وہ امت آگے نور پھیلاتی رہے۔ اس امت کی شان ہے کہ رب نے فرمایا کہ اب جو فیض نبی علیہ السلام سے لیں گے قیامت تک روشنی کرتے رہے گے۔ ہمیں سمجھانے کیلئے کورس کروائے جارہے ہیں، ہمارے لیے کتابیں لکھی جارہی ہیں 1500 افغانی اساتذہ اور 500 طلبا کو انڈیا بھیجا گیا ہے اس نام نہاد کرزائی نے بھیجا ہے۔ وہاں جا کے جو ثقافت پڑھ کے آئیں اور وہاں سے برین واش کرا کے آئیں۔

اسلام آباد کے 500 اساتذہ کو امریکہ بھیجا گیا ان کی وہاں تربیت ہو رہی ہے یہ ہماری یونیوسٹیوں کو، ہماری درس گاہوں کو، ہمارے اداروں کو معاذ اللہ ایک امریکی موزچہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس انداز میں قوم کے جو نونہالوں کے دماغوں کے ساتھ کھیلنا چاہتے ہیں۔ اس واسطے ہرگز ہم ایسی تبدیلی کو ہضم نہیں کر سکتے، نہ ہم سے برداشت ہو سکتا ہے۔

﴿نصاب تعلیم کا تعلق گندھارا سے نہیں قرآن سے ہے﴾

اب جس وقت نصاب پڑھنے سے پہلے کی بات تھی تو یہ کہا جا رہا تھا کہ گندھارا سے لیں گے، آریا سے لیں گے اور یہ کریں گے، وہ کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ کتنے پاگل ہو تم ہڑپہ کی ٹھیکریوں سے تو پڑھنا چاہتے ہو مگر ماہ مدینہ کا تم قرآن نہیں پڑھنا چاہتے۔ ہڑپہ کی سلوں کو چاٹنے والو! سنت میں سب کچھ موجود ہے کہ زندگی کیسے گزاری جاتی ہے، زمانہ کیسے چلتا ہے، نظام کیسے بدلتا ہے لہذا ہم کیوں جا کے ہڑپہ کے چکر لگائے اور وہاں کی ٹھیکریوں، سلوں اور برتنوں سے تہذیب حاصل کرے۔ ہمارے رب نے ہمیں سب کچھ قرآن میں عطا فرمایا ہے۔

﴿جدید نصاب تعلیم میں خرابی﴾

ایسی صورت حال کے اندر اب دیکھ لیجئے نتیجہ یہ نکلا کہ کسی وزیر تجہیل کا بیان آیا جب کہ وزیر تعلیم تو ایسا ہو نہیں سکتا وہ کوئی وزیر تجہیل ہو سکتا ہے اور لگتا ہے کہ وہ اگنو رینس کا وزیر ہے ایجوکیشن کا وزیر نہیں ہے۔ جس نے کہا ہے کہ نئے نصاب کے اندر انڈیا پر تنقید نہیں کی گئی ہے ہندوؤں پر تنقید نہیں کی گئی ہے یہ شان ہے ہمارے نصاب کی تو اس کو سوچنا چاہئیے تو پھر قرآن کریم کا کیا کرو گے جس کے مجموعی طور پر پانچ حصے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے الفوز الکبیر میں پورے قرآن کے پانچ حصے بنائے ہیں ان میں سے ایک حصہ وہ باطل پرستوں کے ساتھ لڑنے کا ہے۔ چار پارٹیاں تھیں جن سے قرآن لڑا ہے، ایک تھے مشرکین مکہ، دوسرے تھے منافقین، تیسرے تھے یہودی، چوتھے تھے نصاریٰ قرآن مجید کا پورا پانچواں حصہ تو ان سے لڑنے میں اترا ہے تو کیا ہم قرآن مجید کو بھی بدل دیں کہ جس میں یہودیت پر تنقید نہ

ہو جس میں عیسائیت پر تنقید نہ ہو، جس میں ہندوؤں پر تنقید نہ ہو۔ نہیں نہیں ہمارے دین کا ایک حصہ پورا پانچ حصوں میں سے ایک حصہ سارے قرآن کا اس بارے میں موجود ہے۔ اس واسطے ہم کسی اور سے کچھ نہیں لیں گے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا قرآن کافی ہے جس کو ہمارے اسلاف نے سمجھا ہے اور جس انداز میں ہم تک پہنچا ہے اسی انداز میں اس کے ہر حکم کو آگے بڑھاتے چلے جائیں گے۔

نصاب عظمت اسلام کا مظہر ہو:

﴿نصاب تعلیم کی خوبیاں﴾

پہلی خوبی:

نصاب کی سب سے پہلی خوبی یہ ہونی چاہے کہ مسلم امہ کا جو نصاب ہے اس میں اسلام کو معاذ اللہ ادنی درجہ کا دین بنا کے پیش نہ کیا جائے۔

آج کے نصاب میں کوشش یہ ہو رہی ہے کہ ہر برتری غیروں کی بیان کرو، ہر خوبی غیروں کی بیان کرو، فضیلت ان کی بیان کرو تو ظالمو! جب بچے کہیں گے کہ فضیلتیں ان میں ہیں تو پھر ہمیں اپنے دین کی ضرورت کیا ہے؟ تو پھر کیا بنے گا۔ یہ ٹھیک ہے کسی میدان میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہم سے اتنا آگے گزر گیا لیکن ساتھ بتاؤ کہ ہم نے اور بھی بڑے کام کیے ہیں۔ ہم نے اور میدانوں میں کتنی ترقیاں کی ہیں۔ یہ دل اور دماغ اس کو طہارت دینے میں ہم نے کتنا شیطان کا مقابلہ کیا ہے اور ہم نے اپنے آپ کو باطل کے خلاف اور شہوات کے خلاف جہاد کے انداز میں پیش کیا ہے۔ اصل ہمارا شعبہ موجود ہے یہ ایک جزوی بات ہے کہ فلاں نے اتنی ترقی کی اور وہ بھی ہمارے اسلاف کے افکار سے ادھار مانگ کے۔ ہم بھی اس میں ترقی

کریں گے۔اپنے آپ کو اس انداز میں پیش کرو کہ ان کے سامنے اسلام کی طرف کسی خامی کی نسبت نہ ہو بلکہ خوبی ہو۔ٹھیک ہے کہ ہم نے دس میدان اور سر کر لیے ہیں، یہ دنیا ادھوری سی ہے یہ بھی پوری ہو جائے گی۔اس انداز میں ہمارے نصاب کی یہ شان ہونی چاہیے کہ کبھی بھی کسی شعبے میں ضمناً، کنایۃً اور صراحۃً اسلام پہ تنقید نہیں ہونی چاہیئے بلکہ یوں ہو کہ جو حقیقت ہے اس کے مطابق اسلام کی ساری حکمتوں اور عظمتوں کو اجاگر کرنا چاہیے۔

دوسری خوبی:

نصاب تعلیم کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں غیروں پر غالب آنے کا جذبہ موجود ہو۔

دوسرے نمبر پر کہ جو باطل کے خلاف عزم ہے جہاد کا اس کو پوری طرح بچوں کے اندر اس کی پروموشن ہونی چاہیئے ان میں جذبہ ہونا چاہیئے ،حریت ہونی چاہیئے ،حرارت ہونی چاہیئے۔وہ ایسے نہ ہوں کہ جیسے فارمی چوزے ہوتے ہیں بلکہ ان کے اندر اتنی طاقت ہو کہ ان کو آگ میں بھی ڈالا جائے پھر بھی حرارت برداشت کر کے اپنے دین کی بلندیوں کے نعرے لگاتے رہیں۔ان کے سامنے مغرب کا کلچر اور مغرب کی تہذیب جو ہے اس کو یوں نہ بیان کیا جائے کہ ان کی بھی رال ٹپکنے لگے کہ ہم ویسے بن جاتے بلکہ ایسا نصاب ہو، ایسا دین ہو جس کو پڑھ کے کافر دیکھے تو سمجھے کہ ایک مسلمان کا بچہ جا رہا ہے۔

ایک مقام پر مدارس کے حوالے سے بیان ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ ہم عصری علوم کے خلاف نہیں۔آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کیوں ضروری ہے کہ جس بندے کو

ماڈرن علوم آتے ہوں وہ کلین شیو ہو اور بابو نظر آئے جبکہ اس کے چہرے پر داڑھی تو ہونی چاہیے اور اس کے سر پر عمامہ بھی ہونا چاہیئے ان چیزوں میں اصل کمانڈ اس پر دین کی نظر آئے کہ جس صورت کو دیکھ کر امریکہ گھبرا جائے۔ اگر ہم نے ان کی سی صورت بنالی تو وہ سمجھے گا کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں اور اگر ہماری یہ صورت ان کے سامنے رہے تو وہ ایک ایک بندہ جو سنت کے سائے میں ان کو نظر آئیگا تو دشمن ہم سے زیادہ خطرہ محسوس کرے گا تو ہم ان دشمنوں کے حوصلے بڑھانا نہیں چاہتے بلکہ گھٹانا چاہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کوئی انگلش بولے مگر انگریز نظر نہ آئے۔ یہ ایسے گماشتے بھی ہمارے لیے بڑے خطرناک ہیں جنہوں نے ملی، دینی علوم کے اندر ایسے ایسے علوم کو شامل کر کے لوگوں کو دین کی درس گاہوں سے نکالا۔ پتہ نہیں چلتا کہ یہ دین والے ہیں یا دنیا والے ہم ماڈرن علوم کے داعی ہیں مگر ماڈرن تہذیب کو زہر قاتل سمجھتے ہیں۔ سب کچھ پڑھ کے بھی بندے کو یوں ہونا چاہیئے کہ یہ وہ ہے جو حجاز کے میخوانہ سے پی کے آرہا ہے۔ اس واسطے یہ صورتحال ہے۔

تیسری خوبی:

نصاب تعلیم کی تیسری خوبی یہ ہے کہ نصاب مایوس کن نہ ہو۔

تیسرے نمبر پر ہمارے نصاب تعلیم میں مایوسی نہیں ہونی چاہیئے جو آج پھیلائی جا رہی ہے بالکل یوں بنا دیا کہ مرنے سے پہلے مر جاؤ کہ تماری زندگی کی کوئی ضرورت نہیں مسلمانوں تمہیں مر جانا چاہیئے یہ تمہیں نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔

کسی آنے والے طوفان کو ڈراوا دے کر
ناخدا نے مجھے ساحل پہ ڈبونا چاہا

چونکہ آگے طوفان آجائیں گے تو یہیں ڈوب جاؤ یہ تمہیں حوصلے دیئے جا رہے ہیں ڈوب جانے کے۔ نصاب تعلیم ایسا ہونا چاہیئے اگر سو فیصد بھی سامنے ناکامیاں نظر آرہی ہوں۔ معاشرے کے افراد میں پھر بھی ایسی غیرت اور حریت ہونی چاہیئے کہ اقبال کہتے ہیں۔

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

حوصلے بلند ہونے چاہیئے اور نصاب ایسا ہونا چاہیئے کہ جس سے شوق ہو، ذوق ہو، بلندی ہو۔ حالات سب کے سامنے ہوتے ہیں لیکن جس حالات کو سنبھالنا ہے وہی ہائے ہائے کرنا شروع کر دے تو بیچارے پچھلوں کا کیا ہوگا۔ پھر وہ کہیں گے کہ وہ مار دیں گے، رسوا کر دیں گے ہمیں کھانے کو نہیں دیں گے، نہیں نہیں نصاب ایسا ہونا چاہیئے کہ جس سے فقرِ غیور کی ترجمانی ہوتی ہو کہ جو کچھ ہو جائے دنیا تو دنیا ہے ہم تو دنیا والے نہیں ہم تو دین کا سایہ رکھنے والے ہیں۔

﴿نصاب تعلیم بناتے وقت علامہ اقبال کا مشورہ﴾

جس وقت امان اللہ خان نے افغانستان میں نصاب تربیت دینے کے لئے ایک صدی قبل علامہ اقبال کو دعوت دی۔ اور نصاب کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا کہ نصاب کیا ہونا چاہیئے جو اسلامی ادب ہے اور جاہلیت کا ادب ہے ان میں فرق کیا ہے اس صورتحال میں بحث ہو رہی تھی تو علامہ اقبال نے بڑی عجیب بات کہی۔

﴿امرءالقیس اور عنترہ کی شاعری میں فرق﴾

کہنے لگے کہ میں صرف اس بات کو جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے امرأ

القیس کا ذکر کیا گیا جو جاہلیت کا بہت بڑا شاعر تھا جس کے قصیدے کعبہ میں لٹکائے گئے۔ اسکا تذکرہ جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنمی شاعروں کا سردار ہے۔ وہ سردار تو ہے مگر جہنمی شاعروں کا۔ لیکن جس وقت رسول اللہ ﷺ کے سامنے عنترہ کی شاعری کا بیان ہوا تو اس کے چند شعار کا ترجمہ یہ ہے۔

شام سے لے کر فجر تک کوشش کرتا ہوں
دن سے لے کر شام تک میں جہاد کرتا ہوں
میں لقمہ حلال بھی کماتا ہوں
اور میں اپنے آپ کو ہر وقت جدو جہد میں مصروف رکھتا ہوں

تو میرے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آج تک کسی عربی شاعر کی ملاقات کا شوق پیدا نہیں ہوا مگر اس سے میں ملنا چاہتا ہوں۔ علامہ اقبال نے دونوں کا نام لیکر یعنی امرأ القیس اور عنترہ کا کہ نبی علیہ السلام نے جوان کا فرق کیا اسے اپنی شاعری میں بیان کر دیا کہ اقبال کہتے ہیں کہ

﴿امرء القیس کی شاعری میں ہجر﴾

میری رائے یہ کہ امرء القیس کی شاعری میں ہجر ہے، جدائی ہے کہ خیموں کی رسیاں جلی پڑی ہیں، محبوب بھاگ گیا ہے اور ملتا کچھ نہیں اور مایوسی ہی مایوسی ہے۔

﴿عنترہ کی شاعری میں جوش، جذبہ، جرأت﴾

دوسری طرف عنترہ ہے کہ جس کی شاعری میں جوش ہے، جذبہ ہے، جرأت ہے، بہادری ہے اور امید کا درس دیا جا رہا ہے۔ اگر چہ وہ سبق کسی چیز کے بارے میں ہو لیکن ایک طرف مایوسی تھی اور دوسری طرف بہادری اور حوصلہ تھا تو میرے محبوب علیہ

السلام نے فرمادیا کہ میں عنترہ کی شاعری کو ترجیح دیتا ہوں۔اس واسطے اقبال کہنے لگے کہ اگر آج تم افغانیوں کا نصاب بنانے لگے ہو تو میری رائے یہ ہے وہ نصاب بناؤ کہ جس کا ہر سبق پڑھنے والے کو حوصلہ ملے۔اس قوم کو

مرنے سے پہلے مرنے کا سبق نہ پڑھائیں بلکہ مرنے کے بعد بھی جینے کا سبق پڑھایا جائے۔

﴿قومی تعلیمی پالیسی کے خدوخال﴾

آج نظریہ پاکستان پہ پہرہ دیتے ہوئے اس قومی تعلیمی پالیسی کے خدوخال کو اجاگر کرنا از حد ہم پہ فرض ہے۔اور اس انداز میں اس کو آگے بڑھانا ہمارے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں دین دیا اور جو نظام دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں جتنا اور جو کچھ ظاہر میں خلاف نظر آئے مسلمان کو کبھی بھی آذان دینا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔مرضی ہے کوئی آذان پہ آئے یا نہ آئے۔لیکن موذن کا کام ہے کہ اذان دیتا رہے۔

﴿قرآن وسنت پہ بے جا تنقید﴾

آج یہ فیشن بن گیا ہے کہ یہ کہا جائے کہ یوں نہیں ہونا چاہیئے تھا یوں ہوتا تو بڑا اچھا تھا یہ تو معمولی چیز ہے اس سے آگے گزر جاتے ہیں۔

لیکن یاد رکھو! ابلیس کافر بنا تو کیوں بنا؟ اس کا سبب کیا تھا؟ سب سے مردود اور ناپسندیدہ شیطان ہے وہ کافر کیوں بنا؟ کیا یہ سبب تھا کہ سجدہ ترک کیا تھا تو کافر ہو گیا۔ترک سجدہ کافر ہونے کی دلیل نہیں۔ورنہ کتنے مسلمان ہیں انہیں کہا گیا کہ ''اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ'' نماز پڑھو لیکن وہ ترک سجدہ کر جاتے ہیں تو کیا وہ کافر ہو جاتے ہیں؟ جبکہ ایسا نہیں۔اور ادھر شیطان صرف ترک سجدہ کی وجہ سے کافر ہو گیا۔

﴿شیطان مردود کے لعین ہونے کی وجہ﴾

امام بیضاوی کہتے ہیں کہ بات اصل میں سجدہ نہ کرنے کی نہیں تھی بات اللہ کے حکم پر تنقید کرنے کی تھی۔ سجدہ نہ کرتا تو رسوا اتنا نہ ہوتا جتنا اس نے روشن خیال بننے کی کوشش کی تو مارا گیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو کہنے لگا۔

أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ

(سورۃ الاعراف رقم الآیۃ 12)

میں اس سے بہتر ہوں سجدہ کیوں کرو مجھے آگ سے پیدا کیا اس کو مٹی سے پیدا کیا۔

مٹی نیچے جاتی ہے آگ اوپر جاتی ہے لہذا میں اوپر والا ہوں سجدہ کیوں کرو؟ تو خلاصہ کیا بنا اس نے ضمنا اپنی گفتگو میں یہ کہہ دیا اے اللہ تجھے یہ حکم مجھے نہیں دینا چاہئے تھا تو معاذ اللہ اس نے اللہ تعالی کے فرمان کی قباحت بیان کی کہ اللہ نے حکم اچھا نہیں دیا یہ وہ ظاہرا کہہ رہا تھا کہ میرے اللہ کو حکم دینے کا بھی پتہ ہی نہیں کہ کس کو کیا کہنا ہے؟ کس کو کیا کہنا چاہئے مجھے یہ کہہ دیا کہ میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کروں۔ معاذ اللہ وہ اللہ کے فیصلے پر تنقید کر رہا تھا کہ میری عقل نہیں مانتی کہ ایسا کیا جائے ۔جب اس نے کہا کہ میں نہیں مانتا تو وہ اپنی عقل کو درمیان میں لے آیا تو کیا ہوا جب اس نے اللہ کے حکم کو قبیح سمجھا کہ یوں ہونا نہیں چاہئے تھا۔ آخر کچھ دیکھا بھی جائے میں افضل ہوں، وہ مفضول ہے مجھے کہا جا رہا ہے کہ سجدہ کرو تو اس نے اللہ کا جو حکم تھا (اُسْجُدُوْ الآدَمَ) اس کے لحاظ سے اس نے اللہ کے حکم پر تنقید کی۔ اللہ کے فیصلے پر تنقید کی کہ اللہ کو یوں نہیں کہنا چاہیئے تھا۔

﴿روشن خیالی کا وبال﴾

اب سوچو کہ وہ کتنے بڑے مجرم ہیں جو رب ذوالجلال کے فیصلوں پر اپنے مشورے دے رہے ہیں۔ خالق کائنات کے دیئے ہوئے احکام پر رائے زنی کرنے میں کوئی جرم نہیں سمجھ رہے اور کہتا ہے کہ ہمارا دین بھی ہے، ایمان بھی ہے ہم کعبہ کی چھت پر اذان بھی پڑھتے ہیں۔ ابلیس کیوں مارا گیا وہ تنقید کی وجہ سے مارا گیا سجدہ ترک ہو گیا لیکن وہ روشن خیال بنا۔ میرے اللہ یہ نہیں ہوگا اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی سوچ کو لے آیا تو اس وجہ سے گمراہی ہو گئی، گمراہی کی وجہ سے ہمیشہ سے نکال دیا گیا۔

﴿مسلم امہ سے گزارشات﴾

اس واسطے دست بستہ آپ سے بھی اور پوری قوم سے بھی جہاں تک ہماری آواز پہنچتی ہے۔ ''اللہ کے فضل سے پوری دنیا تک پہنچتی ہے یہاں سے نکلنے والی آواز امریکہ کے واشنگٹن کے دائیں بائیں بھی پہنچتی ہے''۔ دست بستہ میری گزارش ہے کہ کبھی بھی اللہ اور اس کے محبوب علیہ السلام کے فیصلوں پر کوئی فتوی دینے نہ بیٹھ جائے کہ یوں کرتے تو اچھا تھا، یوں ہوتا تو اچھا تھا۔ اگر یوں کر دیا جاتا، اس طرح یوں بدل دیا جاتا۔ اس کو معمولی جرم نہ سمجھو۔ اسی نے تو اس کو بگاڑ دیا کہ جو پہلے فرشتوں کی صف میں شامل تھا اب وہ دنیا کا مردود ترین بن گیا ہے۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبرئیل امیں کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی صیاد
وہ فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

یہ جو آزادی آج لیے پھرتے ہیں، کوئی کہتا ہے صحافت کی آزادی ہے، کوئی کہتا

ہے جمہوریت کی آزادی ہے، کوئی کہتا ہے ہیومن رائٹس کی آزادی ہے کہ جس نے ایسا کیا اللہ کے حکم پہ تنقید کر دی تو وہ نہ بچ سکا اس واسطے آج بولتے ہوئے ہمیں بھی اور وہ لوگ جو کاروبار بنائے بیٹھے ہیں سوچنا چاہیئے۔

جہاں بدلنے کا وہ بھی گمان رکھتے ہیں
جو گھر کے نقشے میں پہلے دکان رکھتے ہیں

آج وہ ہم پر مسلط ہو گئے وہ لوگ ہمیں تعلیم دینے کیلئے مقرر ہیں، امریکہ نے ہم پر مسلط کر رکھے ہیں لیکن ہم قرآن والے ہیں، سنت والے ہیں، ایمان والے ہیں اور محبوب علیہ سلام کے دھیان والے ہیں۔

﴿ہم نظریہ پاکستان والے﴾

اس واسطے نظریہ پاکستان والے ہیں ہمارے بزرگوں کا نظریہ خون سے نکلا تھا ، یہ نظریہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی کے خون سے نکلا تھا اس واسطے ہم اس کو پامال نہیں کرنے دیں گے اور میں تو یہ باب ختم کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے
تن من دھن سب وار کے ہم نے یہ پرچم لہرانا ہے
یاد ہے تم کو ہندوستان پہ جب انگریز کا سایہ تھا
گنگا جمنا کی دھرتی پر کفر کا بادل چھایا تھا
مسلم لیگ نے گھر گھر جا کے قوم کو پکڑ جگایا تھا
آل انڈیا سنی کانفرنس نے پاکستان بنایا تھا
اب اس دیس کے والی ہم ہیں اس کو خوب سجانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

شیخِ مجدِّد نے جو تخم اس ارضِ ہند میں ڈالا تھا
خیرآبادی نے خوں دے کر اس گلشن کو پالا تھا
فکرِ رضا نے اس گلبن میں ہر سو کیا اجالا تھا
آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس کا ثمر سنبھالا تھا
ان کے ہی افکار کو ہم نے پھر جگ میں پھیلانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

امن سکون سے رہنے والو آج اونچے ایوانوں میں
ان کو بھی تو یاد کرو جو کٹ گئے تھے میدانوں میں
کتنی غیرت تھی ان میں اور قوت تھی ایمانوں میں
آج وہ ہم سے فرماتے ہیں خلد کے بالاخانوں میں
ہم نے جس کو خون دیا تھا تم نے اسے چلانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

کچھ تو خون کے قطرے مَل کر آ بیٹھے ہیں شہیدوں میں
ان کی ملت بنی وطن سے خود کہتے تھے جریدوں میں
وحدتِ ہند تھی لیلیٰ ان کی ہر جا غزل قصیدوں میں
خوش ہو کر یہ بیٹھتے تھے تب گاندھی ہی کے مریدوں میں
ہم نے ایسے ستم گروں کو بھی شیشہ دکھلانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

کب سے اس گلشن پہ دیکھو حملے کیے خزاؤں نے
اس کے غنچوں کا رس چوسا ہے سوتیلی ماؤں نے

اس کے صحن میں ڈیرے ڈالے ہیں بے رحم بلاؤں نے
اس کا مالی سویا ہوا ہے استعمار کی چھاؤں میں
اس گلشن سے ہر غاصب کو ہم نے مار بھگانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

میرے دیس کے ہر چپے پہ یارب امن کے پھول کھلیں
شام سحر کے ہر لمحے میں عدل، احسان کے دیپ جلیں
اس کے ہر باسی کو یارب علم، حلم کے جام ملیں
اس کے دشمن جل جل کے خود اپنی موت ہی آپ مریں
آصفؔ ہم نے اپنے دیس میں رب کا دین چلانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

یہ ہماری اس وقت کی کاوش اور کوشش ہے اور یقیناً ملت کے ہر درد مند انسان کا یہی پیغام ہے اللہ کے فضل سے امید ہے ان شاء اللہ ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے اور ہم اپنا فریضہ سرانجام دیں گے اور کامیابی حاصل کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆

باب نمبر

4

ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ. یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہ واتم برہانہ واعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور پر نور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسارِ زماں، سید سروراں، حامی بیکساں، ہادل السبل، ختم الرسل، مولائے کل جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت،

حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج ہم سب کو اس اہم پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام حضرات و خواتین کی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہمیں دین متین کی سربلندی کیلئے متحرک ہوکر اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کی گفتگو کا موضوع ہے۔

﴿ربطِ ملت اور اہل سنت کی ذمہ داریاں﴾

اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ جس کے ماننے والے دنیا کے کونے کونے میں رہتے ہیں۔ ایک ربط ہے جو پوری کائنات کے مسلمانوں کو یکجا کرتا ہے...... وہ رشتہ اسلام ہے...... جس نے شرق وغرب میں پھیلے ہوئے امت مسلمہ کے افراد کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے...... جغرافیائی حدود اور رنگ ونسل کا امتیاز اس وحدت اور ربط باہمی کو منقطع نہیں کرسکتا۔

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

کلمہ اسلام میں وسعت

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے......خواہ وہ اس سے کروڑوں میل دور رہتا ہو......اسکی وطنیت کوئی بھی ہو......اس کا رنگ کوئی بھی ہو......اس کی نسل کوئی بھی ہو......کلمہ اسلام ایک ایسا ربط ہے......دین اسلام ایک ایسا ربط ہے...... جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید اور نبیٔ اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ہمارے لیے ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جس نے شرق وغرب اور دنیا کے کونے کونے میں زندہ رہنے اور جینے والے افرادِ ملت کو ایک کنبے کے افراد کی طرح اکٹھا کر دیا ہے۔

رنگ ونسل کا امتیاز ...... ملک اور وطن کی حدود...... ہمارے اس رشتہ محبت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں ......کیونکہ ہماری قوم اپنے تشخص میں جغرافیائی حدود یا رنگ ونسل کی محتاج نہیں ہے ......ہماری قومیت ...... وطنیت ...... تشخص ......اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے عبارت ہے۔لہٰذا یہی ہمارا تشخص ٹھہرتا ہے اور یہی ہماری قومیت اور وطنیت کے بنیادی ستون ہیں۔

نصیحت اقبال

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے کہا تھا:۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

دنیا کی دوسری قوموں کی قومیت کا انحصار انکی جمعیت ملک سے ہے...... وہ نسب کو دیکھتے ہیں ...... رنگ کو دیکھتے ہیں ...... جغرافیائی حدود کو دیکھتے ہیں ...... اس لحاظ سے انکی قومیں بنتی ہیں ...... جبکہ ہماری قومیت میں رنگ ونسل اور جغرافیائی حدود کا کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کا بھی ربط ...... محبت ...... اور رشتۂ غلامی ہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والا ہو، ...... ہماری اور اسکی قوم ایک ہے، اسی لیے علامہ محمد اقبال نے کہا تھا:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ او ست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

﴿ہندوستانی قومیت کا نعرہ﴾

قیام پاکستان سے قبل کچھ لوگ ہندوستان میں ہندوستانی قومیت کا نعرہ لگا رہے تھے ......، وہ ہندوستان کی وحدت ہندو قومیت کی بنیاد پر قائم رکھنا چاہتے تھے ...... وہ کہتے تھے کہ ہم سب ہندوستان میں رہتے ہیں ......، لہٰذا ہمیں آپس میں کوئی اختلاف نہیں کرنا چاہیے ......، خواہ ہم ہندو ہوں ...... یا مسلم ...... ہمیں ایک قوم بن کر رہنا چاہیے ...... اس لیے کہ ہمارا وطن ایک ہے ......

﴿اہلسنت کا دوقومی نظریہ﴾

جب کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے دوسرے سرکردہ اکابرین نے دوقومی نظریہ پیش کیا جس کی رو سے ہماری قومیت وطن

کی محتاج نہیں ہے......، یہ وطن کی حدود و قیود سے بالاتر ہے......، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالق کائنات کی بارگاہ میں پہنچانے والا ایک ایسا رابطہ ہے...... کہ جو دنیا کے کسی بھی کونے میں کسی بھی فرد کو میسر ہو جائے تو وہ ہماری قوم اور ملت کا فرد بن جاتا ہے۔

فکر اقبال اور دو قومی نظریہ

اس لیے علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالی کی کلیات میں یہ بات بڑے وثوق سے ملتی ہے، آپ نے اپنے دور کے قومیت پرستوں کا رد فرمایا، آپ فرماتے ہیں:

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

یعنی یہ لوگ منبروں پر بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ملت از وطن است (ملت وطن سے بنتی ہے)

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

یہ لوگ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے کتنے بے خبر ہیں کہ اب تک یہ نعرہ لگا رہے ہیں:...... "ملت وطن سے بنتی ہے"

وہ اور لوگ ہیں جن کی ملتیں وطنوں کی محتاج ہیں ...... ہماری ملت وطن کی محتاج نہیں ہے،...... ہم ہندوستان کے باسی ہونے کے لحاظ سے قومیت نہیں مانتے ......اس لیے کہ ہماری قومیت کی بنیاد نظریے پر ہے......اور ہمارا نظریہ ہندوؤں سے یکسر مختلف ہے،......اگرچہ وطن ایک ہے لیکن ہم وطن کی وحدت کو وحدت ملت قرار نہیں دے سکتے......کیونکہ ہمارا نظریہ ان سے جدا ہے،......ہمارا ملی تشخص ان سے

جدا ہے،...... ہمارے بودو باش کے طریقے ان سے جدا ہیں...... اس لیے کہ ہم نظریہ کے حامل لوگ ہیں......، ہمارا ان سے نظریاتی اختلاف ہے...... جو ہمیں ایک وطن ہونے کے باوجود ان سے کوسوں میل دور بتا رہا ہے اور جن لوگوں سے ہمارا نظریاتی اتحاد ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں وہ اور ہم ایک قوم کے رکن ہیں۔

اور وہ لوگ جن سے ہمارا نظریاتی اختلاف ہے خواہ اسی ہند کے رہنے والے ہیں لیکن ہمارا اور ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وحدت وطن پر وحدت مذہب مقدم ہے،...... وحدت وطن پر وحدت عقیدہ مقدم ہے...... جب یہ لوگ ہمارے دین، عقیدہ اور نظریہ کو نہیں مانتے...... تو ہم محض ایک وطن کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ رہنے کو پسند نہیں کریں گے۔

ربط ملت کی ضرورت

ملت اور مذہب کا وہ تصور جس کو قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے...... ہمارے علمائے حق نے اس کی نشاندہی کی اور مفکرین نے اس کو اجاگر کیا...... جس کی بنیاد پر یہ عظیم خطہ پاکستان کی صورت میں معرض وجود میں آیا...... ملت کا یہ تصور بڑا ہی وسیع ہے...... جہاں ربط ملت بڑا ضروری ہے...... وہاں اسکی جو ذمہ داریاں ہیں...... ان کا احساس بھی بڑا ضروری ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے مسلمان کو بحیثیت مسلم ایک لائن دی ہے کہ تم نے جو زندگی گزارنی ہے وہ کن لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر،...... چل کر گزارنی ہے،...... کن لوگوں میں شمار ہو کر...... کندھے سے کندھا ملا کے گزارنی ہے...... اور کن لوگوں سے پیچھے ہٹ کر گزارنی ہے۔

اسلام تمہیں کچھ حدود کے اندر دیکھنا چاہتا ہے، آوارہ،...... بے لگام نہیں دیکھنا چاہتا کہ جس کے ساتھ جی چاہے مل جاؤ،...... جس کے ساتھ جی چاہے اپنی محبت قلبی کا اظہار شروع کر دو۔ اسلام نے جس طرح نماز،...... روزہ وغیرہ کا ایک نظام عطاء کیا ہے۔ ایسے ہی زندگی گزارنے اور اپنے روابط رکھنے کے لحاظ سے بھی ایک دستور عنایت فرمایا ہے۔

سچوں کی راہ کا انتخاب

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ...... اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد،...... مومن ہو جانے کے بعد،...... نماز، روزہ قائم کرتے ہوئے تمہیں صادقین کی معیت،...... سنگت،...... ربط و محبت رکھتے ہوئے ان کے گروہ میں اپنے آپ کو شمار کروانا ہے۔ جس راہ کو صادقین پسند کرتے ہیں اسی راہ پر تمہیں بھی چلنا پڑے گا،...... جس راہ کی وہ نشاندہی کرتے ہیں اس کو تمہیں اپنانا پڑے گا۔

اگرچہ وہ صادقین اللہ کے بندے ہیں لیکن جس وقت اللہ کے یہ بندے اللہ کے احکامات کی روشنی میں کوئی راستہ متعین کر دیں گے تو وہ راستہ افرادِ ملت کے لیے اللہ کی طرف سے متعین کردہ صراط مستقیم بن جائیگا۔

صراط مستقیم کا تصور

اسی لیے تو خالق کائنات جل جلالہ نے قرآن مجید برہان رشید میں صراط مستقیم کا اس طرح تصور دیا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ......

اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

اس سیدھے راستے کا تعارف کیا ہے؟...... یہ کیسے پہچانا جائے گا...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ راستہ ہے تو میرا لیکن پہچانا میرے بندوں سے جائے گا۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ......

وہ صراطِ مستقیم ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے۔ یہ اللہ کا راستہ ہے مگر اس کے نشانات اللہ کے بندے ہیں۔

اسی لیے دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ......(سورہ لقمان رقم الآیۃ 15)

تو اسکی راہ اپنا جس نے میری طرف رجوع کیا۔

اس کے پیچھے چلو جو میری طرف جھک چکا ہے،...... جس کا دل میرے ذکر سے آباد رہتا ہے،...... جس کی جبین میری بارگاہ میں جھکتی رہتی ہے،...... جو فکر و نظر کے لحاظ سے میری بارگاہ کی طرف متوجہ ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ...... اگرچہ وہ راستہ چلنے کے لحاظ سے تو اس کا شمار ہو رہا ہے مگر آتا میری بارگاہ کی طرف سے ہے اس لیے میں تمہیں اس مردِ مومن کے راستے پر چلنے کا حکم دے رہا ہوں لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے لحاظ سے ہمیں یہ حکم فرمایا اور کہیں فرمایا:

اہل علم سے پوچھو

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ......(سورۃ النحل رقم الآیۃ 43)

اگر تمہیں خود پتہ نہیں تو اہل ذکر سے پوچھو، ان سے معلوم کرو۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ اور مقرب بندوں کا ذکر کر کے...... ان کی طرف متوجہ کر کے...... ان سے پوچھنے کا حکم دے کر...... اپنے راستے کی خبر دے رہا ہے۔ لہٰذا ان سے باہمی ربط رکھیں، ان لوگوں کا تمہارے ساتھ اور تمہارا ان کے ساتھ تعلق ہو اس طرح صراط مستقیم کا تعین ہوتا جائیگا۔

جب ان صادقین کی سنگت ہوگی، ان کے ساتھ ربط ہوگا تو زندگی کا سارا سفر کامیابی سے گزر جائیگا۔ جب بڑے بڑے لوگ بھٹک رہے ہوں گے تم سیدھے راستے پر رہو گے۔

وقت کے علماء کا فیصلہ

ربط ملت کے لیے یہ حکم ہوا کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا کہ اگر ہمارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آ جائے کہ جس کا ہم قرآن وسنت سے واضح طور پر حل معلوم نہ کر سکیں اگر چہ موجود ہو تو پھر کیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَاوِرُوْا الفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ۔...... زمانے کے فقہا اور عابدین سے مشورہ کر لینا۔ (کنز العمال ج2ص 341 موسستہ الرسالہ بیروت)

اس میں دراصل ان لوگوں کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا درس دیا گیا تا کہ ربط ملت کے تقاضے پورے ہوں۔

مفتی کیلئے عرف کی معرفت

پھر جو مشورہ دینے والے ہیں...... بتانے والے ہیں...... انہیں اس حد تک کیا کہ وہ شخص فتویٰ دینے کا حق دار نہیں جو زمانے کے عرف کو نہ جانے۔

ہر طبقے کا عرف مختلف ہوتا ہے...... ایک عرف ہے زمینداروں کا...... اور ایک عرف ہے تاجروں کا...... ایک عرف ہے عام لوگوں کا...... جو زمانے کے عرف سے واقف نہ ہو وہ لوگوں کے مسائل سے واقف نہیں ہو سکتا۔ مختلف طبقات زندگی کے لوگوں کی عرف کی باتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

ہر طبقے کی عرف کی باتوں کو جاننے سے باہمی ربط بڑھے گا۔

اسی لیے فقہاء کو باہمی ربط بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے کہ حکم دیتے وقت لوگوں کی بود و باش سے واقف ہو...... لوگوں کی عادات کو ذہن میں رکھے...... لوگوں کے معمولات کو ذہن میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو فقہاء کرام کی طرف متوجہ کر رہا ہے کہ تم ان سے جا کر مشورہ لو۔ اب فقہاء کرام کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ لوگوں سے ربط رکھیں...... ان کے ساتھ تعلق قائم رکھیں...... ان لوگوں کے مسائل سے واقف ہوں...... ان کے عرف کو جانتے ہوئے لوگوں کی ضروریات کے مطابق اسلام کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کریں۔

ربطِ ملت اور جماعت سے وابستگی

ربطِ ملت کے لیے سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ...... تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے۔

(مشکوٰۃ باب اعتصادم بالکتاب السنۃ الفصل الثالث، ص 31 قدیمی کتب خانہ کراچی)

جمہور امت جس عقیدے پر ہے اس عقیدے کا تم پر ساتھ دینا ضروری ہے۔

جمہور امت صحابہ کرام سے لے کر ہر دور میں اور آج تک جن عقائد و نظریات پر ہے ان کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

جمہور امت کا جس مقام سے گزر ہو رہا ہو، اس مقام سے تمہارا گزرنا بھی

ضروری ہے۔ جمہور امت اگر شب بارات میں ہے تو تم اس کا بائیکاٹ نہ کرو بلکہ تم اس کاروان میں شامل ہو جاؤ...... اگر امت کا کارواں رمضان المبارک کے مہینے سے گزر رہا ہے تو اس مہینہ میں تم بھی روزے رکھو...... عبادت کرو...... نماز تراویح کا اہتمام کرو...... اے اہل اسلام! تم پر جماعت کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں کہیں اپنے کارواں کی خبر ہی نہ ہو اور کارواں کو تمہاری خبر ہو۔ اگر کارواں میں اور تم میں دوری پیدا ہو گئی...... بُعد پیدا ہو گیا...... جدائی آ گئی...... تو کارواں کا اپنی جگہ نقصان ہو جائے گا اور تمہیں لوگ اپنی جگہ گمراہ کر کے لے جائینگے کیونکہ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ...... تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازمی ہے۔ کیوں؟

اِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ الْوَاحِدِ...... (مسند امام احمد ج 1 ص 18)

اس لیے کہ جو اکیلا ہوتا ہے اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

جو جمہور امت کے عقیدہ کو چھوڑتا ہے...... اس سے انحراف کرتا ہے...... جمہور امت کے عمل سے منہ موڑتا ہے...... تو اس کے ساتھ کون ہوتا ہے؟...... شیطان ہوتا ہے...... اور دوسری طرف جماعت میں...... اجتماعیت میں...... امت کے ساتھ منسلک رہنے میں اتنی برکت ہے کہ

فَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ (مسند امام احمد 1 ص 26)

شیطان دو آدمیوں سے بہت دور ہے۔

جماعت کی اجتماعیت تو بڑی برکت والی بات ہے، اگر تم دو بھی ہو گئے تو بھی

شیطان تم سے بھاگنے لگ جائیگا وہ دو سے اَبْعَد ہے......دور ہے......ایک کے زیادہ قریب ہے......لیکن اس شیطان کو خطرہ دو پر......تین پر......چار پر بھی ہے۔

اور جو امت کا جمہور......امت کی جماعت......امت کی اکثریت......امت کا سوادِ اعظم ہے......اسکے ساتھ تم عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے منسلک رہو گے تو شیطان کے حملوں سے محفوظ رہو گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ

(معجم کبیر للطبرانی ج 17 ص 144 دار احیاء التراث العربی)

جو جماعت سے جدا ہوا شیطان اس کے ساتھ ہوگا۔

﴿ربط ملت ہے جنت کی ضمانت﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَرَادَ بُحْبُوْحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ

(جامع ترمذی، ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعة ، رقم الحدیث 2165 مصطفی الحلبی)

جو چاہتا ہے کہ جنت کے وسط میں میرا مکان ہو اس کو امت کے ساتھ رہنا چاہیے۔لہٰذا جمہور امت کا ساتھ دینا، اس کے نظریات سے انحراف نہ کرنا، اس کے اعتقادات سے بغاوت نہ کرنا چاہیے، اگر فکر و عمل کے لحاظ سے جمہور کے ساتھ رہو گے تو برکت رہے گی اور شیطان کے حملوں سے بھی تم محفوظ رہو گے اور زندگی کا سفر آسانی سے کٹ جائیگا۔

﴿ربط ملت کا تقاضا﴾

اب دیکھیں! امت کا کارواں جمعہ کی نماز کے اجتماع میں ہے......لیکن امت

کے افراد اپنی اپنی دکانوں پر بیٹھے ہیں،......اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں ...... اس طرح امت کے کارواں اور امت کے افراد میں دوری آ گئی......لیکن ربطِ ملت امت کو درس دے رہا ہے کہ تم کبھی بھی اپنی راہ کو امت کے کارواں سے جدا نہ کر ......،جس مقام پر وہ ہے تمہیں بھی اس مقام پر ان کا ساتھ دینا چاہیے۔

لہٰذا یہ وقت دکان کھولنے کا نہیں......اپنے اہل وعیال کے ساتھ گھر بیٹھنے کا نہیں ہے،......نہ ہی یہ کھیل کود کا وقت ہے......اس وقت امت کی اجتماعیت کا وقت ہے ،......نماز جمعہ کا وقت ہے......لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ساتھ دے جیسے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ......تم پر جماعت کا ساتھ دینا ضروری ہے۔

جو اکیلا ہو جائے گا، جو اس اجتماعیت سے الگ ہو جائے گا، شیطان اس کو گرفتار کر لے گا۔

جب امت مسلمہ اجتماعی طور پر اللہ کی بارگاہ میں حاضری دے رہی ہے، ان کی اجتماعیت تمہیں جو اپنی دکانیں کھولے بیٹھے ہیں، اپنے گھروں میں اہل وعیال کے ساتھ بیٹھے ہیں، دعوت دے رہی ہے کہ تمہیں بھی ہر حال میں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔

دلِ مسلم خیانت نہیں کرتا

اسی لیے سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ لَّا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ۔

(مشکوٰۃ ص 53 کتاب العلم دوسری فصل، قدیمی کتب خانہ کراچی

تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرسکتا.....

اللہ تعالیٰ کے لیے علم کو خالص کرنا...... مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا...... کیونکہ جماعت والوں کی دعا پچھلوں کا احاطہ کرتی ہے۔

عمل میں اخلاص

اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ

اللہ کے لیے عمل کو خالص کرنا...... اللہ کی رضا کیلئے ہر کام کرنا

بندۂ مومن کے دل کا یہ حق ہے کہ جس وقت اس نے ایک خدا کی توحید کا اعلان کیا ہے تو اپنے عمل سے بھی اس ایک خدا کی عبادت و بندگی کو ثابت کرے۔ نماز...... روزہ...... زکوٰۃ ...... حج ...... جہاد کر رہا ہے تو اللہ وحدہ لاشریک کیلئے ...... جب نماز پڑھے...... روزہ رکھے...... زکوٰۃ ادا کرے...... حج کرے...... جہاد کرے تو اگر ان میں سارے کا سارا دھیان اللہ کی طرف ہوگا تو پھر اخلاص عمل ہو جائے گا...... لیکن اگر یہ ہو کہ میں نماز پڑھتا ہوں کہ اللہ بھی راضی ہو جائے اور لوگ مجھے نمازی کہنا بھی شروع کر دیں تو ایک لحاظ سے معبود میں شرکت آ جائیگی، اسی لئے تو ریا کو شرک خفی کہا گیا ہے۔

جب ساری توجہ اللہ وحدہ لاشریک کی طرف ہے اور جو میں نماز پڑھ رہا ہوں، اس سے میرا مقصد کسی دوسرے کو خوش کرنا نہیں اور نہ ہی کسی دوسرے سے کلمات تحسین وصول کرنا ہے، میں فقط اللہ تعالیٰ کیلئے پڑھ رہا ہوں تو یہ اخلاص ہے لیکن جب اس کے ساتھ ساتھ دوسری چیز کو بھی شامل کر لیا تو اس کے اندر شراکت آ گئی اور اخلاص تو چاہتا ہے کہ ساری کی ساری عبادت اللہ کے لیے ہو، اس میں ریا کا کوئی دخل نہ ہو۔

مسلمانوں کی خیر خواہی

دوسری بات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی:

وَالنَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ

وہ کام جس کو مسلمان کا دل نہیں چھوڑ سکتا ...... وہ مسلمانوں کے لیے نصیحت ہے......ربط ملت کا تقاضا ہے......افراد ملت کی یہ ذمہ داریاں ہیں کہ جب آپ دیکھیں کہ اس کام سے قوم کا نقصان ہوگا......تو فوراً لوگوں کو اس نقصان سے مطلع کیا جائے...... یہی تو جماعت کی اجتماعیت کی،......ربط ملت کی برکت ہے کہ بہت سے ذہن اکٹھے ہیں ......کوئی کسی خرابی کا کھوج لگائے گا......اور پھر اس خرابی سے اپنے بھائیوں کو مطلع کر دے گا کہ تمہارے اندر فلاں خرابی آ رہی ہے لہٰذا تمہیں اس سے بچ جانا چاہیے۔

﴿مسلم مسلم کا آئینہ﴾

اَلْمُسْلِمُ مِرآةُ الْمُسْلِم...... (کنز العمال ج 1 ص 941 موسسة الرسالة)

مسلمان تو مسلمان کا آئینہ ہے۔

مومن تو مومن کا آئینہ ہے ...... ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کیلئے آئینہ ہے......وہ اپنے مسلمان بھائی کو علیحدگی میں بتا دے گا...... کہ میں نے تمہارے بارے میں فلاں بری چیز کی تشخیص کی ہے......اس خرابی میں پہلے بھی بہت سے لوگ مبتلا ہو چکے ہیں...... پہلے بھی بہت سے لوگ اس مرض کے مریض ہو چکے ہیں......اور اس خرابی......اس مرض کے آثار مجھے تمہارے اندر بھی نظر آ رہے ہیں۔

وہ اس کو بتائے گا کہ میں تمہارے اندر فلاں فلاں گندے عقیدے...... گمراہ عقیدے کے خطرات محسوس کر رہا ہوں ...... فلاں فلاں کوتاہیاں ......خرابیاں انکی علامات مجھے تمہارے اندر نظر آ رہی ہیں۔لہٰذا میں تمہیں ان باطل غیر اسلامی عقائد و نظریات سے بچنے کی نصیحت کرتا ہوں، ان عقائد و نظریات کو اپنانے سے فلاں فلاں

خرابی پیدا ہوگی، یہ نصیحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو تب ہی کریگا کہ جب ان کا آپس میں تعلق ہوگا......ربط باہمی ہوگا۔

اسی طرح جب ملت کا اجتماعی مسئلہ پیدا ہوگا......تو باہمی ربط سے ان مسائل کا پتہ چلے گا......ان سے پیدا ہونے والی مشکلات کا حل بھی پیش کیا جائے گا......یہ سب کچھ تب ہی ہوگا......جب اجتماعیت ہوگی......کارواں کے مسائل سے واقفیت ہوگی اور وہ جو کارواں سے دور بیٹھا ہے......کارواں کے ساتھ چلتا بھی نہیں......جماعت سے دور ہو گیا ہے......امت کے جمہور سے اس کا ربط ٹوٹ گیا ہے۔لہٰذا اب جب وہ اغواء ہوگا، شیطان اس کو شیطانی مکروفریب سے گمراہ کر دیتا ہے، جہالت اور گمراہیوں کی وادیوں میں دھکیل دیتا ہے تو پھر اس کو شکوہ اہل کاروں سے نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ خود کارواں سے جدا ہوا ہے، وہ خود اس کی راہ سے بھٹکا ہے۔

﴿ربط ملت سے دوری کا خسارہ﴾

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامَ مِنْ عُنُقِهِ۔

(مستدرك للحاكم ج 1 ص 319 دار المعرفة بيروت ......، مشكوٰة باب الاعتصام بالكتاب والسنة الفصل الثالث: ص 31 قديمي كتب خانه كراچي)

جو جماعت سے ایک بالشت دور ہو گیا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا۔

یعنی جو اپنے کارواں سے ایک بالشت بھی دور چلا گیا...... پیچھے رہ گیا......دائیں بائیں چلا گیا......کارواں کو چھوڑ دیا......اس نے خود اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا اور خود کو گمراہی کے سپرد کر دیا۔

اس نے اپنی جان پر ظلم کیا......کارواں پر ظلم کیا......اس نے کارواں کی اجتماعیت کو

نقصان پہنچایا اور اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر کے جہنم کا ایندھن بنوایا۔

لہٰذا کسی طرح بھی ملت کی اجتماعیت کو نقصان نہ ہونے دو......ملت کے ساتھ تعلق رکھو......ملت کے ساتھ مجتمع رہو......ٹھیک ہے ملت پر مشکل وقت آتا ہے تو آسان وقت بھی آئے گا۔اب جو مشکل وقت میں ملت کا ساتھ چھوڑ جائیگا تو کل جب ملت پر آسان وقت آئے گا تو پوری ملت ان آسانیوں سے بہرہ ور ہو رہی ہوگی، تو وہ ان آسانیوں سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جسد ملت سے کٹ جائیگا تو پھر ملت کے فوائد و ثمرات سے بھی اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہ جائے گا۔

سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ربط ملت اور اجتماعیت کے بارے میں اپنی حکمت بھری باتوں میں بہت سی چیزوں کی نشاندہی کی ہے۔آج کے اس پرفتن دور میں بہت ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ اس پیغام کو عام کیا جائے۔کل بھی اہل سنت اہل حق تھے اور آج بھی اہل سنت ہی اہل حق ہیں۔

لہٰذا سب سے زیادہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی انہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کا ملت بیضا کی اصل اصیل سے تعلق ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جوامت کے جمہور کا عقیدہ رہا ہے اس کے یہی وارث ہیں۔

امت مسلمہ جس مسلک پر سواد اعظم اور بڑی جماعت کے لحاظ سے کار بند رہی ہے، وہ یہی مسلک اہل سنت و جماعت ہے۔اس مسلک کے علماء کرام کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں اور اس مسلک کے افراد کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔

شیطان انسان کیلئے بھیڑیا

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مسند امام احمد میں موجود ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ تیسری فصل، مسند امام احمد ج 5 ص 233، 243، المیمنیہ)

شیطان انسان کیلئے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے لیے بھیڑیا ہے۔

نصیحت آموز مثال

یہ پہلے بھی کئی دفعہ میں نے بیان کیا ہے کہ سید عالم نور مجسم شفیع معظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر محسوس چیزوں کو محسوس بنا کر پیش کر دیا کرتے تھے، اس حدیث میں بھی فرمایا:

جیسے بھیڑیا بھیڑوں کے نقصان کے در پے رہتا ہے......اس کا بھیڑوں کے فائدہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا...... یہ ان کا دوست نہیں ہے...... یہ موقع ملتے بھیڑوں کا خون بہاتا ہے......انہیں قتل کرتا ہے......ایسے ہی انسانوں کے لیے بھیڑیا ہے، وہ کون ہے؟ وہ شیطان ہے......وہ کیا کرتا ہے؟ فرمایا:

صراط مستقیم کے سوا گھاٹیوں سے بچو

اِیَّاکُمْ وَالشِّعَابِ...... (مسند امام احمد ج 5 ص 342)

اے امتی! گھاٹیوں سے بچ کر رہنا۔

راستے میں دائیں بائیں کمین گاہیں بنی ہوئی ہیں ان سے بچ کر رہنا......صراط مستقیم کے ساتھ ساتھ جو گھاٹیوں میں چور بیٹھے ہیں ان سے بچ کر رہنا...... ان گھاٹیوں کے اندر شیطان بیٹھا ہے اس سے بچ کر رہنا...... کیونکہ وہ ہر وقت بھیڑوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ فرمایا کہ میری امت کے اندر تین قسم کی بھیڑیں شیطان کے ہتھے چڑھ جاتی ہیں اور ہمیشہ کے لیے راہ راست سے کٹ جاتی ہیں۔

کون سے لوگ ہیں جن پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کا اطلاق کیا، پھر تین قسمیں بیان کیں جس سے یہ فلسفہ سمجھایا کہ کس طرح کے لوگ کارواں سے کٹتے ہیں اور رسوا ہوتے ہیں، کون سے لوگ ہیں جو شیطان کے اشارے پر ناچتے ہیں، اس کے گمراہ کرنے پر صراط مستقیم کو چھوڑتے ہیں، سواد اعظم کو چھوڑتے ہیں، امت کے جمہور کو چھوڑتے ہیں اور بالآخر جہنم کی گہرائیاں ان کا ٹھکانہ بن جاتی ہیں۔

بھیڑیے کا تین بھیڑوں پہ حملہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَأْخُذُ الشَّاذَةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ

(مشکوٰۃ ص22، باب الاعتقام بالکتاب والسنۃ تیسری فصل)

تین قسم کی بھیڑوں کو بھیڑیا اغواء کرتا ہے اب ہم نے سوچنا ہے کہ کس قسم کی بھیڑ کے ساتھ ہمارا کردار ملتا ہے اور ہمارا انجام کیا ہے؟

پہلی بھیڑ

پہلی بھیڑ جس کے اغواء ہو جانے کا خطرہ ہے وہ شاذہ ہوتی ہے، شاذہ نافرہ بھیڑ کو کہتے ہیں...... جس کو اپنے ریوڑ سے نفرت ہے...... اس بھیڑ کو اپنے ریوڑ سے انس نہیں ...... ہم آہنگی نہیں...... جب ریوڑ چلتا ہے تو ریوڑ سے پیچھے رہتی ہے...... شیطان بھیڑیا اسے جب دیکھتا ہے تو فوراً اسے اپنے پنجوں میں دبوچتا ہے اور اٹھا کر لے جاتا ہے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ میری امت کے افراد تم کہیں ایسی بھیڑ نہ بننا جس کو امت کی اجتماعیت سے نفرت ہو جائے

......جوامت کے سواد اعظم اور جمہور کے عقائد......نظریات......معمولات......مزاج ......شعار سے متنفر ہو جائے۔تم جب ان سے نفرت کر کے ایک بالشت بھی پیچھے ہٹو گے تو شیطان جو کمین گاہ میں گھات لگا کر بیٹھا ہوا ہے، فوراً حملہ آور ہو کر پنجوں میں دبوچے گا اور ہمیشہ کیلئے گمراہی کی وادیوں میں دھکیل دے گا۔

﴿غیرت وحمیت دینی﴾

غور کیجئے! آج ہماری ملت کے کچھ لوگوں کو لا مذہبیت کا سبق دیا جا رہا ہے، یہ کہتے ہیں کہ مذہب کوئی نہیں......نہ یہودیت......نہ عیسائیت،......نہ نصرانیت...... نہ اسلام......سب مذہب ایک جیسے ہیں۔ یہ لوگ Human Rights کی بات کرتے ہوئے اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ دین اور مذہب کچھ نہیں بس انسان انسان کا بھائی ہے۔ٹھیک ہے ہر انسان کے بحیثیت انسان کچھ حقوق ہیں مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو دین کا مکلّف بنایا ہے، تابع بنایا ہے۔

بحیثیت دین ہمارا ان لوگوں سے اختلاف ہے یہودیت و نصرانیت سے اختلاف ہے......وہ کہتے ہیں کہ ہم معلم ہیں......زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں......یہود و نصاریٰ سے ہمارے میل جول سے ہمیں کیا نقصان ہو گا؟......ان کے فارم فل Fill کرنے سے اگر ہمیں گرین کارڈ مل جائے تو اس سے ہمارا کون سا نقصان ہو گا؟

﴿شیطان کا حملہ کس پر؟﴾

جب آپ نے تھوڑا سا بھی خود کو کاروان ملت سے پیچھے ہٹایا، سرکار مدینہ ﷺ فرماتے ہیں کہ شیطان فوراً اغواء کر لیتا ہے، اپنا اسیر بنا لیتا ہے اور پھر رہائی پانا مشکل ہو جائے گا۔

" الشــاذة "...... بھیڑ کے کردار میں وہ شخص ہے جس کو ملت اور کارواں سے نفرت ہے، کارواں کے رہبروں سے نفرت ہے، کارواں کے معمولات سے نفرت ہے۔ ابھی پوری نفرت نہیں بلکہ تھوڑی سی نفرت پیدا ہونی شروع ہوئی، وہ تھوڑا سا ملت کے کارواں سے جدا ہوا لیکن شیطان نے جو پکڑا تو ہمیشہ کیلئے اس کو کارواں سے جدا کر دیا۔

﴿خلاصہ کلام﴾

اب یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ بحیثیت افراد اہل سنت، ہمیں اہل سنت کے کارواں کے اندر شامل رہنا ہے...... کارواں سے محبت کرنی ہے...... اور کارواں کے قائد سے محبت کرنی ہے...... اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہم نے فکری یا نظری طور پر اس کارواں کی مخالفت کی...... بغاوت کی، تو سرکار مدینہ ﷺ کے فرمان کے مطابق شیطان فوراً حملہ آور ہوگا اور جیسے بھیڑیا بھیڑ کو ریوڑ سے اٹھا کر لے جاتا ہے اسی طرح شیطان کاروان اہل سنت سے اٹھا کر لے جائے گا اور ہمیشہ کے لیے جہالتوں، گمراہیوں کے اندر پھینک دے گا، اس کے بعد مشکل ہے کہ انسان کو راہ حق حاصل ہو۔

﴿مساجد کی آباد کاری﴾

میں نے ابھی ایک مثال آپ کے سامنے پیش کی ہے کہ جب امت کا کارواں اس وقت نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مساجد میں ہے اس وقت جو لوگ بازاروں میں چل پھر رہے ہیں، دکانیں سجائے بیٹھے ہیں، گھروں میں بیٹھے ہیں یا اسی طرح کے مشغلوں میں ہیں، اب یہ لوگ کارواں سے جدا ہو گئے ہیں، شیطان کارواں پر چل چکا ہے، اللہ کا فضل ان کے شامل حال نہیں ہوتا تو یہ دن بدن کارواں سے پیچھے ہٹتے ہی جائیں گے یہاں تک کہ اگر پہلے وہ ایک دو نمازیں پڑھ لیتے تھے تو آہستہ آہستہ ان سے

بھی محروم ہو جائیں گے، پہلے اگر نماز عید ادا کر لیا کرتے تھے تو پھر اس سے بھی کنارہ کرنے لگیں گے۔

لہٰذا ربط ملت کے لحاظ سے افراد ملت کی ذمہ داریاں ہیں، افراد ملت کاروان ملت سے ہر لحہ مربوط رہیں، ایک لحہ کے لیے اپنے اور کارواں کے درمیان جدائی نہ آنے دیں، ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ کارواں کہاں پہنچ گیا ہے، اسے کیا مسائل و مشکلات درپیش ہیں، وہ کسی آزمائش میں تو مبتلا نہیں ہیں، جو غافل ہو کر اپنے گھر میں بیٹھا ہے وہ گمراہ ہو جائیگا۔ کارواں کا نقصان تو اپنی جگہ پر ہے لیکن دوسری طرف اس شخص کا اپنا سب سے بڑا نقصان ہو جائے گا۔

دوسری بھیڑ

دوسری قسم کی بھیڑ جس کا بھیڑیا اغوا کر لیتا ہے یا جس کے اغواء ہونے کا خطرہ ہے اس کے متعلق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

وہ "القاصیة"...... بھیڑ ہے۔ قاصیہ بھیڑ وہ ہے جو کارواں سے جدا ہو گئی ہے۔ اس کو کارواں سے نفرت نہیں ہے بلکہ اس نے علیحدہ چراگاہ دیکھ رکھی ہے، وہ چاہتی ہے کہ ریوڑ چلا جائے تو میں علیحدہ چراگاہ میں جاؤں اور علیحدہ علیحدہ چر کے آؤں، اگر ساری بھیڑیں اس چراگاہ میں جائیں گی تو میں سیر نہ ہو سکوں گی، وہ جان بوجھ کر کارواں کے پیچھے پیچھے رہتی ہے کہ جب کارواں دور چلا جائے تو میں اکیلی اس سے سیر ہو کر بعد میں آجاؤں، اب یہ بھیڑ ریوڑ کو چھوڑ کر اچھی طرح کھانے پینے کے لیے سیر ہونے کے لیے پیچھے پیچھے رہ رہی ہے لہٰذا اب جب یہ اکیلی ریوڑ سے علیحدہ علیحدہ چراگاہ میں جاتی ہے تو بھیڑیے کے پنجے میں آجاتی ہے۔ سیر ہونا تو ایک طرف

رہا وہ خود بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے اور کچھ نہیں تو اس کی زندگی کو خطرہ ضرور ہے۔

حدیث پاک کا مطلب

دیکھیں کتنی جامع مثال ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگوں پر شیطان کا خطرہ ہے، یہ لوگ کارواں سے نفرت بھی نہیں کرتے لیکن لالچی ہونے کی بناء پر انہوں نے اپنی علیحدہ چراگاہ بنا رکھی ہے۔ یہ لوگ علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں، پیچھے پیچھے رہتے ہیں، کبھی دائیں کبھی بائیں کارواں سے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ یہ اپنی علیحدہ چراگاہ سے اکیلے اکیلے کارواں سے ہٹ کر فوائد حاصل کر سکیں۔

جو بھی اس طرح امت کے کارواں سے دائیں بائیں چلا جاتا ہے تو وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ربطِ ملت سے انقطاع کا مرتکب ہوا ہے جس کی اس کو یہ سزا ملتی ہے کہ شیطان اس کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا ہے، اسے ہلاکتوں، بربادیوں کے سپرد کر دیتا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مثال جنوں یا حیوانوں کے لیے نہیں تھی بلکہ ہمارے سمجھانے کے لیے تھی، اب ربطِ ملت اور افراد اہل سنت کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہم کہاں کہاں سے قافلہ سے پیچھے ہٹ گئے ہیں، ہمارا ربط کتنا مضبوط ہونا چاہیے تھا اور مضبوط ہے کتنا۔

فکرِ مسلم کی چراگاہ

ہماری فکر و نظر کی چراگاہ تو مسجد تھی، ہمارے مدارس، ہماری خانقاہیں، ہماری محافل، ہماری مجالس تھیں کہ جہاں روحانی غذا ملتی ہے، ہماری سوچ و فکر اور قلب و نظر کو سیراب کرنے والی خوراک ملتی ہے۔

شیطانی چراگاہیں

دوسری طرف جس نے جدا گھاٹ، چراگاہ بنا رکھی ہے خواہ وہ سینما ہو یا وی سی آر ،خواہ وہ ڈش ہو یا کیبل ،خواہ کسی گندے عقیدے کا مرکز ہو جو کوئی بھی اپنے ضمیر کی خواہش پوری کرنے کے لیے ، مالی منفعت حاصل کرنے کے لیے اقتدار اور اثر ورسوخ حاصل کرنے کے لئے وہاں جائے گا ،تو وہ گمراہ ہو جائے گا، شیطان اسے اغواء کر لے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ...... تم پر جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثالث......)

(مسند امام احمد ج:5 ص:145)

ٹھیک ہے کہ یہاں تم کو روکھی سوکھی کھانی پڑے گی، جو مالی فوائد تمہیں وہاں نظر آرہے ہیں وہ یہاں تمہیں حاصل نہ ہو سکیں لیکن اگر کارواں امت کے ساتھ رہ کر تم نے مشکل میں بھی زندگی گزاری تو آخرت کی ابدی زندگی آسان ہو جائیگی، یہ دنیا کی زندگی تو ہے ہی چند روزہ۔

آج اگر تم عیسائی، قادیانی ظاہر کر کے محض دستخط کر کے دنیا کے فوائد حاصل کر بھی لیتے ہو مگر یاد رکھو کہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نار جہنم میں پھینک دیا جائے ،نا ختم ہونے والے عذاب کا ذائقہ چکھنا پڑے۔

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھی حالات ہوں، تم نے ملت کے ساتھ ساتھ رہنا ہے اس سے جدا نہیں ہونا، اگر ملت کے ساتھ رہو گے تو شیطان کے ہاتھ نہیں آؤ گے۔ اگر ملت کی سوچ، عقائد و نظریات سے تم نے بغاوت کی تو شیطان کے قابو آجاؤ

گے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تباہی، بربادی، عذاب کی وادی میں دھکیل دیئے جاؤ گے۔

یہ کہتا ہے کہ یہ کارواں مسجد میں چلا جائے، محفل میں چلا جائے، محفل میلاد میں چلا جائے، اجتماع میں چلا جائے، میں مال بناؤں، مالی فوائد حاصل کروں، تجارت و زراعت کے اسلامی اصول وضوابط ہماری چراگاہیں ہیں اور مال حاصل کرنے کی جو دوسری راہیں، سود، ذخیرہ اندوزی وغیرہ شیطانی چراگاہیں ہیں جو بظاہر خوشنما اور فائدہ مند ہیں لیکن جہنم میں لے جانے والی ہیں۔

جو کوئی ان چراگاہوں کے اندر چلا جاتا ہے تو پھر منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا، وہ راہ راست سے بھٹک چکا ہے۔ وہ جہنم کی تاریک وادیوں کی طرف جا رہا ہے۔

﴿تیسری بھیڑ﴾

تیسری قسم کی بھیڑ جس کو بھیڑیا اغوا کر لیتا ہے، اٹھا لے جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ''الناحیة'' بھیڑ ہے۔

''الناحیة''...... بھیڑ وہ ہوتی ہے جو نہ تو اپنے کاروں سے نفرت کرتی ہے اور نہ ہی لالچی ہوتی ہے، وہ اتنی چالاک نہیں کہ اس نے کوئی علیحدہ خوش نما چراگاہ دیکھ رکھی ہو، یہ صرف غفلت کی مریضہ ہے، یہ بڑی سست ہے، سستی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ریوڑ جا رہا ہے لیکن یہ سستی کی وجہ سے ساتھ نہیں چلتی۔ اسے ریوڑ سے پیار بھی بڑا ہے، اس کے ساتھ اتحاد و اتفاق بھی ہے، ریوڑ کے ساتھ ہم آہنگی بھی ہے لیکن سستی ہے۔ ریوڑ اپنے پروگرام میں ہے یہ اپنے پروگرام میں ہے جب سستی کی وجہ سے ریوڑ سے جدا ہو جاتی ہے تو بھیڑیا اسے اپنا شکار بنا لیتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سست افراد بھی شیطان کا شکار ہو جایا کرتے

ہیں۔ یہ سست افراد اتنے چالاک نہیں ہوتے کہ انہوں نے اپنا کوئی علیحدہ فکری نشیمن بنا لیا ہو، اپنے خود ساختہ عقائد کے لیے علیحدہ مرکز بنا لیا ہو، بلکہ یہ صرف غفلت کے مریض ہیں۔ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر شیطان ان کو اغواء کر لیتا ہے اور جہنم کی وادیوں میں پھینک دیتا ہے۔

افراد امت پر مذکورہ خطرات کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ......

تم پر جماعت کا ساتھ ......جمہور امت کا ساتھ ......سواد اعظم کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ اگر کارواں سے نفرت کی وجہ سے جدا ہو گئے تو بھی شیطان کا شکار ہو جاؤ گے، اگر علیحدہ چراگاہ میں چلے گئے اور جدا ہو گئے تب بھی شیطان کا شکار ہو جاؤ گے اور اگر محض سستی ہے......غفلت ہے......مسجد میں آنے کو جی نہیں چاہتا......نماز جمعہ ادا کرنے کو جی نہیں چاہتا......نماز، روزہ میں بھی افراد امت کے ساتھ نہیں ہوتا، تو یہ محض غافل بھیڑ ہے۔ اگرچہ اس غافل بھیڑ کے بد مذہبوں سے روابط نہیں ہیں، ......یہ کسی ایجنسی کا ایجنٹ نہیں ہے......یہ یہود و ہنود کا ایجنٹ نہیں ہے......لیکن محض غافل ہونے کی وجہ سے بھی شیطان کے پنجے میں آ جائے گا، پھر اس کا بچ نکلنا مشکل ہو جائے گا جس کی وجہ سے اس کا دائمی نقصان ہو جائے گا۔

نظریات اہلسنت پر استقامت

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ ہم جماعت کے ساتھ ہر حال میں وابستہ رہیں اور پچھلے بیان میں میں نے تفصیل سے بیان کیا تھا کہ جماعت سے مراد اہل سنت ہیں لہٰذا اہل سنت کے عقائد، نظریات، معمولات سے آگے پیچھے نہ ہوا، اگر

کوئی مشکل ہے تو وقتی ہے۔ اگر آج کوئی سخت گرمی یا سردی میں تراویح پڑھنا چھوڑ دے ......دن کی بھوک دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دے...... کفر کی شدت دیکھ کر جہاد بالسیف...... جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کرنا چھوڑ دے......تو کل جب اس امت کو جو فوائد حاصل ہونگے تو کیا ان سے یہ بھی فائدہ اٹھا سکے گا؟ وہ امت جو روز قیامت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی تو کیا اس کے ساتھ ہی یہ بھی جنت میں پہنچ جائے گا؟

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

ٹہنی گئی جو عہد خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے
ہے لازوال عہد خزاں اس کے لیے
کوئی واسطہ نہیں اسے برگ و بار سے
ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

خزاں کا موسم آیا ہو اور کوئی شاخ کہے کہ میں تو اس درخت کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، اسی طرح امت مسلمہ کا کوئی فرد کہے کہ مجھے تو یہاں کسی قسم کی Aid (امداد) ملتی نظر نہیں آئی......کوئی پٹرول کے پیسے نظر نہیں آ رہے...... ظاہری چمک دمک اور گاڑیاں نظر نہیں آ رہیں لہٰذا میں امت مسلمہ کے ساتھ کیوں رہوں۔

عقیدوں کے سوداگر

آج لوگوں کے عقیدے کو پیسے سے خریدا جا رہا ہے......غریبوں کو ریڑھی لگا کر دی جا رہی ہے......کسی کو دکان بنا کر دی جا رہی ہے......کسی کو اچھی ملازمت کا جھانسہ

دیا جارہا ہے۔

ٹہنی گئی جو عہد خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے

﴿ٹوٹی ہوئی ٹہنی بہار سے محروم﴾

ایک ٹہنی خزاں کے موسم میں خودکو درخت سے کاٹ لیتی ہے کہ اب اس درخت پر پتا ہے......نہ پھول......اس پر بلبل چہکتی ہے......نہ پھول مہکتا ہے......اس سے کوئی فائدہ......راحت......سکون ہے......نہ سایہ......لہٰذا میں خود کو اس سے جدا کر لیتی ہوں......خودکو کاٹ لیتی ہوں......کل کو جب موسم بہار آئے گا تو کیا اس ٹہنی پر پتے لہلہا سکتے ہیں؟ کیا کوئی پھول کھل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

﴿شجر کی ٹہنیاں بہار آشنا﴾

وہ شجر جس پر خزاں تھی وہ تو ایک دن بہار آشنا ہو جائے گا......پھر رونق آ جائے گی......پھر کلیاں آ جائیں گی......پھر پھول آ جائیں گے،......مگر جو ٹہنی اپنے آپ کو شجر سے کاٹ لیتی ہے......وہ کبھی بھی بہار آشنا نہیں ہو سکتی،......اس پر کبھی بھی رونق نہیں آ سکتی،......وہ کبھی شاد نہیں ہو سکتی،......اسے کبھی بھی سکون نہیں مل سکتا،......اگرچہ وہ ہزار بار اپنے آپ کو رنگ لگائے،......اپنے اوپر بناوٹی پتے لگائے......لیکن جو رونق اس کو ملت کے ساتھ قائم رہنے سے ملتی تھی، جو جنت کی بہاریں ملتی تھیں، وہ کبھی بھی اس کو حاصل نہیں ہو سکیں گی۔

ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے
ہے لازوال عہد خزاں اس کے لیے

کامیابی کا معیار غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسے برگ و بار سے کوئی واسطہ نہیں، یہ خزاں تو چند گھڑیوں کی خزاں ہے اور اہل حق تو اس خزاں کو خزاں سمجھتے ہی نہیں کیونکہ اہل حق کے نزدیک کامیابی کا معیار پیسے نہیں ہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا، سینے پر پتھر رکھا گیا تو وہ اسے خزاں نہیں بلکہ بہار سمجھتے رہے۔

اگر کوئی اسکو خزاں سمجھتا ہے تو خزاں نہ سمجھے...... یہ تو صرف چند لمحوں کے لیے ہے بالآخر وہی رونق ہوگی......وہی شان وسطوت ہوگی۔

قیامت تک ایک جماعت کا غلبہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب ثواب هذه الامة:ص:485،......

ہمیشہ میری امت کے ایک گروہ کی مدد کی جاتی رہے گی، انہیں رسوا کرنے والا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

قیامت تک میری امت کا ایک طائفہ بالآخر غالب ہی رہے گا،......سازشیں کرنے والے ان کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے،......وہی اہل حق بالآخر کائنات کے مشرق و مغرب کے وارث بن جائیں گے،......یہ زمین انہیں کا ورثہ ٹھہرے گی اور اس کے بعد قیامت آئے گی۔

مشکل گھڑی میں فرد ملت کی ذمہ داری

اگر مشکل وقت آجائے،......قربانی کا وقت آجائے......تو فرد ملت یہ کہہ دے

کہ میرا تو اس ملت سے تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ تو فلاں لوگوں کا کام ہے،...... یہ تو علماء کا کام ہے،...... یہ تو مشائخ کا کام ہے۔ بحیثیت فرد اہل سنت کے ہر ایک کا یہ کام ہے۔ اس وقت جو ملت پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے،...... جو ستم کئے جا رہے ہیں...... ہمارے تشخص پر جو ضربیں لگائی جا رہی ہیں،...... اگر اس کو بچانے کے لیے آپ نے اپنا کردار ادا نہ کیا تو قیامت کے دن ہر شخص کو اس کا جواب دینا پڑے گا۔ لہٰذا اپنے آپ کو بیدار رکھتے ہوئے ہر فردِ ملت پر تبلیغ ضروری ہے، اپنے عقیدے کو،...... مسلک کو سمجھیں،...... جہاں بیٹھے ہیں...... جس جگہ وہ مقام پر بھی ہوں،...... اپنے عقیدہ و مسلک کی بات آگے پہنچائیں،...... اپنا ابدی پیغام دوسروں تک پہنچائیں،...... آپ کو اپنی کار میں بیٹھے ہوئے،...... گھر میں بیٹھے ہوئے،...... اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ بیٹھے ہوئے،...... اپنی فیکٹری میں بیٹھے ہوئے،...... اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے،...... آپ کو ہر مقام پر اپنا پیغام آگے پہنچانا ہے کیونکہ اچھی جنس والے اگر اپنی دکانیں بند کر دیں گے تو لوگوں کو مجبوراً گھٹیا جنس خریدنی پڑے گی، لوگ تو مجبور ہوں گے وہ بناوٹی اور جعلی چیزیں خرید لیں گے۔

لہٰذا اپنے افکار کی دکانوں کو سجا کے...... اپنے عقائد کی تجلیات کو واضح کریں،...... اہل حق کی گونج اور گرج کے ساتھ بے دھڑک ہو کر اپنی دعوت کو پیش کریں،...... آپ کی یہ آواز ایسی ہے کہ جس کو صداقت کی سند سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے محراب و منبر سے ملتی ہے،...... قرآن و سنت کی تجلیات سے ملتی ہے،...... اس کو بے دھڑک بلند کرو،...... کسی قسم کی مایوسی،...... خراب حالات اور اہل باطل کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لاؤ، کیونکہ ہم حق پر ہیں اور ہمیں اہل حق ہونے کا سو فیصد سے بھی زیادہ یقین ہے۔ لہٰذا اہل حق ہونے کی بناء پر ہمیں اپنا کردار بھی ادا کرنا چاہیے۔ اپنے عمل کو،...... اپنے

کردار کو،......اپنے عقیدے کو اس طرح سے پیش کریں کہ دنیا میں بھی حق واضح ہو جائے اور کل بروز قیامت بھی ہمیں کسی رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اٹھو کے گھوم رہے ہیں خزاں کے ہرکارے
چمن بچاؤ کہ غمِ آشیاں کا وقت نہیں

باطل پرستوں کی کاروائیاں

بُرے عقائد والے لوگ،......بدبو والے لوگ،...... جہاں بیٹھتے ہیں،......اپنی بدبو پھیلا رہے ہیں،......اپنے باطل و فاسد عقائد کی غلط تاویلیں کر رہے ہیں،......اسلامی عقائد و نظریات کو بدل رہے ہیں،......قرآن وحدیث کے واضح مفہوم کو بدل رہے ہیں،......ان کی اس تخریب کاری کے واضح ثبوت ہیں،......حدیث کے الفاظ میں تبدیلیاں کی جا رہی ہیں،......حدیث کی کتابوں سے اسناد ختم کی جا رہی ہیں ......یہ سارا مکروہ دھندا صرف اور صرف پیسے کے زور پر، پٹرول کی قوت کے زور پر، مختلف ممالک کی پشت پناہی کے زور پر چل رہا ہے۔

اولیاء کے راستہ پر گامزن

اس راہ پر چلنے والو! جس راہ پر چل کر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالی اس مقام پر پہنچے،......حضرت غوث پاک رحمہ اللہ تعالی اللہ کے ولی کامل بنے ......،حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالی اللہ تعالیٰ کے قرب میں پہنچے،......حضرت بابا فرید الدین رحمہ اللہ تعالی گنج شکر بنے......،آنکھیں کھول کر چلو ......،آپ کو فردِ ملت کے لحاظ سے ربطِ ملت کا خیال کرنا ہے۔

اصلاح معاشرہ میں فردِ ملت کی ذمہ داری

اے افرادِ ملت آپ کے لیے یہ حکم ہے......،ادھر علماء کے لیے یہ حکم ہے کہ جب

وہ دیکھیں کہ افرادِ ملت کے اندر خرابیاں آ گئی ہیں،......افرادِ ملت تباہ ہو رہے ہیں......تو افرادِ ملت کو ان خرابیوں......، خامیوں......، کمیوں سے مطلع فرمائیں،......اگر یہ چپ بیٹھے رہے تو ان پر بھی عذاب نازل ہو گا۔ انہیں بھی معاف نہیں کیا جائیگا۔ ربط جانبین سے ہوتا ہے،......یکطرفہ ربط نہیں ہوتا۔ لہٰذا افرادِ ملت اپنے ملت کے کارواں سے ربط رکھیں اور کارواں کے رہبر اپنے افراد سے ربط قائم کریں۔

﴿عبادت گزار بھی ہلاک﴾

سیدِ عالم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ

اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا۔

(مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الامر بالمعروف الفصل الثالث : ص:439)

اے جبرئیل! فلاں شہر کو اس کے باسیوں سمیت الٹ دو۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی:

يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ۔

یا اللہ! ان میں تیرا ایک ایسا بندہ بھی ہے جس نے ایک سیکنڈ بھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔

یعنی پلک جھپکنے کے برابر بھی اس نے نافرمانی نہیں کی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے ماہ وسال حتی کہ ہفتے،......گھنٹے......اور ایک منٹ بھی تیری نافرمانی میں نہیں گزارا۔ وہ بھی تو اس بستی والوں میں موجود ہے......کیا اسے بھی انہی سمیت سزا دے دوں تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے فرمایا کہ اے جبرئیل! میں جانتا ہوں کہ میرا وہ فرمانبردار بندہ بھی انہی میں موجود ہے لیکن اس سمیت پوری بستی کو نیست و نابود کر دو،

مجھے اسکی کوئی ضرورت نہیں، ٹھیک ہے میری اس نے نافرمانی نہیں کی لیکن۔

فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔

(مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الامر بالمعروف الفصل الثالث : ص:439)

میری خاطر اس کا چہرہ ایک ساعت کے لیے بھی متغیر نہیں ہوا تھا۔

جب اس کے سامنے میری حدود کا مذاق اڑایا جاتا تھا......تو اس کے چہرے کا رنگ ہی نہیں بدلا......، اس نے اپنی ناراضگی کا اظہار ہی نہیں کیا......، اس نے لوگوں کو میری حدود پھلانگنے سے روکا ہی نہیں......، اس نے افرادِ ملت کو تنبیہ ہی نہیں کی......، جب لوگ اس کے سامنے گمراہ ہو رہے تھے،...... یہ جانتا تھا کہ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں ......لیکن اس نے ان کو گمراہ ہونے سے روکا ہی نہیں۔ لہٰذا اب میں اسکی بندگی کی طرف نہیں دیکھوں گا، اسے بھی ان سب کے ساتھ نیست و نابود کر دو۔

الغرض جانبین سے ربط ضروری ہے، جب جانبین سے ربط ہوگا تو اسکی برکات بھی ظاہر ہوں گی۔ جب اجتماعیت ہوگی،...... کارواں سے تعلق قائم ہوگا......تو اس کی برکت سے تمہارے بگڑے کام سنور جائیں گے۔

جماعت والوں کی دعا کا اثر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پر جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے کیونکہ۔

اِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی ص:35)

جماعت والوں کی دعا پچھلوں کے شامل حال ہو جاتی ہے۔

کارواں کے امین

جس کارواں کے اندر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں......حضرت

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہوں ...... حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہوں ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوں ...... حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ وحضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں ...... حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں ...... حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں ...... حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے افراد موجود ہوں تو ان کی دعا کارواں کا احاطہ کریگی اور پیچھے چلنے والوں کے لیے رحمت بن جائیگی اور صلحاء کی برکت سے افرادِ ملت کی کوتاہیوں کا نقصان پورا ہو جائے گا۔

تجدید عہد

لہٰذا قرآن وسنت کے ان روزِ روشن کی طرح واضح افکار کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں آج یہ عہد کرنا ہے کہ ربطِ ملت کے تقاضوں کو پورا کریں گے، ...... ہم اہل سنت کا ایک بڑا حصہ عدم تحریک کا شکار ہے ...... اس پر جمود کی حالت ہے ...... ان کے اور ہمارے اعتقادیات ونظریات ایک ہیں ...... لیکن جب ملت کے ساتھ ربط کے اظہار کا وقت آتا ہے ...... تو ان کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کس کے ساتھ ہیں؟

دل افسردہ ہوا

11 مئی 2000ء کو جب ہم نے ناموس رسالت کی خاطر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف سے جلوس نکالا تھا تو مجھے یہ دیکھ کر انتہائی افسوس ہوا کہ سینکڑوں لوگ جو حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پرانوار پر حاضری دینے آئے ہوئے تھے، وہ کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطر نکلنا ان کے نصاب کا حصہ نہیں تھا؟ ...... افرادِ ملت کے کچھ افراد تو تحفظ ناموس رسالت کے لیے نکلیں اور باقی کھڑے تماشا دیکھتے رہیں ......،

دکانوں والے اپنی دکانیں سجائے بیٹھے رہیں،......دوسرے کام کاج کرنے والے اپنے کاموں میں مصروف رہیں،......بحیثیت مومن ہر کلمہ گو کا یہ حق تھا کہ وہ ملّت کے کارواں کے ساتھ ہوتا......لیکن عدم تحریک یا کارواں کے ساتھ ربط نہ ہونے کی وجہ سے یہ کلمہ گو حضور داتا صاحب رحمہ اللہ تعالی کے دربار پر حاضری تو دے رہے ہیں ......لیکن تحفظ ناموس رسالت کے لیے نکلنے والے جلوس کا ساتھ نہیں دے رہے۔

اہل سُنّت دین کے وارث

اہل سُنّت اس دین کے وارث ہیں......لہٰذا اہل سُنّت کے ہر فرد کو اس کا مبلغ ہونا چاہیے......خواہ ایک آیت کی تبلیغ کرے......راہ حق میں لاٹھیاں کھانا......آنسو گیس جھیلنا......یہ صرف چند علماء، درویشوں اور طالب علموں کا کام نہیں۔ ؎

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

جس وقت اسلام کو ضرورت پڑے تو ہر شخص جان ہتھیلی پر رکھ کر راہ خدا میں نکل پڑے اور اپنے تحرک کا ثبوت دے،......جس کارواں کے اندر ہماری ولادت ہوئی ......جس مسلک کے مطابق ہماری تعلیم و تربیت ہوئی......جس مسلک کے حلت و حرمت کے مسائل پر ہم عمل کرتے ہیں ......جس کارواں کے قوانین کے مطابق ہمارے نکاح ہوئے......اور جس کے مطابق ہمارا جنازہ اٹھے گا......اسکی تبلیغ و ترویج اور اس کا تحفظ و دفاع ہماری غیرت کا حصہ ہے۔آئیں ہم اپنی دعوت کو عام کریں اور ہر فرد ملت کو ربط ملت کا اسیر بنائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

باب نمبر

5

اصلاح اور اسکا اجر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ج فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ٥ (الانعام:٤٨)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت،
حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو مرکز علم وحکمت جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام میں بزم جلالیہ اور ادارہ مستقیم کے زیر اہتمام ماہانہ درس صراط مستقیم میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے میری دعا ہے رب ذوالجلال جل جلالہٗ منتظمین کے انتظام اور شرکاء کی شرکت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ہمیں اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اوروں کی اصلاح کی توفیق اور اس عمل پر اجر عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین)

اصلاح اور اسکا اجر

میں نے قرآن مجید، بُرہانِ رشید کی سورۃ انعام کی آیت نمبر ۴۸ تلاوت کی ہے، اس میں انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد، اصلاح کی عظمت اور اجر کی وضاحت کی گئی ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے فرمایا ہے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ

اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو اگر خوشی اور ڈر سناتے۔

نیکی کی صورت میں اللہ کے انعام کی خوشخبری دیتے ہیں اور گناہ کی صورت میں اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے پیغام پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ رب ذوالجلال فرماتا ہے۔

"فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ "......تو جو ایمان لائے اور سنورے۔

"فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"......انکو نہ کچھ اندیشہ نہ کچھ غم

(سورۃ الانعام رقم الآیۃ 48)

اگر چہ یہ فرمان الٰہی بہت زیادہ تفصیلات اور متعدد مضامین کا ایک مجموعہ ہے مگر اس وقت صرف چند باتیں اس نکتہ نظر کے لحاظ سے پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

آج جس معاشرے میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اور جن خطرات کا امت کے کارواں کو سامنا ہے......اصلاح کا پیغام از حد ضروری ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں فرمایا تھا:

"اس وقت اتنا فساد برپا ہو چکا ہے......اور اتنا اندھیرا چھا چکا ہے کہ ایک اولوالعزم رسول ہی ان اندھیروں کو مٹا سکتا ہے لیکن چونکہ رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا ایک عارف......عامل......اور تام المعرفۃ کی ضرورت ہے جو قرآن و سنت کے مضامین لوگوں کے سامنے پیش کرے اور بگڑے ہوئے ماحول کی اصلاح کرے"۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اصلاح کے عمل اور اس پر اجر و ثواب کے بارے میں سن کر اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنے کی کتنی اشد ضرورت ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ماحول قرب نبوت کے لحاظ سے آج کے ماحول سے کہیں زیادہ افضل تھا، ہم تو چار صدیاں مزید بعد میں ہو گئے ہیں۔

یہ ایسی مقدس راہ ہے کہ جس میں نکلنے والا اپنے ٹائم (time) کا ضیاع نہیں کرتا اور اسکا کوئی لمحہ رائیگاں نہیں جاتا۔

نے اسے اپنی صورت میں پیدا فرمایا، احسن تقویم بنایا اور اس کے دل کو عرش کے جلوؤں کا ایک حصہ بنایا۔ یہ انسان خالق کائنات جل جلالہ سے باغی ہو کر اس کے حقوق کو پامال کرنے لگا تو وہ دل جو اجالوں کا محور......اور خوشبوؤں کا مرکز تھا،...... برکات کا اڈہ تھا......، اب معاذ اللہ شیطان کا بہت بڑا مرکز بن گیا......نحوست اور بدبو کی وجہ سے اس کا خوشبوؤں والا ماحول فساد کی لپیٹ میں آ گیا۔

وہ انسان جو معاشرے میں رب ذوالجلال کی برکتوں کا ترجمان ہو سکتا تھا، اس کی وجہ سے قحط سالی ہے،......بارش نہیں ہوتی......سمندر کی مچھلی درد محسوس کرتی ہے......گھونسلے میں بیٹھا ہوا ہے پرندہ روزی نہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہو ہو کے مر جاتا ہے......معیشت کے اسباب مسدود ہو جاتے ہیں......جب اکثریت ایسے لوگوں کی ہو گی تو نحوست بھی اسی تناسب سے ہو گی۔

2-دوسری طرف بندوں کا بندوں سے تعلق ہے۔

چھوٹے کا بڑے کے ساتھ......بڑے کا چھوٹے کے ساتھ،......پڑوسی کا پڑوسی کے ساتھ......، حاکم کا رعایا کے ساتھ،......استاد کا شاگرد کے ساتھ،......بائع کا مشتری کے ساتھ......، مزارع کا مالک کے ساتھ......، فیکٹری کے مالک کا اپنے مزدوروں کے ساتھ......

اگر یہ حسین اور اچھے رہیں تو صورتحال ایسی ہوتی ہے کہ مزدور کے ہاتھوں میں رزقِ حلال کی حدود میں رہ کر کام کرنے کی وجہ سے چھالے پڑ جاتے ہیں تو داد خود محبوب علیہ السلام عطاء فرماتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فقط اس لئے چوما کہ وہ دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے مزدوری کرتے تھے۔

فساد کی نحوست

اللہ عزوجل کی رحمت میں کوئی فرق نہیں، اگر، خرابی آتی ہے تو بندے کے اپنے عمل کی وجہ سے آتی ہے۔

جیسے بارش مقدس اور پاکیزہ ہے لیکن چھت پر پرنالے کے راستے آئے تو جتنا پرنالہ گندہ ہے یا جتنی چھت پلید ہے اسی حساب سے پانی بھی پلید ہو جائے گا۔

اب وہ پانی جو پاکیزہ تھا، اس سے کپڑے پلید ہو جائیں گے۔ ایسے ہی انسان کا معاملہ ہے کہ رب سے تعلقات بگاڑنے کی پاداش میں خود بھی منحوس ہو گیا۔

اللہ رب العزت جل جلالہ نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کی امت میں جب فساد آ جائے......تو تم انکے ساتھ کمپرومائز (Compromise) کر کے بیٹھ نہ جاؤ......بلکہ ان بدبوؤں کے خلاف ایکشن (Action) لو...... اپنے ماحول میں رحمتوں کی خوشبوؤں کا چھڑکاؤ کرو......ربّ ذوالجلال تمہیں سو (100) شہیدوں کا ثواب عطاء فرمائے گا۔

نبی علیہ السلام کا اندازِ اصلاح

نبی اکرم، سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا، لوگ فساد میں گھرے ہوئے تھے۔

مگر میرے محبوب علیہ السلام نے یوں اصلاح فرمائی کہ وہ لوگ جو زمین پر بوجھ تھے،......زمین کو غصہ آتا تھا،......اب تقویٰ کے جام پینے کے بعد زمین تو زمین رہی،......جنت بھی ان پر ناز کرتی ہے۔

محبوب علیہ السلام نے فرمایا جنت کے دروازہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کو آواز آ رہی ہوگی،......یہ بھی فرمایا جنت میرے عمار رضی اللہ عنہ، کے قدموں کی مشتاق ہے۔

رب ذوالجلال جل جلالہ کی رحمت اور ثواب کے خزانے انشاءاللہ اس کو ملیں گے۔

﴿اصلاح کیا ہے؟﴾

اصلاح ایسی چیز ہے جس کا ترتب فساد پر ہوتا ہے......

جہاں پہلے فساد جڑیں جماتا ہے وہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے......

فساد کو ختم کرنے کا نام اصلاح ہے......

ہماری بولی میں اس لفظ ''فساد'' کا استعمال ہوتا ہے، ہم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ فساد کیا ہے؟

تازہ کھانا اگر چار پانچ دن پڑا رہے تو بدبو آنے لگے......

جہاں کھانا پڑا ہو، پاس جانا مشکل ہو جائے......

جو کبھی زبان کو لذیز لگتا تھا، اب تعفن والا ہے......

عربی میں کہا جائیگا کہ کھانا فاسد ہو گیا، اس کا ٹیسٹ (Taste) خراب ہو گیا......

میرے بھائیو! رب ذوالجلال جل جلالہ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔

انسان کی دو جہتیں ہیں۔

1- ایک جہت کا معاملہ رب کے ساتھ ہے۔

2- دوسری جہت کا معاملہ بندوں کے ساتھ ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ کو دونوں معاملات میں اصلاح مطلوب ہے، اس واسطے حقوق اللہ بھی ضروری ہیں، حقوق العباد بھی۔

1- اگر انسان حقوق اللہ کا لحاظ نہ رکھے تو اس کا رب کیساتھ تعلق معاذ اللہ فاسد ہو جائیگا۔

اب دیکھیں اس نے کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ وہ رب ذوالجلال جس

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ جہت اصلاح تھی کہ معاشرہ چمک اُٹھا اور ایسا عظیم خوشگوار انقلاب آیا کہ ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

وہ جو چلتے پھرتے مُردے تھے، موبائل (Mobile) مُردے تھے، میرے نبی علیہ السلام کے پیغامِ اصلاح نے عدل وانصاف کی خوشبو اور حیاء کی بہاروں سے پورا ماحول ایسے اُجاگر کیا کہ قدسیوں کو بھی رشک آتا تھا کہ ایسے بھی بندے ہو سکتے ہیں، جیسے بندے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔

عرش سے بار بار پیغام آتا ہے اور قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔

﴿صالحین چلے جائیں گے﴾

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، میرے محبوب علیہ السلام اس ماحول کو دیکھ کر ارشاد فرمانے لگے:

"يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ"

میں نے صالحین کی جماعت تیار کی ہے، اب ایک ایک کر کے یہ دنیا سے چلے جائیں گے، پھر اُن کے بعد انہوں نے جو صالحین تیار کیے ہونگے وہ بھی دنیا سے چلے جائیں گے، پھر انکے فیض یافتہ صالحین بھی چلے جائیں گے، یہ تین صدیاں خیر القرون کی ہیں جن میں ہر بندہ کروڑوں پر بھاری ہے۔

﴿حُفالہ کیا ہے؟﴾

اگلی صورتحال مختلف ہوگی۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں،

"وَتبقٰی حُفَالَۃ" ...... پیچھے چھان رہ جائے گا۔

"کَحُفَالَۃِ الشَّعِیرِ وَالتَّمَر"...... جیسے ردی کھجوریں۔

ڈھیر کی شکل میں کھجوریں ہوں ......اچھی اچھی کھجوریں بک جائیں ...... پیچھے چھان رہ جائیگا......صالحین لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے اُٹھ جائیں گے،......باقی حُفالہ بچے گا،......اب ایک ہی نوع کا ہر انسان ہے،...... بناوٹ بھی ایک سی ہے، اعضاء بھی ایک جیسے ہیں۔

آفتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت افروز کرنوں کی تجلی سے قبل بھی انسانیت یونہی تھی ،...... ایک چہرہ،......دو ہاتھ ......، دو قدم...... اور مناسب قد......، جب محبوب علیہ السلام نے اصلاح کا کام شروع کیا تو وہی انسان پیکرِ نور بن گیا تھا، قدسیوں کو رشک آنے لگا تھا۔

اب بعد زمانہ کی وجہ سے بارگاہ نبوت سے رشتہ کمزور ہونے لگا، جو کبھی اعلیٰ تھے، ......ان میں بگاڑ آنے لگا۔

اللہ پرواہ نہیں کرے گا

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی حیثیت کے لوگوں کو ردی قرار دیا اور اگلا جملہ ارشاد فرما کر بہت سے مفاہیم کو واضح فرما دیا۔

"لَا یُبَالِیھِمُ اللہُ بَالَۃ"...... یعنی اللہ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

رب ذوالجلال جل جلالہ کے سامنے کسی کی کوئی پاور (Power) نہیں۔

مگر "لَا یُبَالِیھِمُ اللہُ بَالَۃ"...... کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ کچھ لوگوں کے رب کے ساتھ بھی تعلقات مربوط اور مضبوط ہوتے ہیں،......رب کے بندوں کے ساتھ بھی،

رب ذوالجلال ان کا لحاظ ضرور فرماتا ہے۔

"لَا یُبَالِھِمْ"...... کا مطلب ہے بعد میں ایسے لوگ آئیں گے، رب ذوالجلال جن کا لحاظ نہیں فرمائے گا،...... ان کی موجودگی میں قحط سالی بھی ہوگی،...... عذاب بھی آئے گا...... دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی،...... فتنہ و فساد بھی ہوگا۔

جب رب ذوالجلال کے فرمان کا دھیان نہیں ہوگا اور خواہش کی بندگی ہوگی تو پھر انسانی شکل، چہرہ، دیگر اعضاء اور قد و قامت وہی ہوگی مگر وہ انسان ڈنگروں جیسا ہوگا، جیسے کتے کا اللہ کو کیا لحاظ ہے؟ گدھے کا کیا پاس ہے"

جب بندہ دربار الٰہی کا باغی بن جائے گا، پھر اسکی طرف کوئی پیغام خوشی نہیں آئے گا۔

فساد سے کیا ہوگا؟

اب صحاح شریف کی حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ فساد سے کیا ہوتا ہے؟ اور اسکا نقصان کتنا زیادہ ہے؟

یوں سمجھ لیجئے کہ لوہا ایسی دھات ہے جس سے ٹنوں وزن بآسانی اٹھایا جا سکتا ہے، اگر اسے زنگ لگ جائے تو آدھی چھٹانک وزن اٹھانا بھی مشکل ہوگا،...... زنگ آلود لوہا،...... راکھ بن جاتا ہے......، اسکی کوئی طاقت نہیں رہتی......، یہی کیفیت متقی انسانوں کی ہے......، جب تک محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبت حقیقت بھی ہو، عقیدہ بھی درست ہے اور عمل بھی، تو صورتحال یہ ہے کہ ایک بازو جہان بھر کے بوجھ اٹھا سکتا ہے...... اور اگر ان تعلقات کی ڈور کٹ جائے تو یوں بھوسا بن جائے گا جیسے زنگ لگنے کے بعد چمکدار آئینہ نما لوہا بن گیا تھا۔

فساد کی آمد سے انسان کی ساری پاور ختم ہو جاتی ہے۔

تعلقات کی دو صورتیں: اب یہ دو صورتیں ہمارے سامنے ہیں۔

1- رب ذوالجلال کے لحاظ سے صحت تعلق......

2- مخلوق کے لحاظ سے صحت تعلق......

اللہ اور مخلوقات کے ساتھ تعلق کے درمیان ایسا واسطہ ہے، جس سے رب کے ساتھ بھی تعلق مضبوط ہوگا اور مخلوقات کے ساتھ بھی، یہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید، برہان رشید میں ہے

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه"۔(سورۃ آل عمران رقم الآیۃ :31)

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب یہود و نصاری نے کہا،

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ"

کہنے لگے، ہم تو معاذ اللہ خدا کے بیٹے ہیں، ہم اس نبی کے پاس جائے بغیر رب کے پاس جائیں گے۔(سورۃ المائدۃ رقم الآیۃ :18)

رب ذوالجلال نے فرمایا، "محبوب! جو تمہارے پیچھے پیچھے چلے گا، میں اسے بھی اپنا محبوب بنالوں گا"۔

دیکھو! سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق توڑنے والوں کا خالق سے بھی رشتہ ٹوٹ گیا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جو تمہیں چھوڑ دے گا پھر چاہے اللہ اللہ کرتا رہے، میں قبول نہیں کروں گا، لہٰذا درمیانی شاہراہ تعلقات سے پتہ چلا کہ فساد سے بچنے کے لیے رب ذوالجلال جل جلالہ جن کے کہنے پر لوگوں نے رب کو مان لیا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر مخلوقات سے مرتبہ اور حیثیت کے مطابق شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر تعلق درست ہونا چاہیے۔

عقیدہ اور عمل

ادارہ صراطِ مستقیم کا منشور اسی بات پر مرتب ہے کہ ان تعلقات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تعلقات کی اس مثلث میں عقیدہ اور عمل ہر طرح سے فرق آ گیا ہے۔

انسان اپنی خواہشات کا غلام بن گیا ہے،...... کام کرتے وقت اس بات کی پرواہ نہیں کرتا...... کہ رب کی منشاء کیا ہے؟...... قرآن کا کیا تقاضا ہے؟...... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟...... اس وقت اپنی مرضی کرتا ہے،...... جب کوئی مشکل درپیش ہو تو دعائیں رب سے کرتا ہے۔

سیرت طیبہ سے اصلاح کا طریقہ

خالق کائنات جل جلالہ کے ارشاد کا مطلب ہے کہ ہم نے تو شروع سے ہی یہ دستور رکھا ہے، ہمارے رسول علیہ السلام لوگوں کی اصلاح کے لیے کام کرتے ہیں، جو ڈر جائے اور اصلاح کرے، ہمارا فضل اسکے شامل حال رہے گا۔

اور جو سن کر کان نہیں دھرے گا ہم بھی اسے توجہ میں نہیں رکھیں گے۔

تبلیغ کے دو پوائنٹ (Point)

انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کے دو مرکزی پوائنٹ (Point) ہیں۔

1-ایک بشارت 2-دوسرا انذار یعنی ڈرانا

سوسائٹی (Society) میں ان دونوں کاموں کی برابر اہمیت اور ضرورت ہے۔اگر دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوگا تو اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔

اگر وعظ و نصیحت میں فقط انداز ہے،...... اتنا خوف ہے کہ رحمت سے نا امیدی پیدا ہو جائے تو یہ بھی منہج نبوت نہیں ہے اور اگر صرف تبشیر ہی تبشیر ہے، ہر مرحلے پر

بشارت ہے، ایک بزم سجانے پر خلد کی نوید ہے، بات بات پر جنت کی ٹکٹیں بیچی جا رہی ہیں تو یہ بھی منہج نبوت کے خلاف ہے۔ اللہ کے رسول علیہم السلام میانہ روی سے کام کرتے ہیں۔

عذاب الٰہی سے ڈراتے بھی ہیں، آئینہ رحمت دکھلاتے بھی ہیں۔ اللہ کے ساتھ تعلق صحیح رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ کوئی بندہ مجھ سے راضی ہے یا ناراض، محلے والے اچھا سمجھتے ہیں یا برا، حکومت خوش ہے یا ناخوش بندہ اسکی طرف توجہ نہ دے۔

صرف ایک بات پر سوئی ہو کہ میرا رب مجھ پر راضی ہو جائے، زمانے کی خفگی کی پرواہ نہیں، معاشرے اور سوسائٹی (Society) کی ناراضگی کی پرواہ نہیں، صرف ایک پوائنٹ (Point) پر توجہ رہے کہ رضائے باری تعالیٰ میسر آجائے۔

سوسائٹی (Sociey) کی اہمیت

انسان میں جو زمین پر رہتے ہیں، یہ بھی معمولی حیثیت کے حامل نہیں، محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں "أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ عَلَى الْأَرْضِ"۔

"اے زمین پر بسنے والو لوگو! تمہاری گواہی پر رب کے فیصلے ہونگے"۔

ثابت ہوا کہ سوسائٹی (Sociey) میں بسنے والے لوگ معمولی نہیں، انکی شہادت پر رب نے فیصلے کرنے ہیں۔

محلے والا کہے گا، اے اللہ! میں اسے جانتا ہوں یہ بڑا متقی تھا شریک (Partner) پارٹنر کہے گا، اے اللہ! میں واقف ہوں، یہ بڑا پارسا تھا۔

نماز، روزہ اور صدقے سے افضل

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ایک دن صحابہ علیہم الرضوان سے فرمانے لگے۔

"اَلَا اُخْبِرُ کُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ"؟

صحابہ! کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس کا درجہ نماز اور روزے سے بھی بڑا ہے، صدقے سے بھی بڑا ہے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان جو ہر وقت ایسے کاموں کی تلاش میں رہتے تھے، خوش ہو کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تو نماز کو بہت بڑا سمجھا، ......روزے کو بہت بڑا سمجھا، ......صدقے کو بہت بڑا سمجھا، ......اگر آپ کے ہاں اس سے بڑا کام ہے......تو ضرور ارشاد فرمائیے۔

محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔

"صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ"......اپنے ماحول میں بندوں کیساتھ صلح کر کے رہنا، یہ عمل ہے جو ان سب کاموں سے بڑا ہے۔

نماز سے بھی بڑا ہے......روزے سے بھی بڑا ہے......اور صدقے سے بھی بڑا ہے۔ ہمارے ہاں بعض اوقات خشک نیکی کا اثر ہو جاتا ہے، جیسے ایک حاجی صاحب پرہیزگار ہیں......مگر بھائیوں یا بھتیجوں سے ناراض ہیں۔

محبوب علیہ السلام نے فرمایا: نیکی کا اثر تب ظاہر ہوگا جب انانیت ختم ہو گی۔ بھائی، باپ، پڑوسی اور شریک کار (Partner) کے ساتھ جھگڑا ختم ہوگا۔

یہ وہ اصلاح ہے جو بندوں کے ساتھ تعلقات میں کارفرما ہے۔

﴿حالقہ کیا ہے؟﴾

اگر کوئی بندہ اس کاروانِ اصلاح میں داخل نہیں تو فرمایا:

"فَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ"۔

اگر آپس میں صلح کی جگہ فساد آجائے تو یہ "حالقہ" ہے۔

حالقہ کا مطلب ہے، "مونڈنا"، فرمایا اس سے انسان مونڈا جاتا ہے۔

پوچھا گیا، "کیا اسکے سر سے بال اتر جاتے ہیں؟ کیا اسکا حلق ہو جاتا ہے؟

فرمایا:

"لَا اَقُوْلُ تُحْلَقُ الشَّعْرُ بَلْ تُحْلَقُ الدِّیْنُ"...... میں یہ نہیں کہتا اسکا سر مونڈا جاتا ہے، بلکہ اسکا دین مونڈا جاتا ہے، اسکے دین کے بال ختم ہو جاتے ہیں۔

بال زینت ہیں، مراد یہ ہے کہ جو بندہ لوگوں کے ساتھ ریلے شن شپ (Relationship) میں کوشاں نہیں، اسکی دینی زینت رخصت ہو جاتی ہے۔

ہاں! کوئی اتنا بگڑا ہوا ہے کہ ہزار جتن کے باوجود راضی نہیں ہوتا، پھر بھی کوشش کرنے والے کو اسکے عمل کا ثواب ضرور ملے گا۔

جب ہر طرح کی اصلاح کا دور دورہ ہو جائے گا، پھر رب ذوالجلال سجدوں میں اتنا اجر نہیں دے گا، جتنا اس ایک عمل میں عطاء فرمائے گا، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ سجدوں کی اہمیت نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ صلاح ذات البین کا درجہ سجدوں سے بھی بڑا ہے۔

تین بڑے جرم

رب ذوالجلال یہ واضح فرمانا چاہتا ہے کہ عذاب میں اسکی خوشی نہیں، اسکی مرضی ہے کہ لوگ آگ میں نہ جلیں، پھر بھی کوئی جلتا ہے تو تین بڑے جرم کر رہا ہے۔

1- ایک تو وہ نافرمانی کر رہا ہے۔

2- دوسرا اللہ کی چاہت کے خلاف کر رہا ہے۔

3- تیسرے نمبر پر جہنم میں جا کر اپنا نقصان کر رہا ہے۔

﴿ننانوے کا قاتل﴾

ایک طویل حدیث کو اختصار سے پیش کرتا ہوں کہ رب ذوالجلال نے صلح کا کتنا حسین نظام رکھا ہے۔

جو کچھ صلح میں ہے، وہ عقل کے ترازو پر تولا نہیں جا سکتا، یہ حدیث شریف کئی سوالوں کا جواب بھی ہے اس سے پہلے ایک اور حدیث مبارکہ کا مفہوم سمجھ لیں۔ ایک آدمی ننانوے کا قاتل تھا۔

جب اسے رحمت سے مایوس کر دیا گیا تو اس نے سو (100) پورے کر دیئے، پھر اسے کہا گیا کہ فلاں بستی میں جاؤ تمہاری توبہ قبول ہو جائیگی۔ رستے میں اسکی وفات ہوگئی۔

اب ایسے میں رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

"قِیْسُوْا مَابَیْنَهُمَا"...... جہاں سے اس جگہ تک چل کے آیا ہے، پیمائش کرو، اور جہاں جانا چاہتا ہے وہاں تک کا بھی حساب کرلو، اگر ولی کے قرب میں فوت ہوا تو ہم اسے جنت دینگے۔

ادھر خود زمین کو حکم دے دیا کہ جہاں سے چل کے آیا ہے، وہاں سے پھیل جاتا کہ سفر زیادہ بن جائے، یہ باقاعدہ خدائی فیصلہ تھا۔

﴿ایک اعتراض﴾

اب کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حقوق العباد بندے کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے، ایک بندے کا ناحق قتل بہت بڑا جرم ہے، سو کا قاتل کیسے بخشا گیا؟

﴿اعتراض کا جواب﴾

اس اعتراض کا جواب بھی مذکورہ حدیث مبارکہ میں ہے، مستدرک للحاکم کی روایت ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہیں فرماتے ہیں۔

"بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ اِذْرَأَیْنَاهُ یَضْحَكُ"...... ہم نے دیکھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچانک مسکرائے، "حَتّٰی بَدَتْ ثَنَایَاہُ" ...... یہاں تک کہ آپکے سامنے کے دانت بھی ظاہر ہوئے۔

جب مسکراہٹ کی وجہ سے گل قدس کی پتیاں آگے پیچھے ہوتی تھیں تو اولوں سے بھی زیادہ سفید دندان مبارک کی تجلی پڑتی تھی۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں۔

"اِذَاضَحِكَ یَتَلَئْلَوُ الْجُدُر"...... جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نگاہیں جھکا کے بیٹھے ہوئے تھے، ادھر تجلی پڑی تو پتہ چلا کہ محبوب علیہ السلام مسکرا رہے ہیں۔

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا﴾

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر ایسے مواقع پر پیش پیش رہتے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی پوچھا۔

مَا اَضْحَكَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِأَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ"

یارسول اللہ ﷺ آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟

صحابہ کا یہ عقیدہ تھا، محبوب علیہ السلام یہاں ہی نہیں، یہاں بیٹھے ہوئے کہاں کہاں دیکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، اس ماحول میں بظاہر ایسا کوئی سبب نہیں، آپ ﷺ کی مسکراہٹ کی کیا وجہ ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب عنایت فرمائیں تا کہ ہم بعد میں آنے والوں کو

بتا سکیں کہ ہمارے محبوب علیہ السلام فرش پر ہوتے تھے تو نگاہ کہاں جاتی تھی؟

﴿میں میدان قیامت دیکھ رہا ہوں﴾

محبوبﷺ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِی جَثَیَا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّ الْعِزَّۃِ"۔

اے عمر! میں آج میدانِ قیامت دیکھ رہا ہوں۔

اب دیکھو! لوگ تو یہ ترازو لیے پھرتے ہیں کہ کل کا پتہ ہے یا نہیں، محبوب علیہ السلام میدان محشر کے معاملات بھی ابھی دیکھتے ہیں۔

فرمانے لگے، اللہ کے سامنے یہ دو مرد کھڑے ہیں...... نہ بیٹھے ہیں...... بلکہ گھٹنوں کے بل حاضر ہیں۔

"فَقَالَ اَحَدُ ھُمَا: یَارَبِّ خُذْلِیْ مَظْلِمَتِیْ"۔

ایک نے کہا کہ اے اللہ! اس بندے نے مجھ پر ظلم کیا تھا، آج یوم حساب ہے، میں اس سے بدلہ لینا چاہتا ہوں۔

خالق کائنات جل جلالہ جواب دیتا ہے۔

"کَیْفَ تَصْنَعُ بِاَخِیْكَ وَلَمْ یَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِہٖ شَیْئٌ"۔

تو اپنے بھائی سے کیا بدلہ لے گا اس کے تو نامہ اعمال میں کوئی نیکی ہی نہیں ہے۔

﴿بدلہ لینے کا مطلب﴾

اب یہ بات ضمناً سمجھ لیجئے کہ حق چاہنے یا بدلہ لینے کا یہ مطلب نہیں کہ جس نے مجھے تھپڑ مارا تھا...... میں اسے تھپڑ ماروں یا جس نے مجھے قتل کیا تھا...... میں اسے قتل کروں، بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسکی ساری نیکیاں مجھے دے کر مجھے بدلہ دے دیا جائے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دن بندے کا ذہن کتنا تیز ہو گا، اسے پتہ ہے کہ میں جا کر اور نیکی تو نہیں کر سکتا، لہٰذا جو تھپڑ کھایا تھا، آج اسکے بدلے میں نیکی لے لوں۔ اس طرح تھپڑ کا بڑا فائدہ ہو جائے گا۔

چنانچہ کہے گا: یا اللہ جل جلالک! اسکی نیکیاں مجھے دے دے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، اس نے بہت سے لوگوں کو مارا ہوا تھا، تیری باری بعد میں آئی ہے، وہ سب اسکی نیکیاں لے چکے ہیں، اب اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں بچا۔

﴿نیکیاں ختم ہو گئیں﴾

محبوب علیہ السلام نے فرمایا: وہ بندہ بڑا چالاک ہے، اللہ کے سامنے اپنا مقدمہ صحیح لڑ رہا ہے، کہتا ہے، ٹھیک ہے۔

"وَلَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِهِ شَئٌ" ...... اسکی نیکیاں ختم ہو گئی ہیں، مگر میرے گناہ تو ابھی باقی ہیں۔

میرے اوپر ظلم ہوا تھا، اس نے مجھے مارا تھا، دنیا میں میرا خون کیا تھا، آج میرے گناہ اسکے پلڑے میں ڈال دو۔

﴿سب سے بڑا مفلس﴾

اسکی یہ بات معقول بھی ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث شریف میں ہے ایک بندہ نیکیوں کی گٹھڑیاں لے کر آئے گا۔

"وَيَاْتِىْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا ......(مشکوٰۃ ص 435)

محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ آئے گا مگر کسی کو گالی دی تھی...... کسی پر بدکاری کا جھوٹا الزام لگایا تھا...... کسی کا مال کھایا تھا،...... کسی کا خون بہایا...... کسی کو مارا تھا...... یہ اس

قوم کا سب سے بڑا مفلس ہوگا۔

وہ سارے لائن میں ہیں، اللہ اسکی نیکیاں انہیں دے گا مگر محشر میں مختلف مواقع ہیں۔ جب یہ اپنے گناہ ظالم کے پلڑے میں ڈالنے کو کہے گا تو خدا اسکی توجہ پھیر دے گا۔

﴿الیوم العظیم﴾

"فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یہ جملہ بولتے ہی محبوب علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ دیکھو!

"اِنَّ ذَاكَ الْيَوْمَ عَظِيْم"...... یہ دن بہت بڑا ہوگا۔

ہر بندہ بوجھ اتارنے کی فکر میں ہوگا، اس نے پہلے سوچ رکھا ہے کہ رب کے سامنے کیس (Case) پیش کرنے میں اگر نیکی نہ بھی ملے، صرف بوجھ اتر جائے تو یہ بھی غنیمت ہے۔

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسوؤں کی رم جھم اس وقت ہوئی مگر بعد کی آتش جہنم کو ٹھنڈا کر دیا۔ کتنا عظیم فیضان ہے۔

فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

اللہ! کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا بہا دیئے ہیں

محبوب علیہ السلام کے آنسو موتیوں کی طرح گرنے لگے، یہ اٹل حقیقت ہے کہ حقوق العباد خدا خود معاف نہیں کرے گا، مگر جب چاہے تو اس کے آگے کون رکاوٹ بن سکتا ہے؟

جنت کی طرف دیکھو

رب ذوالجلال اسی بندے سے فرمائے گا:

"پہلے تم ایک کام کرو،

فَانْظُرْ فِی الْجَنَانِ ...... ایک نگاہ میری جنت کی طرف تو ڈالو۔

فَرَفَعَ رَاسَهٗ ...... وہ سر اٹھائے گا۔

اب یہ سب کچھ قیامت کے روز ہوگا مگر نبی کریم ﷺ کی آنکھ ابھی مشاہدہ کر رہی ہے پھر کیا ہوگا؟

"وَقَالَ یَارَبِّ اَرٰی مَدَائِنَ مِنْ ذَهَبٍ وَّقُصُوْرًا مِّنْ ذَهَبٍ مُکَلَّلَةً بِاللُّؤْلُؤِ۔...... "اے اللہ! مجھے سونے، چاندی کے بہت سے شہر اور محلات نظر آئے، ان سب پر ہیرے، جوہرات لگے ہوئے ہیں"۔

اپنا جھگڑا بول گیا

جنت تو پھر جنت ہے، یہ بندہ جو کہتا تھا کہ مجھے فلاں کی نیکیاں دے دو، کبھی کہتا تھا کہ مجھے فلاں نے تھپڑ مارا تھا، میرے گناہ اس کے پلڑے میں ڈال دو۔

جنت دیکھنے کے بعد وہ اپنا جھگڑا ہی بھول گیا،

اب عجیب انداز میں گفتگو کا آغاز کرتا ہے۔ کہتا ہے

"لِاَیِّ نَبِیٍّ هٰذَا وَلِاَیِّ صِدِّیْقٍ هٰذَا وَلِاَیِّ شَهِیْدٍ هٰذَا"۔

اے اللہ! ہمیں بتا کہ یہ جنت تو نے کس نبی کے لئے بنائی ہے؟...... کس رسول کے لیے بنائی ہے؟...... کس صحابی کے لیے بنائی ہے؟...... کس صدیق کے لیے بنائی ہے؟...... کس شہید کے لئے بنائی ہے؟

صلح کا انداز

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ کا یہی سبب تھا کہ اللہ جل جلالہ نے کس انداز سے صلح کروائی ہے؟ یہ رب کی رحمت کا حصہ ہے کہ وہ بندہ جنت دیکھ کر اب بھول گیا کہ میرا قاتل کون ہے؟ اور اسے سزا کیا دلوانی ہے؟

بار بار جب رب سے پوچھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب ارشاد فرماتا ہے "هٰذَا لِمَنْ اَعْطَى الثَّمَنَ"...... جواب بڑا خوبصورت ہے کہ یہ اس کے لیے ہے جو اس کی قیمت ادا کرے گا۔

ابھی بک نہیں ہوئی

مطلب یہ ہے کہ اس کی ریزرویشن (Reservation) ابھی نہیں ہوئی ......

انبیاء کی جنتیں علیحدہ ہیں......صدیقین کی جنتیں علیحدہ ہیں......شہدا کی جنتیں علیحدہ ہیں۔

یہ جنت ابھی بک نہیں ہوئی......

اب اس شخص کو حوصلہ ہوا کہ سیٹ ابھی تک خالی ہے، مل سکتی ہے......

کہتا ہے یارب:

وَبِمَنْ يَّمِلكُ ذَالِكَ؟"...... کوئی ایسا بندہ ہے جو اس کی قیمت دے سکے؟

جنت کی قیمت بھلا کون دے سکتا ہے؟

جنت کی قیمت

اب یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ سارے غیب کے معاملات ہیں، میرے محبوب علیہ السلام نے سارے غیب کھول کر بیان فرمادیئے۔ جنت کی قیمت کے بارے پیارے محبوب علیہ السلام کا جملہ ہے:

"مَوْضِعُ السَّوْطِ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا"۔

پوری جنت ایک طرف،...... جنت کا ایک مربع ایک طرف،......ایک ایکڑ ایک طرف ؛......ایک کوڑے جتنی جنت یعنی ایک گز مربع جنت ایک پلڑے میں ہو اور پوری دنیا اور جو کچھ دنیا بھر میں ہے ایک پلڑے میں ہو،......پھر بھی جنت والے پلڑے کی قیمت زیادہ ہے۔

اب یہ بندہ جو اپنے جھگڑے بھول گیا ہے......اس مخمصے میں ہے کہ اتنی قیمتی جنت کون خرید سکتا ہے؟......جنت کا ریٹ (Rate) پوچھتا پھر رہا ہے۔

رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

اَنْتَ تَمْلِکُهٗ ......اسکی قیمت تیری جیب میں بھی ہے۔

تو تعجب سے پوچھتا پھر رہا ہے کہ "اس جنت کو کون خریدے گا؟"۔

حالانکہ تیرے دل میں بھی میں نے ایسی دولت رکھی ہے کہ تو خرید سکتا ہے، اب یہ پوچھتا ہے، "اے اللہ! وہ کیا چیز ہے جس کے بدلے میں خرید سکتا ہوں؟"۔

معاف کرنے کا صلہ

خالق کائنات جل جلالہٗ نے فرمایا:

"بِعَفْوِكَ عَنْ اَخِيْكَ"......(مستدرك للحاكم ج :4 ص 576)

وہی بھائی جسے تو سزا دلوانے کے لیے گھسیٹ رہا تھا، کبھی اسکی نیکیاں لینے کی بات کرتا تھا، کبھی اپنے گناہ اسکے ذمے ڈلوانے کو کہتا تھا۔

اس بھائی کو معاف کر دے، ہم یہ جنت تمہیں دے دیں گے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ بے نیاز ذات ہے، دونوں بھی جل جائیں تو اسے کوئی پرواہ نہیں مگر بندوں پر واضح فرمانا چاہتا ہے کہ میں یوں صلح کروا کر نوازتا ہوں۔

صلح پر یہ طے تھا کہ بندے کا حق تھا مگر اللہ نے بخشوالیا، یہ وہ انداز ہے کہ خدا بخشنا چاہے تو کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، حق والا خود ہی خوش ہو کر بخشے گا، بلکہ دل ہی اس قدر

مطمئن ہو جائے گا کہ تڑپے گا، مجھ سے کوئی بخشوائے تو سہی، میں بخشنے کیلئے تیار ہوں۔

﴿جہنمی، جنتی بن گیا﴾

میرے محبوب علیہ السلام فرما رہے ہیں: صحابہ! میں نہ مسکراؤں تو کیا کروں؟ وہ پکا جہنمی تھا، میرے رب نے اسے جنتی بنا دیا ہے۔

﴿نبی علیہ السلام کی سماعت﴾

یہ ہے اصلاح کا اجر اور اسکا ایک انداز۔

یہاں سے ایک عقیدہ بھی واضح ہوا جو آج لوگوں کی الجھن بھی ہے، صحیح حدیث مبارکہ سے حل ہو گئی۔

محبوب علیہ السلام کے کان کوئی معمولی کان تو نہیں جو اس زمانے میں نہ سنیں۔ وہ محبوب علیہ السلام تو وہاں مدینہ میں بیٹھے ہوئے...... 20 بیس صدیوں بعد ...... 30 تیس صدیوں بعد...... بلکہ قیامت کے بعد...... جس نے بولنا تھا...... سن رہے تھے...... دیکھ بھی رہے تھے...... بولنے والا...... اگرچہ پیدا بھی نہیں ہوا...... محبوب علیہ السلام پھر بھی سن رہے تھے۔

﴿غیب کی خبر﴾

جو میدان محشر کے سارے مناظر دیکھ رہے ہوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں قیامت کے متعلق خبر نہ ہو، یہ اللہ کی طرف سے حکمت کی وجہ سے مخفی رکھا گیا ورنہ محبوب علیہ السلام غیب بھی جانتے ہیں، جو کچھ غیب میں ہے، اسے بھی جانتے ہیں۔ جنت غیب ہے اور جو کچھ جنت میں ہے اسکی بھی خبر دے رہے ہیں۔

محبوب علیہ السلام نے واضح فرما دیا کہ جس وقت تمہارا رب عزوجل یوں اصلاح فرمانے والا ہے پھر تمہیں بھی ضرور اصلاح کرنی چاہیے۔

اصلاح کا اجر

اصلاح کا اجر قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:

"فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا يَحْزَنُوْنَ"...... جو اصلاح کا کام کریں گے، ان پر نہ خوف ہو گا نہ غم۔ یہ طے شدہ ہے کہ یہ اجر اللہ کے ولیوں کے لیے ہے۔

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"۔

خبردار! بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہو گا نہ غم۔(سورہ یونس رقم الآیۃ 62)

دھرتی کا سب سے بڑا انعام

یہی اجر اللہ نے اصلاح والوں کو دیا ہے، تو پتہ چلا کہ گندے نظریات اور بگڑے ہوئے ماحول کی اصلاح کرنا کوئی معمولی کام نہیں...... اس پر اجر رب ذوالجلال کے قرب اور ولایت کی شکل میں ملتا ہے۔ چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اس لیے اس وقت دھرتی کا سب سے بڑا انعام ولایت ہے۔

اور وہ انعام کیسے ملے گا؟

فرمایا: اپنی اور اپنے ماحول کی اصلاح کر لو، ہمارا وعدہ سچا ہے، جو یہ کام مکمل درجے میں کرے گا، ہم اسے ولایت کا تاج پہنائیں گے۔

بے حساب اجر

خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

"وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا"......جس نے تمہارے ساتھ برائی کی، اس کا بدلہ تو یہ ہے کہ جوابی کارروائی کی جائے جو جوابی تھپڑ مارنے کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن

"فَمَنْ عَفٰى"......وہ معاف کر دے۔

"وَاَصْلَحَ"...... اور صلح کر کے تعلقات صحیح کر لے،

"فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ"......اس کا اجر اللہ عزوجل کے ذمہ کرم ہے۔

یہ جملہ ایک لحاظ سے وہاں بولا جاتا ہے، جہاں اجر کی کثرت مقصود ہو۔

اجر دینے والا رب ہو، لینے والا بندہ ہو تو لایا کیسے جا سکتا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اصلاح کرنے والوں کے اجر کو واضح کر دیا۔

وہ اصلاح نظریات اور افکار کی ہو...... یا اعمال کی ہو...... معاملات کی ہو...... یا مخلوق کے ساتھ تعلق کے حوالے سے ہو......اللہ کے لحاظ سے ہو...... یا دربار رسالت کے ساتھ رابطے کے لحاظ سے ہو۔ اللہ عزوجل اپنی شان کے مطابق اجر عطاء فرمائے گا۔

﴿اصلاح کے بعد فساد﴾

پھر فرمایا:

"وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا"

زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔

کیونکہ اب تمہارا مقام و مرتبہ پہلے والا نہیں رہا، تمہارا اسٹیٹس (Status) بن گیا ہے۔

اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے: "وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا"

اصلاح کے بعد اب دو کام تمہارے ذمے ہیں۔

1- یہ خوف رکھو کہ کہیں اصلاح میں بگاڑ نہ آ جائے۔

2- یہ امید رکھو کہ تمہیں اصلاح کا اجر ضرور ملے گا۔

اب تمہاری شان یہ ہو گئی ہے کہ۔

"اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ" (سورۃ الاعراف رقم الآیۃ: 56)

اب تم اللہ کے قریبی بن گئے ہو، اصلاح کے بعد یہ آیت ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کا قرب اور رحمت سب سے بڑی دولت ہے، تم رحمت میں آچکے ہو، کہیں اس سے محروم نہ ہو جانا، اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے، تم رب سے تعلقات خراب کر کے رحمت سے دور نہ ہو جانا۔ اگر بدستور تم یونہی رہے تو رحمت تمہارے قریب رہے گی۔

جب اسلام پردیسی ہو جائے

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس وقت فساد آ جائے اور میرا اسلام بے گھر اور پردیسی ہو جائے، اس وقت جو لوگ اصلاح کریں گے ہم نے ان کے لیے جنت کے وعدے کر دیئے ہیں۔

"فَطُوْبٰی لِلْغُرَبٰی، الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَااَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِی مِنْ سُنَّتِی"......(ترمذی، رقم الحدیث:663)

سنت سے مراد یہاں پورا دین ہے، فرمایا کچھ لوگ خرابی کریں گے، ان کے بعد جو اصلاح کا بیڑا اٹھالیں گے، ان کو جنت کی خوشخبری سنا رہا ہوں۔

سو شہید کا اجر

کہیں فرمایا:

"مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ"

(ترغیب: 80/1......مشکوٰۃ حدیث نمبر: 176)

جو فساد کے وقت میری سنت کا جھنڈا بلند کرے گا، اسے سو 100 شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

﴿ہمیں کیا کرنا ہے؟﴾

میرے بھائیو! اس گفتگو کا مقصد یہی ہے کہ آج جس ماحول میں ہم رہ رہے ہیں۔ ہر طرف بد عملی اور بد اعتقادی کا فساد ہی فساد ہے،...... ہر طرف دھواں ہے ......، ہر طرف آلودگی ہے......، ہر طرف گھٹن ہے،...... وہ تعلقات جو انسان کو بھی عروج پر پہنچاتے تھے،...... آج کمزور ہو چکے ہیں،...... انکی اصلاح کی ضرورت ہے۔ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان نے اس عظیم مقصد کے لیے اپنا کام شروع کر دیا ہے، یہ وہ مقصد ہے جس کو قرآن مجید نے ہر آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کے پیش نظر درس صراط مستقیم کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے، ہم اسے پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔

آپ اس گاڑی کے اولین سواروں میں سے ہیں، اس ناطے سے آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ

بَلِّغُوْ عَنِّی وَلَوْ آیۃ کے تحت اس پیغام کو آگے سے آگے پھیلائیں۔

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

وَآخِرُ دَعْوَانا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆☆☆

باب نمبر

6

تحفظ حدود اللہ اور حدود آرڈیننس

پہلے اسے پڑھیئے

گلستان و چمن میں طرح طرح کی پھول پتیاں ہوتی ہیں، ہر ایک پھول اپنی الگ رعنائی اور دلکشی کا حسین اور خوشنما دلپذیر منظر پیش کرتا ہے ہر پتی اپنے دامن میں کئی اوصاف و خصائل کی جامع ہوتی ہے مگر ان سب ہستیوں اور بوٹوں میں جو حیثیت گل سرسبد کی ہوتی ہے اسکی حقیقت و ماہیت کو تجربہ کار ''گلشن آراء'' ہی اچھی طرح سمجھتا اور جانتا ہے۔

ایسے ہی گلستان اہلسنت میں طرح طرح کے خوشبوار مہکتے پھول موجود ہیں لیکن ان سب مہکتے پھولوں میں ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی حفظ اللہ تعالیٰ کی حیثیت گل سرسبد کی سی ہے۔ آپ ہر میدان میں تمام علماء کرام سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ درس حکومت کی طرف سے منظور کردہ ''تحفظ خواتین بل'' سے پہلے کا ہے، یہ خطاب دلپذیر ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی نے علم و حکمت کے مرکز اسلامک یونیورسٹی جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام میں ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن میں 28 اگست 2006ء بروز پیر بعد نماز مغرب کو فرمایا تھا جبکہ حکومت نے اپنے مذموم عزائم کو پورا کرنے کے لئے امریکہ کے ایماء پر 17 نومبر بروز جمعۃ المبارک 24 شوال کو ''تحفظ حقوق نسواں بل'' منظور کیا تھا۔

تحفظ خواتین بل کی منظوری کے بعد ترمیمی بل کے نام سے موسوم ڈاکٹر صاحب کی تحریر کو بھی اسی کتابچے میں شامل کر دیا گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت،

حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج ہمیں ادارہ صراط مستقیم اور بزم جلالیہ کے زیر اہتمام جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام میں ماہانہ درس قرآن میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

تحفظ حدود اللہ اور حدود آرڈیننس

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال بزم جلالیہ اور ادارہ صراط مستقیم کی اس کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی گزارنے کے لئے جو دین عطاء فرمایا ہے اس پر عمل کرنے کیلئے ہم اس پر عمل پیرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقوبت (Punishment) کا اعلان فرمایا ہے۔

عقوبت کی اقسام

(۱) ایک تو وہ ہیں عقوبتیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو دی جائیں گی، جو آج اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہیں کر رہے ہیں ان کے لیے وہ عقوبتیں روز محشر کو ہونگی۔

(۲) دوسری وہ سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں متعین کی گئی

ہیں، تو دنیا میں جو سزائیں اسلام کی طرف سے متعین ہیں۔

ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔

ایک کو حد(punishment stipulated in the Quran and sunnath) کہا جاتا ہے اور دوسری سزاؤں کو تعزیر(Discenetionary punishment) کہا جاتا ہے۔

چونکہ کوئی قانون اور کوئی ضابطہ اس وقت تک کارگر ثابت نہیں ہوتا، جب تک اسکی خلاف ورزی کرنے والوں سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

قرآن مجید میں اور دین متین میں جو لائف کوڈ Life Code اور ضابطہ حیات پیش کیا گیا ہے اس میں بھی اس بات کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اسکی خلاف ورزی کرے گا تو اسے یقیناً سخت انجام کا سامنا کرنا ہوگا۔ دنیا میں وہ سزائیں جو شریعت مطہرہ کی طرف سے دی جاتی ہیں ان میں سے پہلی قسم کی سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے۔

﴿حدود کی تعریف﴾

هِيَ الْعُقُوبَاتُ الْمُقَدَّرَةُ مِنَ الشَّارِعِ نَوعاوَّمِقْدَاراً

حدود ان سزاؤں کو کہا جاتا ہے کہ جو شارع کی طرف سے متعین ہوں اپنی نوع کے لحاظ سے بھی اور مقدار کے لحاظ سے بھی واضح نصوص کے ساتھ، جس طرح کہ (۱) زنا کے بارے میں حد ہے (۲) قذف کی حد ہے (۳) سرقہ کی یعنی چوری کی حد ہے (۴) شراب نوشی کی حد ہے (۵) حد سکر (البدائع الصنائع 33/7)

﴿تعزیرات کی تعریف﴾

تَعْزِيْرَاتٌ هِيَ الْعُقُوْبَاتُ غَيْرُ الْمُقَدَّرَةِ شَرْعًا

''وہ عقوبات جن میں شرعی طور پر کوئی معین نہیں ہے''۔

یعنی یہ وہ سزائیں ہیں کہ جو شارع کی طرف سے معین نہیں ہیں، یہ حاکم کی رائے کے مطابق اور وقت کا جو قاضی ہے۔اس کے فیصلہ کے مطابق ہوتی ہیں۔

وہ اپنی سوچ سے ان جرائم کے لیے جو سزا معین کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے، لیکن اس میں اس کے لیے ایک ضابطہ ہے کہ وہ حاکم کوئی بھی تعزیر بناتے وقت ایسی تعزیر نہیں بنا سکتا کہ جو حد سے زیادہ بن جائے، حد سے کم ہو اس تعزیر کو معین کر سکتا ہے۔

حد کی تشریح...... حد کا جب لغوی معنی بیان کرتے ہیں تو یہ ہر شخص کے لیے واضح ہے اور حد ایک عام بولا جانے والا لفظ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ میری زمین کی حد یہاں تک ہے، فلاں شہر کی حد یہاں تک ہے، فلاں ملک کی حد یہاں تک ہے، تو حد منتہیٰ کو کہا جاتا ہے، جہاں کوئی چیز جا کر ختم ہو جاتی ہے اس انتہاء کو حد کہا جاتا ہے۔

اسی بنیاد پر دربان کو حداد کہا جاتا ہے کہ وہاں تک رسائی حاصل کرنے تک حد ہے وہاں تک وہ لوگوں کو روک سکتا ہے اور اس سے آگے وہ لوگوں کو جانے نہیں دیتا، اجازت کے بعد ہی لوگ اس سے آگے جا سکتے ہیں۔

حدود کا یہ پورا نظام قرآن مجید اور سنت مطہرہ کی تعلیمات سے موید اور موکد ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 187 میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

تا کہ لوگ تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کریں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ......

(سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ 229)

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو تجاوز کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں:

﴿ایک اعتراض کا جواب﴾

عمومی طور پر یہ خیال ہے کہ حدود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم متعارض ہے ایک جگہ فرمایا قریب بھی نہ جاؤ دوسری جگہ فرمایا تجاوز نہ کرو دوسرے حکم سے یہ سمجھ آ رہی ہے کہ حدود کے قریب جانے کی گنجائش ہے بس تجاوز منع ہے جبکہ پہلی آیت قریب جانے کی بھی گنجائش نہیں دیتی تو جواب یہ ہے کہ چونکہ حد کا معنی منع کرنا اور دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا ہے۔ اس واسطے حدود شرع وہ ہیں جنہوں نے حلال اور حرام کے درمیان فاصلہ کیا ہے۔ کچھ تو وہ حدود ہیں جن کے قریب جانا ہی جائز نہیں ہے، جیسے شراب ہے یا زنا وغیرہ چنانچہ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا۔

اس آیت کا تعلق ان امور سے ہے۔

کچھ حدود ایسی ہیں جن کا ارتکاب جائز ہے مگر ان سے تجاوز جائز نہیں ہے جس طرح کہ چار عورتوں سے شادی کرنا اس میں چوتھا نکاح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حد ہے مگر یہ نہیں کہ چوتھا نکاح کرنا ناجائز ہے بلکہ وہ جائز ہے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔

ایسے امور کے بارے میں یہ آیت ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، یا یہ جواب ہے کہ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(۳) وَ مَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝ (سورۃ النساء رقم الآیۃ:41)

جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل فرمادے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

تحفظ حدود اللہ کا پس منظر

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی عملی زندگی کے اندر جن مقامات پر شدت سے لوگوں کے ساتھ سلوک کیا اور شدت کا جن مقامات پر اظہار کیا، وہ یہی حدود اللہ کا احترام ہے کہ جس وقت حدود اللہ کی مخالفت میں نکلے ہیں یا حدود اللہ کی مخالفت کیلئے وہ لوگ آگے بڑھے ہیں۔

تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رحمۃ اللعالمین ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے مطابق اپنی طرف سے شدید مواخذہ کا اظہار فرمایا۔

سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

وَاللّٰهِ مَاانْتَقَمَ لِنَفْسِهٖ فِي شَيْءٍ يُؤْتٰى اِلَيْهِ قَطُّ۔

(صحیح بخاری کتاب الحدود باب اقامۃ الحدود والانتقام رقم الحدیث 6288)

”مجھے اللہ کی قسم ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی اپنے ساتھ ہونے والی کسی زیادتی پر بدلہ کسی سے نہیں لیا“، کبھی بھی آپ نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قریش مکہ کی بدسلوکیاں اور مشرکین مکہ کی ناہمواریاں یہ ایک تاریخ کا حصہ ہے وہ مقدس جسم جو عرش سے بھی مقدس ہے۔ وہ جسم لہولہان ہوا آپ کا خون بہہ نکلا آپ کے گلے میں معاذ اللہ کپڑا ڈالا گیا اور اس طرح کی اذیتیں دی جاتی رہیں مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں سے اپنے لئے انتقام نہیں لیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

کہ ایک ایک مقام ایسا ہے کہ جہاں پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کی حرکت کو برداشت نہیں کیا وہ کونسا مقام ہے۔ فرمانے لگیں۔

حَتّٰی تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللّٰهِ۔

''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی حرمات کو پامال کیا گیا''۔

جب اللہ کی حدود کی خلافت ورزی ہوئی ہے تو پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ضرور انتقام لیا ہے۔ ایسے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی حرمات اور شعائر کی توہین پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انتقام لیا تو یہ انتقام کونسا تھا۔

فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ

یہ اللہ کے لیے انتقام تھا۔

تو یہاں سے یہ بات بھی بالکل واضح ہوگئی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتنا ابر کرم بنایا ہے اور آپ کے اندر برداشت اور حوصلہ کے کتنے ذخائر ہیں، کہ ذاتی معاملات میں آپ نے کبھی بھی انتقام نہیں لیا لیکن اس سلسلہ میں یہ واضح کر دیا کہ جو حرمات ہیں اور حدود ہیں، ان کا ادب لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے آپ نے ان سے انتقام لیا اور اس میں پھر اپنی طرف سے سختی کا اظہار بھی فرمایا۔

﴿ایک غلط فہمی کا ازالہ﴾

اس مضمون کو کوئی شخص اس طرح نہ سمجھے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جس وقت کوئی بندہ سختی سے پیش آتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے معاملے میں اس کو معاف فرما دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے پر خاموش رہیں اور آپ کی جس وقت کوئی توہین کرے تو ہم یہ کہہ دیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ انتقام نہیں لیا تو ہم بھی انتقام نہ لیں یہ استدلال اور یہ سوچ سراسر غلط ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معاف کرنا اپنے حق کو معاف کرنا ہے، اپنے حق سے دست بردار ہونا ہے اور اپنے حق کے معاملے میں کسی کو چھوڑ دینا ہے، وہ چاہیں تو معاف کر دیں اور چاہیں تو اپنے حق پر کسی کو سزا دے دیں، لیکن ہمارے لیے یہ گنجائش نہیں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں کسی ایسی نرمی کا اظہار کریں یا کوئی ایسا نرم رویہ اپنائیں چونکہ ہمارے لئے اللہ کے جتنے بھی شعار ہیں ان میں سب سے زیادہ جسکی عظمت ہے، وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

اس واسطے دیگر حدود اور حرمات کا ایسا ادب واحترام ہمارے لئے لازم نہیں جتنا ادب واحترام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کا ہے۔

اس بنیاد پر آپ کا وہ عمل جس کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔

اس سے ہمارے لیے سنت یہ ثابت ہوئی کہ جہاں ہمارے ذاتی معاملات ہوں وہاں ہم عفو ودرگزر کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیں جہاں ہمارے ذاتی

پرابلم (Problem) ہوں وہاں پر جو لوگ ہماری مخالفت کر رہے ہیں یا ہم سے کوئی ناروا سلوک کرتے ہیں ہم ان کو معاف کردیں۔

لیکن جہاں حدود اللہ کا معاملہ ہوگا، جب ہمارے نبی علیہ السلام نے انتقام لیا ہے، تو یہ انتقام لینا ہمارے لئے سنت بن گیا ہے۔ اس معاملے میں ضرور انتقام لیا جائے گا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی کا جو معاملہ ہے وہ یقیناً سارے معاملات میں سے بڑا معاملہ ہے اور وہ دین کی سب سے بڑی اصل ہے اور دین کی سب سے بڑی بنیاد ہے۔ اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اور آپ کی تعظیم و توقیر کے لحاظ سے امت کبھی یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ آپ کے خلاف کوئی ناروا لکھا جائے یا کوئی ایسی حرکات کی جائیں جو نازیبا ہوں۔

یہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے کہ آپ نے اپنے دشمنوں کو معاف کیا ہم اپنے دشمنوں کو معاف کردیں نہ کہ یہ معنی بنایا جائے کہ ہم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں کو معاف کردیں۔ اور دوسری طرف یہ صورتحال بالکل واضح ہو گئی کہ حدود اللہ پر احتجاج اور حدود اللہ کا تحفظ یہ کتنا پسندیدہ عمل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مقدس عمل سے اپنی امت کے لیے اس کی سنت کو اور اسکے سنت ہونے کو واضح فرما دیا اور قیامت تک اپنے عمل سے حدود کو ایک تحفظ عطاء فرمایا ہے۔ حدود یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین کردہ ہیں۔

وہ رحمٰن بھی ہے اور وہ رحیم بھی ہے، حدود کی وجہ سے اس کی رحمت پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حددود سے یقیناً معاشرے میں امن آتا ہے، معاشرے کے اندر بہار آتی ہے۔

حدود کے نفاذ سے معاشرے کو وہ برکتیں ملتی ہیں کہ جسکا کوئی انسان تصور ہی نہیں

کرسکتا، ایک چھوٹا سا کنبہ ہے، ایک باپ ہے، ایک والدہ ہے۔ وہ ماں جو اپنے بچوں پر بڑی شفیق ہوتی ہے اور بڑی نرم دل ہوتی ہے لیکن اسکے باوجود اپنے بچوں کی تادیب کیلئے اسے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ اسکے بچے کبھی بھی مہذب نہیں ہو سکتے اور اسکے بچے کبھی بھی اچھے بچے نہیں کہلا سکتے جبکہ اللہ تعالیٰ تو پوری روئے زمین کو اور پورے جہان کو ایسا امن و اصلاح دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور شفقتیں ماں کی رحمتوں سے اور شفقتوں سے کہیں زیادہ ہیں تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے نظام حدود کو واضح کر کے اپنی طرف سے پوری سوسائٹی اور معاشرے کے لیے برکتوں کا اہتمام کیا ہے اگر آج کوئی حیا باختہ خاتون حدود کے خلاف بولتی ہے، کوئی مغرب زدہ انسان حدود کے خلاف بولتا ہے یا کوئی سیاسی لیڈر ان سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں کہتا ہے تو اسے سوچنا چاہیے۔ اگر خود اس کی بیٹی کے ساتھ ایسا عمل ہو جائے کہ جس پر شریعت نے گرفت کی ہے تو کیا وہ اس وقت بھی یہی کہے گا کہ یہ سزا جو اس زیادتی کرنے والے کو ملنی چاہیے یہ بڑی سخت ہے۔ اس وقت وہ خود اس کا طلب گار ہو گا، خود اس کا حامی بن جائے گا۔

تو ہر بندے کو یہ سوچنا چاہیے کہ جس وقت خود اسکا یہ تقاضا ہے کہ جب میرے حقوق کوئی بندہ غصب کرتا ہے تو اس کو سزا ملنی چاہیے، اس بندے کی تادیب ہونی چاہیے اور اس کا مواخذہ ہونا چاہیے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حکمتوں کے پیش نظر جو پوری مخلوق کو حقوق عطاء کرنے والا ہے اور پوری مخلوق کے لئے ضابطے دیکر ہر ایک مخلوق کو اپنی اپنی حد کے اندر رکھنا چاہیے۔ یقیناً اس نے ہزاروں حکمتوں کے پیش نظر ان حدود کے نظام کو وضع فرمایا ہے۔

حدود کے نفاذ کے حکمتیں

جس سوسائٹی میں حد لگتی ہے اس کی برکت کتنی ہے، نظام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ضابطوں کے مطابق عمل کیا جاتا ہے تو اس وقت اسکی صورتحال کیا ہوتی ہے اور اللہ کی کتنی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

ا۔رحمتوں کا نزول:

ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ پاک محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِقَامَةُ حَدٍ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَّطَرٍ اَرْ بَعِيْنَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللّٰهِ

(مشکوٰۃ ص ،313)(سنن ابن ماجه، ص، 281)

اللہ کی حدود میں سے کسی حد کو قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس راتیں بارش برسنے سے بہتر ہے۔

رب ذوالجلال کی طرف سے جب بارش کا نزول ہوتا ہے تو وہ زمینیں جو بانجھ ہو چکی ہوں وہاں پر سبزہ اگ آتا ہے وہاں کھیتیاں اگتی ہیں، باغات پھلتے اور پھولتے ہیں اور وہ لوگ خوشحال ہوجاتے ہیں۔

میرے محبوب علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب ہے کہ ایک حد کو معاشرے میں نافذ کرنے سے اتنی برکتیں ملتی ہیں، جتنی اس بارش کی برکتیں نہیں کہ روزانہ رات کو بارش برسے اور دن کو سورج طلوع ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ ایک حد کو کسی مجرم پر نافذ کرنے سے جو برکتیں سوسائٹی کو

میسر آتی ہیں وہ ان بارشوں کی برکات سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔

اس واسطے یہ نظام حدود ظالمانہ نہیں ہے یہ نظام حدود اللہ کی طرف سے رحمت اور برکت کا سلسلہ ہے بارش کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی اور بارش کی مثال اس لیے بیان کی گئی کہ جس وقت مخلوق کا کوئی فرد زمین پر گناہ کرتا ہے تو ان کے جرائم اور گناہوں کی وجہ سے رحمتوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتوں کا نزول نہیں ہوتا اور جب حد نافذ ہو گی تو جرائم ختم ہو نگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتوں کا نزول ہو جائے گا۔ اور یہاں برکتوں سے مراد وہ معنوی برکتیں ہیں کہ جو آپ اس پس منظر میں دیکھ سکتے ہیں اب ایک شخص جس کے پاس زمین کی پیداوار اتنی ہے جس کا اندازہ ٹنوں کے لحاظ سے لگایا جا سکتا ہے مگر پھر بھی وہ بے چین ہے اس کے گھر میں پھر بھی اداسی ہے ہر وقت اسکو سکون نہیں ہے۔ تو پتہ چلا اتنی دولت کے باوجود وہ برکت سے محروم ہے اور وہ لوگ جن کے پاس اتنی زیادہ پیداوار نہیں پھر بھی اسکا پیسہ ناجائز مقدمات میں صرف ہو جاتا ہے اور کہیں وہ بیماریوں کے علاج کے اندر لگ جاتا ہے تو پتہ چلا کہ وہ پیداوار برکت سے خالی تھی اور اس کے اندر رب ذوالجلال کی خصوصی نعمتوں کا ظہور نہیں تھا۔

ہم جس برکت کی بات کرتے ہیں کہ حد کے قائم ہونے سے برکت کا نزول ہوتا ہے، اس برکت سے مراد وہ برکت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ حسی طور پر تھوڑا بھی دے لیکن اسکا دل اتنا غنی ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ساری نعمتیں رب ذوالجلال نے میری مٹھی میں دے دی ہیں، اس کو چین اور سکون ملتا ہے۔ اس کو ہر وقت دل کے اندیشے نہیں ہوتے گھبراہٹ طاری نہیں ہوتی اور وہ رحمتیں برسات کی شکل میں آتی ہیں، کہ جس کے بعد نہ قتل و غارت ہوتی ہے نہ ڈاکہ زنی ہوتی ہے نہ کسی طرح کے کوئی ایسے معاملات

ہوتے ہیں اب برسات کا نزول ہو جائے اور پھر مسائل باقی رہیں لوگوں کے گھر پیسوں سے بھرے ہوئے ہوں اور پھر بھی پرابلم باقی رہیں تو یہ وہ صورتحال ہے کہ جس میں ابھی اللہ تعالیٰ کی وہ برکتیں شامل نہیں ہیں کہ جن کا اعلان رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدود کے نفاذ کی شکل میں کیا ہے۔

لہٰذا جب سوسائٹی کے اندر حدود نافذ ہو جائیں گی، اس وقت ابر کرم کا ہر قطرہ اس انداز میں امت کو نوازے گا جو یہ مانگیں گے رب وہی عطاء فرمائے گا۔

اتنا چین ہوگا کہ کسی کو اپنی عزت کے لٹ جانے کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا، اس انداز میں وہ پرامن زندگی گزارے گا، موڑ موڑ پر لوگوں کا بہتا ہوا خون نہیں ہوگا اور گلی گلی میں لوگوں کا مال نہیں لوٹا جا رہا ہوگا۔

یہ آج جتنے مسائل پیدا ہوئے ہیں جس سے پوری سوسائٹی کا امن تہہ و بالا ہے، اسکا سبب یہ ہے کہ نظام حدود معطل ہے اور نظام حدود کو رائج نہیں کیا جا رہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے اللہ کے فیصلوں کا یہ اعلان ہو رہا ہے کہ تم اگر برکت چاہتے ہوں، امن و آشتی چاہتے ہو اور اپنی معیشت اور معاشرت کے سارے مسائل کا حل چاہتے ہو، تو اپنی سوسائٹی میں حدود کو نافذ کر دو۔ حدود کے نفاذ کے ساتھ ہی نہ ورلڈ بینک کی ضرورت رہے گی نہ کسی کے آگے قرضے کے لیے ہاتھ پھیلانا پڑے گا۔

نہ ہی کسی بندے کو پہرے دار کی ضرورت ہوگی اور نہ یہ ہوگا کہ جس کی بچی گھر سے سکول پڑھنے نکلی ہے تو واپس آنے تک تک اس کا دل تڑپتا رہے۔ نہیں نہیں پورے کا پورا ماحول امن و آشتی کی تصویر بن جائے گا اور یہ وہ برکتیں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے حدود کے نفاذ کے اندر عام فرما دیا ہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ کی غیرت کا احترام اور فحاشی کا خاتمہ

جس وقت ہم حدود اللہ کا یہ نظام دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی وہ حکمتیں سامنے آتی ہیں جنکا تذکرہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وقت کیا تھا، جب حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا۔

لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ

(بخاری، کتاب الحدود رقم الحدیث 6386 ......مشکوٰۃ286)

اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی بندے کو دیکھ لوں تو میں اسے سیدھی تلوار سے ماروں گا۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس یہ بات پہنچی اور صحابہ نے بڑا تعجب کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑے غیرت والے ہیں۔تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمادیا:

اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ۔

اے میرے صحابہ تم سعد کی غیرت پہ تعجب کرتے ہو۔

وَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ

خدا کی قسم میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں۔

اور پھر میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا:

وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّي

اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے۔

جس وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا رب مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے اور میں حضرت سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور تم حضرت

سعد کی غیرت پہ تعجب کرر ہے ہو۔

اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ تعجب کیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت سے زیادہ آپ غیرت والے ہیں اور آپ کی غیرت سے زیادہ اللہ غیرت والا ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم متحیر ہوئے غیرت تو ایک اضافی صفت ہے جو بندے کو اپنے کچھ رشتوں کے بارے میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت کیا ہے۔ تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے میرے صحابہ اللہ کی غیرت یہ ہے کہ

مِنْ اَجَلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ

اللہ تعالیٰ نے اپنی غیرت کی وجہ سے ظاہری اور باطنی فحاشی حرام کی ہے۔

اللہ نے جو فحاشی حرام کی تو یہ اللہ کی غیرت کا تقاضا ہے رب ذوالجلال جو فرماتا ہے کہ اے بندو تمہاری آنکھ پاک رہنی چاہیے اور غیر محرم کی طرف تم بدنگاہی سے نہ دیکھو۔ گویا میرا رب فرماتا ہے کہ لوگو یہ میری غیرت ہے کہ میری مخلوق کے اندر انسانوں کی جو عورتیں ہیں انکا ادب ہو، احترام ہو، کچھ کی طرف دیکھنا رب ذوالجلال نے حرام کیا ہے تو یہ ایک حد بنیادی ہے، فرمایا ہر طرف دیکھ سکتے ہو۔

آسمان کو دیکھو، آسمان کے ستاروں کو دیکھو، شمس و قمر کو دیکھو باغ و بہار کو دیکھو چمیلی و گلاب کو دیکھو، جس کو چاہو دیکھو اللہ نے تمہاری آنکھوں کے لئے کوئی سامنے حجاب نہیں بنائے ایک جگہ بیٹھ کے کہیں دور تک دیکھ سکتے ہو، مطلب یہ ہے کہ جس رب نے آنکھ دی ہے، جس رب نے بینائی دی ہے۔ اس نے تمہارے دیکھنے کے لیے بہار کو بنایا ہے، اس کے نکھار کو بنایا ہے اور ہر چیز کو حسین بنایا ہے۔ اس رب کی یہ چاہت ہے کہ میرے بندے کی یہ آنکھ پاکباز رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اگر حد بنادی کہ میں نے ہر چیز کی طرف دیکھنا تمہارے لیے

جائز قرار دیا ہے لیکن غیر محرم کی طرف نہ دیکھو یہ میری غیرت ہے۔

اب جس وقت ایک شخص غیر محرم کی طرف دیکھ رہا ہے تو معاذ اللہ اس نے کتنا بڑا جرم کیا ہے کہ اللہ کی غیرت کیخلاف چل نکلا ہے تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جتنی بھی چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں یہ ساری کی ساری اس لئے حرام کی ہیں کہ فحاشی جنم نہ لے تو اب ہمارے لیے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جو بھی حدود ہیں یہ خالق کائنات جل جلالہ کی غیرت کا حوالہ ہیں۔

اب ان حدود میں جس وقت کوئی بندہ ترمیم کا سوچتا ہے تو معاذ اللہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو چھیڑنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خط بنائے گئے ہیں ان خطوط کو مٹانے کے لیے یہ بندہ ہو کر رب ذوالجلال کو مشورے دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کیخلاف اپنا کوئی قانون بنانا چاہتا ہے اور ضابطہ وضع کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کو نہایت ہی حساس قرار دے دیا۔ فرمایا، اگر کوئی اللہ کی حدود کو چھیڑتا ہے اور اسکی غیرت کیخلاف چلتا ہے تو اسے سوچنا چاہیے کہ وہ کس کی غیرت کیخلاف چل نکلا ہے۔

رب ذوالجلال کا ہم پہ کرم ہے کہ محبوب علیہ السلام کے صدقے فوراً گرفت نہیں ہوتی اور فوراً عذاب نازل نہیں ہوتا، ورنہ یہی انسان تھے جس وقت تھوڑا سا آگے پیچھے کرتے تھے۔ بستیاں الٹ دی جاتی تھیں خنزیر بن جاتے تھے، بندر بن جاتے تھے۔ ان پر خون کا عذاب اتر جاتا تھا اور وہ زمین میں دھنس جاتے تھے۔ یا ایسی دردناک آواز آتی تھی وہ بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو جاتے اور مر جاتے تھے۔ بجلیوں سے جل کے راکھ ہو جاتے تھے۔ آج یہ جو نہیں ہو رہا تو اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا ایک سہارا ہے کہ بندے جلد توبہ کر لیں، جلد باز آ جائیں اور جلد اپنے

آپ کی اصلاح کر لیں ورنہ جس وقت ایک انسان (معاذ اللہ) اللہ کی غیرت میں دخل دے تو کون ہے جو اس سے بچ سکتا ہے۔

جس وقت ایک چھوٹا سا بندہ اپنی غیرت کے خلاف کچھ نہیں برداشت کر سکتا اور وہ رب جو کن کہے اور سب کچھ ہو جائے تو اس کی غیرت کے خلاف کام کر کے پھر بچ کیسے سکتا تھا تو اس آخری زمانے کے اندر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتوں کا سہارا ہے۔

ورنہ یہ جتنے لوگ افرنگ کی دکانوں کے کھلونے بنے ہوئے ہیں اور انگریزوں کے اشاروں پہ ناچتے ہیں اور جن کے چہرے مسلمانوں والے ہیں لیکن ان کے دماغ انگریز کے ہیں یہ سارے کے سارے لوگ فوراً عذاب کی گرفت میں آجاتے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مہلت دی جا رہی ہے اور ایک چانس دیا جا رہا ہے کہ تم آج ہی ان کرتوتوں سے باز آجاؤ اور توبہ کر لو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سرکار علیہ السلام کے صدقے معاف فرمادے۔

۳۔ تحفظ زندگی:

ان حدود کی حکمتوں کو جس وقت ہم مزید دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے آتا ہے کہ قصاص میں اس آدمی کو قتل کیا جائے گا جس نے کسی کو عمداً قتل کیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنے حسین انداز میں بیان کیا اور ارشاد فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝

(سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ 179)

اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ......

تمہارے لیے قصاص میں حیات ہے۔حالانکہ جب قصاص لیا جاتا ہے تو بندہ مرجاتا ہے،قصاص میں قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کردیا جاتا ہے لیکن قرآن کہتا ہے کہ یہ حیات ہے تو اسکا کیا مطلب ہے؟

اسکا مطلب یہ ہے کہ جب کسی قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کیا جائے گا تو اب دوسرے متنبہ ہو جائیں گے کہ اگر میں نے کسی کا خون بہایا تو میرا بھی بہایا جائے گا۔میں نے کسی کا سر قلم کیا تو میرا بھی سر قلم کیا جائے اور اگر میں نے کسی کو گولی ماری تو مجھے بھی ماری جائے گی۔

اس کی وجہ سے آگے ماحول میں رکاوٹ آجائے گی تو دوسرے لوگوں کی جان محفوظ ہو جائے گی تو یہ مطلب ہے کہ جس وقت نظام حدود رائج ہوگا ایک زندگی محفوظ ہو جائے گی بظاہر یہ تھا کہ مقتول کے عوض میں قاتل کو مٹایا جارہا تھا،لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمادیا اسکو یہ نہ سمجھو کہ یہ ظلم ہوا ہے فرمایا نہیں جس وقت قاتل کو مقتول کے بدلے میں پھانسی پر چڑھایا گیا ہے اس کو قتل کردیا گیا ہے تو یہ تمہارے لئے معاشرے کی زندگی بن گئی ہے۔اب جس وقت رب ذوالجلال کا نظام نافذ ہو جائے گا،تو دوسرے لوگوں کی زندگی محفوظ ہو جائے گی۔

حسامی میں ہے۔

فَاِنَّهَا فِي الظَّاهِرِ تَعْذِيْبٌ وَاِنَّمَا حَسُنَتْ لِزَجْرِ النَّاسِ عَنِ الْمَعَاصِ

اقامت حدود وظاہری طور پر تعذیب ہے لیکن لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے لحاظ سے اس میں حسن ہے۔

حد نافذ کرنے میں احتیاط

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات واضح کردی کہ حد کو اُٹھانے

کی کوشش کی جائے گی اُس کے لیے پکے گواہ ہونے چاہییں، اُسکے لیے خاص نظام وضع کیا گیا ہے اور پھر اس بات کو بالکل واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ کسی کو تکلیف دی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ٥

(آل عمران رقم الآیۃ 108)

یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں، ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللہ جہانوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔

اللہ تعالیٰ ان حدود کو لاکر ظلم کو روکنا چاہتا ہے اگر کوئی بندہ ان حدود کو ظالمانہ کہے گا تو معاذ اللہ اس نے اللہ کی عدالت پر ہٹ کر دی ہے اور رب ذوالجلال کی عدالت کو اس نے ظلم سے تعبیر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سمجھایا ہے کہ میری ساری کی ساری حدود میں ظلم نہیں عدل ہے۔ ان میں رحمت ہے اور یہ حدود ان میں رحمت اور برکت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جہاں والوں پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر گواہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دیکھئے۔

آپ فرماتی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِدْرَؤُوا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی درء الحدود رقم الحدیث 263 ......مشکوۃ: 311)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے حکمرانو جتنا تم سے ہو سکتا ہے تم مسلمانوں سے حدود کو اٹھا دو۔ اگر کوئی گنجائش ہو تو ملزم کا راستہ خالی کر دو۔

دیکھیں اسلام کیا کہتا ہے۔

جس قدر ہو سکتا ہے اور جتنی بھی گنجائش ملتی ہے تو حد اٹھانے کی کوشش کرو لگانے کی کوشش نہ کرو۔ اس کو مانو اور اس کا ضابطہ پورا کرو یہ کوشش نہ کرو کہ جلد کسی کا ہاتھ کٹے یہ کوشش کرو کہ ہاتھ کٹنے سے بچے۔ شرائط کو اچھی طرح دیکھو خواہ مخواہ تھوڑی سی بات پر ان کو حد نہ لگا دو۔

اب دیکھو ان مغرب زدہ لوگوں کا واویلا جو یہ شور مچا رہے ہیں کہ اسلام ضرور لوگوں کے ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے اور اسلام لوگوں کو سختی کے پنجے میں جکڑ دینا چاہتا ہے۔ نہیں نہیں۔

میرے محبوب علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔

مَااسْتَطَعْتُم......

جتنا بھی امکان ہے حد کو اٹھانے کی کوشش کرو۔

فَاِنْ کَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهٗ......

اگر کسی بندے کے بچنے کی گنجائش ہے تو اس کیلئے رستہ چھوڑ دو اس کو بچا لو اور ساتھ یہ فرما دیا۔

اِنَّ الْاِمَامَ اَنْ یُّخْطِیَ فِی الْعَفْوِ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یُّخْطِیَ فِی الْعُقُوْبَةِ

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی درء الحدود رقم الحدیث 263 ......مشکوٰۃ: 311)

اگر کوئی قاضی یا کوئی جج کسی کو معاف کرنے میں غلطی کر دے تو یہ اچھا ہے، اس کے مقابلے میں کہ وہ سزا دینے میں غلطی کر جائے۔

ایک یہ ہے کہ اس نے سوچ کر فیصلہ عدالت سے کیا لیکن اس سے غلطی ہو گئی، نفس الامر میں اس کی سزا بنتی نہیں تھی اور اس نے دے دی۔ دوسری طرف یہ کہ نفس الامر میں تو بندے کا جرم تھا اس قاضی نے ذرائع سے اچھی طرح چھان بین کی ہے اور اس کے نزدیک ثابت یہ ہوا کہ یہ مجرم نہیں ہے۔ حالانکہ وہ نفس الامر میں مجرم تھا، تو کیا ہوتا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں جو سزا دینے میں غلطی کرے اس سے اچھا وہ ہے جو معاف کرنے میں غلطی کر جائے۔

ا۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ کسی سے رشوت لیکر ان مجرموں کو چھوڑتا پھرے وہ معاملے تو مردود اور مسترد ہیں یہ قاضی ہے اور عادل ہے اس نے سارے سورسز (Sources) چھان بین کیلئے استعمال کئے ہیں اس کے بعد اس نے ایک فیصلہ کیا ہے تو وہ فیصلہ سزا کا کیا لیکن حقیقت میں وہ بندہ سزا کا مستحق نہیں تھا تو اب یہ جو غلطی ہے بڑی غلطی ہے۔

لیکن اگر وہ نفس الامر میں مجرم تھا اس قاضی نے تمام کوشش اور ہمت صرف کی اور بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ بندہ مجرم نہیں ہے اس کو معاف کردو جبکہ وہ حقیقت میں مجرم تھا اس نے معاف کر دیا تو میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا یہ غلطی اس کے فائدے میں رہ جائیگی۔

اس سے پتہ چلا کہ اسلام کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ بندوں پر ضرور جبر کیا جائے جبکہ مقصد تو صرف برائی کو روکنا ہے اور حد کے لیے تمام تقاضے بروئے کار لانا اس کے باوجود اگر خلاف واقعہ بات ہوگئی تو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اس جج کے مقابلے میں کہ جس نے غیر مجرم کو مجرم بنا دیا یہ جج اچھا رہے گا کہ بندہ مجرم تھا مگر اس نے تحقیق کے بعد فیصلہ معافی کا کر دیا یہ معافی اسلام میں پسند کر لی جائیگی۔

شہادت اور ڈی این اے ٹیسٹ

یہ ٹھیک ہے کہ کسی حاکم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مجرم کو چھوڑے لیکن تقاضے مکمل کرنے کے بعد کبھی یہ ہوتا ہے کہ مجرم کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

شریعت میں جن قرائن کو رکھا گیا ہے، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شہادت کا جو نصاب ہے اور نظام ہے اسکی بھی کئی حکمتیں ہیں اور اسکے بھی کئی تقاضے ہیں اور پھر شاہد کیلئے جو شرطیں ہیں کہ وہ عادل ہو یہاں تک کہ وقت شہادت پھر اس کو خدا یاد دلایا جاتا ہے کہ سارا فیصلہ تیری بات پر ہو گا اب تو سوچ لے کہ تو کیا کرنا چاہتا ہے یہ سارے تقاضے اور سارے نشیب و فراز ایک انسانی دماغ سوچ سکتا ہے۔

مگر اس کو کوئی کمپیوٹر نہیں سوچ سکتا ایک کنواری عورت حاملہ ہو پھر بھی محض اس بنیاد پر اس پر حد زنا نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اس سے جبراً زنا کیا گیا ہو اس ے سارے فلسفوں کو کوئی ڈی این اے ٹیسٹ نہیں سوچ سکتا اس واسطے شریعت مطہرہ میں D.N.A ٹیسٹ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور کسی لیبارٹری اور لیب کے رزلٹ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس میں وہی حیثیت ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظام شہادت کو عطاء فرمائی ہے نہ ہم شہادت کی جگہ کسی اور چیز کو رکھ سکتے ہیں نہ نصاب شہادت بدل سکتے ہیں اس میں جس وقت ایک طرف قاضی کو بھی متوجہ کیا جا رہا اور ساتھ شاہد کو بھی متوجہ کیا جا رہا ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ اس برائی کو روکنے کا ایک نظام وضع کیا گیا ہے مگر شریعت ہرگز سو فیصد یہ نہیں چاہتی کہ ضرور ہی اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور ضرور اس کو کوڑے مار دیئے جائیں، تقاضے تو پورے کیے جائیں مگر اس کے باوجود خلاف واقع صورتحال میں فیصلہ ہو گیا تو پھر قاضی نے جس وقت سارے تقاضے پورے کیے ہیں تو شریعت اس سے کوئی مواخذہ نہیں کریگی۔

اس سلسلہ میں آج ہمیں نظام حدود کے لحاظ سے یہ بات کرتے ہوئے اور حدود آرڈیننس کا جائزہ لیتے ہوئے چند باتوں کو پیش نظر رکھتا ہے۔

حدود کے بارے میں ایک ضروری ہدایت

سب سے پہلی بات حدود اللہ اور حدود آرڈیننس کے لحاظ سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں دین دیا ہے اور جو شریعت مطہرہ عطاء کی ہے اس کے بارے میں ہم اپنی عقل کو تابع سمجھتے ہیں۔

اصل فیصلہ تو شریعت کا ہے لیکن عقل اس کے تابع ہے عقل کو شریعت کے فیصلے کی سمجھ آ جائے پھر بھی ٹھیک ہے اور سمجھ نہ آئے پھر بھی ٹھیک ہے بات شریعت کی مانی جائیگی یہ نہیں ہے کہ عقل مانے تو پھر شریعت ہے اس میں پھر شریعت کا کیا کمال ہے پھر تو ماننے والا اپنی عقل کی بات مان رہا ہے۔

ماننے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس حد تک اپنے رب کے حکم کا پابند ہو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

(سورة الاحزاب رقم الآية 36)

کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو انہیں معاملہ کا کچھ اختیار رہے تو شریعت میں جتنی بھی حدود ہیں وہ ساری کی ساری غیر قیاسی ہیں حدود شارع کی طرف سے ہیں، حدود کو عقل سے نہیں بنایا جا سکتا اور حدود میں عقل کا دخل ہی نہیں ہے۔

آج سب سے بڑا فتنہ یہ ہے حدود کو عقل کے حوالے کیا جا رہا ہے آج تھڑوں پر بیٹھے ہوئے جاہل لوگ حدود اللہ پر بحث کر رہے ہیں آج نام نہاد دانشور شریعت میں احتجاج کرتے پھر رہے ہیں۔

جہاں بدلنے کا وہ بھی گمان رکھتے ہیں
جو گھر کے نقشے میں پہلے دکان رکھتے ہیں

وہ لوگ آج پوری شریعت کے بارے میں رائے ظاہر کر رہے ہیں، حدود کا پہلا قانون یہ ہے کہ کبھی حدود کو عقل سے نہیں بلکہ اللہ کے فرمان سے سمجھا جائے گا۔

بنیادی طور پر دیکھ لیجئے کفر بڑا جرم ہے یا کسی پر زنا کی تہمت لگانا یہ بڑا جرم ہے مگر کفر پر تو کوئی حد نہیں ہے۔ کفر کے بعد اگر کوئی توبہ کرتا ہے اس کی توبہ قبول ہے جو کچھ اس سے پہلے کیا وہ معاف ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی نے کسی پر بدکاری کی تہمت لگائی اور پھر کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کی توبہ قبول نہیں ہے اور اس پر ضرور حد لگے گی تو چاہیے تھا جو بڑا جرم ہو عقل کے فیصلہ کے مطابق اس بڑے جرم کی توبہ قبول نہ ہوتی اور چھوٹے جرم پر توبہ قبول ہو جاتی مگر قرآن کا فیصلہ کیا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ

(سورۃ الانفال رقم الآیۃ 38)

''فرما دو ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا اگر وہ باز آ جائیں تو انہیں گزشتہ سب گناہ معاف کر دیئے جائینگے''۔

اگر کسی نے کفر کیا اور پھر کلمہ پڑھ لیا توبہ کر لی اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائینگے مگر کسی بندے پر کسی نے جھوٹا الزام لگایا اور اس کے پاس گواہ نہیں ہے تو کبھی بھی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اس پر ضرور حد لگے گی خواہ یہ کہے کہ میں نے مذاق سے کہا تھا جو کچھ بھی کہتا پھرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس پر حد قذف ضرور لگے گی تو پتہ چلا حد کو سمجھنے کی پہلی اکائی یہ ہے کہ حدود میں عقل کو مداخلت دی ہی نہیں جا سکتی، عقل علیحدہ ہے حدود کے اندر اسکا کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

اب دیکھو شراب پینا ایک ناجائز چیز کو پینا ہے اور خون پی جانا بھی حرام چیز کو پینا ہے۔ شراب پینا بھی حرام ہے اور خون پینا بھی حرام ہے۔ مردار کھانا یہ بھی حرام ہے مگر

خون پینے پر کوڑوں کی سزا نہیں ہے مردار کھانے پر تو کوڑوں کو سزا نہیں ہے شراب پینے پر کوڑوں کی سزا ہے۔

اب اگر کوئی اپنی عقل کو لائے تو پھر اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام کو عقل کے مطابق استوار کرنا چاہتا ہے۔نہیں نہیں اسلام عقلوں کے تابع نہیں یہ اللہ کے حکم کے تابع ہے اور اللہ کے احکام کے تابع ہے لہٰذا یہ دو مثالیں اس سلسلہ میں کافی ہیں۔ جو لوگ آج عقل کے گھوڑے دوڑاتے پھر رہے ہیں، ہر دکان پر ہر گلی بازار میں حدود پر بحث کر رہے ہیں اور معاذ اللہ رب کو مشورہ دینا چاہتے ہیں، کہ یوں ہونا چاہیے یہ سزا تھوڑی ہے یہ سزا زیادہ ہے اس سزا کو نکال دینا چاہیے، اس کو داخل کر لینا چاہیے۔

یہ سارے کے سارے اللہ کے فیصلے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں ، رب ذوالجلال نے حدود کو عقل کے ترازو پر تولنے کی گنجائش ہی نہیں دی اور اجازت ہی نہیں ہے۔

اس لیے حدود کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس کو سمجھنے اور حدود کو نافذ کرتے وقت ہم عقل سے نہیں پوچھیں گے جو رب نے فرما دیا ہے عقل کو اس کے تابع کر دیں گے۔

دوسری طرف حدود کے لحاظ سے ہمیں اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جس وقت آج ہم آرڈیننس کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں جو ان کی تجاویز دی گئی ہیں وہ قرآن وسنت کے بالکل متصادم ہیں۔

ابھی جب یہ سلسلہ شروع ہوا تھا ہم نے اس وقت یہ بات کہی تھی بالخصوص 29 جولائی 2006ء تحفظ حدود اللہ سیمینار جامعہ نعیمیہ جب وہ ہم سے کہتے تھے کہ اس میں ہم ترمیم کر کے بہتری لانا چاہتے ہیں، تو ہمارا اس آرڈیننس کے بارے میں موقف یہ تھا کہ

اس آرڈیننس کے بارے میں گزشتہ اٹھائیس سالوں سے جب بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی گئی ہے تو یہ آواز ان لوگوں کی تھی جو اسلام کے دشمن ہیں تو آج بھی اسلام کے خیر خواہ اس میں ترمیم کا نام نہیں لے سکتے۔ یہ وہی شراب ہے جو یورپ کے میخانوں میں تیار کی جارہی ہے اور اس کا نام بدل کرامت کو پلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

جیو چینل پر مذاکرہ میں میرے سوا جب علماء بھی اس میں ترمیم کے حق میں تھے جن کا تعلق دیگر فرقوں سے ہے میرا یہ موقف رہا یہ جو چھوٹے چھوٹے معمولی سقم ہیں کہ مرد کی اٹھارہ سال کی عمر اور عورت کی سولہ سال کی عمر پہلے آرڈیننس میں موجود ہے تو یہ معمولی چیزیں تھیں جو قابل اصلاح ہیں اس کے لحاظ سے ہم نے اس وقت کہا تھا کہ ہم اس آرڈیننس کو ایسے لوگوں کے حوالے نہیں کر سکتے کہ ہمیں نہ انکی عدالت پر یقین ہے اور نہ ان کی اسلامی سوچ پر یقین ہے پورے کا پورا آرڈیننس ان کو دے دینا یونہی ہے جیسے کسی بندے کی انگلی خراب ہو اور اس کو کوئی آپریشن تھیٹر میں داخل کرے اسکے بعد اس کا سینہ چاک کر دے۔ مریض کو لے تو جائے انگلی کے خراب ہونے کے بہانے لیکن آگے اس کا پیٹ چاک کر دے، ہمیں اس وقت یہ قرائن بتا رہے تھے کہ یہ لوگ اس آرڈیننس کی جو انگلی خراب ہے یا اس کے بہانے اس کو تھیٹر میں داخل کر کے اس کا سینہ چاک کرینگے۔

آج تم نے دیکھا، وہی کچھ ہوا جس کے بارے میں خیال کیا جارہا تھا۔ آج زنا بالرضا کو آرڈیننس سے خارج کیا گیا اور یہاں تک کہ دست اندازی پولیس کے بھی ناقابل بنا دیا گیا تو پھر کیا ہوا کہ جتنا شور تھا آرڈیننس کے خلاف اس سے ایک ہی فائدہ ان لوگوں کو ہوا جو این جی اوز ان لوگوں سے لینا چاہتی تھیں اور جو مغرب کا پروگرام تھا اس کے تحت سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، ان مغرب زدہ لوگوں کا جو نظریہ تھا

ان کی پالیسی کا جو نچوڑ ہے اس سے ایک بات نکلتی ہے۔

مرد عورت اگر اپنی رضا مندی سے برائی کر لیں تو اس پر مواخذہ نہیں ہونا چاہیے۔ آج حکومت دو ٹکے کے ملاؤں کو اور مفتیوں کو اپنے ایوان میں بٹھا کر آرڈیننس کی ترمیم کرنا چاہتی ہے جتنا انہوں نے اس ترمیم کا شور مچایا۔ آج اس دور میں عورتوں کے حقوق کا کوئی تحفظ باقی نہیں رہا۔ کیا دوسرے جتنے بھی پاکستان میں جرائم تھے وہ سارے ختم ہو گئے اور صرف یہ ایک سلسلہ باقی رہ گیا تھا کہ جس میں اصلاح کی ضرورت تھی۔

اس کے پیچھے ایک سوچی سمجھی پلاننگ تھی قوم ثمود کا ایک پیچھے وبال تھا اور آج دیکھو اگر اب بھی کسی مومن کو یقین نہیں آتا اسے کب یقین آئے گا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرما دیا ہے کہ

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ

(سورۃ النور رقم الآیۃ: 2)

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے زانیہ اور زانی کے لئے فاجلدوا کے الفاظ فرمائے ہیں تو اسکے قانون کے مقابلے میں ایک قانون بنایا جا رہا ہے کہ جب زنا بالرضا کیا جائے تو اس پر پرچہ بھی درج نہیں ہو سکتا۔ اس جوڑے کو پکڑا بھی نہیں جا سکتا، اس کو قرآنی سزا بھی نہیں دی جا سکتی تو کیا اسلام کے اندر اس قسم کی کوئی گنجائش ہے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ جو رضا مندی سے جرم کیا جائے وہ جرم ہی نہیں ہے اور جو رضا مندی سے برائی کی جائے وہ برائی ہی نہیں ہے یہ اس آرڈیننس کی ترمیم کے پیچھے سارا واویلا تھا یہ زمانے کو بے راہ روی کا شکار کرنا چاہتے تھے۔

جو یورپ کے اندر حرام کاری کا منظر ہے اس کو اس پاک سرزمین پر لانے کیلئے یہ آڑ بنا رہے تھے، بہانے بنا رہے تھے اور اب یہاں تک صورتحال آ گئی کہ وہ بھونکتے پھر رہے ہیں کہ اگر رضا کے ساتھ زنا کر دیا جائے تو یہ کوئی جرم نہیں ہے، حالانکہ ان لوگوں کو یہ پتہ نہیں کہ یہاں پر مرد اور عورت جس کی رضا کو یہ بنیاد بنا رہے ہیں، یہ حد زنا تو ان کا حق ہی نہیں ہے۔ حد زنا حق ہے اللہ کا اگر حد زنا کسی بندے کا حق ہوتا تو پھر یہ ہوتا کہ جس کی مرضی ہے وہ صلح اور معاہدہ کر لے۔

حد زنا حقوق اللہ میں سے ہے اور ان حقوق میں سے ہے جو خالص اللہ کے ہیں، خالص اللہ کے جو حقوق ہیں ان میں سے ایک خالص حق حد زنا ہے۔ جیسے تعظیم قبلہ اللہ کا حق ہے، ایسے ہی فقہاء نے لکھا کہ حد زنا بھی اللہ کا حق ہے۔

اور ہر وہ حق جس میں عام مخلوق کا فائدہ ہو وہ اللہ کا حق ہوتا ہے۔ تعظیم قبلہ عام لوگوں کے فائدے کیلئے ہے کہ ان کا سجدہ اس طرف ہوتا ہے اور تعظیم قبلہ سے ان کو فوائد ملتے ہیں، وہ تعظیم قبلہ جیسے حق باری تعالیٰ ہے۔ ایسے ہی حد زنا بھی حق باری تعالیٰ ہے اور جو اللہ کا حق ہو اسے کون چھوڑ سکتا ہے، اسے کون معاف کر سکتا ہے، اس میں کسی کی رضا کا دخل کیا ہے، اس میں کسی کی سوچ کا دخل کیا ہے اس واسطے یہ لوگ اسلام کے قانون نظام شریعت اجتہاد اور تجدید کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں، دین کو معاذ اللہ بدلنے کے لیے سارے کے سارے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔

اس وقت جو آرڈیننس کی صورت ہمارے سامنے لائی جا رہی ہے اس کا ایک خلاصہ یہ ہے جو صلح صفائی سے آپس میں برائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ کرتے پھریں ہم ان کو نہیں پکڑیں گے ان پر پرچہ نہیں ہو سکے گا۔

تو یہ قیام پاکستان اور نظریہ پاکستان پر کلہاڑی چلانے کے مترادف ہے یہ اسلام

کی اساس کو کاٹنے کے مترادف ہے اور کبھی مسلم امہ ایسے بھگوڑوں کو ایسا کام کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ عورتوں کی گواہی کو مردوں کی گواہی کے برابر کیا جا رہا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، جب وہ فرماتا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ

اگر دو مرتبہ نہ ہوں تو پھر فرمایا:

فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ......(سورۃ البقرہ رقم الآیۃ 282)

تو ایک مرد اور دو عورتیں

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی نص میں یہ بات واضح کر دی ہے تو اس کے بعد ہمیں اپنی طرف سے عقل دوڑانے کی اور عقل سے فیصلے کروانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اسکا ارتکاب کرتا ہے تو یہ معمولی کام نہیں ہوگا یہ کفر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی فیصلے پر اس انداز میں تنقید یا ہٹ کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی شدید گرفت ہے۔

اب تم دیکھ لو کہ ابلیس کو اللہ کے دربار سے نکالا گیا تھا، مسترد کیا گیا تھا تو اس کا جرم کیا تھا اس نے کیا کیا تھا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے سجدہ نہ کیا تو وہ سجدہ نہ کرنے سے نکل گیا۔

سجدہ نہ کرنا اتنا بڑا جرم نہیں جتنا بڑا جرم اس نے کیا تھا، جب اس نے کہا تھا:

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ

(سورۃ الاعراف رقم الآیۃ 12)

میں تو آدم علیہ السلام سے افضل ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ امام بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ بنا کر ابلیس نے

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ضمناً یہ کہہ دیا کہ میرے رب کو یہ پتہ نہیں کہ حکم کیسا دینا چاہیے اور کس کو دینا چاہیے۔ اس نے رب کے فرمان پر تنقید کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ یہ پتہ نہیں کہ مجھ جیسے افضل کو یہ حکم دے رہا ہے کہ غیر افضل کو میں سجدہ کروں۔ آگ اوپر جاتی ہے اور مٹی نیچے جاتی ہے میں آگ سے بنا ہوں اور وہ مٹی سے بنا ہوا ہے اور مجھے یہ کہا جا رہا ہے کہ میں اسے سجدہ کروں۔

تو یہ ربّ ذوالجلال کے مقابلے میں نام نہاد روشن خیالی کا آغاز تھا، ابلیس کا یہ جملہ نام نہاد روشن خیالی کی ولادت تھی، آج جس کے بچونگڑے ہمارے معاشرے میں چل پھر رہے ہیں۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی صیاد
گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

آج کچھ لوگ جس پر فخر کرتے ہیں اور آج جس کو وہ روشن خیالی کہتے ہیں، یہ ابلیس کی ایجاد ہے۔ اس نے رب ذوالجلال کے سامنے یہ کہا تو اس بنیاد پر وہ کافر ہوا۔ اس بنیاد پر وہ نکلا، اس بنیاد پر اس کو دھتکارا گیا ورنہ کتنے مسلمان ہیں جن سے نماز پنجگانہ رہ جاتی ہے وہ نماز کے منکر نہیں فرض سمجھتے ہیں، تنقید بھی اس پہ نہیں کرتے مگر غافل ہیں پڑھ نہیں سکتے۔

تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جس نے دن میں پانچ نمازیں قضاء کی ہیں کیا تم اس کو کافر سمجھتے ہو نہیں سمجھتے حالانکہ سجدہ تو اس سے بھی رہ گیا اگر سجدہ کے رہنے پر ابلیس کافر بنتا تو پھر یہ سارے لوگ کافر ہو جاتے جو مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آئے یا گھر میں ادا نہیں

کی تو یہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہیں یہ فاجر ہیں انہوں نے گناہ کبیرہ کیا ہے مگر یہ کافر نہیں ہیں ایمان دار ہیں۔

جب کوئی نماز کا انکار کر دے گا یا نماز کا مذاق اڑائے گا تو اس وجہ سے ایمان ختم ہو جائے گا تو ابلیس سجدہ کے ترک کرنے کی وجہ سے کافر نہیں ہوا بلکہ نام نہاد روشن خیالی کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں وہ اپنی سوچ کو لے آیا اور اس نے ضمناً اللہ پر تنقید کر دی کہ میرے رب نے جو حکم دیا ہے یہ اچھا نہیں ہے مجھے جو سجدے کا حکم دیا یہ اچھا نہیں تو جس طرح ابلیس اللہ کے دربار سے دھتکار کے نکال دیا گیا ایسے ہی آج جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان پر تنقید کی ہے۔

انہیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ۔

اگر دو مرد گواہ نہیں بن سکتے تو ایک مرد اور خواتین گواہ بن جائیں، تو قرآن نے ایک مرد اور دو عورتوں کو یکساں کیا ہے۔ اب اس میں کسی مفتی کے فتوے کا کوئی دخل نہیں ہے تو اب اگر کوئی شخص یہاں پہ اکڑتا ہے اور طعنے دیتا ہے کہ ان ملاؤں نے دین کو بگاڑ دیا ہے تو وہ ملاؤں کو نہیں کوس رہا بلکہ وہ اللہ پر تنقید کر رہا ہے۔

ایسا شخص اکیلا ہی مجرم نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ بیٹھ کر جو اسکی باتیں سنیں اور رد نہ کریں وہ بھی اسی جیسے مجرم شمار ہوتے ہیں۔

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ......(سورۃ النساء رقم الآیۃ 140)

جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ انکار کیا جاتا ہے اور انکی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں۔ ورنہ تم بھی انہیں

جیسے ہو جس وقت آیات سنتے ہو کہ ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو پھر تم ان کے پاس نہ بیٹھو پاس بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ تم انکی آواز نہ سنو خواہ وہ ٹی وی کی سکرین سے آ رہی ہوں، خواہ ریڈیو سے آ رہی ہو۔

اس کو سننا ایسے حرام ہے جیسے رب نے ہمارے لیے زنا اور شراب کو حرام کیا۔ خواہ وہ حاکم وقت کی تقریر ہو خواہ وہ اس کے کسی چمچے کی آواز ہو، خواہ وہ کوئی عیسائی لیکچرار ہو جو ایسی باتیں کر رہا ہو، کوئی بھی ہو ہمارے لیے ہمارے رب نے اس کو حرام کیا ہے کہ تم اس کو سن نہیں سکتے ان کے پاس بیٹھ نہیں سکتے، اس کو تم نے رد کرنا ہے تو اس پہ ڈٹ جاؤ اسکو رد کرو۔ لیکن اگر تم نے ان کی بات کو سنا اور تم نے خاموشی اختیار کی اور تم بیٹھے رہے تو پھر کیا ہوگا۔

اِنَّکُمْ اِذاً مِّثْلُھُمْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھی انکی مثل بن جاؤ گے۔

صرف بیٹھ کر جو تم نے انکی باتوں کو سن لیا اور تم نے رد نہ کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم بھی ان کی مثل ہو جاؤ گے اور انکی طرح ہو جاؤ گے۔

اس واسطے آج جو صورتحال ہمارے لیے بن گئی ہے۔ اس میں سب سے بڑا فرض ان قطعی نصوص کے بعد ہم پر یہ ہے کہ ہم اپنے کانوں کو صاف رکھیں، اپنے دماغوں کو صاف رکھیں، قوم میں یہ جو رویہ بن گیا ہے کہ دین پہ رائے زنی میرا منصب ہے، یہ میرا کام ہے، یہ مسئلہ میرے بولنے سے حل ہو جائے گا۔

جو کام مجتہدین کا تھا وہ کام اس وقت جاہلین نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور مسلسل اس کے خلاف بول رہے ہیں، اس سلسلہ میں وہ اپنے آپ کو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم روشن خیال ہیں ہم نے ملک وملت کی خدمت کی ہے یا کر رہے ہیں، ایسی صورتحال

ہمارے لیے ہرگز قابل برداشت نہیں ہے اور نہ ہی ایسی صورتحال کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ یہ مسلم امہ کا سب سے بڑا فریضہ ہے کہ ایسے روشن خیالوں کیخلاف جہاد کریں اور یہ حدود جو قرآن وسنت میں متعین ہیں وہ اس پر مرحلہ وار حملہ کر رہے ہیں، کبھی کسی کو بدلتے ہیں اور کبھی کسی قانون کو نافذ کر رہے ہیں۔ دین کے بدلنے کے لیے ساری کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

پہلے مرحلے پر ہی ہمیں سینہ سپر ہونا چاہیے اور ان لوگوں کا مقابلہ کرنا چاہیے کہ ہم نے واشنگٹن کا کلمہ نہیں پڑھا ہے اور نہ ہی ہم نے وائٹ ہاؤس سے کسی عہد وفا کا اقرار کیا ہے ہم نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا کلمہ پڑھا ہے اور ہم نے ان سے وفا کا حلف اٹھایا ہے، ان سے وفا ہی مسلمانوں کے لیے نجات کی ضامن ہے اور اسی وجہ سے ہی دنیا میں ہماری عزت ہو سکتی ہے اور عقبیٰ میں بھی ہماری عزت ہو سکتی ہے۔ میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال میری ان آہوں کو قبول فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

ترمیمی بل

(غلطیاں اور دھوکے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

حدود آرڈیننس جو کہ شرعی حدود کا ایک گراں قدر قانون تھا۔ اسلام دشمنوں کی سازش پر اس کے خلاف پراپیگنڈے کا محاذ کھولا گیا۔ اس میں موجود معمولی سقم کی آڑ میں حدوداللہ پر سنگین حملہ کیا گیا اور سقم ختم کرتے کرتے یک گونہ آرڈیننس کو ہی ختم کر

دیا گیا ہے کیونکہ حد زنا آرڈیننس کی کل 22 دفعات تھیں ان میں سے 21 دفعات کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ 6 میں ترمیم کر دی گئی ہے اب صرف 4 باقی رہ گئی ہیں جبکہ ترمیمی بل منسلکہ ب کے آغاز میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ آرڈیننس میں غلطی نہیں تھی بلکہ اس کا استعمال غلط کیا جاتا تھا ملاحظہ ہو۔

''چونکہ یہ ضروری ہے کہ قانون کے غلط اور بے جا استعمال کے خلاف خواتین کی دادرسی کی جائے''۔

پتہ چلا قانون صحیح تھا اسے استعمال کرنے والے غلط استعمال کر رہے تھے عقل و خرد کا تقاضا تو یہ ہے کہ غلط استعمال کرنے والوں کو بدل دیا جاتا ان کی اصلاح کی جاتی لیکن یہاں الٹا قانون کو بدل دیا گیا ہے۔ نیز بدلنے والوں کے پاس اب کیا گارنٹی ہے تحفظ خواتین بل کا استعمال غلط نہیں ہوگا جبکہ یہ غلط استعمال ہوگا تو جس بنیاد پر حدود آرڈیننس کو بدلا اس بنیاد پر تو نافذ ہونے سے پہلے اس کی منسوخی کا اعلان بنانے والوں نے آغاز ہی میں کر دیا۔

اس میں خواتین کی دادرسی مقصود نہیں تھی بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بے حیائی عریانی، فحاشی اور نام نہاد روشن خیالی کی حوصلہ افزائی کیلئے یہ سب کچھ کیا گیا۔

غلطیاں اور دھوکے

﴿زنا بالجبر کی سزا﴾

تحفظ خواتین بل میں مذکور دفعہ 376 ملاحظہ ہو۔

جو کہ زنا بالجبر کا ارتکاب کرتا ہے اسے سزائے موت یا کسی ایک قسم کی سزائے قید جو کم سے کم پانچ سال یا زیادہ سے زیادہ پچیس سال ہو سکتی ہے دی جائے گی، اور

جرمانے کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔ جبکہ شق نمبر 9 کے تحت جدول نمبر 3 میں اس جرم کی سزا یہ تحریر ہے۔ سزائے موت یا کم از کم دس یا زیادہ سے زیادہ پچیس سال تک سزائے قید اور جرمانہ۔

﴿مواخذات﴾

ا۔ سزا کے لحاظ سے زنا کی اقسام، زنا بالجبر اور زنا بالرضا بنانا ہی درست نہیں ہے۔ سزا کے لحاظ سے شریعت مطہرہ میں جبر اور رضا جدا جدا اقسام نہیں ہیں، شریعت میں زانی مرد اور زانیہ عورت کی سزا میں فرق کا مدار شادی شدہ ہونے اور کنوارا ہونے پر ہے، جبر اور رضا کے لحاظ سے فرق نہیں ہے۔

۲۔ کنوارا اگر زنا بالجبر کرے تو شریعت میں اسکی کی سزا سو کوڑے ہے جبکہ بل میں اس سزا کی خلاف ورزی کی گئی ہے اور اس کے لیے سزائے موت یا قید کو وضع کیا گیا ہے۔

۳۔ شادی شدہ مرد اگر زنا بالجبر کرے تو اسکی شرعی سزا رجم ہے جب کہ بل میں رجم کو ترک کیا گیا ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں کنوارے زانی کی سزا صرف کوڑے ہے خواہ وہ بالجبر کرے یا بالرضا اس کی سزا کوڑوں کی بجائے سزائے موت بھی نہیں ہوسکتی، قید کی سزا بھی نہیں دی جاسکتی۔

۵۔ شادی شدہ زانی کو جس نے جبراً زنا کیا قید کی سزا دینا بھی قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

۶۔ جرمانے کی سزا بھی اس مقام پر خلاف شرع ہے۔

۷۔ عقلی طور پر بھی پانچ سال قید یا سزائے موت، دس سال قید یا سزائے موت کو

برابر نہیں مانا جاسکتا جو اس بل کا حصہ ہے۔

۸۔ 5 سے 25 سال کی قید کی سزا دینے میں اختیار ہے یہ بھی بڑا تباہ کن ہے جس سے طبقاتی کشمکش ہوگی۔ امیروں کے لئے سزا کچھ اور غریبوں کے لیے کچھ ہوگی۔

جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ

(سورة النور رقم الآية 2)

یہاں کنوارے زانی کی سزا واضح ہے خواہ بالجبر کرے یا بالرضا کرے اسے سو (۱۰۰) کوڑے مارے جائیں گے۔

جس نے زنا بالجبر کیا ہو اور اس پر چار گواہ موجود ہوں اور وہ کنوارا ہو تو قرآن اس کے لیے واضح حد بیان کرتا ہے مگر ترمیمی بل میں اسے واضح تعذیر میں داخل کر دیا ہے۔

زنا بالجبر کی تعریف

ترمیم بل کی دفعہ نمبر 375 میں زنا بالجبر کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا۔ "کسی مرد کو زنا بالجبر کا مرتکب کہا جائے گا جو ماسوائے ان مقدمات جو بعد ازاں مستثنیٰ ہوں کسی عورت کے ساتھ مندرجہ ذیل تین حالات میں سے کسی میں جماع کرے۔

اول اس کی مرضی کیخلاف دوم اس کی رضا کے بغیر سوم اس کی رضا مندی سے یا اس کے بغیر جب کہ وہ سولہ سال سے کم عمر کی ہو۔

۹۔ سولہ سال سے کم عمر لڑکی خواہ اس کی رضا ہو اس سے بدکاری کو (خودساختہ اصطلاح) زنا بالجبر میں داخل کرنا کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔

۱۰۔ سولہ سال سے کم عمر بالغہ لڑکی اپنی مرضی سے جو بدکاری کروا رہی ہے حد کی مستحق ہے۔ اس کو سزا نہ دینا معاشرے کو آگ میں جھونکنے کے مترادف ہے یہ امتیازی سلوک

ہے،ایسی عمر کی لڑکیوں کو بدی کے لئے کھلا چھوڑنے کی حوصلہ افزائی ہے۔

۱۱۔ پہلی اور دوسری اقسام کے لحاظ سے اگر کوئی اپنی بیوی کی مرضی کے بغیر اس سے جماع کرے گا تو اسے بھی زنا بالجبر کا مجرم بنایا جاسکتا ہے۔

﴿زنا بالرضا﴾

زنا بالجبر کو تو واضح طور پر حد سے خارج کر دیا گیا ہے زنا بالرضا کو بھی در پردہ حکم قرآن سے نکال دیا گیا ہے چنانچہ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ کے تحت کسی بھی زانیہ اور زانی کو حد نہیں لگائی جاسکے گی۔

۱۲۔ زنا بالرضا کو باقی رکھنے کے لیے آرڈیننس کی دفعہ نمبر 5 کا حوالہ دیا جارہا ہے جہاں مطلقاً زنا کا ذکر ہے۔آرڈیننس کی دفعہ تحریراً باقی رکھی گئی ہے مگر عملاً ختم کر دی گئی ہے ۔ حدود آرڈیننس میں یہ جرم (Congnizable) یعنی قابل دست انداز پولیس تھا مگر ترمیمی بل میں اس کو نا قابل دست اندازی پولیس قرار دے دیا گیا ہے۔اس کی F.I.R تھانے میں درج نہیں کروائی جاسکتی بلکہ اس کی Compliant شکایت عدالتی میں ہوسکتی ہے کیونکہ ترمیمی بل کی شق نمبر 8 کے تحت 203 ج فحاشی کی صورت میں نالش۔کی جز دوم میں لکھا ہے۔"کسی جرم کا اختیار رکھنے والی عدالت کنندہ افسر فوری طور پر مستغیث اور فحاشی کے فعل کے کم از کم از چشم دید گواہوں کے حلف پر جانچ پڑتال کرے۔

مقدمہ کے اندراج کے لئے عدالت کا سفر جج کی آمد کا متوقع دن انتظام اور چشم دید گواہوں کا میسر آنا اور ان کا عدالت کیلئے باعث اطمینان ہونا، پھر کافی وجہ کا موجود

ہونا ان تمام مراحل کے بھی وارنٹ گرفتاری نہیں بلکہ عدالت کی طرف سے سمن جاری ہونگے۔ واضح ہوا کہ آرڈیننس کا باقی حصہ بھی اس شق کی بنیاد پر غیر موثر ہو گیا۔

۱۳۔ مقدمے کے اندراج گواہوں کی شرط بھی غیر شرعی ہے اس لیے گواہوں کی ضرورت فیصلے کے وقت ہے۔ F.I.R کے وقت نہیں۔

۱۴۔ زنا بالرضا کو اگر قابل دست اندازی پولیس رکھا جاتا اور طریق نالش کو نہ بدلا جاتا تو یہ کہنا صحیح تھا کہ زنا بالرضا کی حد کو نہیں چھیڑا گیا۔ کچھ دھوکہ کھائے ہوئے لوگ ایسا کہہ رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زنا بالرضا کی حد کو بھی نہیں چھیڑا گیا۔

۱۵۔ Lewdness فحاشی کی اصلاح میں بہت بڑا دھوکہ ہے تحفظ خواتین بل 2006ء کے شق نمبر 8 مجوزہ دفعہ 496 الف کے بعد 496ب میں فحاشی کی تعریف اور اسکی سزا کو بیان کیا گیا ہے، فحاشی۔

1۔ کوئی مرد اور کوئی عورت جو آپس میں شادی شدہ نہ ہوں اگر انہوں نے ایک دوسرے کیساتھ رضا مندی سے جماع کیا ہے تو کہا جائے گا کہ وہ فحاشی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

2۔ جو کوئی بھی فحاشی کا ارتکاب کرے گا تو اسے پانچ سال تک کی مدت کے لئے قید کی سزا دی جائے گی اور زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپے کے جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں زنا کو فاحشہ کہا گیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے۔

وَالّٰتِی یَأْتِینَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ......(سورۃ النساء رقم الآیۃ 15)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں۔

مستند تفاسیر میں فاحشہ کا مطلب زنا سے بیان کیا گیا ہے۔

لیکن یہ فرق جاننا ضروری ہے ہر زنا فحاشی ہے مگر ہر فحاشی زنا نہیں ہے، چنانچہ بل میں لفظ فحاشی جو استعمال کیا گیا ہے تو اسے غیر زنا کیلئے معین کر دیا گیا ہے، جو اسکی تعریف کی گئی ہے وہی زنا بالرضا ہے گویا زنا بالرضا کو لفظ فحاشی کے پردے میں چھپا دیا گیا ہے کہ یہ زنا ہی نہیں ہے یہ بہت بڑا دھوکا ہے اگر چہ بعض علماء کہہ گئے ہیں جو عمل یقینی زنا ہے مگر عدالت میں اس کا اثبات نہیں کیا جا سکتا اسے فی الجملہ تو زنا ہی کہا جائے گا۔

ایک عالم دین ترمیمی بل کے جائزہ میں لکھتے ہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رو سے چار گواہوں کی غیر موجودگی میں کسی جرم کو زنا قرار دینا مشکل تھا البتہ زنا سے کم تر کوئی نام دیا جا سکتا تھا۔

چنانچہ انہوں نے اسے ''فحاشی'' کا نام دینے کی تجویز پیش کی۔

ایک صورت مسئلہ کا محض ایک احتمال کی بنیاد پر نام بدل دینا یہ کیسے درست ہے فحاشی کی جو تعریف کی گئی ہے ایک جوڑا جنہوں نے بدکاری کی ہے اور رضا مندی سے کی گئی ہے ایک میں اس کے بعد کئی احتمال ہو سکتے ہیں چار گواہ ہونے کے علاوہ تین احتمال ہیں۔

1-ان کے اس فعل پر چار گواہ نہ ہوں۔

2- کوئی گواہ تو نہیں مرد کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور وہ اقرار کرے۔

3- کوئی گواہ تو نہیں عورت کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور وہ اقرار کرے۔

آخر والے دونوں احتمالات میں چار گواہ نہ ہونے کی شکل میں بھی اسے زنا کہا جائے گا۔

فحاشی کی تعریف میں گویا کہ مجرم جوڑوں کو سمجھا دیا گیا تم جو ایسا کر رہے ہو یہ ایسا

نہیں کہ کسی صورت میں زنا کہلائے یا زیادہ برا کام ہو۔

اس تعریف میں سقم یہ ہے کہ مجرموں کیلئے جرم ہلکا کر دیا گیا۔

پھر یہ ہے کہ جس جوڑے نے یہ کام کیا ہے وہ بھی اپنے فعل کو زنا کہنے کے لیے چار گواہوں کی تلاش کریں گے۔

پھر یہ بھی ہے کہ زنا بالجبر میں بھی تو یہ احتمال ہے کہ چار گواہ نہ ملیں تو کیا اس کے لیے بھی کوئی اور اصطلاح بنانی پڑے گی۔

فحاشی کی مذکورہ تعریف سے عوام کو یہ تاثر مل رہا ہے کہ اگر لوگ دیکھ لیں تو یہ فعل گناہ ہے ورنہ معمولی بات ہے چنانچہ چاہیے کہ تعزیری سزا بیان کرنے کے لیے عنوان یہ بنایا جاتا ''الزام زنا ثابت نہ ہوسکنے کی صورت میں سزا'' ہاں یہ ٹھیک ہے کہ جس نے دعویٰ کیا ہے، اثبات سے پہلے وہ بدکاری وغیرہ کا لفظ بولتا رہے۔

۱۶۔ فحاشی کی تعریف اور سزا میں تضاد ہے تعریف میں ہے کہ مرد وعورت جن کا آپس میں نکاح نہیں ہے انہوں نے بالرضا جماع کیا ہے تو وہ فحاشی کے مرتکب ہوئے ہیں اس کے اثبات کا طریقہ کار بیان نہیں کیا گیا۔

اگر اثبات چار گواہوں سے ہے تو پھر ثابت ہو جانے کے بعد تو یہ بالیقین زنا ہے اس کی سزا پانچ سال قید اور دس ہزار روپے جرمانہ کس بنیاد پر ہے اور چار گواہوں کے سوا کوئی طریقہ اثبات ہے مثلاً دو گواہ ہیں یا تین گواہ ہیں تو پھر فحاشی ثابت کرنے کے لئے تو یہ کافی ہے تو اس کو فحاشی کا جھوٹا الزام کہنا درست نہیں ہے اگر یہ کہو کے جھوٹے الزام سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی گواہ نہ ہو تو اسکا بیان بل میں موجود نہیں ہے۔

دفعہ 203 ج فحاشی کی صورت میں نالش کے تحت لکھا ہے مقدمہ کے اندراج کے لیے کم از کم دو گواہ ضروری ہیں تو فیصلہ کے چار گواہ بطریق اولیٰ ہونگے تو پھر کیسی

فحاشی ہے جو کہ فحاشی ہو اور زنا نہ ہو۔

۱۷۔فحاشی کی تعریف کے مطابق کسی پر فحاشی کا جھوٹا الزام قذف ہے مگر دفعہ 496 میں قذف کی قرآنی سزا کو ختم کر دیا گیا ہے۔

۱۸۔ترمیمی بل میں ''دیگر قوانین کے خلاف جرائم'' کے تحت جدول میں زنا کی سزا کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

اگر محصن نہ ہو تو سو کوڑوں تک کی سزا

یہ بھی قرآن مجید کے منافی ہے کیونکہ سو تک کا مطلب بنتا ہے سو سے کم جتنی بنتی ہے دی جائے سو سے زائد نہ ہو جبکہ سو سے کم دینا جائز نہیں ہے پورے سو کوڑے سزا ضروری ہے۔

حد میں تعطیل و تخفیف کا معاملہ

۱۹۔حدود آرڈیننس کی دفعہ نمبر 20 شق نمبر 5 میں کہا گیا ہے۔

''ضابطہ فوجداری کے باب نمبر 29 کی دفعات کا اطلاق اس آرڈیننس کی دفعات نمبر ۵ یا ٦ کے تحت دی جانے والی سزاؤں پر نہ ہوگا۔

باب نمبر 29 کی دفعات میں صوبائی حکومت کو سزا معطل کرنے، تخفیف کرنے یا تبدیل کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔

دفعات 5 یا 6 زنا کی حد کا ذکر ہے تو آرڈیننس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ صوبائی حکومت یا اور کسی کو حد کو معطل کرنے تخفیف یا تبدیل کا کوئی اختیار نہیں لیکن ترمیمی بل کے انیسویں عنوان (آرڈیننس نمبر 7 مجریہ 1979 کی دفعہ 20 ترمیم) کے تحت سوم شق یہ ہے۔

"ذیلی دفعہ (5) کو حذف کر دیا جائے گا۔

مطلب یہ بنا کہ ترمیم بل تحفظ خواتین ہیں صوبائی حکومت کو زنا کی ہر سزا جو انہوں نے زنا بالجبر کی رکھی ہے یا بالرضا کی وہ معطل کرنے بدلنے یا تخفیف کا اختیار ہے۔

حالانکہ حکم خداوندی اور حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون بدل سکتا ہے۔

لعان کا معاملہ

جب کوئی خاوند کسی عدالت میں اپنی بیوی کے خلاف زنا کا الزام لگائے اور بیوی اس الزام کو درست نہ مانے تو قذف آرڈیننس کی دفعہ نمبر 14 میں لعان کا حکم شریعت کے مطابق موجود ہے اگر لعان کی کارروائی شوہر اور بیوی میں سے کوئی شریک نہیں ہوتا تو اس کی سزا آرڈیننس کی مذکورہ دفعہ کی شق نمبر 3 میں یوں ہے۔

اگر خاوند یا بیوی اس طریقہ کار پر جو ذیلی دفعہ (1) مذکور ہے عمل کرنے سے انکار کرے تو خاوند یا بیوی (جیسی صورت میں) کو قید میں رکھا جائے گا جب تک۔

(الف) شوہر کی صورت میں کہ وہ مذکورہ ضابطہ پر عمل پیرا ہونے پر راضی ہو جائے۔

(ب) بیوی کی صورت میں کہ یا تو وہ مذکورہ ضابطہ پر عمل پیرا ہونے پر راضی ہو جائے یا شوہر کے الزام کو سچا قبول کر لے۔

ترمیمی بل میں چھبیسویں عنوان آرڈیننس نمبر مجریہ 1979ء کی دفعہ 14 کی ترمیم میں ہے۔

ذیلی دفعہ 3 حذف کر دی جائیگی۔

تو ایسی صورت میں اکثر عورت پر مصیبت آئے گی جب شوہر عدالت میں نہیں آئے گا تو عورت اپنے آپ کو بری ثابت کر سکے گی اور نہ ہی نکاح فسخ کرا سکے گا۔

۲۱۔قذف آرڈیننس کی دفعہ 14 شق نمبر 4 میں ہے۔

وہ بیوی جو شوہر کے عائد کردہ الزامات کو درست تسلیم کر چکی ہو تو نفاذ حدود کے جرم زنا آرڈیننس 1979ء کے تحت جرم زنا مستوجب حد کی سزا دی جائیگی۔

یعنی لعان میں عورت زنا کا اقرار کرے تو اس پر حد لگائی جائیگی۔

جبکہ تحفظ خواتین بل کے چھبیسویں عنوان میں لکھا ہے۔

شق نمبر 4 حذف کر دی جائیگی، مطلب یہ بنا کہ تحفظ خواتین بل کے مطابق اگر کوئی عورت لعان کی کارروائی میں زنا کا اقرار کر لے پھر بھی اس پر حد نہیں لگائی جائے گی جو کہ شریعت سے کھلی بغاوت ہے۔

حدود پر دیگر قوانین کی برتری

۲۲۔حدود آرڈیننس کی دفعہ نمبر 3 میں ہے۔

اس آرڈیننس کی دفعات کسی بھی دوسرے قانون پر حاوی ہونگی۔

اس دفعہ کی بدولت حدود کا معاملہ بہت محفوظ تھا اور کئی پیچیدگیوں سے نجات حاصل تھی۔

مگر تحفظ خواتین بل کے بارہویں عنوان

آرڈیننس نمبر 7 مجریہ 1979ء کی دفعہ 3 کا حذف کرنا۔

اس ترمیم نے حدود کو دیگر قوانین کے مقابلہ میں مغلوب کر دیا ہے۔

۲۳۔آرڈیننس کی دفعہ نمبر 4 میں زنا کی تعریف یوں ہے۔

زنا۔ایک مرد اور عورت جو جائز طور پر آپس میں شادی شدہ نہیں ہیں زنا کے مرتکب ہونگے، تحفظ خواتین میں عنوان نمبر 13۔

آرڈیننس نمبر 7 مجریہ 1979ء کی دفعہ 4 کی ترمیم، لفظ جائز طور پر (Validly) حذف کرنے کی تجویز۔

اس سے بھی زنا کیلئے رکاوٹ ختم کی گئی ہے کیونکہ جو شادی جائز طور پر نہیں قرآن وسنت کے خلاف ہوگی اور زنا کاری ہوگی۔

۲۴۔ کسی عورت کو برہنہ کرنا بے حرمتی کرنا اور اقدام زنا وغیرہ پر سزا کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں۔

۲۵۔ تحفظ خواتین بل میں 5 گواہوں کا تقاضا کیا گیا کیونکہ مدعی کے علاوہ چار گواہ مانگے گئے ہیں حالانکہ شریعت میں مدعی سمیت چار گواہ مطلوب ہوتے ہیں۔

﴿تحفظ خواتین یا تذلیل خواتین﴾

یہ بل خواتین کی تحقیر و تذلیل کا بل ہے۔

ا۔ کوئی مرد عورت کے ساتھ بدفعلی کرے تو شریعت نے اسے بہت بڑا جرم قرار دیتے ہوئے حد مقرر کی ہے لیکن اگر کوئی مرد کسی گدھی سے ایسا کرے تو اس پر حد نہیں تعزیر ہے۔ اس بل میں عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کی سزا کو حد سے نکال کر تعزیر میں داخل کر کے عورت کو معاذ اللہ گدھی سے ملا دیا گیا ہے کہ یہ عورت کا تحفظ ہے۔

۲۔ لعان کی شکل میں مرد کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ لعان کی کارروائی میں نہ بھی آئے تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا بیچاری عورت نہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کر سکے گی اور نہ ہی اس سے دامن چھڑا کے کسی اور سے نکاح کر سکے گی۔

۳۔ شرعی طور پر مرد جب عورت کو طلاق دے دے عدت گزر جائے تو وہ

آگے نکاح کر سکتی ہے مگر ہمارے ملک کے عائلی قانون کے مطابق طلاق تب موثر ہوگی جب اس کا نوٹس یونین کونسل چیئر مین کو بھیجا جائے تو ہوتا یوں ہے کہ مرد عورتوں کو طلاق دے دیتے ہیں یونین کونسل میں نوٹس نہیں ہوتا تو عورت عدت کے بعد آگے نکاح کر لیتی ہے تو پہلا خاوند اس پر زنا کا کیس کر دیتا ہے چونکہ یونین کونسل میں نوٹس نہیں ہوتا چنانچہ مرد کی حمایت کی جاتی ہے کہ طلاق غیر موثر ہے اور عورت کے لیے مصیبت بن جاتی ہے یہاں بھی شریعت عورت کو پناہ دیتی ہے شرعی طور پر طلاق کے موثر ہونے کے لیے یونین کونسل کے چیئر مین کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قانونی طور پر عورت کا حامی حدود آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۳ تھی۔

اس آرڈیننس کی دفعات کسی بھی دوسرے قانون پر حاوی ہونگی۔

چنانچہ آرڈیننس چونکہ شریعت کے مطابق ہے شریعت میں طلاق موثر ہو چکی ہے چنانچہ عائلی قانون کی کوئی حیثیت نہیں ہے مگر اب شق کو ترمیمی بل میں حذف کر کے عورت کو مصائب کی وادی میں دھکیل دیا گیا ہے۔

اصل معاملہ مرد و عورت کے نفع و نقصان یا ہار جیت کا نہیں ہے زنا پر حد یہ حقوق میں سے ہے۔

یہ بل حقوق اللہ پر ڈاکہ ڈالنے کا بل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین رکھنے والے مرد و زن کو اس بل کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

قوم ثمود کا ہاتھ

فرمان ہے یہی تو خدائے ودود کا
اکرام لازمی ہے بس اس کی حدود کا
مومن تو حکم باری پہ کرتا ہے سر کو خم
ظالم برا مناتا ہے حق کی قیود کا
احکام ایزدی کا اڑاتے ہیں جو مذاق
خطرہ ہے ان پہ نار سقر کے خلود کا
فرمانِ رب کے سامنے لے آئے جو عقل
تلمیذ ہے ابلیس کا ، ازلی حسود کا
میسر نہیں ہے جن کو تحریک اک روز کی
الزام دے رہے ہیں ہمیں وہ جمود کا
بدلا گیا ہے یہاں جو نظام حدود کو
مانو کے پیچھے ہاتھ ہے قوم ثمود کا
سن لیں جو ڈرانے نکلے ہیں ہمیں وائٹ ہاؤس سے
ہم نے پڑھا ہے کلمہ خدا کے وجود کا
آصف یہی ہے دین کہ سجدہ برائے رب
اور تحفہ بھیجتے ہیں نبی ﷺ پہ درود کا

باب نمبر

7

محبت ولی کی شرعی حیثیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کِشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا
سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ صَلَّــی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت،
حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

آج کی یہ عظیم الشان محفل فردِ اکرم، قطب الاقطاب، غوث الاغیاث، قندیل نورانی، شہباز لامکانی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں منعقد ہے۔آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

محبت ولی کی شرعی حیثیت

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کی یہاں حاضری اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خالق کائنات اس مقام پر اپنی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت عالم اسلام کی ممتاز شخصیات میں سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صف اولیاء کرام میں آپ کو جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے وہ ایک واضح حقیقت ہے۔ بغداد شریف کے باب الشیخ میں آپ کی ولایت کا آفتاب اسی طرح درخشاں ہے۔ آج بھی اس آفتاب کی کرنوں سے پوری دنیا میں روحانیت کے چراغ جل رہے ہیں۔

بغداد شریف جو ولایت کے لحاظ سے اجنبی سرزمین نہیں تھا، وہ بغداد شریف جس کے ایک محلے میں پانچ ہزار اولیاء کے مزارات ہیں، اس بغداد شریف میں جب آپ کی ولایت کا سورج طلوع ہوا تو وہ لوگ پہلوں کو بھول گئے۔

جس بغداد شریف میں حضرت جنید بغدادی، حضرت سری سقطی، حضرت حبیب عجمی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی عظیم شخصیات ہوئیں، وہ بغداد شریف جہاں کے ماحول نے ولایت کے عظیم شاہسواروں کو دیکھا تھا اور جہان ولایت کے گلستان کے حسین پھولوں کا مشاہدہ کیا تھا، اسی بغداد شریف میں آپ کی ولایت کا شجر سایہ دار پر بہار ہے۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ واقعی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مبالغہ سے نہیں بلکہ حقیقت سے کہا تھا کہ ہم سے پہلے لوگوں کے سورج طلوع ہوئے اور غروب ہو گئے لیکن ہمارا سورج اللہ کے فضل سے ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

﴿ولی کے نام کا ادب﴾

بغداد شریف میں تعلیم کے دوران میری ملاقات تنزانیا کے ایک سفیر سے ہوئی، جن کا نام شیخ عبدالباقی تھا، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے ہاں بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت وارادت کا اظہار کیا جاتا ہے؟ کیا آپ

کے ہاں بھی لوگ گیارہویں کی محفل منعقد کرتے ہیں؟ میرے سوال پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تم یہ پوچھتے ہو کیا وہاں کے لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کے نام سے واقف ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہمارے ہاں تو حضرت شیخ سے لوگوں کی محبت کا یہ حال ہے کہ وہ جس وقت تک وضو نہیں کر لیتے، اس وقت تک غوث پاک کا نام اپنی زبان سے ادا نہیں کرتے۔ الغرض حضرت غوث پاک رحمہ اللہ تعالی کی محبت ایک ایسا پل ہے کہ جس نے مشرق و مغرب کو ملا رکھا ہے۔

کائنات میں جہاں جہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرنیوالے، حضور نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے موجود ہیں، وہاں وہاں حضرت غوث پاک کی عقیدت وارادت کا پرچم لہرا رہا ہے۔

آج کی اس نشست میں، میں اس فکری اور عقیدے کے موضوع ''محبت اولیاء کی اسلام میں حیثیت'' پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ سے محبت کریں، نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت کریں، (کچھ لوگ تو دوسری محبت کی طرف بھی نہیں آتے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کا نام لیتے ہیں) پھر ہمیں کسی اور کی محبت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ لہٰذا ہمیں اس تناظر میں دیکھنا ہے کہ اللہ کے ولی سے محبت کی شریعت میں حیثیت کیا ہے اور یہ محبت کتنی ضروری ہے؟ خالق کائنات جل جلالہٗ کی بارگاہ میں اس محبت کا مقام و مرتبہ کتنا ہے؟ کون سے وہ عوامل ہیں جو کائنات میں یہ محبتیں دلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہماری اس بحث سے بہت سے سوالات کا جواب خود بخود آجائے گا۔

قرآن اور محبت ولی

میں قرآن وسنت کا ایک مختصر خاکہ اس مختصر وقت میں آپ کے سامنے پیش کروں

گا کیونکہ پوری تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اگر میرے پیش کردہ دلائل کو آپ اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں گے تو اس موضوع کے ہر مسئلے کا جواب آپ کو آ جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا○

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، عنقریب ان کیلئے رحمٰن، محبت کر دیگا۔ (سورۃ مریم :رقم الآیۃ 96)

سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ...... ان کی محبت اللہ لوگوں کے دلوں میں پیدا فرما دے گا۔

﴿ولایت کی بنیاد حسن عقیدہ و عمل﴾

وہ لوگ جو مومن ہوئے، کامل مومن ہوئے، اور ایمان لانے کے بعد انہوں نے عمل صالحہ کئے یعنی ایمان اور عمل دونوں لحاظ سے نقطۂ عروج پر پہنچے، ان کا ایمان اور ان کا عقیدہ ہر عیب سے، ہر کمی سے، پاک تھا۔ وہ ایمان کے لحاظ سے بھی کامل تھے اور عقیدے کے لحاظ سے بھی خالص تھے۔ بے عمل نہیں تھے بلکہ عمل صالح ان کا طرۂ امتیاز تھا، ان کے سوز یقین کے ماتھے پر عمل کی جھومر سجی ہوئی تھی، پوری زندگی انہوں نے اللہ کی بندگی میں گزار دی۔ خالق کائنات فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ایمان و عمل کی معراج حاصل کر لی، میں ان لوگوں کی محبت دوسرے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہوں۔ ولی انہی دو منازل سے بنتا ہے۔

جب تک عقیدہ صحیح نہ ہو ولایت کا سبق نہیں ملتا
جب تک عمل صالح نہ ہو ولایت کی سند نہیں ملتی

عمل صالح سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جب خالق کائنات کسی کو اپنا

قرب عطا فرما دیتا ہے تو اس کا واضح مطلب ہے کہ یقیناً اللہ اس سے پیار کرتا ہے اور جس سے اللہ پیار کرتا ہے تو اس کا پیار ساری مخلوق کیلئے لازم ہو جاتا ہے۔

محبتِ ولی، اللہ کی محبت

ہمارا موقف یہ ہے کہ

اللہ کے ولی کی محبت اللہ کے غیر کی محبت نہیں ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت اللہ کے دشمن کی محبت نہیں ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے۔

اور یہ محبت تو وہ محبت ہے

جس کا سبق عرش بریں سے سکھایا جاتا ہے

جس کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی لگائی ہے

یہ وہ محبت ہے کہ کسی کے سینے میں آجائے تو

وہ سینہ ولی کا محبّ بن جاتا ہے

خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے

آپ غور تو کریں، کبھی آپ نے یہ سوچا کہ

آپ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کی محبت دلوں میں آباد کئے ہوئے ہیں، یہ محبت آپ کو کس نے سکھائی ہے؟ آپ اپنے ذہن کے اوراق کو کھنگالیں کہ جب شعور کی حد کو پہنچے تو آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کا تعارف کس نے کروایا!! ایک شخص بغداد شریف سے ہزاروں میل دور پیدا ہوتا ہے مگر جب عالم شعور کو پہنچتا ہے تو اس کی یادداشت کے پہلے صفحے پر غوث پاک کا نام لکھا ہوتا ہے۔

وہ کون سی قوت ہے جو

محبتوں کا یہ بیج دلوں میں بوتی ہے

محبتوں کے اس گلستان کو آباد کرتی ہے۔

بخاری شریف، مسلم شریف کی ایک حدیث شریف سے اس کا جواب ملتا ہے۔

ولی کی محبت کے چرچے

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ۔

(صحیح مسلم شریف کتاب البر والصلة باب "اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اَمَرَ جِبْرِیْلَ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ")

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

ایک وہ مقام آتا ہے، ایک وہ وقت آتا ہے، جب

اللہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔

اللہ اپنی مخلوق سے پیار کرتا ہے۔

اللہ اس خاکی پتلے سے پیار کرتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے جو

بڑی مشقتوں اور محنتوں کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ

بندہ اللہ سے محبت نہ کرے اور اللہ بندے سے محبت کرنا شروع کر دے۔ جب بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں جذب کر دیتا ہے تو اس کا عوض یہ ملتا ہے کہ خالق کائنات بندے سے محبت کرتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بندہ اللہ سے اتنی محبت نہیں کر سکتا جتنی خدا بندے سے محبت کرتا ہے کیونکہ حدیث قدسی میں ہے۔

﴿رب کی رحمت بلاتی ہے﴾

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ٭اعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً

(بخاری شریف کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذر کم اللہ نفسہ رقم الحدیث 6856)

اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں گز بھر اس کے قریب ہو جاتا ٭وں اور اگر وہ گز بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر ٭س کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی ٭طرف جاتا ہوں۔

وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي

اور جو میرے راستے میں پیدل چل کے آتا ہے۔

أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً

میں اپنی شان کے مطابق دوڑ کر اس کے پاس جاتا ہوں۔

خدا تعالیٰ کے متعلق یہ ساری باتیں جو اس حدیث شریف میں ہیں متشابہات سے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل چلنے سے پاک ہے، دوڑنے سے پاک ہے، ایک گز قریب ہونے سے پاک ہے بلکہ ہر وقت قریب ہے یہ بندے کا اپنا احساس ہے کہ وہ کس وقت اپنے

آپ کو اللہ کے قریب سمجھتا ہے۔

﴿محبت ولی پر انعام﴾

اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا کہ بندہ تو تھوڑی سی محبت کرتا ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی محبت کا کہیں زیادہ اس کو انعام دیتا ہے۔ جب بندے نے اللہ سے محبت کی تو خالق کائنات نے اس کے جواب میں محبت کا عوض کیا عطا فرمایا؟

اس محبت کا عوض یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ کائنات میں ہر طرف انسانوں کے ذہنوں میں اپنے ولی کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں کو اللہ کی محبت کی طرف مائل کیا اور اس کے عوض میں خالق کائنات نے مخلوق کو آپ کی محبت کی طرف مائل کر دیا۔ یہ بندگان خدا عزوجل ساری زندگی بندوں کا رب تعالیٰ سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں، اس کے عوض میں خالق کائنات ان کے ذکر کو دوام بخش دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود لوگ ان کی محافل سجاتے ہیں۔

﴿ولی کی محبت کا تقاضا﴾

لمحۂ فکریہ تو یہ ہے کہ جس عظیم شیخ کی ہم محافل منعقد کرتے ہیں، ان کی تعلیمات کو اپنی آنکھوں کا نور بھی سمجھتے ہیں یا نہیں؟

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام کی محض دیگ پکا کے، تقسیم کر دینا ان کی محبت کی انتہا نہیں ہے۔ بلکہ ان کی سچی محبت یہ ہے کہ ان کی تعلیمات کو بھی سمجھا جائے اور پھر ان پر عمل بھی کیا جائے۔

جب بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جب

اللہ اس بندے سے محبت کرتا ہے تو بڑا عجیب منظر ہوتا ہے کیونکہ اس محبت کا جھنڈا عرش بریں پر لہرا رہا ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب البر والصلۃ والادب کی حدیث کا کچھ حصہ میں نے اوپر بیان کیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اور محبت ولی

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ

جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو چھپا کے نہیں رکھتا بلکہ حضرت جبرائیل امین کو بلا کر فرماتا ہے۔

اِنِّیْ اُحِبُّ فَلَانًا

میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔

اے جبرائیل! وہ فلاں دھرتی پر رہنے والا درویش، مرد فقیر، دن رات میری رضا حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہے۔ یہ مسلسل راتوں کو قیام وسجود، تسبیح وتہلیل، تلاوت قرآن وذکر اذکار سے میری خوشنودی کا طالب رہا، اور دن بھر بھی نماز، روزہ اور دوسرے نیک اعمال سے مجھے راضی کرتا رہا، یعنی اس کی زندگی کے شب وروز مجھے راضی کرنے میں گزر رہے ہیں اب میں اس سے راضی ہو گیا ہوں بلکہ میں نے اسے اپنا محبوب بنا لیا ہے۔

اے جبرائیل! میرے اس فلاں کٹیا میں رہنے والے، بغداد کی دھرتی میں رہنے والے، لاہور کے دیس میں رہنے والے، فلاں دھرتی میں رہنے والے کو لوگ سادہ سا انسان سمجھ رہے ہیں لیکن اب میں نے اسے اپنا محبوب بنا لیا ہے۔

اے جبرائیل!

فَاَحِبَّهٗ

تم بھی اس بندے سے محبت کرو۔

اے جبرائیل! جس سے میں محبت کرتا ہوں اس سے تمہیں بھی محبت کرنا ہے۔

﴿ولی کی محبت کا اعزاز﴾

غور فرمائیں:

اگر اللہ کے ولی کی محبت...... شرک ہوتی

اگر اللہ کے ولی کی محبت...... اللہ کے دشمن کی محبت ہوتی

اگر اللہ کے ولی کی محبت...... بدعت ہوتی

اگر اللہ کے ولی کی محبت کی...... اسلام میں گنجائش نہ ہوتی۔

تو ہرگز ہرگز

خالق کائنات خود ولی سے پیار نہ کرتا۔

حضرت جبرائیل امین کو اس کا گواہ نہ بناتا۔

اے جبرائیل!

جب میں خالق ہو کے اس سے محبت کرتا ہوں تو

تجھے مخلوق ہو کے اس سے محبت کرنا پڑے گی۔

میں کوئی الف لیلی داستان نہیں سنا رہا یہ بخاری و مسلم شریف کی حدیث ہے۔ صحیح مسلم شریف کے الفاظ ہیں۔ قرآن مجید کی آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس محبت کو چھپاتا نہیں بلکہ حضرت جبرائیل کو بتا کر حکم فرماتا ہے۔

فَاَحِبَّہٗ......

اے جبرائیل! جب میں اس ولی سے محبت کرتا ہوں تو تو بھی اس سے محبت کر۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام یونہی اس امر ربانی کو سنتے ہیں تو فوراً ولی کے محب بن جاتے ہیں۔
آگے کیا ہوتا ہے۔

﴿آسمانوں پر محبت ولی﴾

ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ......
پھر آسمان میں ندا فرماتے ہیں
یعنی یہ محبت رکتی نہیں۔

آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے اولیاء کی محبت کو ختم کرنے کیلئے کیا کچھ نہ کیا، کتنے ڈالر خرچ کیے، کتنی تحریکیں اٹھیں، کتنے طوفان اٹھے مگر
اللہ کے ولی کی محبت دلوں سے ختم نہ ہو سکی۔
کیوں نہ ہو سکی؟
اس لئے کہ اس کا آغاز فرش زمین سے نہیں بلکہ عرش بریں سے ہوا ہے۔
اس لئے کہ اس کا سبق خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے۔
اے جبرائیل! تو فرشتوں کا سردار ہے، مگر ولی اللہ کی محبت کے بغیر تیرا بھی چارا نہیں۔ یہ تیرے نصاب کا حصہ ہے۔
اے جبرائیل! جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔
پھر جبرائیل علیہ السلام آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں۔
(يَآاَهْلَ السَّمَآءِ) إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ۔
اے آسمان والو! اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔
اے آسمان کے فرشتو! بغداد کی دھرتی میں رہنے والے شیخ عبد القادر سے اللہ تبارک وتعالیٰ محبت کرتا ہے، میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم پر بھی ان کی محبت

لازم ہوگئی ہے۔

حدیث میں ہے۔

فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ......

چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

یہاں تک کہ حدیث شریف میں آتا ہے

حاملین عرش کو سب سے پہلے خطاب ہوتا ہے

اے عرش عظیم کو اٹھانے والے فرشتو! تمہارا خدا عزوجل فلاں ولی سے محبت کرتا ہے، حضرت جبرائیل امین محبت کرتے ہیں لہٰذا تم بھی اس ولی اللہ سے محبت کرو۔

جب حاملین عرش محبت کرتے ہیں تو پھر ساتوں آسمانوں پر اس ولی سے محبت کا اعلان ہوتا ہے۔

﴿اسلام میں ولی کا مقام﴾

دیکھیں! فلاں بندہ، خدا نہیں لیکن اس کی محبت خدا تعالیٰ کے اس سے محبت کرنے کی وجہ سے اتنی عظیم ہوگئی ہے کہ خدا کے بندوں، فرشتوں پر اس کی محبت لازم ہوگئی ہے۔

یہ ہے شریعت میں ولی کی محبت کا مقام

یہ ہے اسلام کے اندر ولی کا Status (مقام و مرتبہ)

اس محبت کو پھیلانے کے، اس کی تبلیغ کرنے کے خود حضرت جبرائیل امین (Organizer) مقرر کیے گئے ہیں۔

وہ خود تبلیغ کرر ہے ہیں اور آگے سارے فرشتوں کو اس کا سبق پڑھا رہے ہیں

زمین پر ولی کی محبت

صحیح مسلم شریف کی حدیث شریف میں ہے کہ جب ساتوں آسمانوں پر ولی کی محبت کا تذکرہ ہوتا ہے تو

ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔

پھر اس کیلئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

زمین پر کسی ولی کی عام قبولیت نہیں ہوتی، کوئی اسے اس وقت تک پہچان نہیں سکتا، جب تک عرش بریں، ساتوں آسمانوں میں اس کا تذکرہ عام نہ ہو جائے۔

فرشتوں کا جلوس نیچے اترتا ہے۔ وہ کائنات کے چپے چپے سے گزرتا ہے، جہاں جہاں سے گزرتا ہے، لوگوں کے دلوں میں اس ولی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

ولی کی محبت کا تعارف

یہ اس سوال کا جواب ہے کہ ہمیں غوث پاک کا تعارف کس نے کروایا۔ کائنات کے کونے کونے میں یہ غوث پاک کے شیدائی کیوں موجود ہیں، دنیا کے کونے کونے میں غوث پاک، حضرت داتا گنج بخش، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم جیسی شخصیات کے ماننے والے کس طرح پیدا ہو گئے؟ ان کو ان کا تعارف کروانے والا کون ہے؟ کون سی قوت ان کی محبت کی تخم ریزی کرتی ہے؟

یہ حدیث شریف ثابت کر رہی ہے کہ یہ نظام قدرت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ خود ہی لوگوں کے دلوں میں ولی کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

ولی کی محبت کا تحفہ

حضرت ھرم بن حیان فرماتے ہیں:

مَا اَقْبَلَ عَبْدٌ بِقَلْبِهٖ اِلَى اللّٰهِ اِلَّا اَقْبَلَ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَرْزُقَهٗ مَوَدَّتَهُمْ وَرَحْمَتَهُمْ۔ (تفسیر ابن کثیر ج3 ص 148 مکتبہ حقانیہ پشاور)

جب کوئی بندہ اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو اللہ مومنین کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو مومنین کی اس کے ساتھ محبت وعقیدت کا تحفہ دیتا ہے۔

بندہ اپنے دل کو مسلسل اللہ کی طرف متوجہ کر کے اتنا خالص ہو چکا ہے کہ اب

شہرت سے بے نیاز ہے،

نام ونمود سے بے نیاز ہے،

وہ نہیں چاہتا کہ

مجھے کوئی جانے،

میرا تعارف ہو

کائنات میں میرا شہرہ ہو،

مگر خالق کائنات کی محبت کا یہ صلہ ہے کہ جو اس کی محبت میں خود کو فنا کرتا ہے، اس کی محبت میں مرتا ہے، اللہ ہمیشہ کیلئے اس کو زندہ کر دیتا ہے۔

ولی اللہ اگر

اللہ کا غیر ہوتا،

اللہ کا مخالف ہوتا،

اللہ کا دشمن ہوتا،

تو اللہ تعالیٰ ہرگز لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل نہ کرتا۔ جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود حضرت جبرائیل امین سے یہ سارا کام کروا رہا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے ولی کی محبت حقیقت میں اللہ ہی کی محبت ہے۔ یہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ جس وقت کوئی بندہ اللہ کی محبت میں

کامل ہو جاتا ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس سے محبت کرنے لگ پڑتا ہے تو اب اس بندے کا، اللہ کے ولی کا، یہ مقام ہو جاتا ہے کہ

جو اس کی طرف قدم اٹھا کے چلتا ہے وہ اللہ کی طرف چلتا ہے،

جو اللہ کے ولی کے ساتھ ربط عقیدت قائم کرتا ہے،

جو اللہ کے ولی کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے،

جو اللہ کے ولی کی الفت میں زندہ رہتا ہے،

خالق کائنات ایسے شخص کو بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے

میں یہ جو کچھ بیان کر رہا ہوں مبالغہ نہیں بلکہ صحیح مسلم شریف کی حدیث شریف سے ثابت ہے۔

ولی کی ملاقات کا فائدہ

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

پہلی امتوں میں ایک شخص اپنے گھر سے اللہ کے ایک بندے سے ملاقات کے لئے نکلا جس بندے سے وہ ملاقات کیلئے نکلا ہے وہ

اللہ کا محبوب ہے،

اللہ کا پیارا ہے،

اللہ کا ولی ہے،

اب ایک شخص اللہ کے ولی کی طرف سفر کر رہا ہے۔ لہٰذا شریعت کے اندر اللہ کے ولی کی طرف سفر حرام سفر نہیں، ناجائز سفر نہیں۔ یہ بندے کا اللہ کے بندے کی طرف سفر خالق کائنات کی بارگاہ میں اتنا مقبول ہے کہ خالق کائنات نے اس سفر کرنے والے بندے کو بھی اپنے ولی کی وجہ سے اپنا محبوب بنالیا ہے۔

﴿مرید صادق کا پیر صادق کی طرف سفر﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص اس اللہ کے بندے کو ملنے کیلئے دوسرے گاؤں جانے لگا۔

فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔

یہ مرید صادق کا پیر صادق کی طرف سفر ہے۔

مرید شیخ کامل سے ملنے کیلئے جا رہا ہے، راستے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی شکل میں فرشتہ کھڑا کر دیا ہے۔

فرشتے نے اس سے پوچھا کہ

اَیْنَ تُرِیْدُ......

کہاں کا ارادہ ہے؟

کس وجہ سے سفر کر رہا ہے؟

اس نے جواب دیا

اُرِیْدُ اَخًالِّیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ۔......

میں اس گاؤں میں اپنے بھائی کے پاس اس سے ملنے جا رہا ہوں،

میں اس گاؤں میں اپنے شیخ صادق سے ملنے جا رہا ہوں،

کہا گیا۔

هَلْ لَّكَ عَلَیْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا۔

کیا تمہارا اس پر کچھ احسان ہے جس کا بدلہ لینے چلے ہو،

سرکار علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، اس شخص نے جواب دیا:

لَا غَیْرَ اِنِّیْ اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰهِ۔

نہیں، بلکہ میں تو اس سے خدا کیلئے محبت کرتا ہوں۔

میرا اس کا لین دین کا کوئی تعلق نہیں،

میں اس سے کوئی دنیوی فائدہ نہیں لینا چاہتا،

میں نے اس سے کوئی مال نہیں لینا،

بات صرف یہ ہے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے اس سے محبت کرتا ہوں۔

اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰهِ

میں اس لئے اس سے پیار کرتا ہوں کہ

اس نے مجھے رب تبارک وتعالیٰ کا راستہ بتایا ہے۔

میرا اور اس کا پیار اس وجہ سے ہے کہ وہ خدا والا ہے۔

﴿ولی کی محبت پر انعام خداوندی﴾

دیکھئے جب اس شخص نے یہ جواب دیا تو فرشتہ بول پڑا

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكَ

میں انسان نہیں ہوں، فرشتہ ہوں، آج اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں تیرے استقبال میں اس لئے کھڑا ہوں۔

تم ایک ایسے شخص کی طرف سفر کر کے جا رہے ہو جسے

اللہ نے اپنا محبوب بنا لیا ہے۔

جو اللہ کا ولی ہے۔

جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ محبت کرتا ہے اور تو صرف اللہ کی رضا کیلئے اس سے محبت کرتا ہے۔

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكَ

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا تیری طرف یہ پیغام لایا ہوں۔

اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب باب الحب فی اللہ الفصل الاول)

اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے جیسے تم اس سے محبت کرتے ہو۔

دیکھئے

اللہ کے ولی کا اللہ کی بارگاہ میں کس قدر مقام ومرتبہ ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت کس قدر مقبول ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت کا کس قدر فیض ہے۔

اللہ کے ولی کا محبّ اللہ کا محبّ ہے۔

ولی کی محبت

ولی کی نسبت

ولی کی ارادت

ولی کی عقیدت

کا اس سے بڑھ کر اور کیا مقام ہے کہ

جو اللہ کے ولی سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب فی فضل الحب فی اللہ رقم الحدیث 4656)

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے جیسے تم اس سے محبت کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے اس لئے کہ تم اس کے ایک ولی سے محبت کرتے

ہو۔اس اللہ کے ولی،اس اللہ کے بندے کا یہ مقام ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اپنا محبوب بنالیا ہے،اب جو اللہ کے محبوب کا،اللہ کے ولی کا،محبوب بنتا ہے،مرید بنتا ہے،خالق کائنات اسے بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت ایک ایسا زینہ ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کو اللہ کا محبوب ہونے کا شرف مل سکتا ہے۔خالق کائنات کی کائنات کے اندر ولی اللہ وہ مقرب بندے ہیں کہ جن کی وجہ سے خالق کائنات ادنیٰ ادنیٰ لوگوں کو بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔اللہ کے اولیاء کی بارگاہ کی حاضری خالق کائنات کے قرب کا ذریعہ ہے۔میں یہ مبالغے سے نہیں کہہ رہا،صحاح کی حدیث شریف میں ہے۔

ننانوے کا قاتل

حضرت ابو سعد خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَا

(صحیح مسلم کتاب التوبة باب قبول توبة القاتل رقم الحدیث :4967)

تم سے پہلی امتوں میں سے، بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا۔اس شخص نے ننانوے قتل کیے۔اس نے لوگوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟اسے ایک بڑے راہب کا پتہ بتایا گیا،وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں،کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟اس نے کہا،اس نے جواب دیا، نہیں ہوسکتی۔

فَقَتَلَهُ...... تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔

اب جب کہ وہ سو قتل کر بیٹھا اس کے دل کو سکون نہ آیا، اس نے پھر لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے تا کہ وہ توبہ کیلئے کوشش کرے، تا کہ خالق کائنات میرے گناہوں کو معاف فرما دے، جب وہ یہ پوچھ رہا تھا تو کسی نے کہا

انْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا ...... فلاں بستی میں جاؤ

یعنی فلاں بستی میں اللہ کا ایک ولی رہتا ہے تم وہاں اس کے پاس چلے جاؤ ہو سکتا ہے خالق کائنات تمہاری توبہ قبول فرمالے۔

﴿ولی کی بستی کی طرف سفر﴾

اب یہ شخص اس ولی اللہ کی طرف چل نکلا، اور توبہ کرنا چاہتا ہے، لیکن ابھی راستے میں ہی تھا کہ موت کا وقت قریب آ گیا، نڈھال ہو کر گرا۔

اب روح پرواز کرنے والی ہے لیکن طلب صادق ہے۔

اس کے دل میں شدید خواہش ہے، کہ کاش میں اللہ کے ولی کی بارگاہ میں پہنچ جاؤں اور میری توبہ قبول ہو جائے۔

جب وہ نڈھال ہو کر زمین پر گرا تو اس نے پھر بھی کوشش برقرار رکھی۔

فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب حدیث الغار رقم الحدیث :3211)

جب اس کے پاس موت آئی تو اپنے سینے کے بل آگے بڑھا۔

سینے کے زور سے بھی کچھ اس نے چاہا کہ میں آگے ہو جاؤں۔

زمین پر اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا، سینہ رگڑتا ہوا، اللہ کے ولی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

یہ شخص موت کے منہ میں ہے لیکن پھر کوشش کر رہا ہے کہ اس دیس، اس دھرتی کے قریب ہو جاؤں جہاں اللہ کا ایک کامل بندہ بیٹھا ہے۔ مگر موت نے آلیا اور حیات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جب وہ شخص فوت ہو گیا تو

فرشتوں کی آمد

فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ۔

رحمت کے فرشتے بھی آ گئے اور عذاب کے فرشتے بھی آ گئے،

جنت میں لے جانے والے فرشتے بھی آ گئے اور دوزخ میں لے جانے والے بھی آ گئے۔ ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا

فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللّٰهِ

رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا۔

دیکھئے: اللہ کے ولی کی طرف اٹھتے ہوئے قدم اللہ کی طرف قرار پاتے ہیں۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ جنتی ہے۔

اگر چہ یہ اللہ کے ولی کے پاس پہنچ نہیں سکا لیکن توبہ کی نیت سے اللہ کے ولی کے پاس جا رہا تھا۔ یہ دل سے موم ہو چکا تھا، یہ اللہ کے نیک بندے کا تصور دل میں لئے جا رہا تھا۔ لہٰذا یہ ہمارا ہے، ہم اسے جنت میں لے کر جائیں گے۔

وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا

عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے بالکل کوئی نیک کام نہیں کیا

سوچو تو سہی، سو آدمیوں کا قاتل ہے

اس نے ایک دو نہیں، سو ناحق قتل کئے ہیں

یہ جنت میں کس طرح جا سکتا ہے، ہم اس کو جہنم میں لے کے جائیں گے۔

اب مسئلہ کس طرح حل ہو۔

جنت والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے۔

جہنم والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے۔

﴿فرشتے کی آمد اور مسئلہ کا حل﴾

اللہ تبارک نے ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں ان کے پاس بھیجا، اور انہوں نے اس کو اپنے درمیان حاکم بنالیا، اس نے کہا۔

قِيْسُوْا مَا بَيْنَ الْاَرْضَيْنِ فَاِلٰى اَيَّتِهِمَا كَانَ اَدْنٰى فَهُوْلَهٗ۔

دونوں زمینوں کی پیمائش کرو، وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہوا اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔

جس جگہ یہ شخص فوت ہوا ہے اس جگہ سے جہاں سے یہ چلا تھا۔ اس درمیان کی جگہ کی پیمائش کرو۔

اور جہاں فوت ہوا ہے اور جہاں اس نے جانا تھا، اس جگہ کی بھی پیمائش کرلو جو فاصلہ زیادہ ہوگا، اسی کے مطابق فیصلہ ہوجائے گا۔

﴿رب کا زمین کو حکم﴾

فَقَاسُوْهُ فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰى اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ اَرَادَ۔

جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا۔

دیکھیں خالق کائنات کو اپنے ولی کی بارگاہ کی حاضری کتنی پسند ہے۔

کہ خالق کائنات نے اس شخص کو جونا کام تھا اس کو کامیاب کروا دیا کیونکہ وہ شخص جہاں گرا تھا اس جگہ کا فاصلہ ولی کی بارگاہ سے زیادہ دور تھا، ابھی وہ mid way پہ نہیں پہنچا تھا، ابھی گھر سے اس نے تھوڑا سفر کیا تھا کہ اس کی جان نکل گئی۔ ابھی وہ نصف سفر طے نہیں کر سکا کہ موت کے فرشتے نے اس کی روح قبض کر لی۔

فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ وَاِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے کہا تو دور ہو جا اور اس زمین سے کہا تو قریب ہو جا۔

اللہ کے ولی کی بارگاہ میں جانے والا گمراہ نہیں ہوتا، جہنم کا ایندھن نہیں بنتا بلکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے فرشتہ بھیج کر ان کو یہ فارمولا دیا پھر زمین کو وحی کی۔ وہ زمین جو اس کے گھر سے مقام فوت تک تھی اس کو فرمایا

تَقَرَّبِیْ...... تو سمٹ جا

اور جو اس کے مرنے کی جگہ سے لے کر ولی کے گھر تک تھی اس کو فرمایا

تَبَاعَدِیْ...... تو پھیل جا

اب اس پیمائش کے مطابق یہ شخص اپنے گھر سے نکل کر ولی کی بارگاہ کا جو فاصلہ تھا، اس کا اکثر حصہ طے کر چکا تھا لہٰذا

ننانوے کا قاتل اور فیضان ولی

فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ۔

پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اس کو جنت میں لے گئے۔

وہ بستی جس کی طرف سفر جنت کی ضمانت بن گیا ہے۔

اس بستی میں معاذ اللہ خالق کائنات تو رہائش پذیر نہیں ہے۔

خالق کائنات مکان سے پاک ہے، جہت سے پاک ہے

اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں اللہ کی طرف سفر کروں تو کیسے کرے،

کس سمت قدم اٹھائے۔ لیکن اللہ کے ولی کا اللہ کے ہاں وہ مقام ہے کہ جس کی طرف اٹھتے ہوئے قدم اللہ کی طرف قرار پائے ہیں۔

وہ بستی جس کے قرب کو نجات کا مدار بنا دیا گیا، وہ مقام ولایت تھا اللہ کے ولی کا گاؤں تھا، اس نے اس گاؤں کے قرب کو جنت کی ضمانت قرار دے دیا۔

چونکہ یہ شخص ولی کے قرب میں پہنچ چکا ہے لہٰذا اس پر جہنم کی آگ حرام ہو چکی ہے۔

یہ مقام ہے جس کی نسبت ہے ولایت سے

یہ مقام ہے اللہ سے محبت کرنے والوں کا

یہ حدیث شریف صحیح مسلم شریف کتاب التوبہ کے باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ میں ہے۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ بخاری شریف کتاب الانبیاء کے آخر میں پارہ نمبر 14 میں بھی ہے۔ (بخاری شریف ج ا ص 493)

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار و التوبۃ (ص 203)

کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

یہ حدیث ابن ماجہ ص 192 اور مسند امام احمد ج 3 ص 20 میں بھی ہے۔

اولیاء اللہ کیلئے بشارت

جہاں نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقام ولی، نسبت

ولی، محبت ولی کی وضاحت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں تو دوسری طرف قرآن مجید فرقان حمید برہان رشید مقام ولی کو بیان کرتا نظر آتا ہے۔

اولیاء اللہ کیلئے بشارت ہے۔

کس طرح بشارت ہے؟

بشارت کی تفاسیر میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ خالق کائنات اولیاء کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَيُثْنُونَ عَلَيْهِ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة الآداب باب اذا اثنی علیہ الصالح رقم الحدیث 4780

)......(مسند امام احمد، مسند ابی ذر الغفاری رقم الحدیث 20416)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی ایک عمل کرتا ہے لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسے اچھا کہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مومن کی بشارت کا جلدی ملنے والا حصہ ہے۔

ایک شخص کام تو اللہ کیلئے کرتا ہے مگر لوگ اس سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس شخص کا اس کام سے مقصد لوگوں کی محبت Cash کیش کروانا نہیں تھا۔ اس شخص کا اس کام سے مقصد لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا نہیں تھا۔

لیکن لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے، لوگ اس سے محبت کرنے لگے ہیں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص کے عمل کا کیا بنے گا؟

اللہ والے اللہ سے اخلاص کے ساتھ محبت کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو چھپا کے رکھتے ہیں کہ ہمارا کسی کو پتہ نہ چلے اور ہماری ساری توجہ خالق کائنات جل جلالہ کی طرف رہے مگر خالق کائنات اپنی رضا چاہنے والوں کو قیامت تک کیلئے مشہور فرما دیتا ہے۔

میں نے بغداد شریف دجلہ کے کنارے وہ چلہ گاہ دیکھی ہے جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ چھپ کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی میں مصروف رہتے تھے۔ میں نے وہاں قرآن مجید کی منزل پڑھی جہاں آپ بیٹھ کے پڑھا کرتے تھے۔

انہوں نے زندگی بھر خود کو چھپا چھپا کے رکھا لیکن آج ان کی سیرت پر سینکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ ان کی کرامات تواتر سے بیان کی جاتی ہیں۔

یہ کون سی قوت ہے جس نے ان کی شہرت پوری کائنات میں پھیلا دی ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ یَعْمَلُ فِی صَخْرَۃٍ صَمَّاءَ لَیْسَ لَھَا بَابٌ وَلَا کُوَّۃٌ لَاَخْرَجَ اللّٰہُ عَمَلَہٗ لِلنَّاسِ کَائِنًا مَا کَانَ۔ (تفسیر ابن کثیر ج 4 ص 219)

اگر کوئی شخص بند چٹان میں بیٹھ کے

جس کا کوئی دروازہ نہ ہو،

جس کی کوئی کھڑکی نہ ہو،

جس کا کوئی روشن دان نہ ہو،

اس چٹان میں بیٹھ کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرے

دنیا والوں کی آنکھ سے چھپ کر اللہ کی بندگی کرتا رہے

پوری زندگی اسی طرح چھپ کر ہی گزار دے۔

لَاَخْرَجَ اللّٰہُ عَمَلَہٗ لِلنَّاسِ کَائِنًا مَا کَانَ

اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کا لوگوں میں شہرہ فرمادے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں: ۔

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضور نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوذر غفاری نے پوچھا کہ ایک شخص خدا کیلئے کرتا ہے، اس سے اس کی یہ غرض نہیں کہ لوگ مجھ سے محبت کریں، مجھے جانیں لیکن لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، اس سے پیار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس شخص کے عمل کا کیا بنے گا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرى المؤمِنِ

بشریٰ سے مراد یہ ہے کہ خالق کائنات لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دیتا ہے۔

لٰہذا یہ خالق کائنات کی طرف سے ایک صلہ ہے۔

یہ خالق کائنات کی بارگاہ میں ولی کی مقبولیت کی ایک دلیل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی محبت کو اپنی توحید کیلئے کوئی خطرہ نہیں سمجھتا جس طرح کا خطرہ آج کے لوگوں نے بنا دیا ہے۔

اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو خالق کائنات یہ محبت پیدا ہی نہ ہونے دیتا جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود یہ محبت پیدا فرمائی ہے۔

لٰہذا یہ محبت حقیقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی محبت ہے۔

حضرت امام رازی حمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کمال ہوتا ہے وہ لذاتہ محبوب ہوتا ہے یعنی کمال سے جو محبت کی جاتی ہے کسی غیر کی وجہ سے نہیں بلکہ کمال کی وجہ سے ہی کی جاتی ہے۔

کمال بلذاتہ محبوب ہوتا ہے۔ کمال کے ساتھ محبت کرنے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کمال خود دلیل ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ سب کمالوں سے بڑا کمال یہ ہے کہ بندے کا دل اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت سے بھر جائے، بندے کا دل نورِ معرفت سے بھر جائے۔

یہ سب سے بڑا کمال ہے۔ جب ادنیٰ کمال بھی خود لوگوں کو متوجہ کر سکتا ہے تو اس سب سے بڑے کمال کی وجہ سے لوگوں کے دل خود بخود ولی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ فی الحقیقت ولی مخدوم نہیں بلکہ ولی کے دل میں جو اللہ کی محبت ہے وہ مخدوم ہے۔

حقیقت میں جو لوگوں کے دل ولی کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں یہ اس محبت کی وجہ سے ہے جو ولی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہے۔

یہ محبت مخدوم بن گئی ہے اور پوری کائنات خادم بن گئی ہے۔

غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے دل میں اللہ کی محبت تھی، ساری زندگی مخلوق کو اللہ تعالیٰ سے ملاتے رہے، انکی رہنمائی فرماتے رہے تو خالق کائنات نے اس کے عوض انہیں یہ انعام عطا فرمایا کہ پوری کائنات میں ان کا تذکرہ ہو رہا ہے، ان کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔

دشمنِ ولی سے اعلان جنگ

دیکھیں: اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس محبت کا کتنا بڑا مقام ہے۔

اب اگر اس محبت پر تنقید کی جائے

اگر اس محبت کو بت کی محبت قرار دیا جائے۔

اگر اس محبت کو شرک فی الالوہیت قرار دیا جائے۔

تو اس سے بڑا جرم کیا ہوگا۔

اسی لئے خالق کائنات جل جلالہٗ کے حبیب ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و

تعالیٰ کا فرمان ہے۔ حدیث قدسی ہے۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔

(بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع، مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات باب ذکر الله عزو جل و التقرب الیه رقم الحدیث:6021)

جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔

خالق کائنات فرماتا ہے کہ جب میں نے اسے اپنا ولی بنالیا، جب میں نے اسے اپنا دوست بنالیا، اور اس کی محبت کو عام فرمادیا، جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی لگائی، آسمانوں پر اس کی محبت کے نعرے لگوائے، کائنات میں اس کی محبت عام کردی، پھر تم میرے ولی کو گالیاں دو، میرے ولی پر تنقید کرو تو یہ میرے ولی کے ساتھ نہیں بلکہ میرے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔

ولایت کوئی معمولی مقام نہیں

چونکہ ولی کا مقام بہت بلند ہے اس لئے ولی کی محبت بھی بڑی ضروری ہے خالق کائنات نے یہ الفاظ بول کر بندوں کو توبہ کی طرف مائل کیا ہے۔

ولیوں کے گستاخ زندہ کیوں؟

یہ نہ کہنا کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعلان جنگ کیا ہوتا تو جتنے ولیوں کے گستاخ ہیں، سارے مارے جاتے۔

اب دیکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید برہان رشید میں سودخوروں کو بھی یہ کہا ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (البقرہ آیت نمبر :279)

تم اللہ سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ اگر تم سود لینا دینا بند نہیں کرو گے۔

اب دیکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سودخوروں کو جنگ کا چیلنج کیا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود صحیح سلامت پھر رہے ہیں۔ قرآن غلط تو نہیں، جنگ کا چیلنج موجود ہے لیکن

خالق کائنات نے ان سود خوروں کو مہلت دے رکھی ہے کہ باز آ جائیں اور جہنم کے عذاب سے بچ جائیں۔

ایسے ہی اولیاء اللہ کے جو گستاخ ہیں انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چیلنج کے باوجود نیست و نابود نہیں کیا تو یہ اس لئے ہے کہ اللہ کی رحمت نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے تا کہ توبہ کر لیں اور جہنم کے دائمی عذاب سے بچ جائیں۔

یہ ولی اللہ ہے اور قرآن مجید میں نَاقَةُ اللّٰہِ (اللہ کی اونٹنی) کا ذکر بھی موجود ہے۔

جنہوں نے ناقۃ اللہ کی ٹانگوں پر ضربیں لگائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

جو اللہ کی اونٹنی کا گستاخ ہے وہ عذاب کا مستحق ہے، مذموم ہے، اور اللہ کے ولی کا گستاخ تو اس سے کئی درجہ عذاب کا مستحق اور مذموم ہے۔

نَاقَةُ اللّٰہِ......اللہ کی اونٹنی......اللہ کی طرف مضاف ہے۔

اللہ کی نسبت کی وجہ سے، اللہ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے، اونٹنی کا یہ مقام و مرتبہ ہو گیا ہے کہ جس نے اس اونٹنی کی گستاخی کی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو باطل پرست قرار دیا،

اب غور کریں کہ جو اللہ کے ولی کی گستاخی کریں وہ حق پر کس طرح ہو سکتے ہیں!!

خالق کائنات جل جلالہ، ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ولی کی محبت کے بارے میں جو گزارشات اختصار کے ساتھ پیش کی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں یاد رکھنے اور آگے پہنچانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆☆☆☆

باب نمبر

8

فکرِ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَلْاٰخِرَۃُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلاً

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برہانہ، کی حمد وثناء اور حضور سرور کائنات، مفخر موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، حامی بے کساں، قائد المرسلین، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت،

حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

"تحریک فکر آخرت" کے روح رواں، وارثان منبر ومحراب، عظماء ملت، عوام اہلسنت، اللہ کے فضل وکرم سے اور اس کی خصوصی توفیق سے آج ہم سب کو "محفل فکر آخرت" میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

فکر آخرت

میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہم سب کو فکر آخرت کے زیر سایہ اپنی زندگی کے شب وروز گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا، اسے کائنات کا مخدوم بنایا، ہر چیز کو اس کے واسطے پیدا فرمایا اور اس انسان کو خالق کائنات نے یہ سوچ دی کہ اے انسان تجھے میں نے سب کچھ دیا ہے، یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی حساب نہیں ہوگا، میں نے کسی کے سامنے پیش نہیں ہونا، میری حرکات وسکنات کے بارے میں کہیں لکھا نہیں جا رہا، میرا کہیں کوئی ریکارڈ تیار نہیں ہو رہا، میری باتوں کی کوئی فہرست نہیں بن رہی۔

میرے ہاتھ پاؤں کے افعال کے بارے میں کچھ لکھا نہیں جا رہا، میری آنکھ جو

کچھ دیکھتی ہے اور میرا کان جو کچھ سنتا ہے شاید اس کے بارے میں کوئی دفتر مرتب نہیں ہو رہا۔

خالقِ کائنات نے فرمایا کہ اے انسان تجھے ہرگز ایسا نہیں سوچنا چاہیئے، ہم نے تجھے بڑے مقاصد اور اعلیٰ حکمتوں کیلئے پیدا کیا ہے۔ جب ساری کائنات تیری خدمت میں ہے تو ہم نے تمہیں اپنی خدمت کیلئے پیدا کیا ہے۔ تیرا نصاب تیرے سامنے ہے، اس نصاب کو سامنے رکھ۔ تجھے یقیناً لوٹنا ہے، حساب دینا ہے، ہر بات کے بارے میں جواب دہ ہونا ہے، اس فکر میں زندگی بسر کرتا کہ تو کبھی بھی غافل نہ ہو سکے۔

قرآن مجید نے بندے کو پہلے تو عقیدۂ آخرت دیا تا کہ اس کو فکرِ آخرت نصیب ہو سکے جبکہ مخالف قوت شیطان کی طرف سے لوگوں کو بار بار یہ کہا جا رہا تھا اور کہا جا رہا ہے کہ صرف یہ دنیا کی زندگی ہے، اس کے بعد نہ حساب ہوگا، نہ عتاب ہوگا، نہ پوچھا جائے گا، نہ کسی طرح کا کٹہرا تمہارے لئے قائم کیا جائے گا۔

آخرت درجے اور فضیلت میں زیادہ

خالقِ کائنات نے سب سے پہلے اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے انسان کو عقیدہ آخرت عطا فرمایا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (سورہ بنی اسرائیل رقم الآیۃ :21)

اور بے شک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے۔

اے بندے تو دنیا میں کئی مراتب سمجھتا ہے، تیرے نزدیک کئی درجات ہیں، تو کئی معیار سمجھتا ہے۔ دنیا میں کتنے ہی درجات اونچے کیوں نہ ہوں، دنیا میں کتنا ہی بڑا منصب کیوں نہ ہو، دنیا میں تیری کرسی کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہو، یاد رکھ اصل میں بلندی آخرت کی بلندی ہے، کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، فضیلت آخرت کی فضیلت ہے۔

دنیا میں تو تاجور ہے لیکن آخرت میں تیرا کوئی پرسان حال نہ ہوگا، تجھے جہنم نصب ہو تو اس سے بڑا کوئی خسارہ نہیں ہے۔ دنیا میں اگر تو زندگی کٹیا میں گزار دے اور آخرت میں جنت کے کاشانے تیرے لئے ہوں تو تجھ سے بڑے فائدے میں کون رہے گا۔ لہٰذا سب سے بہترین چیز آخرت ہے، درجات کے لحاظ سے بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کا پہلے ذکر کیا جو آخرت سے توجہ ہٹا رہے تھے۔ انبیاء ورسل کو بھیجا کہ لوگوں کو آخرت کی طرف متوجہ کرو۔ وہ تبلیغ کرتے ہیں تو منکر قوم کے بڑے لوگ چھوٹوں کو بھی متنفر کرتے ہیں، شک میں ڈالتے ہیں، آخرت کے عقیدے سے پیچھے ہٹاتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام اور فکر آخرت

جب حضرت ھود علیہ السلام قوم کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ تمہیں حساب دینا ہے تو قوم کے سردار کہتے ہیں:

اَیَعِدُکُمْ اَنَّکُمْ اِذَا مِتُّمْ وَکُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّکُمْ مُّخْرَجُوْنَ○

(پارہ18، رکوع 3: سورہ المومنون آیت :35)

اے لوگو! کیا یہ تمہیں ڈرا رہے ہیں جب تم مرجاؤ گے اور ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں قبروں سے نکالا جائے گا۔

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا ......(پارہ18 سورہ المومنون، آیت 37)

یہ صرف دنیا کی زندگی ہے۔

نَمُوْتُ وَنَحْیَا ...... ہم زندہ ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں

یہ ایک نظام چلا ہوا ہے بس یہی زندگی ہے۔

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ......

ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا۔

جب اٹھیں گے نہیں تو حساب کیسے ہوگا۔ ہمارے ذرات ریت میں مل جائیں گے، ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی، گوشت گل سڑ جائے گا، کون بنائے گا، کون اٹھائے گا؟ جب ہم اٹھیں گے ہی نہیں تو حساب کیسے ہوگا؟ جب حساب نہیں ہوگا تو زندگی ڈر ڈر کے گزارنے کی ضرورت کیا ہے، ہر وقت محتاط رہنے کی کیا ضرورت ہے، ہر وقت اپنے آپ کو خواہشات سے دور رکھنے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ ان لوگوں کا پراپیگنڈہ تھا، وہ خالق کائنات کے نظام کے خلاف لوگوں کا ذہن بنانا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور بار بار ان کو پیغام دیا کہ بھول میں نہ رہنا ایک دن ضرور لوٹو گے۔ کہیں فرمایا:

اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اِنَّا اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ اِنَّا اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ

اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اسی کی طرف تم واپس لوٹ کے آؤ گے۔

زندگی تم کتنی ہی گزار لو ایک دن تمہیں ضرور خدا کے پاس حاضر ہونا ہے۔

کفار کا آخرت سے انکار

سرکار ﷺ جب یہ تبلیغ فرما رہے تھے تو ایک بڑا گستاخ آ گیا، اس نے قبرستان سے ایک ہڈی پکڑی، وہ بوسیدہ تھی، سرکار کے سامنے اس نے ہڈی کو توڑا جب اس سے غبار نکلا تو کہنے لگا:

مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَہِیَ رَمِیْمٌ۔ (سورہ یٰسین آیت 78)

ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب یہ بوسیدہ ہو جائیں گی۔

اس سے یہ جو غبار اڑ رہا ہے، فضاؤں میں مل رہا ہے یہ کیسے اکٹھا ہو جائے گا۔

گوشت کیسے لگ جائے گا، ہڈی میں رس کیسے آ جائے گا، زندگی کیسے آ جائے گی، کون اس کو زندہ کرے گا؟

منکرین آخرت کا رد

خالق کائنات نے فرمایا: اس کو شرم نہیں آتی، باتیں کیسی کرتا ہے۔

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ○

(سورہ یٰسین رقم الآیۃ:77)

انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا تھا، آج ہمارے ساتھ جھگڑنے آ گیا ہے۔ کہتا ہے۔

مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ ...... کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

وَهِیَ رَمِیْمٌ ...... جب یہ بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ انہیں زندہ کون کرے گا۔

خالق کائنات نے فرمایا: اے محبوب ان کو سمجھا دو:

قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ (سورۃ یٰسین رقم الآیۃ: 79)

وہی پیدا کرے گا جس نے پہلے پیدا فرمایا تھا۔

اس وقت تو بوسیدہ ہڈی بھی نہیں تھی، اس وقت کچھ بھی نہیں تھا، وہ جس نے تمہیں اس وقت پیدا کر لیا وہ پھر دوبارہ بھی تمہیں پیدا کر سکتا ہے۔

اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ○ (سورۃ یٰسین رقم الآیۃ: 79)

جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

ساری مخلوق اس کی ہے، ہوا بھی اس کی ہے، فضا بھی اس کی ہے، صحرا بھی اس کا ہے، سمندر بھی اس کا ہے، تم جہاں بھی چلے جاؤ بھاگ نہیں سکتے۔ تمہارے ذرات جہاں اڑ جائیں گے وہ فضا بھی تو خدا کی ہے، وہ ہوا بھی تو خدا کی ہے، سمندر کی تہہ بھی تو خدا کی

ہے، جہاں جہاں تمہارے ذرات ہوں گے وہ حکم فرمائے گا تو ایک لمحے سے پہلے تمہارے ذرات جمع ہو جائیں گے۔

اِلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا

اسے ہر پیدائش کا علم ہے، جس نے تمہارے لئے ہرے پیڑ میں سے آگ پیدا کی۔ (سورہ یٰسین رقم الآیۃ:80)

وہ خدا جو سبز درخت سے تمہارے لئے آگ نکال سکتا ہے وہ تمہیں دوبارہ زندہ بھی کرسکتا ہے۔

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ

(سورہ یٰسین رقم الآیۃ:81)

اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا۔

جس نے اتنا وسیع آسمان بنایا ہے کیا وہ چھوٹا سا انسان نہیں بنا سکتا؟ جس نے اتنی وسیع زمین بنائی کیا وہ چھوٹا سا انسان نہیں بنا سکتا؟ نہیں نہیں، تمہیں بنانا تو کوئی کام نہیں۔

مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ (سورۃ لقمان رقم الآیۃ:28) م

تم سب کو پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا۔

ایک کو پیدا کرنا ہو یا ایک کروڑ کو پیدا کرنا ہو، ایک کو پیدا کرنا ہو یا ایک ارب کو، پیدا کرنا ہو ہمیں کوئی دشوار نہیں۔

مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ (سورۃ لقمان رقم الآیۃ:28)

سب کو یوں ہی پیدا کرلوں گا جیسے ایک کو پیدا کرتا ہوں۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝

(سورہ یٰسین رقم الآیۃ 82)

اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو

جاتی ہے۔

صرف کن کہوں گا سب کچھ معرض وجود میں آ جائے گا۔

یہ پہلے آخرت کا عقیدہ دیا۔ فرمایا:

اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ (سورة القيمة رقم الآية 3)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کر سکیں گے۔

بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ (سورة القيمة رقم الآية 4)

کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنا دیں۔

﴿حساب محشر کا انداز﴾

اے انسان یہ نہ سوچنا کہ ہم ہڈیاں اکٹھی نہیں کر سکتے۔ ہم نے پہلے بغیر ہڈیوں کے بھی پیدا کیا تھا اب تو ہڈیاں بھی موجود ہیں لہٰذا ضرور تم کو حساب دینا ہے، ضرور میرے پاس آنا ہے، میں حساب لینے والا ہوں۔ بار بار فرمایا، کہیں فرمایا:

وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ (سورة البقرة رقم الآية: 202)

وہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ۔ (سورة المومن، رقم الآية: 17)

بے شک خدا جلد حساب لینے والا ہے۔

اَلَا لَهُ الۡحُكۡمُ قف وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحٰسِبِيۡنَ (سورة الانعام، رقم الآية: 62)

سنتا ہے اسی کا حکم ہے اور وہ سارے حساب لینے والوں میں سے تیز حساب لینے والا ہے۔

انسان یہ نہ سمجھے کہ ہزاروں لوگ ہوں گے، لاکھوں انسان ہوں گے، کروڑوں افراد ہوں گے، لاکھوں اربوں مخلوقات ہوں گی شاید ہماری حساب میں باری ہی نہ آئے۔ فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا میں بہت جلد حساب لینے والا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لوگو یہ نہ سمجھنا کہ حساب میں کوئی دیر ہو جائے گی ہماری باری ہی نہیں آئے گی، تمہاری دنیا کا جو ایک دن ہے اس دن کا آدھا حصہ گزرنے سے پہلے اللہ ساری مخلوق کا حساب لے لے گا"۔

یہ عقیدہ خالق کائنات نے انسان کو دیا۔ فرمایا "اس کے زیر سایہ رہو، یہ نہ سمجھنا کہ کوئی پوچھے گا نہیں"۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی۔ (سورۃ القیمۃ، رقم الآیۃ: 36)

کیا انسان اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں شتر بے مہار ہوں، میرا کوئی مقصد نہیں ہے، مجھے کہیں پہنچنا نہیں ہے، کوئی نظام زندگی نہیں۔ فرمایا "نہیں اے انسان! تمہیں حکمتوں کیلئے پیدا کیا ہے، ہم نے تمہیں مخدوم بنایا ہے۔ جب ساری کائنات کو تیرے لئے پیدا کیا ہے تو تجھے رائیگاں کس طرح پیدا کر سکتے تھے، تجھے ہم نے عظیم مقاصد کیلئے پیدا کیا ہے لہٰذا تیرا حساب ہوگا۔

﴿ہر بات لکھنے والا محافظ﴾

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (سورۃ ق، رقم الآیۃ: 18)

کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو

جب تو بولتا ہے، تیری زبان کا ہر ہر لفظ لکھا جاتا ہے۔ ہاتھ ہلاتا ہے تو ہر ہر حرکت لکھی جاتی ہے۔ لہٰذا پورا دفتر تیار ہو جائے گا۔ اتنا کڑا حساب تیرے سامنے ہے۔ اب وقت ہے کوئی قدم غلط راہ پہ نہ اٹھا۔

﴿انعامات خداوندی﴾

خالق کائنات نے یہ عقیدہ دے کر پھر اپنی نعمتوں کی طرف انسان کو متوجہ کیا۔

روٹی کا ایک لقمہ

اے انسان! تو جس کے ہاں ایک ہفتہ کھا لیتا ہے اس کا بھی تو احسان سمجھتا ہے، جس کے ہاں تو ایک مہینہ کھانا کھا لیتا ہے، اس کا بھی احسان سمجھتا ہے۔ اے انسان! میں نے تجھے پیدا کیا، تجھے کھانے کو دیا، تجھے پروان چڑھایا، تجھے بڑا کیا ہے۔ ایک ایک دانہ گندم کا جو تیرے لقمے میں ہے زندگی بھر تو اس کا شکر ہی ادا نہیں کر سکتا۔

ایک دانہ تب پیدا ہوا تھا جب اس کا بیج کوئی اور دانہ بنا تھا، وہ دانہ تب پیدا ہوا تھا جب اس کا بیج ایک اور دانہ بنا تھا۔ اس طرح ایک دانہ جو ایک وقت کی روٹی کے ایک لقمے میں ہم کھاتے ہیں وہ کروڑوں دانوں پر موقوف ہے۔ وہ کروڑوں دانہ جس زمانے میں تھا، جس وقت تھا، جتنی اس نے ہوا استعمال کی، جتنی اس نے تجلیات استعمال کیں، جتنی اس نے سورج کی روشنی استعمال کی، زمین کی قدرتیں استعمال کیں، سارے کے سارے احسانات اس دانے میں بند ہیں۔ کروڑ سال زندگی ہو پھر بھی ایک دانہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن

﴿زمین میں پوشیدہ نعمتیں﴾

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۝ (سورہ البقرۃ، رقم الآیۃ: 29)

وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔

اے انسان! تیرے لئے میں صرف ایک دانہ ہی پیدا نہیں کر رہا بلکہ میں نے تو زمین کا سب کچھ تیرے لئے ہی پیدا کیا ہے۔

﴿تخلیق انسانیت﴾

کیا عجیب انداز ہے۔ قرآن مجید (سورۃ الواقعۃ رقم الآیۃ: 59,58) میں ہے

اَفَرَئَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ۔ (سورۃ الواقعۃ رقم الآیۃ 58)

مجھے بتاؤ جو تم منی گراتے ہو۔

ءَ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ٥۔ (سورہ الواقعہ رقم الآیۃ:59)

اس سے بندہ تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

﴿کھیتی کون اُگاتا ہے؟﴾

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ٥۔ (سورۃ الواقعہ رقم الآیۃ :63)

تو بھلا بتاؤ تو جو بولتے ہو چلو اپنی تخلیق چھوڑو یہ جو تم کاشت کرتے ہو، بیج بوتے ہو۔

ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ٥۔ (سورۃ الواقعۃ، رقم الآیۃ:64)

بیج سے کھیتی تم بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔

تم بیج چھوڑ کے آ گئے۔ اندھیرے میں اس کو چھوڑا، کس نے اس کو نرم کیا، کس نے اس سے کونپل نکالی، کس نے اس کونپل کو موسم سے محفوظ رکھا، کس نے اس کو مضبوط کیا، کس نے اس پہ پھول لگایا، کس نے اس پہ پھل لگایا، کس نے اس میں رس بھرا، کس نے اس کا رنگ بنایا۔

ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ٥۔ (پارہ ۲۷، سورہ واقعہ آیت ۶۴)

زراعت تم کرتے ہو یا کہ زراعت ہم کرتے ہیں۔

یہ بتانا چاہتا ہے، مبہوت کرنا چاہتا ہے، ہر ایک بول کے کہے گا کوئی جواب نہیں بندے کو پیدا تو کرتا ہے، بیج سے کھیتی تو بناتا ہے، ہم کچھ نہیں کر سکتے، ہم نے صرف دانہ پھینکا ہے، اسے لہلہاتا گلستان تو نے بنایا ہے، اس کو میٹھا پھل تو نے بنایا ہے۔ اس کے اندر رس تو نے بھرا ہے، اس کو اناج میں تبدیل تو نے کیا ہے۔ خالق کائنات فرماتا ہے کہ جب سب کچھ میں تمہارے لئے کر رہا ہوں تو بتاؤ کہ تم میرے

لئے کیا کر رہے ہو؟

زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں؟ کتنی واضح جھڑکی ہے۔ زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں؟ فرمایا کہ ہم کرتے ہیں۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کے پچھّم سے باد سازگار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے نور آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موتیوں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

وہ خدا کی ذات ہے جو خود احسان کرنے والا ہے اور بار بار بتا رہا ہے کہ پھر یہ نہ کہنا کہ کاش ہمیں دنیا میں پتہ چل جاتا کہ یہ سب کچھ خدا کرنے والا ہے تو ہم اتنے سجدے کرتے کہ دن رات سجدے ہی کرتے رہتے، بھول ہو گئی ہمیں پتہ نہ چلا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن مجید میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ ہم ویسے احسان جتلانے والے نہیں ہیں لیکن تمہارے فائدے کیلئے بتا رہے ہیں۔

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝۔ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ: 64)

کھیتی تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ: 65)

فرمایا اگر ہم چاہیں تو اس کو گھاس بنا دیں، خشک بھوسے میں تبدیل کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ گے۔

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ: 66,67)

ہمارا مال ضائع ہو گیا ہم تو محروم رہ گئے ہمارا کچھ بھی باقی نہ بچا۔

کھیت پڑا ہوا تھا سارا ویران ہو گیا۔ آگ لگی ہے وہ جل کے راکھ ہو گیا۔

فرمایا پیدا بھی میں کرتا ہوں اور سنبھال کے بھی میں ہی رکھتا ہوں۔

﴿پانی نعمت الٰہی﴾

اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ۝۔ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ: 68)

اے بندو! مجھے یہ بتاؤ یہ پانی جو تم پیتے ہو کہاں سے آتا ہے۔

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ: 69)

کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے والے۔

کیا بارش تم نے برسائی ہے یا ہم نے برسائی ہے۔

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (سورۃ الواقعہ: رقم الآیۃ: 70)

اگر ہم چاہیں تو کھاری بنا دیں، نمکین بنا دیں۔

اجاج کہتے ہیں اس شعلے کو جو منہ کو پڑے تو جلا کے راکھ کر دے۔

اگر ہم اس پانی کو کھاری بنا دیں تو تم ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ لہٰذا ہم نے ہی پانی تمہارے لئے نازل کیا ہے۔

فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ۝

تم میرا شکر کیوں نہیں ادا کرتے چلو پانی بھی چھوڑو۔

﴿آگ کو پیدا کرنے والا کون؟﴾

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ۝ (سورۃ الواقعہ رقم الآیۃ: 71)

اب آگ کی بات کرو جو تم جلاتے ہو۔

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (سورۃ الواقعہ رقم الآیۃ: 72)

کیا اس درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم ہیں پیدا کرنے والے

یہ آگ جو تم جلاتے ہو، درخت جلاتے ہو، لکڑی جلاتے ہو، اس سے آگ نکلتی ہے۔ فرمایا ''اس کا درخت تم نے اگایا ہے یا ہم نے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کا اظہار فرما رہا ہے۔ اے انسان ہم نے سب تیرے لئے کیا تو بھی سوچ کہ تو میرے لئے کیا کر رہا ہے۔

دودھ کہاں سے آتا ہے؟

وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً (پارہ ۱۴، ع ۱۵، سورہ النحل، آیت ۶۶)

اے لوگو! تمہارے لئے ان جانوروں میں ہی بڑی عبرت موجود ہے، ان کو دیکھ لو۔

نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ

(سورة النحل رقم الآية :66)

دیکھو تو سہی، ان جانوروں کو دیکھ لو، تمہیں میری قدرت کا پتہ چل جائے گا۔ میرے احسانات کے سامنے تمہاری گردن جھک جائے گی، تمہارے لئے ان میں عبرت موجود ہے۔

نُسْقِیْکُمْ...... ہم تمہیں پلاتے ہیں

پلانے کی نسبت اپنی طرف کی ہے کہ ہم تمہیں پلاتے ہیں۔ کہاں سے؟

مِمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ...... اس سے جو ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے۔

لَبَنًا...... دودھ پلاتے ہیں۔

وہ کہاں سے نکلا ہے۔ فرمایا:

مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ...... گوبر اور خون سے میں نے نکالا ہے۔

گوبر اور خون سے میں نے تمہارے لئے دودھ نکالا ہے۔ دیکھو میرا کمال کہ نہ گوبر کی بدبو دودھ میں آتی ہے، نہ خون کی رنگت دودھ میں آتی ہے۔ میں نے تمہارے لئے ''لبناً خالصاً'' خالص دودھ نکالا ہے۔

سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ...... پیتے ہو

تو حلق سے آسانی کے ساتھ اتر جاتا ہے۔

جانوروں کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ میری قدرت بھی دیکھو کہ خالص دودھ کہاں سے نکالتا ہوں اور ملاوٹ بھی نہیں ہونے دیتا۔ جب میں اتنا خالص دودھ تم کو دیتا ہوں تو تم میرے لئے دین کو نا خالص کیوں بناتے ہو، پھر تم میری خالص عبادت کیوں نہیں کرتے، ریا کیوں کرتے ہو یا پھر عبادت سے پیچھے کیوں ہوتے ہو، تم کہاں بھاگ رہے ہو، میں نے اتنا کچھ کیا ہے۔ میں دودھ میں ملاوٹ نہیں ہونے دیتا جبکہ اتنا احتمال تھا۔

مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ

گوبر اور خون کے درمیان سے نکالا ہے اور اس میں ملاوٹ نہیں ہونے دی۔

دودھ میں ملاوٹ کرنے والو! تم اتنی مشکل میں کیوں پڑ گئے، میں نے تمہارے لئے خالص دودھ رکھا ہے۔ جب میں خالص نعمتیں تمہیں دے رہا ہوں تو تم خلوص سے مجھے سجدہ کیا کرو۔ فرمایا دیکھو:

﴿جانوروں میں منافع﴾

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ج لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 5)

ہم نے جانوروں کو تمہارے لئے پیدا کیا، ان میں دف ہے اور منافع ہے۔ دف کیا ہے؟ ان کی اون سے تم گرم لباس بناتے ہو، سردی میں پہنتے ہو۔

وَمَنَافِعُ ...... اوران میں بہت سے منافع رکھے ہیں۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ...... (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 5)

بار بار آ رہا ہے۔اے انسان تیرے لئے،اے انسان تیرے لئے، میں نے سب کچھ پیدا کیا۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ.

(سورۃ النحل رقم الآیۃ: 5)

ان کا دودھ بھی پیتے ہو،ان کا گوشت بھی کھاتے ہواوران پہ سوار بھی ہوتے ہو۔

﴿سواریاں انسان کی زینت﴾

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً(سورۃ النحل رقم الآیۃ:8)

ہم نے گھوڑے پیدا کئے،ہم نے خچر پیدا کئے،ہم نے گدھے پیدا کئے۔کیوں؟ اے اِنسان تو سواری کرے،تو ان پہ سوار ہو سکے، تجھے ان کا مخدوم بنایا ہے،ان سب کو تیری خدمت میں لگایا ہے۔ جب وہ سب تیری خدمت کر رہے ہیں تو تو بتا کہ تو میرے لئے کیا کر رہا ہے۔

﴿جانوروں میں جمال﴾

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ○ (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 5,6)

تم بڑا اس وقت اپنا جوبن محسوس کرتے ہو جب سو بھینسیں تمہارے سامنے ہوتی ہیں،تم صبح ان کو حویلی سے نکال کے،فارم سے نکال کے باہر لے جاتے ہو،اپنے آپ کو بڑا سمجھتے اور اپنا تجمل محسوس کرتے ہو کہ ہم وہ نہیں ہیں کہ جن کے گھر کوئی بھینس نہ ہو، میں سو بھینسوں کا مالک ہوں۔

فرمایا جب شام کو گھر واپس لاتے ہو تو اس وقت بھی عصا تم نے کندھے پر رکھا ہوتا ہے اور بڑی موج سے جانوروں کے پیچھے چلتے ہوئے واپس گھر کو آتے ہو اور میں نے انہیں تمہارے جمال کیلئے پیدا کیا ہے اور فرمایا صرف یہ ہی نہیں:

﴿تمام ایجادات کی تخلیق﴾

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ٥ (سورۃ النحل رقم الآیة: 8)

اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

اے مکہ شریف کے انسانو! اے عرب کے انسانو! میں تمہارے لئے وہ بھی پیدا کروں گا جو تم آج نہیں جانتے۔ آج تم گھوڑے پہ بیٹھتے ہو، آج تم اونٹ پہ بیٹھتے ہو، آج تم خچر پہ بیٹھتے ہو، تمہیں پتہ نہیں تمہارے لئے ہوائی جہاز بھی میں ہی بناؤں گا، تمہارے لئے کاریں بھی آجائیں گی، تمہارے لئے سب کچھ بناؤں گا۔

يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل رقم الآیة: 8)

وہ جو تم نہیں جانتے وہ بھی تمہارے لئے پیدا کردوں گا

صرف یہ نہیں فرمایا:

﴿پیدائش کے وقت لاعلم﴾

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْم بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا

(سورۃ النحل رقم الآیة: 78)

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے۔

وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے تمہیں تمہاری اپنی ماؤں کے بطنوں سے باہر نکالا تھا، تمہیں کوئی علم نہیں تھا، تمہیں کوئی خبر نہیں تھی، آج تم میری قدرت پر تنقید کرتے ہو، آخرت کو نہیں مان رہے، آج تم مختلف قسم کی باتیں بناتے ہو، تم میرے دین کے

سامنے اپنی سوچ کو پیش کرتے ہو، وہ وقت تو یاد کرو جب میں نے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا تھا، تمہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا دودھ کیا ہوتا ہے، تمہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ دودھ کہاں سے ملتا ہے۔

﴿اللہ کی تخلیق کا شہکار﴾

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ٥ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ٥ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ٥

(سورة البلد، رقم الآية: 8,9,10)

کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ اور اسے دو ابھری ہوئی چیزوں کی راہ بتائی۔

یہ ماں کا وہ حصہ ہے جہاں سے تمہیں دودھ مل سکتا، ہم نے نجدین کی، ماں کے دودھ کا جو مقام ہے اس کی تمہیں ہدایت دی ہے، تمہیں کوئی پتہ نہیں تھا، کوئی خبر نہیں تھی، میں نے ہر چیز کا علم تجھ کو دیا ہے۔ یاد تو کر۔ اگر میں تیری آنکھ ایک بناتا تو پھر کیا ہوتا، ہونٹ ایک بنا دیتا تو پھر کیا ہوتا، دو ہونٹ دیئے، دو کان دیئے، دو آنکھیں دیں، اتنا خوبصورت تجھے بنایا ہے، میرے لئے دین کیوں خوبصورت نہیں بنا رہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا

(سورة النحل رقم الآية: 78)

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے۔

تم اس وقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ آج تم اپنے آپ کو کہتے ہو کہ ہم نے فلاں قانون بنائے ہیں، ہم یہ کرنے والے ہیں، ہم وہ کرنے والے ہیں، آج تو اتنا تکبر میں آچکا ہے، تجھے کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔

آنکھ، کان اور دل انعامات خداوندی

وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○

(سورۃ النحل رقم الآیۃ: 78)

خدا نے تمہیں کان بھی دیئے، تمہیں آنکھیں بھی دیں اور تمہیں دل بھی دیا مگر پھر بھی تو شکر نہیں کرتا۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ۔ یہ پہلا مرتبہ ہے۔

پھر فرمایا جتنی ضرورتیں ہیں سب کچھ ہم نے دیں یہاں تک کہ:

زندگی کی بہار بیوی و اولاد

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 72)

اللہ نے تمہارے لئے تمہاری نسل سے تمہاری بیویاں پیدا کیں۔

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 72)

اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔

اگر صرف بیویاں ہوتیں، بیٹے نہ ہوتے پھر بھی تمہاری زندگی کی بہاریں خراب ہو جاتیں، میں نے پہلے تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کیں، پھر تمہاری بیویوں سے تمہارے بیٹے پیدا کئے، صرف بیٹے ہی نہیں پوتے بھی پیدا کئے، میں نے سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

ٹھنڈا سایہ بھی نعمت

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 81)

اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے۔

اللہ نے تمہارے لئے چھت بنائے ہیں، سائے بنائے ہیں

جب دھوپ غضب کی ہو پھر پتہ چلتا ہے کہ سائے کا مقام کیا ہے۔

پہاڑ میں غار کا فائدہ

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (سورة النحل رقم الآية: 81)

اللہ نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائی ہیں۔

سردی کا موسم ہو، کوئی چھت موجود نہ ہو، پھر پتہ چلتا ہے کہ غار کا مقام کیا ہے۔

گھر تسکین کا باعث

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا (سورة النحل رقم الآية: 80)

وہ خدا وہ ہے کہ جس نے تمہارے گھروں کو تمہارے لئے رہائش گاہ بنایا ہے۔

مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا ...... گھر بنانا یہ اس کی قدرت سے ہے لیکن اگر اللہ سانپوں کو نہ روکتا، بھیڑیوں کو نہ روکتا، شیروں کو نہ روکتا، جونہی تم گھر بناتے وہ آ کے ڈیرہ لگا لیتے۔ اگر چہ وہ کروڑ روپے کی کوٹھی بھی ہوتی، دو چار شیر آ کر ٹھہر جاتے، تم ایک منٹ بھی وہاں نہ ٹھہرتے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا (سورة النحل رقم الآية: 80)

جس نے تمہارے گھروں سے تمہیں رہائش دی ہے۔

دوسری مخلوق کو اس نے روک دیا ہے کہ یہ میرے بندوں کے مکان ہیں تم یہاں داخل نہیں ہو سکتے۔

اے جانورو! تم جنگلوں میں بھاگ جاؤ، یہاں میرے انسان کے رہنے کی جگہ ہے، اس خدا کو تو یاد کرو جس نے تمہیں رہائش گاہ دی ہے۔

جانوروں کے بالوں و اُون کے فائدے

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ٥

(سورة النحل رقم الآية: 80)

وہ اون ہو، وہ بال ہوں اور وہ وبر ہوں، وہ اشعار ہوں، اس نے تمہیں دیئے تا کہ تم خیمے بنالو، ان خیموں کے اندر اپنے سر کو چھپا سکو۔

خالق کائنات بار بار بندے کو یہ بتا رہا ہے اے بندے یہ نہ سمجھنا کہ میرے تجھ پر کوئی احسانات نہیں ہیں۔ اتنے احسانات ہیں کہ ہر وقت تیرا سر جھکا رہے پھر بھی شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ کیا عجیب انداز ہے۔

﴿رات ہے سکون کیلئے﴾

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ لِبَاساً......(سورة الفرقان، رقم الآية:47)

وہ اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا ہے۔

یوں پردا کرتی ہے جیسے لباس ڈھانپ لیتا ہے۔ اگر رات نہ ہوتی تم تو اپنی سی کوشش کر بیٹھتے لیکن ایک شہر میں بھی اندھیرا نہ کر سکتے تھے۔

﴿نیند ہے آرام کیلئے﴾

جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا (پارہ ۱۹، سورہ الفرقان، آیت ۴۷)

رات کو تمہارے لئے پردہ کیا اور نیند کو اس نے آرام بنا دیا۔

انسان کام کر کر کے تھک جاتا ہے۔ اب اس کیلئے مزید پانچ منٹ کام کرنا مشکل ہے۔ وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں سونا چاہتا ہوں۔ اتنا تھک چکا تھا، اعصاب سکڑ چکے تھے، سکت ختم ہو چکی تھی، جب سو کر اٹھا ہے تو طاقت لوٹ آئی ہے، اعصاب بڑے ہلکے ہیں، طبیعت ہشاش بشاش ہے، کس نے نئے سرے سے بیٹری چارج کر دی ہے؟ فرمایا ہم نے ہی نیند کو آرام بنایا ہے کہ سارے غم اس کے ذہن سے نکل جائیں، اندھیرا کر دے، یہ سو جائے، ساری تھکاوٹیں دور ہو جائیں۔

دن ہے کام کے لئے

وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًاo (سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ:47)

اور دن بنایا اٹھنے کیلئے

اور ہم نے دن کو نشور بنا دیا تا کہ تم نکلو، کام کر سکو

روشنی ہو جائے، تم جہاں جانا چاہو کوئی رکاوٹ نہ ہو، سارے راستے روشن ہو جائیں۔

بارش سے پہلے تیز ہوا

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ

(سورۃ الفرقان: رقم الآیۃ 48)

وہ خدا وہ ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بشارت دے کر بھیجتا ہے۔

حبس کا دور تھا، انسان تڑپ رہا تھا، خالق کائنات نے ہواؤں کو بھیجا کہ میرے بندوں سے کہو، پیچھے بارش آ رہی ہے۔

پاکیزہ پانی کا نزول

اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا......(سورۃ الفرقان: رقم الآیۃ 48)

ہم نے آسمان سے طہور پانی نازل کیا۔

وہ طاہر نہیں طہور بھی ہے۔ خود پاک ہے اور جس کے ساتھ لگتا ہے اس کو پاک کر دیتا ہے۔ ہم نے کیوں نازل کیا؟

لِّنُحْیِیَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًاo

(سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ: 49)

تا کہ ہم اس سے زندہ کریں کسی مردہ شہر کو اور اسے پلائیں اپنے بنائے ہوئے بہت سے چوپائے اور آدمیوں کو ہم نے یہ پانی اس واسطے نازل کیا ہے تا کہ ہم بندوں کو

پلائیں، اپنی زمینوں کو سیراب کریں اور جو جانور میں نے اپنے بندے کی خدمت کیلئے بنائے ہیں پانی سے ان کی پیاس بجھ سکے۔

﴿انساب بنائے﴾

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا

(سورة الفرقان، رقم الآية: 54)

وہ اللہ وہ ہے کہ جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا پھر اس کیلئے نسب بھی بنا دیا اور اس کیلئے سسرال بھی بنا دیا۔

﴿دو سمندر اکٹھے مگر پانی نہیں ملتا﴾

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ (سورة الفرقان، رقم الآية: 53)

اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کئے دو سمندر۔

وہ خدا وہ ہے جس نے دو سمندروں کو بنایا ہے، ملا رکھا ہے، ان کے درمیان پردہ ہے۔ ویسے حسی پردہ نہیں ہے، قدرت یہ ہے:

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ

یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ

ایک نہایت میٹھا ہے دوسرا نہایت کھاری ہے، دونوں ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، پانی آپس میں نہیں ملتا۔ وہ خدا تمہارے لئے سارے نظام کو چلا رہا ہے۔ اے انسان تجھے سوچنا چاہیئے جب ہر شئے تیرے لئے ہے تو کس کیلئے ہے۔

خالق کائنات نے اس کو ہر لحاظ سے دعوت فکر دی ہے جس زمین پہ بیٹھا ہے، جس آسمان کے نیچے ہے، جس ماحول میں ہے، (اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے) دعوت فکر دی ہے۔

اس کو دیکھ لو، اس کو دیکھ لو، نیچے دیکھ، اوپر دیکھ، دائیں دیکھ، بائیں دیکھ، جہاں بھی دیکھو گے تمہاری نظر لوٹ کے میری طرف ہی آئے گی۔

﴿ہر ذرے میں گواہ﴾

وَفِیْ کُلِّ ذَرَّۃٍ لَہٗ شَاھِدٌ وَیَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

ہر ایک ذرے میں ایک گواہ موجود ہے جو بول رہا ہے اور گواہی دے رہا ہے۔

اے بندے! بھولے نہ رہنا خدا ایک ہے، وہی سب کچھ کر رہا ہے۔

اللہ نے یہ احساس دیا، پھر فرمایا وہ وقت یاد کرو جب ضرور حساب ہوگا، وہ وقت یاد کرو جب ہر لمحہ کا حساب ہوگا۔ خالق کائنات نے اس کے سارے مراحل تفصیل سے بیان فرما دیئے۔ فرمایا:

﴿جب صور پھونکا جائیگا﴾

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝

(سورۃ المومنون، رقم الآیۃ: 101)

تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔

جب صور پھونکا جائے گا، تو نسب بھول جائیں گے، حسب بھول جائیں گے۔

آج کہتا ہے میں چیمہ ہوں، میں چٹھہ ہوں، میں گوندل ہوں، میں یہ ہوں، میں وہ ہوں۔ حشر کا میدان ہوگا۔ صور پھونکا جائے گا۔ نفخۂ ثانیہ ہوگا، قبروں سے نکلیں گے، نسب بھول گیا ہے۔

فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝

تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔

کسی سے کچھ پوچھ ہی نہیں رہے، سامنے اس قدر سر جھکائے ہوئے ہیں، اس قدر خوف طاری ہے، پوچھ ہی نہیں رہے۔ حشر کے میدان کے مختلف مراحل ہونگے۔ کہیں سوال بھی کریں گے جیسے:

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (سورة الصفت، رقم الآية: 27)

اوران میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا آپس میں پوچھتے ہوئے۔

سوال بھی کریں گے سورۃ مومنون میں ہے کہ سوال نہیں کریں گے، تو جہاں پر افاقہ محسوس کریں گے، وہاں سوال کا ہوش آجائے گا۔ پھر پوچھیں گے لیکن یہ مقام جس وقت خوف طاری ہے، پوچھنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ سر جھکے ہوئے ہیں، کوئی پروٹوکول نہیں، تاجور پسینے میں ڈوبے ہوئے ہیں، حال ایسا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو بھی نہیں پہچان رہا، بیٹا باپ کو بھی نہیں پہچان رہا۔

صور پھونکنے کے بعد کا منظر

قرآن مجید کہہ رہا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○

(سورة يٰسين، رقم الآية: 51)

جب صور پھونکا جائے گا، قبروں سے نکل آئینگے۔ رب کی طرف دوڑنا شروع کر دینگے۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ م بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا.

کہیں گے ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا۔

ہمیں کس نے اٹھا دیا ہے، ہڈیوں کو کس نے جوڑا ہے، ان ہڈیوں میں مخ کس نے بھرا ہے، یہ گوشت کس نے لگایا ہے، ہمارے ہاتھ کس نے صحیح کئے ہیں۔

مَنْ بَعَثَنَا ...... ہمیں کس نے اٹھایا ہے۔

مِنْ مَّرْقَدِنَا...... ہماری قبروں سے کون ہمیں اٹھا کے لے آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (سورة يٰسين، رقم الآية:52)

یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا۔

اے بیوقوف لوگو! اے سادے لوگو! اے نہ جاننے والے لوگو! اسی کا تو رسول تم سے وعدہ کرتے تھے اور یہی بات تو میں بھی تم سے کہتا تھا:

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ ...... یہ رحمٰن کا وعدہ تھا، تمہیں اٹھایا جائے گا، ضرور تمہیں پیش کیا جائے گا۔ آج پوچھتے ہو کہ کون اٹھانے والا ہے، پہلے بتا دیا تھا کہ میں ہی تم کو اٹھاؤں گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (سورة ق، رقم الآية:20)

صور پھونکا جائے گا۔

یہ دوسرا ہے۔ پہلا جو ہے وہ اس آیت میں ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

(سورة النمل، رقم الآية:87)

اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرا جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں۔

صور جب پھونکا جائے گا ہر چیز پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔

دوسری آیت میں ہے (فَصَعِقَ) غشی کھا کے ہر زندہ چیز مر جائے گی۔ یہ پہلا اور اس کے چالیس سال بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ اپنے بال جھاڑتے ہوئے قبروں سے باہر نکل آئیں گے، پھر اکٹھے ہو جائیں گے۔

خالق کائنات نے فرمایا:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ......(سورۃ ق، رقم الآیۃ:20)

صور پھونکا گیا۔

جب باہر نکلتے ہیں تو پوچھتے ہیں۔

ذَالِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ۔ (سورۃ ق، رقم الآیۃ:20)

یہ وعید والا دن ہے۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔ (سورۃ ق، رقم الآیۃ: 22)

ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

آج ہم نے تیری آنکھوں کے پردے اتار دیئے۔ ہم دنیا میں تجھے کہتے تھے کہ قیامت آئے گی، حشر ہوگا، نشر ہوگا تو یوں دیکھتا تھا جیسے تیری نظر ہی کمزور ہے، ہماری طرف توجہ ہی نہیں کرتا تھا، آج نظر بڑی تیز ہوگئی ہے۔

﴿ہر جان کے ساتھ ایک گواہ﴾

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ○ ......(سورۃ ق، رقم الآیۃ: 21)

ہر نفس آگیا ہے اس کے ساتھ ایک سائق ہے، شہید ہے۔

سائق پیچھے سے ہانک کے لا رہا ہے۔ شہید گواہ بنا ہوا ہے۔ یا اللہ! اس نے فلاں گناہ بھی کیا ہے، فلاں گناہ بھی کیا ہے وہ ساتھ ساتھ گواہیاں دینے کو تیار ہیں۔

اس طرح جب حاضر ہو گئے ہیں۔

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ○

(سورۃ ق، رقم الآیۃ: 27)

اس کے ساتھی (شیطان) نے کہا ہمارے رب میں نے اسے سرکش نہ کیا ہاں یہ

آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔

تمہارا دوست جس کے پیچھے آج تم جان بھی دیتے ہو، جس کی بات مان کر نہ مسجد میں آتے ہو، نہ نماز پڑھتے ہو، نہ دین حق کی بات سنتے ہو۔ ان کے پاس بیٹھے رہتے ہو۔ وہ کہے گا یا اللہ! میں نے تو اس کو گمراہ نہیں کیا تھا، یہ خود گمراہ ہوا، میں نے اس کو نہیں بلایا تھا خود میرے پاس آ کے بیٹھتا تھا، میں نے کبھی بھی اس کو شرک کی یا فسق کی دعوت نہیں دی، یہ خود آیا تھا، میں نے اس کو نہیں بلایا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ ......(سورۃ ق، رقم الآیۃ:28)

میرے پاس مت جھگڑو۔

یہاں جھگڑنا شروع کر دیا ہے۔

قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِO (سورۃ ق، رقم الآیۃ:28)

میں نے وعید تم کو پہلے سنا دی تھی۔

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِO(سورۃ ق، رقم الآیۃ:29)

میں باتیں بدلتا نہیں ہوں اور نہ ہی بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔

حشر میں مسلمانوں کا انداز

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ......(سورۃ القلم، رقم الآیۃ:35)

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں گے۔

نہیں، ایک حساب نہیں ہو گا۔ جو آج میرے ہیں کل ان کیلئے خصوصی انتظام ہو گا۔ جنت ان کا انتظار کر رہی ہو گی، ان کے دروازوں کو ان کا انتظار ہو گا، حشر کے میدان ان کے قدم چوم رہے ہوں گے۔

ان کا مقام اور ہے۔ کیسا مقام ہے؟ فرمایا:

﴿ نیکوکار رب کے مہمان ﴾

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا......(سورۃ المریم، رقم الآیۃ:85)

جس دن ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر۔

ہم متقی لوگوں کو ڈیلی گیشن (Delegation) میں لے جائیں گے، ان کا وفد ہوگا، وہ مہمان کی شکل میں جائیں گے، ان کو مہمان بنا کے اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًاo

نیکوں کو جنت کی طرف جلوس کی شکل میں لے جایا جائے گا۔

حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا۔ (سورۃ الزمر رقم الآیۃ:73)

جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے۔

پہلے یہ ہے کہ جنت کو قریب کر دیا گیا۔ اب یہ ہے کہ یہ اس کی طرف پہنچے ہیں دونوں باتیں درست ہیں، اس کو قریب بھی کیا گیا۔ جس وقت جلوس سے ان کو داخل کیا جا رہا ہے۔ تھوڑا سا چل کے بھی لے جایا جا رہا ہے۔ جس طرح تم استقبال کرتے ہو، جب وہ گاڑیوں سے اتر جاتے ہیں تو آگے جا کے ان کا استقبال بھی کیا جاتا ہے، جنت کو قریب بھی کیا گیا اور پھر ان کے اعزاز کی خاطر ان کو تھوڑا سا چلایا بھی گیا ہے۔

حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ ......(سورۃ الزمر، رقم الآیۃ:73)

یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر۔

اے جنت کی طرف آنے والو! سلام ہو تم پر۔ ہم تمہیں خوش آمدید، مرحبا کہتے ہیں

جنت کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی، دروازہ مشتاق ہے، ہر دہلیز مشتاق ہے، ہر چیز مشتاق ہے، حضرت عمار کا جنت انتظار کر رہی ہے۔

یہ سارے لوگ جب آگے بڑھ رہے ہیں ان کیلئے گارڈ آف آنر (Guard of Honour) ہے۔فرشتوں کی قطاریں ہیں جو کہہ رہی ہیں۔

﴿صالحین سلامتی کے مستحق﴾

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ...... رب کی سلامتی تجھ پہ ہو۔تم خوش رہو۔

فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (سورة الزمر، رقم الآية: 73)

ہمیشہ کیلئے اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔

پھر دیکھو:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (سورة الحديد، رقم الآية 12)

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہے۔

وَبِاَيْمَانِهِمْ ...... تم دیکھو گے قیامت کے دن مومنوں کا مقام کیا ہے، ان کی شان کیا ہے، مومنوں کا مرتبہ کیا ہے، نور ان کے آگے پیچھے دوڑ رہا ہے، آنکھیں روشن، جبینیں روشن ہیں، اعضاء روشن ہیں، اس طرح محشر کے اندر ان کا نظارہ کیا جا رہا ہے۔

نور آنکھوں میں تو چہروں پہ اجالے ہوں گے
اور مصطفےٰ والوں کے انداز نرالے ہوں گے

﴿منافقین کی حالت﴾

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ (سورة الحديد، رقم الآية: 13)

حشر کا دن وہ دن ہے، جس میں منافق بھی بولیں گے اور منافقات بھی بولیں گی۔

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا...... ایمان والوں سے وہ کہیں گے۔

اُنْظُرُوْنَا...... ذرا نظر کرم تو کرو، ہماری طرف دیکھو تو سہی، ہم اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں، کوئی پرسان حال نہیں، ظلمت میں دبے جا رہے ہیں، ظلمت کے اندھیروں میں ہمارا بسیرا ہو چکا ہے، نور والو انظرونا ہمیں دیکھو تو سہی۔

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ...... تا کہ تمہارا کچھ نور ہم بھی لے جائیں، ہم بھی حاصل کر لیں

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ ...... (سورۃ الحدید، رقم الآیۃ: 13)

کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو۔

کہا جائے گا؟ دفع ہو جاؤ۔

دنیا میں نور مانتے نہیں تھے، آج نور کی خیرات مانگتے ہو۔ ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

بار بار اس دن کا تذکرہ کر رہا ہے:

قیامت کب آئے گی

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔ (سورۃ انشقاق، رقم الآیۃ:1)

جب آسمان پھٹ جائے گا۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۔ (سورۃ العکویر، آیت 1)

جب سورج بے نور ہو جائے گا۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ (سورۃ الانفطار، رقم الآیۃ:1)

آسمان کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (سورۃ الفجر، رقم الآیۃ :21)

جب زمین ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ (سورة ابراهيم، رقم الآية: 48)

جس دن زمین کو تبدیل کر دیا جائے گا۔

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ۔ (سورة الانبياء، رقم الآية: 104)

جس دن ہم آسمانوں کو لپیٹ دیں گے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ (سورة الزلزال، رقم الآية: 1)

جس دن زمین پہ کپکپاہٹ طاری ہو جائے گی۔

فَوَرَبِّكَ۔ محبوب مجھے تمہارے رب کی قسم۔

لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○ (سورة الحجر، رقم الآية: 92)

سب کو پوچھو گے، ہر ایک سے سوال ہوگا۔

یہ آج جو تمہیں تکلیف دے رہے ہیں ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے، ہر ایک سے پوچھا جائے گا جو یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔

﴿قیامت کے دن ہر ایک سے سوال﴾

خالق کائنات نے فرمایا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ○ (سورة الرحمن، رقم الآية: 39)

تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

بظاہر اس میں تعارض بنتے ہیں کہ انسان سے پوچھا جائے گا، نہ جن سے پوچھا جائے گا، کسی سے پوچھا ہی نہیں جائے گا، پھر حساب کیسے ہوگا۔ جب پوچھ ہی نہیں ہو گی تو ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

خالق کائنات نے دوسرے مقام پر فرمایا:

فَوَ رَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○(سورة الحجر، رقم الآية:92)

(اے محبوب) تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ(سورة الصفت، رقم الآية: 24)

ہم سب سے سوال کریں گے۔فرشتو! ان کو روکو، ان سے پوچھا جائے گا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ......(سورة يٰسين، رقم الآية: 49)

اے مجرمو! آج جدا ہو جاؤ۔

دنیا میں سب مل کر بیٹھتے تھے، ان کے ساتھ آ جاتے تھے، تمہیں جدا نہیں کیا جاتا تھا، ان کے صدقے تمہارا بھی گزارا ہوتا رہا، ان کے صدقے تمہارا گزارا تو ہوتا رہا لیکن آج مجرمو! جدا ہو جاؤ، سوال بھی پوچھا جائے۔

جہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ نہ جن سے سوال ہوگا نہ انسان سے سوال ہوگا۔سوال کی دو قسمیں ہیں۔ایک سوال وہ ہوتا ہے جو طلب علم کیلئے ہوتا ہے اور ایک سوال وہ ہوتا ہے جو ڈانٹ پلانے کیلئے ہوتا ہے۔طلب علم کیلئے سوال نہیں کیا جائے گا لیکن جھڑکی دینے کیلئے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔

فَوَ رَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○(سورة الحجر رقم الآية:92)

یہ جھڑکی بھرا سوال ہے۔

تم نے یہ کہا تھا، فلاں شام کو یہ کہا تھا، فلاں صبح کو یہ کہا تھا، لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، تو گپیں لگا رہا تھا، شراب پی رہا تھا، تو سینما گھر میں جا کے بیٹھا تھا۔یہ سوال جھڑکی کے انداز میں ہے اور جس سوال کی نفی کی جا رہی ہے یہ وہ سوال ہے جو طلب علم کیلئے کیا جاتا ہے۔

ہر ایک سے پوچھا جائے گا، اس کا سوال ہوگا اور پھر اس کا جواب دینا پڑیگا، ہر

ایک کے بارے میں ہر لمحے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِۚ

(سورۃ انشقاق، رقم الآیۃ: 6)

اے آدمی بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔

کہاں بھاگ کے جائے گا، ایک دن تو دوڑ کے میرے پاس آئے گا، میرے ساتھ ملاقات کرے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ......(سورۃ انفطار، رقم الآیۃ: 6)

اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔

رب کے بارے میں تجھے کس نے دھوکے میں ڈال دیا، وہ رحیم بھی ہے کریم بھی ہے، پالنے والا بھی ہے اور عزتیں دینے والا بھی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ......(سورۃ الانفطار، رقم الآیۃ: 7)

تجھے پیدا بھی فرمایا، تجھے ہموار بنایا اور پھر موزوں اعضاء دیئے۔ اگر وہ ایک طرف ٹیڑھے کر دیتا تو تم کیا کر سکتے تھے۔ اگر وہ تمہارے اعضاء کو الٹا بنا دیتا، کان آگے لگا دیتا، آنکھیں پیچھے لگا دیتا تو تم کیا کر سکتے تھے جس نے تمہیں اتنا خوبصورت بنایا ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ

آدم علیہ السلام کو اپنی بے کیف صورت پہ بنایا۔

اتنا اس نے تمہیں نوازا ہے پھر بھی تم اس کے بارے میں بھلکے میں پڑ گئے ہو۔

اے انسان! تجھے خدا سے کس نے بھلا دیا۔ اگر انسان سے خدا کو پیار نہ ہوتا بار بار

انسان، انسان کہہ کے اس کو آواز نہ دیتا۔

یاآیُّھَا الْاِنْسَانُ، یاآیُّھَا الْاِنْسَانُ

بار بار یہ فرما رہا ہے کہ تجھے میں نے مخصوص بنایا ہے۔ لہٰذا کسی غلط فہمی نہ رہنا، تیاری کرلو ہر بات کا جواب دینا ہے۔

﴿قیامت کے دن کیا ہوگا؟﴾

خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُo وَ خَسَفَ الْقَمَرُo وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُo یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّo کَلَّا لَا وَزَرَo اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرّ......(سورۃ القیمۃ رقم الآیۃ: (7,8,9,10,11,12

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُo وَ خَسَفَ الْقَمَرُo

جس وقت آنکھیں چندھیا جائیں گی، چاند بے نور ہو جائے گا۔

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُo

چاند اور سورج کو جمع کر دیا جائے گا، چاند مغرب سے طلوع ہوتا ہے تو سورج کو بھی مغرب میں پہنچا دیا جائے گا۔

یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرّ

اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں۔

بتاؤ تو سہی کہ تم کہاں بھاگ کے جاؤ گے۔

اَیْنَ الْمَفَرُّ......

انسان کہے گا آج کہاں بھاگ کے جاؤں، کون مجھے پناہ دے۔

اللہ فرماتا ہے: کَلَّا......

آج کوئی بھی تجھے پناہ نہیں دے سکتا۔ آج کوئی تجھے پناہ میں نہیں لے سکتا۔

اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ......

آج تجھے رب کے ہاں ضرور حاضر ہونا ہے۔

اے انسان! اور اس کیلئے اگر تیاری کر رہے ہو۔

﴿خوف الٰہی پر دو جنتیں﴾

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (سورۃ الرحمن، رقم الآیۃ: 46)

جو دنیا میں ڈرتا ہے کہ میں رب کے سامنے حاضر کیسے ہوں گا، کتنا بڑا حاکم ہے، کتنی قدرتوں والا ہے، اس کے کتنے مجھ پر احسانات ہیں، مجھے شرمندگی ہوگی، میں نے اس کا حکم نہ مانا، اس سے ڈرتا رہتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے میں اس کو دو جنتیں عطا فرما دوں گا، اس کو خلافت بھی دوں گا۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ (سورۃ ابراھیم، رقم الآیۃ: 14)

یہ اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے۔

جو دنیا میں میری بارگاہ کی حاضری سے ڈرتا تھا کہ میں کیسے اس کے سامنے پیش ہوں گا، اس کے ہر لمحہ مجھ پر کروڑوں احسانات ہیں اور میں نے کتنی بار ناشکری کی ہے۔

جو اس سائے میں اپنے آپ کو رکھتا ہے پھر غافل نہیں ہوتا، بھٹکتا نہیں، خالق کائنات اسے جنتوں کا وارث بھی بناتا ہے اور اپنی خلافت بھی دیتا ہے۔

﴿جہنمیوں کیلئے پانی﴾

اللہ تعالیٰ نے مزید اس مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ (سورۃ ابراھیم، رقم الآیۃ: 16)

اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

یاد کرو جب پیپ پلایا جائے گا۔

یَتَجَرَّعُهٗ......چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے گا۔

وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُهٗ،......(سورة ابراهيم، رقم الآية: 17)

مگر حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا۔

جہنمیوں کو پیپ پینے کو دیا جا رہا ہے۔

وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ......(سورة ابراهيم، رقم الآية: 17)

ہر طرف سے موت آ رہی ہے

حال یہ ہے۔

لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی......(سورة الاعلیٰ، رقم الآية: 13)

نہ مر سکتا ہے، نہ جی سکتا ہے۔

نہ مر سکتا ہے نہ زندگی کا کوئی مزہ ہے۔ آج تو جب غم آتے ہیں، آج تو جب ہوا تیز ہوتی ہے، آج جب ماحول میں تپش آتی ہے تو کہتا ہے کہ کاش میں مر جاتا۔ ان غموں سے آزاد ہو جاتا وہاں تو مر بھی نہیں سکے گا۔

لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی۔(سورة الاعلیٰ، رقم الآية: 13)

نہ مر سکتا ہے نہ زندہ رہ سکتا ہے۔

ایسے عذاب میں مبتلا ہو چکا ہے ایسے حال میں اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ فرمایا:

جہنمیوں کا کھانا

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ......(سورة الدخان، رقم الآية: 43)

بے شک تھور کا درخت

طَعَامُ الْاَثِیْمِ۔......گنہگار کا کھانا ہے۔

یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ......گلے ہوئے تانبے کی طرح ہے۔

يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ۔ ......(سورة الدخان، رقم الآية: 45,46)

پیٹوں میں یوں جوش مارے گا جیسے ہنڈیا میں پانی جوش مارتا ہے۔

گلا ہوا تانبا ہے، گلی ہوئی دھات ہے، وہ تھور کا درخت ہے، ان کو کھلایا جا رہا ہے، پلایا جا رہا ہے۔ یہ اس انداز کے ساتھ کہ ہر طرف سے موت حملہ کر رہی ہے۔ پھر

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ......(سورة محمد، رقم الآية 15)

جب گرم پانی پلایا جائے گا تو وہ آنتوں کو کاٹ دے گا۔

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ ......(سورة الفرقان، رقم الآية: 34)

ان کا ٹھکانا سب سے برا اور وہ سب سے گمراہ۔

اس سے بری کوئی رہائش نہیں ہو سکتی کہ جس میں ہر طرف سے موت کا حملہ ہو، اتنی سختی ہے کہ ہر لحہ جلد تبدیل ہو رہی ہے، پہلی جلتی ہے نئی دے دی جاتی ہے، آنتیں کاٹی جا رہی ہیں اور حال یہ ہے۔

جہنم میں مجرموں کی حالت

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ...... (سورة ابراهيم، رقم الآية: 49)

آپ مجرمین کو دیکھیں گے کہ وہ کس حال میں ہیں۔

يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۔......(سورة ابراهيم، رقم الآية: 49)

ان کو بیڑیوں میں جکڑ دیا گیا ہے۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ......(سورة ابراهيم، رقم الآية: 50)

(ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے)

تارکول سے ان کی قمیض بنائی گئی ہے تاکہ ان کو آگ بھی جلدی لگے، ان کا احاطہ بھی اچھی طرح کرتی رہے، ایسی قمیض آگ کی ان کو پہنا دی گئی ہے۔

جنتیوں کے انعامات

جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں رکھتے ہیں، سرکار کا حکم ماننے والے ہیں، اللہ فرماتا ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًاo حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًاo وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًاo

(سورۃ النباء، رقم الآیۃ: 31,32,33)

(بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے، باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام)

فرمایا یہ جو متقی لوگ ہیں ان کیلئے جنتیں سجا کے رکھی ہیں، وہاں پر صوفے لگے ہوئے ہیں وہاں ندیاں رواں ہیں۔

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا......

باغات ہیں، انگور ہیں

حال یہ ہے جہاں بیٹھا ہے، دل میں خیال آتا ہے تو پھل منہ کے قریب آجاتا ہے۔

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ: 17)

غلام ارد گرد پھر رہے ہیں۔

خدمت کیلئے بچے ہیں، پانی پلانے کیلئے غلام ہیں، اتنا علم خدا نے ان کو دیا ہے، اتنا ہی پانی گلاس میں ڈالتے ہیں جتنی آپ کو پیاس ہوگی، جس وقت انسان پی لے اور پانی بچ جائے تو اس کو یہ بات اتنی پسند نہیں آتی، اور بچ جائے تو یہ بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ خدا نے ان وِلْدَان کو ایسا علم دے رکھا ہے کہ جتنی پیاس ہوگی اتنا ہی وہ ڈالیں گے۔

پھر یہ بھی اہتمام ہے جس جگہ آپ بیٹھے ہوں وہیں سے چشمہ بھی پھوٹ پڑے گا۔

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًاo وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا......(سورۃ النباء، رقم الآیۃ: 32,33)

تمہارے لئے وہاں پر جوبن والیاں رکھی گئی ہیں۔

وَ کَاسًا دِھَاقًا ...... چھلکتا جام بھی موجود ہے۔

خالق کائنات نے تمہارے لئے سب سے بڑھ کر اپنا دیدار رکھا ہے۔ فرمایا ''لوگ دنیا میں میرے لئے جیتے رہے، میری بات مانتے رہے، آج ان کو مجرموں کی طرح نہیں رکھا جائے گا، ان کیلئے خصوصی اہتمام کیا جائے گا۔

﴿ کانوں کا صحیح استعمال ﴾

جس طرح کا عمل ہے ویسے ہی اس کی جزاء ہے، کچھ عمل کانوں کے ہیں، کچھ عمل زبانوں کے ہیں، کچھ عمل آنکھوں کے ہیں۔ آج جو انسان اپنی زبان کو محفوظ رکھتا ہے، اپنے کان کو محفوظ رکھتا ہے، اپنی آنکھ کو محفوظ رکھتا ہے، اللہ ہر ایک عضو کو علیحدہ اجر دے گا۔ دیکھو اگر آج کان گندے ہو گئے، گانا بجانا کانوں میں پڑ رہا ہے، وہ شیطان کا بول ہے، بندے کے کان گندے ہو جاتے ہیں۔

﴿ گانا سننے کا وبال ﴾

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صَوْتُ اللَّهْوِ وَ الْغِنَآءِ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ ...... (مشکوٰۃ: ص:411)

گانے بجانے کی آواز سے دل میں منافقت پیدا ہوتی ہے۔

لَاَنْ يَّمْتَلِئَى جَوْفُ الرَّجُلِ قَيْحاً خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَى شِعْراً

(مشکوٰۃ المصابیح: ص:409 قدیمی کتب خانہ کراچی)

کوئی گانا کسی کو آتا ہو اس سے تو یہ بہتر ہے کہ اس کا پیٹ پیپ سے بھر جائے۔

آج یہ لوگ جو اپنے کانوں کو گندہ کر رہے ہیں۔

مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى صَوْتِ غِنَاءٍ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ اَنْ يَّسْمَعَ الرُّحَانِيِّيْنَ

یہ روحانیوں کی آواز نہیں سن سکیں گے۔

مَنِ الرُّوحَانِیُّوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یارسول اللہ! وہ روحانی کون ہیں؟

تو فرمایا!

قُرَّاءُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ......(تفسیر درالمنثور سورۃ الروم رقم الآیۃ 14)

وہ جنت کے قاری ہیں۔

جنت کے قاری ہوں، قرآن پڑھ رہے ہوں، نغمہ جبریل کی تلاوت ہو رہی ہو، لفظ لفظ قرآن پڑھا جا رہا ہو، ذوق ترتیل کے انداز کیسے ہوں گے!۔ فرمایا ''چونکہ انہوں نے دنیا میں کانوں کو بچا کے رکھا تھا، کانوں کا علیحدہ انعام ہوگا۔

﴿کان محفوظ رکھنے پر انعام﴾

اَیْنَ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُنَزِّھُوْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَسْمَاعَھُمْ عَنِ اللَّھْوِ وَ مَزَامِیْرِ الشَّیْطَانِ

اللہ اعلان فرمائیگا! اے فرشتو!

میرے وہ بندے کہاں ہیں جو کانوں کو سنبھال کر رکھتے تھے، کانوں کو بچا کے رکھتے تھے، اپنے کانوں کو گندہ نہیں ہونے دیتے تھے، ان کو اکٹھا کرو۔

وَاَدْخِلُوْھُمْ فِیْ رِیَاضِ الْمِسْکِ......(الجامع لاحکام القرآن جلد2، ص51)

ان کو کستوری کے باغوں میں داخل کردو۔

وَاَسْمِعُوْھُمْ حَمْدِیْ وَشُکْرِیْ وَثَنَائِیْ

اے فرشتو! آج تم ان کو میری تسبیح سناؤ، انہوں نے دنیا میں اپنے کانوں کو فلمی ایکٹروں اور منحوس لوگوں کی آوازوں سے بچا کر رکھا تھا، آج تمہاری ڈیوٹی یہ ہے ان کو

کستوری کے ٹیلہ پہ بٹھا کے میری تسبیح ان کو سناؤ۔

اسی طرح ہر عضو کیلئے انعام ہے۔ جو آنکھ گندی جگہ سے بچتی ہے نامحرم چراگاہ میں نہیں چرتی، آنکھ کا مالک اس کو بچا کے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ایسی پاک آنکھ والو! حشر میں تمہیں اپنا دیدار عطا کر دوں گا۔

﴿قرب خداوندی کا منفرد انداز﴾

خالق کائنات نے ہمیں یہ فکر دی اور ہمارے سامنے اس بات کو واضح کیا کہ حساب ضرور ہوگا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ انسان کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے کہ اے انسان! تم سے گناہ ہو جاتا ہے اور جب تو گناہ میں ڈوب جائے اور گندگی میں ملوث ہو جائے تو پھر بھی مجھ سے ناامید نہ ہونا۔ اگرچہ میں نے تمہیں پیدا کیا، کھانے کو دیا، تمہیں اپنا نصاب دیا، تم نے میری بات نہ مانی، نافرمانی کر کے مجھ سے دور ہو گئے لیکن پھر بھی جب واپس ایک قدم اٹھاؤ گے تو میری رحمت دس قدم بڑھ کے آ جائے گی۔

مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً

جو ایک بالشت میرے قریب آتا ہے میں ایک گز اس کے قریب آ جاتا ہوں۔ حالانکہ وہ قریب ہونے سے پاک ہے، وہ پہلے ہی قریب ہے، اس طرح وہ آنے سے پاک ہے۔

مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعاً

(مشکوٰۃ المصابیح باب ذکر الله عزوجل الفصل الاول : ص:196)

جو ایک گز میرے قریب آتا ہے، میں دو گز اس کے قریب آ جاتا ہوں۔

وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً......

جو پیدل چل کے آتا ہے میں اپنی شان کے مطابق دوڑ کے آتا ہوں۔

وہ دوڑنے سے پاک ہے، اسی طرح دور سے قریب ہونے سے پاک ہے، اللہ تعالیٰ رحمت کی کثرت بیان کر رہا کہ اے گنہگار! ٹھیک ہے تو میرا نافرمان بنا، دور چلا گیا، شیطان کے اشاروں پہ ناچتا رہا مگر آج بھی جب تو واپس پلٹا ہے تو میں تمہیں دھتکاروں گا نہیں، واپس آ کے تو دیکھ، توبہ کر کے تو دیکھ، واپس پلٹ کے آ جا۔ تو تھوڑا سا آئے گا میں زیادہ قریب ہو جاؤں گا۔

﴿توبہ کی فضیلت﴾

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہروِ منزل ہی نہیں

توبہ کر کے تو دیکھ، واپس آ کے تو دیکھ، توبہ کا معنی ہوتا ہے لوٹنا، پلٹنا، رجوع کرنا۔ انسان ایک راستہ پہ جاتا ہے، اس کو پتہ نہیں، اس نے جانا لاہور تھا وہ جا کراچی کی طرف رہا تھا، ایک گھنٹہ اس کو کراچی کے راستہ پر سفر کرتے ہو چکا تھا، کسی نے اس کو بتایا یہ راستہ تو کراچی کو جاتا ہے۔ ایک گھنٹہ ضائع ہونے پر اس کو اتنا افسوس ہے۔ کہتا ہے کاش کہ میں سیدھے راستہ پر چلتا۔ افسوس بھی ہے، شرمندہ بھی ہے کہ لوگ کہیں گے اس کو پتہ نہیں کہ لاہور کا راستہ کون سا ہے؟ کراچی کا راستہ کون سا ہے؟ ایک گھنٹے پر افسوس بھی ہوتا ہے، شرمندگی بھی ہوتی ہے۔ میرے بھائی ایک گھنٹہ تو نہیں چالیس سال زندگی کے گزر گئے، پچاس سال گزر گئے، گناہوں کی راہ کے اندر ستر سال گزر گئے۔ آج تک یہ خیال ہی پیدا نہ ہوا کہ یہ حرم کا راستہ نہیں یہ تو بت کدے کا راستہ ہے، یہ رحمٰن کا راستہ نہیں یہ تو شیطان کا راستہ ہے۔ اتنے سال گزر جانے کے باوجود شرم نہیں آ رہی، کوئی افسوس بھی نہیں ہو رہا، جس کو افسوس ہوتا ہے وہ پلٹنے کی کوشش کرتا ہے، میں نے تو اور جگہ جانا تھا لیکن میں اور راستہ پہ جا رہا ہوں۔ جب ٹھہرتا ہے، واپس

منہ کرتا ہے، ابھی واپس پہنچا نہیں، رجوع کا ارادہ کیا ہے۔

اللہ فرماتا ہے: ''آ تو صحیح، رحمت تیرے استقبال کو کھڑی ہے'' حالانکہ اس کا قبول کر لینا ہی کافی تھا کہ اس گنہگار نے نافرمانی کی، سرکشی کی ہے، آج واپس لوٹا ہے۔ اس کا کھاتا رہا، اس کا پیتا رہا، اس کی ناشکری کی ہے، اگر وہ صرف قبول ہی کر لے تو یہ بھی بڑا احسان ہے لیکن وہ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ...... (سورة البقره، رقم الآية:222)

(بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو)

اے لوگو! واپس لوٹو گے تو تمہاری توبہ صرف قبول ہی نہیں کروں گا بلکہ تمہیں محبوب بھی بنا لوں گا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (سورة البقره، رقم الآية:222)

اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، پیار کرتا ہے۔

یہ گناہوں میں لتھڑا ہوا انسان جب واپس پلٹا ہے، خدا نے یہ نہیں کہا پیچھے ہٹ جاؤ اتنی دیر کہاں رہے ہو، اب تمہیں یاد آیا۔ جونہی شرمندہ ہوا ہے، واپس آیا ہے، اللہ کی رحمت نے گلے سے لگا لیا ہے۔

غیرت خداوندی کیا ہے؟

بات بڑی عجیب سی ہے خالق کائنات کا اس طرح قبول کر لینا ہی کافی تھا لیکن حال کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ (مشکوٰۃ المصابیح، باب اللعان الفصل الاول ص:287)

کہ حضرت سعد کی غیرت کی بات کرتے ہو۔

وَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ......

میں حضرت سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں۔

وَاللّٰہِ اَغْیَرُ مِنِّیْ......

اور مجھ سے میرا رب زیادہ غیرت والا ہے۔

صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرت تو ایک انسانی صفت ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے بارے میں بندہ یہ چاہتا ہے کہ کسی اور کے سامنے یہ واضح نہ ہوں، ان پر اس کی غیرت ہوتی ہے جیسے اپنے خاص خاص رشتوں کے بارے میں۔ اللہ کی غیرت کیا ہے؟ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ اَجْلِ غَیْرَۃِ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ

(مشکوٰۃ المصابیح، باب اللعان، الفصل الاول: ص: 286)

میرے خدا کی غیرت یہ ہے۔ وہ کہتا ہے لوگو! پیدا تمہیں میں نے کیا اور کھڑا تمہیں شیطان کے [illegible]یکھا ہوں، یہ میری غیرت پہ حملہ ہے۔ پیدا تم کو میں نے کیا ہے، کھانے کو تمہیں میں دیتا ہوں، باتیں تم شیطان کی مانتے ہو۔ میں نے حکم دیا، میرا حکم نہیں مانتے، اس کے اشاروں پہ چلتے ہو، اس کی باتیں مانتے ہو۔ جس کو تم اپنا خادم بنا لیتے ہو اس کو تم تھوڑا سا کھانے کو دیتے ہو، تھوڑا سا اس کو پینے کو دیتے ہو، تھوڑی سی اس کو تنخواہ دیتے ہو، اسے کہہ دیتے ہو باقی سب کچھ کرتا رہے لیکن فلاں ادارے میں نہیں جا سکتا، وہ ہمارے دشمن کا ادارہ ہے، ان چوہدریوں کے پاس نہیں بیٹھ سکتا وہ ہمارے دشمن ہیں اور سب کچھ کرتا رہے، ہر جگہ پھرتا رہے مگر اس گلی میں نہیں جا سکتا، ہمارے دشمن ہیں، تو کبھی بھی ان کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتا، کبھی بھی ان کے ساتھ ہنس نہیں سکتا، کبھی بھی ان کے ساتھ معاملہ نہیں کر سکتا۔ تم اپنے خادم سے، جس کو تھوڑا سا دیتے ہو، یہ مطالبہ کرتے ہو۔

اللہ فرماتا ہے میں نے تمہیں تھوڑا سا تو نہیں دیا، سب کچھ تمہارے لئے بنایا ہے، تم کیوں میرے دشمن کے ساتھ پینگیں چڑھاتے ہیں، ان کے پاس جا کے بیٹھ جاتے ہو، ان کے ساتھ معانقہ کرتے ہو، شیطان کے ساتھ جا کر خوشیاں مناتے ہو، یہ میری غیرت کا مسئلہ ہے۔ جب بندے میرے ہو تو بات بھی میری ہی مانا کرو۔ اتنا سخت معاملہ تھا اس سے واپس لیکن جب انسان پلٹا، اس نے رجوع کیا تو خالق کائنات کی رحمت نے بڑھ کے اس کا استقبال کیا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا:

اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار الفصل الثالث ص: 206)

جس نے پکی توبہ کر لی اس نے گویا کوئی گناہ کیا ہی نہیں تھا، اس کا کوئی گناہ ہی نہیں تھا۔ میرے بھائیو!

فکر آخرت کا یہ مرحلہ ہمارے لئے بڑا قیمتی ہے۔ آؤ اپنے سارے اعمال اور اپنے سارے گناہوں کو یاد کرتے ہوئے اس وقت توبہ کر لیں، اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگ لیں، توبہ کر لیں، جو جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کو شمار تو کریں۔

مومن اور منافق میں فرق

محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا:

مومن اور منافق میں یہ فرق ہے کہ گناہ تو دونوں سے ہو جاتا ہے مگر مومن سے جب گناہ ہو جائے تو گناہ کے بعد لمبی تان کے سو نہیں جاتا، پریشان ہوتا ہے، پشیمان ہوتا ہے۔ تھر تھر کانپتا ہے، اشک بہاتا ہے، وہ اس میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ کیسے؟

فرمایا:

كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَّخَافُ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ

(الصحيح البخاری کتاب الدعوات باب التوبة رقم الحديث : 5833)

پہاڑ سے کوئی بھاری پتھر نیچے آ رہا ہو، نیچے ایک بندہ جکڑا ہوا پڑا ہو، وہ دیکھ رہا ہے کہ پتھر بالکل میرے اوپر آ رہا ہے، اگر مجھ پہ گر پڑا تو میری ایک ہڈی بھی باقی نہیں بچے گی، کوئی نشان باقی نہیں بچے گا، اتنا بھاری پتھر ہے، وہ روتا ہے، چلاتا ہے، کوئی مجھے اٹھائے اور اس بھاری پتھر کے نیچے آنے سے دور کر دے۔ فرمایا جب بندہ مومن سے گناہ ہو جائے تو اس کا ہاضمہ تیز نہیں ہوتا کہ گناہ کرتا رہے، کبھی توبہ ہی نہ کرے، کبھی معافی نہ مانگے، وہ دن کے گناہ، رات کے گناہ، ہفتے کے گناہ، مہینے کے گناہ وہ شمار ہی نہیں کرتا۔ بڑے گناہوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ فرمایا مومن کی یہ شان نہیں ہو سکتی اس سے اگر چھوٹا سا گناہ بھی ہو جائے تو توبہ کیلئے تڑپ جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہ گناہ اگرچہ چھوٹا سا ہے مگر یہ بھاری پتھر ہے، اگر یہ میرے اوپر گر پڑا تو میری ایک ہڈی بھی باقی نہیں بچے گی۔

اِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ وَقَعَ عَلٰى اَنْفِهٖ

(الصحيح البخاری کتاب الدعوات باب التوبة رقم الحديث : 5833)

سرکار ﷺ فرماتے ہیں منافق یوں ہے کہ وہ گناہ کو مکھی سمجھتا ہے، ناک پہ بیٹھی اور اس نے ہاتھ سے اڑا دی، نہ اس کی توبہ کرتا ہے نہ اس کا حساب کرتا ہے۔

ہم نے یہ سوچنا ہے کہ ہمارا رویہ کیا ہے؟ ہمارا اسلوب کیا ہے؟ ہمارا طریقہ کیا ہے؟ اگر معاذ اللہ ہم سے گناہ ہو جائے تو اس وقت ہماری حالت کیا ہوتی ہے؟ کیا ہم فوراً توبہ کی طرف مائل ہوتے ہیں؟ اللہ کو پکارتے ہیں، اشک بہاتے ہیں یا ہمیں کوئی خبر ہی نہیں ہوتی، گناہ تہہ در تہہ جمع ہو رہے ہیں، اگر ایسا معاملہ ہے تو پھر اس "عملی نفاق" سے پیچھے ہٹنے کیلئے توبہ کر لینی چاہئے۔

خالق کائنات کے محبوب علیہ السلام نے بندہ مومن کا یہ شعار بتایا ہے۔ فرمایا وہ گناہوں کو ہضم نہیں کرتا، معمولی نہیں سمجھتا بلکہ اس کو بہت بڑا سمجھتے ہوئے توبہ کرتا ہے۔ سرکار فرماتے ہیں کہ جس نے آنکھ سے ایک اشک بہایا اگر چہ مکھی کے سر جتنا تھا، اللہ نے اس رخسار کو جہنم پہ حرام فرما دیا۔

﴿رب کے ہاں رونے کا مقام﴾

چھوٹا سا آنسو، مکھی کے سر جتنا آنسو، وہ بھی اتنا کام کر جائے گا اور اگر کسی جگہ تنہائی میں بیٹھ کر آنسو برسنے لگیں اور آواز پیدا ہو جائے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَاَ نِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ زَجْلِ الْمُسَبِّحِيْنَ

(التفسیر روح المعانی سورۃالقدر رقم الآیۃ:4)

فرمایا تسبیح کرنے والے کی تسبیح کی آواز ملنے سے ایک ردھم پیدا ہوتی ہے، ایک آواز کی لہر پیدا ہوتی ہے، اللہ کو اس رونے کی آواز اچھی لگتی ہے جو ریا سے نہیں بلکہ اس کے ڈر سے رونے پر پیدا ہو۔ خالق کائنات اس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ تسبیح کی آواز کو بھی اتنا پسند نہیں کرتا۔

﴿پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو﴾

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُهُ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَ حَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب المرقاق الفصل الثانی :ص :441 قدیمی کتاب خانہ کراچی)

آج وقت ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہمارے سامنے ہے۔

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ...... پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو۔

اس بھروسے پہ نہ رہو کہ اب جوان ہیں، بوڑھے ہوں گے تو نمازی بن جائیں گے، بوڑھے ہونگے تو روزے رکھا کریں گے، بوڑھے ہوں گے تو داڑھی رکھ لیں گے، بوڑھے ہوں گے تو اسلامی رنگ لے آئیں گے۔ کس نے تمہیں بتایا ہے کہ تم بوڑھے ہو گے، دوسری سانس کا بھی کوئی پتہ نہیں، کوئی پتہ نہیں کل کے دن کا بھی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ۔

پانچ چیزوں کے آ جانے سے پہلے پانچ کو غنیمت سمجھو کیا۔

(1)

﴿جوانی بڑھاپے سے پہلے غنیمت﴾

شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ......

جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت سمجھو۔

آج جوان ہو، صحت اچھی ہے، جی بھر کے قیام کر سکتے ہو اور سجدے کر سکتے ہو، نفلی روزے بھی رکھ سکتے ہو، جہاد بھی کر سکتے ہو، اپنی اس جوانی کو بے لگام نہ رکھو۔ تقویٰ کے سائے کے نیچے لے آؤ۔ جس وقت تقوے کے سائے کے نیچے لاؤ گے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿سات خوش نصیب﴾

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ

(الصحیح البخاری کتاب الزکوۃ باب الصدقة بالیمین جلد1 ، ص: 191 رقم الحدیث:1334)

فرمایا "سات انسان وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سائے کے

نیچے جگہ عطا فرمائے گا، ان میں سے ایک
"شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ"
وہ جوان ہے جس نے ابھرتی جوانی تقوے کے سائے میں گزاری ہے۔
جس نے جوانی کو رسوا نہیں ہونے دیا، اپنی جوانی کو بے لگام نہیں ہونے دیا۔ جوان تھا پھر بھی متقی تھا، پرہیزگار تھا، اس کی ادائیں نیکوں والی تھیں، وہ اپنی جوانی کو لگام دے کے زندگی بسر کرتا رہا۔ فرمایا "یہ جوان اتنا عظیم انسان ہے کہ بڑے بڑے تاجور جہنم اور محشر کی گرمی میں جھلس رہے ہوں گے مگر یہ جوان اللہ کے سائے کے مزے لوٹ رہا ہوگا۔

(2)

﴿صحت بیماری سے پہلے غنیمت﴾

صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ......
اپنی صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت سمجھو، کیا پتہ کل تمہاری کمر جھک ہی نہ سکے، ایسا کوئی مرض لگ جائے۔ آج جب جھک سکتی ہے تو اسے اللہ کی بارگاہ میں جھکاؤ۔ کیا خبر ہے کل تمہارا وضو ہی نہ رہ سکے، کیا خبر کل تم بیٹھ ہی نہ سکو، اتنے درد میں مبتلا ہو جاؤ۔ لہٰذا اپنی صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو، اپنی صحت کو جو اللہ نے تم کو دی ہے شیطان کی راہوں میں صرف کرنا اچھا نہیں ہے، رحمان کی وادیوں میں صرف کرلیں تو کتنا اچھا ہے۔

(3)

﴿غنٰی فقر سے پہلے غنیمت﴾

غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ......
اپنی دولت کو بھوکا ہونے سے پہلے غنیمت سمجھو۔ وہ وقت آجائے کہ دولت پاس نہ

رہے دولت تو ڈھلتا سایہ ہے کیا پتہ کل یہ تیرے پاس نہ رہے۔ ایسا کیس بن جائے، ایسی بیماریاں آ جائیں، ایک درہم بھی تیرے پاس نہ رہے، ایک پیسہ بھی تیرے پاس نہ رہے۔ لہٰذا اس فقر کے آ جانے سے پہلے اپنی اس دولت کو غنیمت سمجھو، اس کو خرچ کر کے اللہ کی رضا مندی حاصل کرلو۔

(4)

﴿فراغت مشغول سے پہلے غنیمت﴾

فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ......

اپنے فارغ ہونے کو مشغول ہونے سے پہلے غنیمت سمجھو۔ کل اس سے ڈبل مصروفیت آ جائے، کل رات کو بھی تمہیں آرام کرنے کا وقت نہ ملے۔ آج وقت ہے اپنی فراغت کو مشغول ہونے سے پہلے غنیمت سمجھو۔ کوئی پتہ نہیں عذاب بامشقت آ جائے، کتنے کام آ جائیں، کتنی الجھنیں آ جائیں، کتنی مصیبتوں کے طوفان تمہیں نیست و نابود کر دیں۔ اس سے پہلے یہ وقت جو آج تمہارے پاس ہے اس کو غنیمت سمجھو، اس کو گپوں میں، واہیات باتوں میں نہیں ضائع کرو، رزق حلال حاصل کرنے میں گزار دو اور اللہ کی عبادت میں گزار دو۔

(5)

﴿حیات موت سے پہلے غنیمت﴾

حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ......

فرمایا "اپنی حیات کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو، زندگی ایک پرائی چیز ہے، موت سے پہلے اس کو غنیمت سمجھو۔

موت کا تصور

جامع ترمذی میں حدیث شریف ہے:

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَاٰی النَّاسَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کچھ صحابہ کرام کو دیکھا۔

کَاَنَّھُمْ یَکْتَشِرُوْنَ ......ان کی باچھیں کھلی ہوئی ہیں، وہ ہنس رہے ہیں، شاید کوئی نو مسلم اور ابتدائی مراحل والے لوگ ہوں گے۔ جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

اَمَا اَنَّکُمْ لَوْ اَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّا اَرٰی

(مشکوٰۃ المصابیح باب البکاء و الخوف الفصل الثانی ص: 457)

(السنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ و الرقائق باب ما جاء فی صفۃ الاوانی الحوض رقم الحدیث: 2384)

اے میرے صحابہ کاش اس چیز کو یاد رکھتے جو انسان کے پرخچے اڑا دیتی ہے، جو انسان کی شہوتوں کو ملیا میٹ کرتی ہے۔ کاش تم اس کو یاد رکھتے تو میں تمہیں اس حالت میں نہ دیکھتا جس میں میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ وہ چوری نہیں کر رہے تھے، ڈاکہ نہیں ڈال رہے تھے، کسی برائی میں مصروف نہیں تھے، صرف معمولی سی غفلت میں دیکھا، ہنس رہے تھے۔ فرمایا میرے صحابہ تمہیں خبر نہیں ہے کہ

ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ......کیا چیز ہے؟ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَوْتِ...... وہ موت ہے جو لذتوں کے پرخچے اڑا دیتی ہے، موت کا تصور انسان کو انجمن میں بھی تنہا بنا دیتا ہے، انسان کے سارے مزے کرکرے ہو جاتے ہیں، ساری شہوتوں کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے، انسان موت کو یاد کرتا ہے، پھر ہنسنا بھول جاتا ہے، رونا اس کو یاد آ جاتا ہے۔ اگر تم موت کو یاد کرتے ہوتے تو میں تمہیں یوں نہ دیکھتا۔ موت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان موت موت کرتا رہے۔

نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اجنبی سمجھے، پردیسی سمجھے، اپنے آپ کو چند دنوں کا مہمان سمجھے، ہر سانس آخری سانس سمجھے، ہر دن آخری دن سمجھے، ہر رات آخری رات سمجھے، ہر نماز آخری نماز سمجھے، ہر اجتماع آخری اجتماع سمجھے، ہر کارِ خیر آخری سمجھے اور جب آخری سمجھے گا تو پھر یہ کہے گا، آج تو جی بھر کے جاگ لوں، آج تو جی بھر کے صدقہ کرلوں، آج تو جی بھر کے پڑھ لوں، آج تو جی بھر کے اپنے رب کو راضی کرلوں۔ روزانہ ہر لمحے کو جب یوں یاد رکھتا ہے تو پھر اس سے فرق کیا پڑتا ہے۔

﴿دل زنگ آلود﴾

محبوب علیہ السلام ارشاد فرما رہے تھے:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ كَمَا يَصْدَاُ الْحَدِيْدُ۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث ص :189)

لوگو دلوں کو زنگ لگتا ہے جیسے لوہے کو زنگ لگتا ہے۔

لوہے کو زنگ کیسے لگتا ہے۔

اِذَا اَصَابَهُ الْمَآءُ

جب لوہے کو پانی لگتا ہے تو لوہے کو زنگ لگتا ہے۔ لوہا جو پہلے چمکیلا تھا زنگ سے بے نور ہو گیا۔ وہ لوہا جو پہلے لاکھوں ٹن وزن اٹھا سکتا تھا، زنگ سے جل کے راکھ ہو گیا، اب ایک چھٹانک بھی وزن اٹھا نہیں سکتا۔ یہ محبوب علیہ السلام کا اندازِ تمثیل ہے کہ غیر محسوس کو محسوس چیز سے تشبیہ دے کر مسئلہ سمجھا دیتے تھے۔ فرمایا ”لوہے کا زنگ جسے آنکھوں سے تم دیکھتے ہو، ایسے ہی دل کو بھی زنگ لگتا ہے جسے تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اے میرے صحابہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ یہ محبوب علیہ السلام کا ہم پہ کتنا احسان ہے، کوئی سائنس قیامت تک ایسا آلہ ایجاد نہیں کرسکتی جس سے دل کے زنگ

کا پتہ چل سکتا ہو، جس سے دل کی سختی معلوم ہو سکتی ہو، یہ آقا علیہ السلام کا احسان ہے۔ آپ نے فرمادیا لوہے کو جب پانی لگتا ہے تو لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے، ایسے ہی دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے۔

﴿ہر بچے کی ولادت فطرت اسلام پر﴾

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

۱ (بخاری) کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۳۸۵)

ہر بچہ فطرت پر تھا، ہر ایک کا دل روشن تھا، اللہ نے جب تجھے بھیجا اس وقت دل اتنا صاف تھا کہ اگر آلودگی سے بچا رہتا تو وہ دل

☆ ایک ولی کا دل تھا

☆ قطب کا دل تھا

☆ وہ غوث کا دل تھا۔

☆ وہ دل محدث، مفکر اور فقیہ کا دل تھا

☆ وہ دل مصلح اور مجتہد کا دل تھا

لیکن جس وقت بالغ ہونے کے بعد بندے نے پہلا گناہ کیا، دل پہ داغ پیدا ہوا۔ اگر توبہ کر لی تو داغ ختم ہو جائے گا، اگر اس نے توبہ نہیں کی تو وہ گناہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو گیا، یہ وہ نقصان ہے جس کا ہمیں پتہ نہیں چلتا۔ وہ کاشانۂ نور جس سے اللہ کے جلوے بھی دیکھے جا سکتے تھے، وہ بندے کا دل جو اللہ کے عرش کی تحریر کا عکس سمو سکتا تھا اس دل میں گناہوں کی نحوست کی وجہ سے جس وقت اندھیرے بڑھتے گئے وہ دل سیاہ ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ پورا سیاہ ہو گیا۔ وہاں لوہے کو پانی لگا تھا، یہاں شیطان کا گندہ پانی آیا ہے، کچھ کانوں سے داخل ہوا، کچھ آنکھوں سے داخل ہوا،

کچھ ہاتھوں سے داخل ہوا، کچھ قدموں سے داخل ہوا۔ یہ دل اللہ نے نورانی بنایا تھا گانے سن سن کے اس کو سیاہ کر دیا، نامحرم کو دیکھ دیکھ کے اس کو بے نور کر دیا۔ کم تول کے، کم ناپ کے، لوگوں پہ ظلم کر کے ہم نے اس کو تاریک بنا دیا۔ پاک محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

جیسے لوہا جب زنگ سے بچا تھا اس سے تم چہرہ بھی دیکھ سکتے تھے، ایسے ہی دل بھی اتنا ہی نورانی تھا اس سے بھی جلوے نظر آتے تھے۔ وہاں اور پانی پہنچا، یہاں اور پانی پہنچا، وہاں کیا رہ گیا، وہ راکھ بن گیا، ایک چھٹانک وزن بھی نہیں اٹھا سکتے۔ اے مومن تیرا دل تو زمانے کے بوجھ اٹھا سکتا تھا، اب کیوں تو زمانے کیلئے بوجھ بن گیا۔

﴿دل کا زنگ اتارنے کا نسخہ﴾

وہ دل جو پاک وصاف تھا، اللہ نے تحفہ دیا تھا، اس کی حفاظت نہ ہو سکی، وہ بے نور ہو گیا۔ ہائے تڑپ پیدا ہوئی، اب دل کو کیسے صاف کریں، کیا ریگ مال استعمال کریں، کیا دوائی استعمال کریں کہ اندر سے وہ دل صاف ہو جائے، جب انسانیت تڑپی تو میرے محبوب علیہ السلام نے نسخہ بتا دیا۔ دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تاریک دل پھر نور کا کاشانہ بن جاتا ہے کیا کیا؟ فرمایا:

كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتَلَاوَةُ الْقُرْآنِ

موت کو کثرت سے یاد رکھو اور تلاوت قرآن مجید کرو، دل نور کا مرکز بن جائے گا۔

انسان کے ظاہر کا اثر باطن پہ ہوتا ہے، باطن کا اثر ظاہر پہ ہوتا ہے۔

﴿ظاہر کا باطن پہ اثر﴾

سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَارِ (والصحيح انه موقوف)

(تفسیر ابن کثیر سورة الفتح رقم الآیۃ :29 ص 219، مکتبه حقانی)......

(سنن ابن ماجه باب ما جاء فی قیام اللیل رقم الحدیث :1323)......

جو رات کو چھپ چھپ کے نمازیں زیادہ پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ہمیں کسی بناؤ سنگھار کی کیا ضرورت ہے جیسے رات کی نمازیں باطن کا نور ظاہر کرتی ہیں ایسے ہی ظاہر کی نیکی باطن میں چلی جاتی ہے۔تلاوت کرنا زبان کا فعل ہے مگر ضرب دل پہ لگتی ہے، سیاہی دل کی اترتی ہے،نور دل کا بڑھتا ہے۔ میں قربان جاؤں قرآن کے فیض کے کہ دارالعلوم جامعہ جلالیہ ایسا مرکز ہے جہاں دن رات اللہ کے قرآن کی تلاوت ہوتی ہے،نغمہ جبریل پڑھا جاتا ہے، ایسے مراکز میں آ جانا ہی رحمتوں کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔رحمتوں کی رم جھم جاری ہوتی ہے اور اس ماحول میں ایک ایک لفظ سے دل کا زنگ اترتا ہے، دل کا میل ختم ہو جاتا ہے۔یہ عمل ظاہر میں تھا فائدہ باطن پہ ہوتا ہے۔

میری بات یاد رکھنا اس دل سے مراد یہ لوتھڑا نہیں، یہ خون کا ٹکڑا نہیں، یہ تو بکری میں بھی ہے، یہ تو گائے میں بھی ہے،فرق کیا ہے؟ وہ دنیا کی امانتیں جو پہاڑ بھی نہ اٹھا سکا اے انسان تو نے اٹھائی ہیں اور کوئی نہیں اٹھا سکتا۔اس سے مراد یہ دل نہیں ہے، یہ تڑپنے والا مخروطی قسم کا عضو نہیں ہے، وہ کیا ہے؟ وہ ایک صفت ہے جو اس دل کے ساتھ قائم ہے۔

کیسے؟ جیسے عالم کے ساتھ علم قائم ہوتا ہے، قاری کے ساتھ قرأت قائم ہوتی ہے، قاضی کے ساتھ عدالت قائم ہوتی ہے۔ایسا ایک لطیفہ ربانیہ ہے جو اس تڑپتے دل کے ساتھ قائم ہے۔حقیقی دل کو دیکھ بھی نہیں سکتے چہ جائیکہ اس کے مرض کی پہچان

کر سکیں۔ ماہ مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے ہم پہ کتنے احسان ہیں، آپ نے ہمیں وہ دکھا دیا ہے جو سینہ چیر کے بھی ہم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ مرض بتا دیا ہے جس کا کبھی پتہ ہی نہیں چل سکتا تھا۔ وہ علاج بتا دیا ہے جس کی کبھی خبر نہیں ہو سکتی تھی۔ کتنی بیوفائی ہوگی، کتنی بے رخی ہوگی، ہمیں علاج بھی مل جائے، دوائی بھی مل جائے، ہم پھر بھی دوائی کو استعمال نہ کریں، پھر بھی دوائی کو ترک کر دیں، ہم شہوتوں میں لگے رہیں۔ پاک محبوب علیہ السلام حشر کے دن ناراض ہوں گے۔ علاج نہ آتا یا اس علاج کا ہمیں پتہ نہ چلتا۔ جب سب کچھ ہمیں پتہ چل گیا ہے تو آخرت کی فکر یہ آواز دے رہی ہے کہ اب دل میں یہ عزم صمیم ہونا چاہئے ہر وقت انسان اپنے سر پر تلوار لٹکتی محسوس کرتا رہے۔ جوں جوں یہ بات اس کے دماغ میں پختہ ہوتی جائے گی اس کے ساتھ ہی دل روشن ہوتا جائے گا۔

یہ انسان گناہوں کو شمار کرے، موت کو یاد رکھے تو اس سے توبہ کا پھول کھلے گا۔ توبہ کا پھول کھلا تو جنت کی بہار ملے گی۔ اگر انسان شہوتوں میں ڈوبا رہا، اس سے جہنم کے کانٹے بنیں گے، جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ دنیا ایک فریب ہے، دھوکہ ہے، دنیا کچھ بھی نہیں۔

موت کے سامنے دنیا کی حقیقت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا تھا:

لَوْ اَنَّ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا مِنْ اَوَّلِھَا اِلٰی آخِرِھَا اُوْتِیْھَا رَجُلٌ وَّاحِدٌ ثُمَّ جَاءَہُ الْمَوْتُ

اگر ایک انسان اتنی بڑی نعمتیں لے لے، اتنا اللہ اس کو ملک عطا فرمائے، اول سے لے کر آخر تک پوری کائنات اس کے پاس آ جائے۔ ساری نعمتیں، ساری کوٹھیاں، ساری کاریں، سارے بنگلے، سارے کارخانے، ساری زمینیں اس کی بن

جائیں پھر جب اس کو موت آئے گی تو وہ ان چیزوں کو کیا سمجھے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَكَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ رَأىٰ فِيْ مَنَامِهٖ مَا يَسُرُّهٗ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَإِذَا لَيْسَ فِيْ يَدِهٖ شَيْئٌ

(مدارج السالکین، بیروت جلد3، ص 293)

فرمایا ''یہ اس آدمی کی طرح ہے جو سویا ہوا تھا، خواب دیکھ رہا تھا کہ مجھے کار بھی ملی، مجھے کوٹھی بھی ملی، مجھے پلاٹ بھی ملا، مجھے کارخانہ بھی ملا۔ بڑا خوش تھا لیکن جب بیدار ہوا ہے تو ہاتھ میں نہ کار ہے، نہ کوٹھی ہے، ہاتھ میں نہ پلاٹ ہے، نہ کارخانہ ہے کوئی شئی بھی نہیں اور بالکل ہاتھ خالی ہے اور خواب خار ثابت ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ کہنے لگے اے دنیا میں رہنے والو! اس دنیا کو پھول نہ سمجھو، محض ایک فریب اور فراڈ ہے، یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ وہ خواب ہے جس سے اس وقت جاگو گے جب موت آئے گی۔ اس وقت بیداری ہوگی پھر کچھ کرنے کیلئے وقت نہیں ہوگا۔ اس سے پہلے جاگ لو پھر وہ موت زندگی بن جائے گی۔ اگر آج ہم نے تیاری نہ کی تو پھر وہ موت موت ہوگی لیکن آج جس نے شہوتوں کو ماردیا، اپنے آپ کو اس دن موت سے زندہ کرے گا۔ حال یہ ہوگا:

تخم گل کی آنکھ زیر خواب بھی بے خواب ہے
کس قدر نشوونما کے واسطے بے تاب ہے
سردی گرمی سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں
پھول بن کے اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ

ہے لحد اس قوت آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردن گردوں میں یہ اپنی کمند
موت تجدید متاع زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے
موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

یہ تب حاصل ہوگا جب آج ہم دنیا کو اس طرح سمجھیں گے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ قرآن کی آیت کی تفسیر کر رہے ہیں:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ...... (سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 77)

یہ ساری دنیا کتنی بھی ہو، قلیل ہے۔

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 77)

آخرت میں جھنڈا متقی لوگوں کا لہرائے گا۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے سایہ رحمت میں بٹھائے، آخرت ان کی ہوگی لہٰذا ہمیں یہ سوچ لینا چاہئے اور فیصلہ کر لینا چاہئے ہم قلیل لینا چاہتے ہیں یا کثیر لینا چاہتے ہیں۔ روزانہ دکانوں پر اپنے کیلکو لیٹروں سے حساب کرنے والو، کبھی بھی قلیل کو تم پسند نہیں کرتے، کثیر ہی مانگتے ہو۔ ایک کثیر اور قلیل قرآن بھی بتا رہا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ......

یہ پوری کائنات کی متاع قلیل ہے، آخرت کثیر ہے۔ یہ آخرت کثیر بھی ہمیں لینا چاہئے، اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ کاروبار سب کچھ جائز ہے، برحق ہے، اس کا حق ادا کرو، اس کے جو اسلامی حقوق ہیں ان کو پورا کرو، نماز کو قضا نہ ہونے دو۔

خدا کی قسم! کسب حلال میں گزرا ہوا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں شمار ہوگا اور اگر یہ حقوق ادا نہ کئے گئے تو پھر یہ کاروبار انسان کیلئے وبال بن جائے گا۔

آخر میں اپنی گفتگو کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے گفتگو کو سمیٹ رہا ہوں۔

﴿سچی توبہ کے اثرات﴾

آخرت کی فکر کے لحاظ سے ہمارے پاس سہارا توبہ ہے۔ توبہ کے اسباب کیا ہونے چاہئیں۔ جس وقت ہم توبہ کریں گے تو کیا ملے گا اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

خالق کائنات کے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّآ ذَنْبَ لَهٗ......

(مشکوٰۃ المصابیع باب استغفار و التوبۃ الفصل الثالث :ص 206)

جس نے گناہ سے پکی توبہ کر لی اس نے تو کوئی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ......

(مشکوٰۃ المصابیع باب لیلۃ القدر الفصل الثالث:ص: 183)

جتنے گناہ تھے اتنی نیکیاں بھی دے رہا ہوں، واپس پلٹو تو سہی۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ...... (سورۃ الذاریات،رقم الآیۃ: 50)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف تم دیکھو تو سہی، وہ بندے کی توبہ سے کتنا خوش ہوتا ہے حالانکہ جب کوئی توبہ کرے گا تو اسے کیا ملے گا۔ محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ''اگر ساری کائنات کے لوگ سب سے بڑے متقی انسان کے دل پر آ جائیں پھر بھی یہ سارے اللہ کے ملک میں اتنا بھی اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر سارے برے ہو جائیں پھر بھی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔

لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّا زَادَ ذَالِكَ فِىْ مُلْكِىْ شَيْئاً يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُّلْكِىْ شَيئاً

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاستغفار الفصل الاول ،ص 203)

اس کے باوجود اے پیارے انسان! تو اس کی طرف جاتا ہے وہ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اس خوشی کے بیان کرنے کا کوئی معیار ہی نہیں ہے۔

﴿تائب سے رب کے خوش ہونے کا حسین انداز﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں بیٹھے ہیں فرمایا ''میرے صحابہ تمہیں پتہ ہے جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ کتنا خوش ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ بیان فرمادیں۔ دیکھیں انداز کتنا حسین ہے، میرے محبوب علیہ السلام نے مثال دے کے مسئلہ حل فرمادیا۔ فرمایا

نَزَلَ رَجُلٌ بِاَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُّهْلِكَةٍ......

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث :ص:205)

ایک انسان صحرا کے اندر سفر کر رہا تھا، وہ لق دق صحرا تھا کئی دنوں کے بعد آبادی کا کوئی نشان تھا، ریت ہی ریت تھی، ایسے صحرا میں اپنی اونٹنی پہ بیٹھا وہ سفر کر رہا تھا۔

مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ......

اونٹنی پہ بیٹھا ہے کھانا بھی ساتھ ہے، پینے کا بندوبست بھی ہے۔ صحرا میں مہینوں کا سفر ہے، اونٹنی چلے گی سفر طے ہوگا۔ جا رہا تھا راستے میں اس نے چاہا کہ میں آرام کر لوں، وہ لیٹ گیا۔

نَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَهٗ قَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ

وہ آرام کرنے کیلئے ایک درخت کے نیچے سویا ہے جب وہ بیدار ہوا تو اونٹنی بھاگ چکی تھی۔ اس نے اونٹنی کو ڈھونڈنا شروع کر دیا لیکن اونٹنی ملتی نہیں، اس کو موت منہ کھولے نظر آتی ہے، اگر میں دوڑتا ہوں تو پھر بھی رستے میں ہی مر جاؤں گا، کئی مہینوں تک یہ صحرا عبور نہیں ہو سکے گا۔

حَتّٰی اِذَا اشْتَدَّ عَلَیْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ اَوْ مَاشَآءَ اللّٰهُ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث :ص:205)

یہاں تک کہ دوڑ دوڑ کے اس کو بھوک بھی لگ گئی ہے، پیاس بھی لگ گئی ہے، گرمی سے ہانپ رہا ہے، اب اس کو یقین ہو گیا کہ میری موت طے شدہ ہے۔ اونٹنی ملے گی نہیں، مجھے پانی ملے گا، نہ کھانا ملے گا۔ اب میں اس صحرا سے باہر نہیں نکل سکتا، میں نے یہاں سے چل کے زندگی کو تلاش کرنا تھا یہ صحرا میرا قبرستان بن جائے گا، وہ کہتا ہے:

اَرْجِعُ اِلٰی مَکَانِیْ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْهِ......

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث :ص:206)

میں واپس جا کے اسی جگہ سو جاتا ہوں جہاں پہلے سویا ہوا تھا۔ اس کے دل میں یہ ارادہ تھا کہ راستہ تو مہینوں کا ہے، مہینوں کے بعد کوئی گزرا تو میری ہڈیوں کو سپرد خاک کر دے گا۔ مجھے زیر زمین کر دے گا۔ میں راستے پہ سوتا ہوں کوئی میری لاش کو دیکھ کر مجھ پہ مٹی تو ڈال دے گا، اب وہ پلٹا ہے، کیسے قدم اس بندے کے اٹھ رہے ہیں۔

فَاَنَامَ حَتّٰی اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰی سَاعِدِهٖ لِیَمُوْتَ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث :ص:206)

موت کی تیاری میں ہے مرنے کیلئے اپنا سر اپنی کہنی پہ رکھتا ہے، سوتا ہے، اسے

رات کو آرام سے سونے والو کون ایسا ہے جو مرنے کیلئے سوتا ہو، یہ سوتا ہے۔

لِيَمُوْتَ...... تاکہ مرجائے۔

مستقبل تاریک ہوگیا، زندگی ویران ہوگئی، گلستان اجڑ گیا، ساری بہاریں خزاں رسیدہ ہوگئیں۔

اب یہ موت کے انتظار میں اپنا سر اپنی کہنی پہ رکھ کر سو رہا ہے، اب موت کے انتظار میں سویا ہے۔

فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَشَرَابُهُ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار و التوبۃ الفصل الثالث: ص:206)

تھوڑی دیر کے بعد وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ اونٹنی سرہانے کھڑی ہے۔

اب اس نے کجاوے سے پانی بھی پی لیا، خوراک بھی موجود تھی کھانا بھی کھالیا، سفر شروع کر دیا، زندگی کا مستقبل روشن ہوگیا، خزاں رسیدہ چمن پھر بہار آشنا ہوگیا۔ ساری زندگی کی رونقیں پھر لوٹ آئی ہیں، دل کے سارے منصوبے زندہ ہوگئے ہیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''اے میرے صحابہ تمہارے پاس کوئی ایسا پیمانہ ہے، جو یہ بتادے کہ وہ کتنا خوش ہوا ہوگا جو موت کے منہ سے واپس لوٹا، جس نے ظلمت سے پھر زندگی کی شمع دیکھی، جو خزاؤں سے بچ کے پھر بہار آشنا ہوا، کیا اس کی خوشی کا اندازہ تم کر سکتے ہو؟ صحابہ نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے جو منظر بیان کیا اس کی خوشی بیان کرنے کیلئے تو ہمارے پاس کوئی لفظ ہی نہیں، الفاظ نہیں، جملے نہیں، کلام نہیں، تکلم نہیں، استدلال نہیں۔ زور بیاں ختم اور نطق اور تکلم کے پر کتر ے گئے اور طائر فکر کی بلندیاں ختم ہوگئیں، جس خوشی کا آپ تذکرہ فرمارہے ہیں اس خوشی کا ہم سے بیاں نہیں ہوسکتا۔

میرے محبوب علیہ السلام کے گل قدس کی پتیوں، آپ کے ہونٹ مبارک نے حرکت کی ہے اور یہ الفاظ نکلے ہیں:

فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحاً بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ

میرے صحابہ جتنی خوشی اس بندے کو سواری کے ملنے پر ہوئی ہے اس سے کہیں زیادہ میرے رب کو بندے کی توبہ پہ ہوتی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہروِ منزل ہی نہیں

اب بھی اگر کوئی واپس نہ لوٹے تو پھر وہ کتنا گیا گزرا ہے، کتنی بے وفائی کر رہا ہے۔ وہ خالق ہے، مالک ہے، اس نے سب کچھ دیا تھا، وہ یہ نہیں فرماتا کہ تم گناہ کرنے کے بعد اب کہاں آگئے، وہ دھتکارتا نہیں، بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے تم آؤ تو سہی۔

مَالَمْ يُغَرْغِرْ......

فرمایا آخری سانس نکلنے تک قبول کرلوں گا لٰہذا واپس پلٹیں، واپس لوٹیں، گناہوں کی وادیوں میں یقیناً انسان سے سہویں ہوجاتی ہیں، لغزشیں ہوجاتی ہیں، آج کے اس دور میں دھند لکے ہیں، اندھیرے ہیں، نظام میں بہت سی نحوستیں شامل ہو گئیں ہیں۔ انگریز کے بنائے ہوئے قانون نے مسلم امہ کی برکتیں چھین لی ہیں۔ آج اس ماحول کے اندر ہمیں نئے سرے سے مصطفوی انقلاب کی فکر کو آگے بڑھانا ہے، فکر آخرت کا پیغام دیتے ہوئے سوئے ہوئے ضمیر پہ دستک دینی ہے۔

میرے صحرا میں کوئی آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

اس وقت ہم نے یہ کام کرنا ہے، اس پیغام کو آگے بڑھانا اور عام کرنا ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہاری کوشش سے ایک دل بھی بدل گیا تو یہ تمہارے لئے دنیا و مافیھا سے بہتر بن جائے گا اور اس نیکی کرنے میں آپ کا کوئی زیادہ خرچ نہیں آئے گا۔ تھوڑی سی

زبان ہلا کر دیکھو، اپنا پیغام آگے بڑھا کے دیکھو۔

ٹھیک ہے اندھیرے بہت ہیں مگر:

شکوہ ظلمت شب سے کہیں بہتر ہے
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاؤ
اور میں مطمئن ہوں اگرچہ خراب ہے ماحول
خزاں کے بعد کا موسم بہار ہوتا ہے

اس لئے ان خزاؤں سے ہمیں ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ جہاد ہے، سینہ تان کے برائی کے خلاف نکل آؤ اور اس قدر تقویٰ سے مسلح ہو جاؤ کہ اپنی آنکھ کو، اپنے کان کو، اپنی زبان کو، اپنے ہاتھ کو، اپنے قدم کو، پورے پیکر کو، سرکار کی محبت کا آئینہ بنالو۔

کوئی تجھے دیکھے تو تمہاری آنکھ سے بھی اسے وہ محبت کا جذبہ ملے، تمہاری زبان سے بھی وہ مدنی پھولوں کی خوشبو ملے۔ تمہارے کانوں سے، تمہارے پیکر سے، تمہارے کردار اور سیرت سے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کی بہار کی جھلک نظر آئے۔ اس انداز میں جس وقت ہم آگے بڑھیں گے۔ تو انشاء اللہ ساری کائنات ہمارے قدم بقدم چلنا شروع کر دے گی۔

پیغام فکر آخرت روحوں کی غذا

فکر آخرت کا پیغام ہماری روحوں کی غذا ہے، ہمارے دلوں کا تحفہ ہے یہ اندھیری قبر میں نور بن کے چمکے گا۔ اے اہلسنت! اس پیغام کیلئے آگے بڑھو پوری کائنات تمہارے انتظار میں ہے، پوری کائنات اسی سوز کی منتظر ہے۔ جو عقیدہ برحق خدا نے تیرے سینے کو دیا ہے یہ پوری کائنات میں بکھرا ہوا ہے۔ گلستان کے پھول میں مہک تیرے عقیدے کی ہے، آسمان کے ستاروں میں چمک تیرے عقیدے کی ہے اور

سمندر کی لہروں میں صداقت تیرے عقیدے کی ہے، پہاڑ کی اس پختگی میں ثقاہت تیرے عقیدے کی ہے، میں تو برملا کہتا ہوں:

یہ زمین بھی سنی ہے، وہ آسمان بھی سنی ہے
جلوہ خورشید سنی، کہکشاں بھی سنی ہے
قطرۂ شبنم بھی سنی، باغبان بھی سنی ہے
لفظ کی تاثیر سنی، داستاں بھی سنی ہے
مایۂ ملت بھی سنی، نگہبان بھی سنی ہے
اہلسنت کے جیالو باندھ لو گر تم کمر
نظر آئے گا تمہیں سارا جہاں ہی سنی ہے

☆☆☆☆☆☆

متقی کے لئے قرب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

آخر میں ایک حدیث شریف بیان کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَ مُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَ لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشْعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوا حَيْثُ كَانُوْا (مشکوٰۃ المصابیح ص 445,446، قدیمی کتب خانہ)

یہ فکر آخرت ہمارے لئے جہاں دیگر بہت سے انعامات کی ضامن ہے وہاں

بالخصوص دو انعام ایسے ہیں کہ جن سے بڑا اور کوئی انعام نہیں ہو سکتا۔

ایک جنت میں اللہ کا دیدار اور دوسرا...... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو مدینہ شریف کے باہر ان کے ساتھ ساتھ تشریف لے گئے۔

مَعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ

عجیب منظر ہے حضرت معاذ سواری پہ بیٹھے ہیں سرکار پیدل چلتے جا رہے ہیں اور ان کو نصیحتیں کرتے جا رہے ہیں۔ اے معاذ! اس طرح فیصلہ کرنا، اس طرح لوگوں کی باتیں سننا، اس طرح نظام چلانا۔ جب ساری باتیں ہو گئیں تو آخر میں ارشاد فرمایا:

يَا مَعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقٰنِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا......

اے معاذ! اب کے بعد شاید تیری مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے۔

لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ......

شاید تو جب واپس آئے تو میری قبر کے پاس سے گزرے، میری مسجد کے پاس سے گزرے۔ جس وقت یہ سرکار نے فرمایا:

فَبَكٰى مَعَاذٌ جَشْعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاذ نے ڈھائیں مار کے رونا شروع کر دیا۔ یا رسول اللہ! ہم نے تو سب کچھ آپ کا چمکتا چہرہ دیکھنے کیلئے چھوڑا ہے اور ہر وقت اسی خیال میں رہتے ہیں۔ اب میں جا رہا ہوں، اگر میرے بعد ایسا ہو جانا ہے تو محبوب مجھے کیوں بھیج رہے ہو، میں کیسے صبر کر سکوں گا میں کیسے رہ سکوں گا۔ جب میں واپس آؤں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا میرے سامنے نہیں ہوگا، میں اپنی آنکھوں کو سکون کس چیز سے دوں گا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک کس چیز سے ہوگی، میں آنکھوں کے کٹورے کس چیز سے

بھروں گا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا چہرہ دیکھنے سے ہماری عید ہو جاتی ہے۔ میں یمن میں ہوں گا، پیچھے ایسا معاملہ ہو گیا تو مجھ سے صبر نہیں ہو سکے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں منظر عجیب ہو گیا ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم واپس پلٹنا چاہتے تھے۔ آخری بات سن کر حضرت معاذ اب جانے کو تیار ہی نہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، چہرہ مدینہ شریف کی طرف پھیر لیا ہے کہ کہیں معاذ میری آنکھوں سے آنسو نہ دیکھ لے، اگر میرے آنسو معاذ نے دیکھ لئے تو پھر کس طرح یہ مدینہ چھوڑ کے جا سکے گا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مدینہ شریف کی طرف کیا ہوا ہے اور معاذ کو ایک پیغام دیا۔ ان کیلئے پیغام تھا اور قیامت تک کے غلاموں کا انعام ہے۔

کیا فرمایا ''اے معاذ چلے جاؤ۔ وہ اور ہیں جو دور ہو کے بھی دور رہتے ہیں، ہم وہ ہیں کہ اپنوں کو دور نہیں رہنے دیتے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِیْ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا حَيْثُ كَانُوْا

فرمایا ''جس شخص کے سر پہ تقویٰ کا سایہ ہے وہ جو بھی ہو، جہاں بھی ہو، جدھر بھی رہتا ہو، وہ ہمیشہ میرے قریب رہے گا۔

''مَنْ'' بھی عموم کیلئے اور ''حَيْثُ'' بھی عموم کیلئے ہے جو بھی ہو، جہاں بھی ہو، کوفہ میں ہو، بصرہ میں ہو، مدینہ میں ہو، یمن میں ہو، سندھ میں ہو، ہند میں ہو، جہاں بھی ہے، جو بھی ہے۔ جس کو تقویٰ کی دولت نصیب ہے وہ جہاں ہو ہمیشہ میرے قریب ہے۔ یہ فکر آخرت ہے۔ ایک انسان جہاں بھی رہ رہا ہے اگر آخرت کی فکر اس کو حاصل ہے تو محبوب علیہ السلام کا قرب اسے بھی حاصل رہے گا۔

خالق کائنات اس کو اپنے دیدار سے نوازے گا۔ اگر چہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ

کا دیدار حاصل نہیں کرسکتا۔ مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا اتنا قرب دے دیا ہے کہ یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پہ زندگی گزار رہا ہے۔

مَنْ كَانُوْا حَيْثُ كَانُوْا......

اے معاذ! تمہاری بات نہیں جو بھی ہو، جہاں بھی ہو، میں نے جو فکر دی ہے اس پر جو قائم رہے گا وہ کبھی بھی مجھ سے اپنے آپ کو دور نہیں کرسکتا چلے جاؤ۔ یمن میں رہ کے بھی تم میرے قریب ہوگے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت کے زیر سایہ اپنی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید اور حدیث شریف سے ایک سرسری کے انداز میں مضمون پیش کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات میرے لئے اور آپ کیلئے اس کو ذریعہ نجات فرمائے۔ اللہ علماء کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰىٰ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆

باب نمبر

9

مدارس دینیہ اسلام کے قلعے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ وأعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِه وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت
حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے میری دعا ہے رب ذوالجلال جل جلالہ شرکاء کی شرکت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

مدارس دینیہ اسلام کے قلعے

مدرسہ ہے علم کی تلاش کے تالابوں کا نام
مدرسہ ہے فیض کے پر کیف سیلابوں کا نام
مدرسہ صفحات دل پر پھیلی تحریر ہے
مدرسہ تعمیر سیرت کے لیے اکسیر ہے
کعبہ افکار کی محراب کیا ہے؟ مدرسہ
قبلہ اذکار کا میزاب کیا ہے؟ مدرسہ
مدرسہ تو خشک سالی کے لیے اک جھیل ہے
مدرسہ تو مقصد انسان کی تکمیل ہے
عہد نبوی ﷺ کی ہوا کا بس یہ روشندان ہے
اس کے موسم کی فضا قرآن ہی قرآن ہے

قدسیوں کے روپ میں انسان ڈھلتے ہیں یہاں
لشکر اسلام کے تو شیر پلتے ہیں یہاں
زندہ ہر دم جذبۂ ایمان ہوتا ہے یہاں
کہکشاں کے نور کا سامان ہوتا ہے یہاں
کون کہتا ہے مُقَفَّل ہو سکے گا مدرسہ
جب تک ہے روح ملت اس وقت تک ہے کھلا مدرسہ
مدرسہ کوئی اینٹ گارے کی ستون کا نام ہے
مدرسہ تو ایک جذبہ و جنوں کا نام ہے
یہ عمارت مدرسہ کی فقط تعیین ہے
غزل کا عنوان ہے یا فقط تضمین ہے
قلم آصف کی سیاہی شبنم تدریس ہے
رہرو منزل کا اب تک مرحلہ تاسیس ہے

﴿افزائش نور﴾

آج وجد و سوز کی ان چلتی ہواؤں میں بریلی شریف کی ایک بہار کا منظر اور سرہند شریف کے ایک چمن کی خوشبو حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ کے انوار کی تجلی اور جنید زماں حضرت سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیوض کا ایک مظہر ''جامعہ جلالیہ'' کی شکل میں آپ حضرات کے سامنے دعوت علم اور دعوت معرفت کا اہتمام کر رہا ہے۔

آج ہم جس شخصیت کے زیر سایہ یہ سارا منظر دیکھ رہے ہیں انہوں نے زندگی کا ایک طویل حصہ علم دین سے پیاس بجھانے میں گزارا اور زندگی کا ایک طویل حصہ یہی علم

دین تقسیم کرتے گزار دیا۔

وہ کون سا علمی افق ہے جہاں سے انہوں نے ستارے نہیں توڑے؟

اور وہ کون سا معرفت کا خرمن ہے جس کے انہوں نے گچھے نہیں کھائے؟

اور وہ کون سا نکہت و نور کا گھاٹ ہے جس کی طرف یہ متوجہ نہیں ہوئے؟ اور پھر انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے سے علم کے جام پیئے ہیں اور پھر بھکھی شریف میں اور پھر اس مرکز میں اس فیض کو تقسیم کیا ہے۔ فطرت تو یہ تقاضا کرتی ہے کہ

حق نے کردیں دہری دہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں، اوروں کو تڑپانا بھی ہے
خود سراپا نور بن جانے سے کب بنتا ہے کام
تجھ کو اس ظلمت کدے میں نور پھیلانا بھی ہے

یہ آواز فطرت نے پہچانی تو ہے لیکن جن نفوس نے اس آواز کو سن کر اس کے مطابق گزار دی ہے ان میں سے ایک عظیم شخصیت ہمارے شیخ کامل ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی اسی مشن میں گزار دی جو نور اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا انہوں نے پوری زندگی وہ نور تقسیم فرمایا ہے۔ بات کرنا تو آسان ہوتا ہے لیکن جب عمل کرنا پڑ جائے تو پھر بڑے دل گردے والے بھی کانپ جاتے ہیں۔

آپ نے جو کچھ پڑھا اور اپنے شیخ کامل کی رہنمائی میں جو کچھ حاصل کیا، یہ کوئی بائی چانس نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے ایک تحریک تھی ایک محبت کا جہاں تھا، ایک شفقت کا منظر تھا، خون پسینہ، جہدِ مسلسل کے جہاں کو آباد کرنا یہ سارا آسانی سے نہیں ہوا۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہوگی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہوگی

منبعِ نور

یہ سب کچھ ایسے نہیں ملا بلکہ ان کے پس پردہ کتنی محنتیں ہیں، کتنی مشقتیں ہیں، کتنے مجاہدے ہیں، کتنی ریاضتیں ہیں، ان سب چیزوں کو انہوں نے حاصل کیا۔ کتنا بڑا آپ کا احسان ہے ہم ہر سانس میں ان کا شکریہ ادا کریں پھر بھی تھوڑا ہوگا یہ ہمارے لیے علم کا تحفہ بریلی شریف سے لے کر آئے۔ یہ نور کی ندیاں لے کر آئے، معرفت کے چشمے لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قرب کے پھل لے کر آئے۔

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دیں
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خواب ناز میں

ایسی تحریک لے کر بریلی شریف سے واپس پہنچے کہ ان کے حرف سوز میں ایسی چمک تھی کہ مسند تدریس پر بیٹھ کر سالہا سال تک اپنے لفظ کی بجلی سے دلوں کو روشن کیا ہے۔ اپنے جملوں کی تڑپ سے انہوں نے دل تڑپائے ہیں اور تدریس کے جام درجنوں نہیں سینکڑوں کو پلائے ہیں۔ جو کبھی ذرے تھے آج اپنی اپنی جگہوں پہ آفتاب بن کے چمک رہے ہیں۔ اس انداز میں آپ نے تربیت کی ہے۔ اس انداز سے ان کو پروان چڑھایا ہے۔ اس انداز سے ان کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ خود بھوک برداشت کر کے انہیں کھلایا بھی ہے اور انہیں پڑھایا بھی ہے۔ آج زمانہ ان کے خلوص اور صدق پر گواہیاں دے رہا ہے۔ ہر طرف اس بات کا منظر نظر آتا ہے:

ہر کہ کارش از برائے حق بود
کار او پیوستہ بارونق بود

فیضانِ بھکھی شریف

سرہند شریف اور بریلی شریف کی جو تحریک تھی اس کو بھکھی شریف سے کتنا آگے بڑھایا

ہے۔ بھکھی شریف کے فضلاء کی تعداد مقدار کے لحاظ سے اس پاکستان کی سرزمین میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دینے کے بعد آج جامعہ جلالیہ کا یہ منظر ان شاء اللہ رہتی دنیا تک اور آتی نسلوں تک مینارہ نور کا مرکز رہے گا جس سے آنکھوں کو ضیاء ملے گی اور دلوں کو روشنی ملے گی نگاہوں کو نور بھی ملے گا، اور دلوں کو قرار بھی ملے گا، اس سے انقلاب بھی آئے گا، اس سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسی بہاریں دے گا کہ اسلام کا نظام زندگی ہمیشہ درخشاں نظر آئے گا اور اسلام کا نظام بندگی ہمیشہ تاباں نظر آئے گا۔

﴿علم کی نشو ونما﴾

اللہ تعالیٰ جل جلالہ علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (سورة البقرة رقم الآية 3)

اور اس سے جو ہم نے رزق دیا خرچ کرتے ہیں۔

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

إن عِلماً لا يُقال به، ككنزٍ لا يُنفق منه۔

(تفسیر البیضاوی شریف سورۃ البقرۃ آیت نمبر 3)

وہ علم جو نہ پھیلایا جائے اس خزانے کی طرح ہے جس سے خرچ نہ کیا جائے۔

متقی اور کامیاب وہ لوگ جنکو میں نے اپنے علم کے لیے چن لیا، جن کو میں نے نور دیا جن کو میں نے اپنی معرفت کے جام پلائے، جن کو میں نے سیر کیا پھر وہ مست ہو گئے سست نہیں ہوئے بلکہ دن رات کمربستہ رہے جو میں نے ان کو علم دیا تھا زندگی بھر اس علم کو آگے پڑھاتے رہے۔

ہم نے ان کو جو علم دیا، جو اُجالا دیا، جو بجلی دی، جو خوشبو دی، جو مہک دی اس کو انہوں نے باسی نہیں ہونے دیا بلکہ اس کو انہوں نے تازہ رکھا اس کو انہوں نے نشو ونما دی اس کو پڑھاتے بھی رہے، بڑھاتے بھی رہے اور پھر یہ انفاق فی سبیل اللہ کرتے کرتے انہوں نے زندگی گزار دی ہے، فلاح کے تاج ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

اِن عِلْماً لَا یُقَالُ بِهٖ

وہ علم جو پڑھ کے پھر پڑھایا نہیں جاتا، جو سبق پڑھ کے پھر پکایا اور پڑھایا نہیں جاتا، درس وتدریس کا مرحلہ جس علم کو حاصل نہیں ہوتا، پڑھنے کے بعد وہ وہیں پہ رک جاتا ہے، اس کے چشمے جاری نہیں ہوتے، اب وہ کیسا ہے؟ وہ اس خزانے کی طرح ہے جس کی کوئی زکوۃ نہیں دیتا وہ منحوس ہو جاتا ہے لیکن وہ علم جو پڑھ کے پھر پڑھایا جاتا ہے وہ خزانہ ہے جس کی زکوۃ دی جاتی ہے۔

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ۔(سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ 276)

اللہ تعالیٰ ربا (سود) کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

یعنی جس کی زکوۃ دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی تربیت میں خود کرتا ہوں اسے خود بڑھاتا ہوں۔ لہٰذا یہ دین کا مدرس ہے جو روزانہ پڑھاتا ہے، جو ملا ہے اسے آگے پڑھاتا ہے، خود روشن ہے اوروں کو روشن کر رہا ہے، روزانہ اپنے علم کی زکوۃ دیتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے زکوۃ نصاب کے مطابق ہے کوئی ناظرہ پڑھا ہوا ہے تو وہ ناظرہ پڑھاتا ہے اس کے علم کی بھی زکوۃ نکل رہی ہے لیکن جو درس نظامی پڑھا ہوا ہے، جو حدیث پڑھا ہوا ہے جو قرآن کی تفسیر پڑھا ہوا ہے، اس کی زکوۃ یہ ہے کہ روزانہ اس عمل میں مصروف رہے، روزانہ اپنے اس ورثہ کی زکوۃ نکالتا رہے، جوں جوں زکوۃ نکالے گا ویسے ہی علم میں اضافہ ہو جائے گا، اگر نہیں پڑھائے گا تو وہ علم جام ہو جائے گا اگر پڑھائے گا تو وہ

ایک پورا جہاں بن جائے گا۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ (سورة البقرة رقم الآية 3)

انہوں نے جو علم حاصل کیا اس کا حق ادا کرتے ہیں، دن کو بھی، رات کو بھی، صبح کو بھی، شام کو بھی، گرمی میں بھی، سردی میں بھی، امیر کے لیے بھی، فقیر کے لیے بھی، جو بھی پہنچتا ہے اس کو دیتے جاتے ہیں۔ یہ ایک علم جو سرکار علیہ السلام کا ورثہ ہے اس کو بانٹتے جاتے ہیں، جدھر جدھر ایک لفظ پہنچتا ہے وہاں سے نکلنے والا نور انہیں کے لیے دعائیں کرتا ہے۔

﴿علمِ بے فیض﴾

وہ کنواں ہے جس سے پانی نکلتا ہی نہیں وہ باسی ہو جاتا ہے۔ جتنا تھا اتنا ہی ہے بڑھا نہیں ہے لیکن جس کنوے سے پانی نکلتا ہے آگے کھیت سیراب ہوتے ہیں اس کا پانی کبھی ختم نہیں ہوتا نیا شامل ہو جاتا ہے تازہ ہوتا ہے اور اس میں بہتات بھی ہوتی ہے کثرت بھی ہوتی ہے وہ کنواں جو فیض تقسیم کرتا ہے کھیت سیراب ہوتے ہیں کہیں سبزیاں ہیں کہیں ترکاریاں ہیں کہیں اناج ہے کہیں گلستان ہے اس سے نکلنے والا پانی آگے سیراب کر رہا ہے پیچھے بھی پانی کی کمی نہیں ہوتی نیا شامل ہوتا رہتا ہے۔ مدرس کی یہ شان ہے جو روزانہ دین پڑھاتا ہے اس کا علم باسی نہیں ہوتا اس کا علم جام نہیں ہوتا اور اس کا علم زنگ آلود نہیں ہوتا۔

اس کی مثال دیکھنی ہو تو وہ میرے تمام اساتذہ کرام ہیں کہ جنہوں نے زندگی بھر اپنے علم کے کنویں کو روکا نہیں بلکہ دن رات مشقت کے بیل چلائے ہیں اور اس علمی کنویں سے ہزاروں سینے سیراب کر دیے ہیں۔

راہِ علم کی بہاریں

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں:

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ یَخْتَلِفُ إِلٰی بَابِ عَالِمٍ إِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ عِبَادَۃَ سَنَۃٍ وَبَنٰی لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ مَدِیْنَۃً فِی الْجَنَّۃِ وَیَمْشِیْ عَلَی الْأَرْضِ وَالْأَرْضُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ وَیُمْسِیْ وَیُصْبِحُ مَغْفُوْرًا لَہٗ وَشَہِدَتِ الْمَلَائِکَۃُ لَہُمْ بِأَنَّہُمْ عُتَقَاءُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ (تفسیر الکبیر لامام الرازی رقم الآیۃ :31)

مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہر طالب علم جو کسی عالم کے دروازے پر آتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر قدم پر جنت میں شہر آباد فرما دیتا ہے اور زمین پر یوں چلتا ہے کہ زمین اس کے لئے استغفار کرتی ہے۔ صبح و شام اس کا یہ مقام ہوتا ہے کہ وہ مغفرت یافتہ ہے اور فرشتے ان کے جہنم سے آزاد شدہ ہونے کے بارے میں گواہی دیتے ہیں۔

جس کے پاس آنے جانے والے کو اتنا ثواب ملتا ہے تو خود استاد کا عالم کیا ہوگا۔

"مَنْ غَدَا إِلَی الْمَسْجِدِ لا یُرِیدُ إِلا أَنْ یَتَعَلَّمَ خَیْرًا أَوْ یُعَلِّمَہُ، کَانَ لَہُ کَأَجْرِ حَاجٍّ تَامًّا حِجَّتُہُ."(طبرانی معجم الکبیر رقم الحدیث :7346)

جو صبح مسجد کی طرف جائے اس کا صرف یہی ارادہ ہو کہ پڑھے یا پڑھائے اس کو ایسے حاجی کی طرح ثواب ملے گا جس کا حج مکمل ہو۔

﴿مدرسہ کی عظمت﴾

جہاں پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے وہ جگہ کتنی عظیم ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے:

فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْ تُرْبَةً عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَكْرَمَ مِنْ مَجَالِسِ الْعُلَمَاء

(تفسير الكبير لامام الرازی رقم الآية: 31)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر مجلس علماء سے زیادہ عظمت والی کوئی خاک پیدا ہی نہیں کی۔

میرے نزدیک پوری روئے زمین پر اتنی عزت والی جگہ اور کوئی نہیں جتنی عزت والی جگہ دار العلوم ہے، مدرسہ ہے، مجلس علم ہے، مدرسہ پوری کائنات میں پھیلا ہوا ہے، یہ صحراؤں میں بھی ہے، ہواؤں میں بھی ہے، سناٹوں میں بھی ہے، خراٹوں میں بھی ہے، یہ استاد کی دہلیز بھی ہے، یہ دار العلوم بھی ہے، یہ مسجد کا حجرہ بھی ہے، اصل مرکزی کردار استاد کا ہے جہاں وہ بیٹھ جاتا ہے اسی کو مدرسہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

﴿صاحب علم کی شان﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ لِرَجُلٍ: هَلُمَّ فَلْنَتَعَلَّمَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْأَلُهُمْ، فَإِنَّهُمْ كَثِيرٌ، فَقَالَ: الْعَجَبُ وَاللّٰهِ لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَتَرَى النَّاسَ يَحْتَاجُونَ إِلَيْكَ، وَفِي النَّاسِ مَنْ تَرَى مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَتَرَكْتُ ذَلِكَ وَأَقْبَلْتُ عَلَى الْمَسْأَلَةِ وَتَتَبُّعِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ كُنْتُ لَآتِي الرَّجُلَ فِي الْحَدِيثِ يَبْلُغُنِي أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَأَجِدُهُ قَائِلًا، فَأَتَوَسَّدُ رِدَائِي عَلَى بَابِ دَارِهِ تَسْفِي الرِّيَاحُ عَلَى وَجْهِي، حَتَّى يَخْرُجَ إِلَيَّ، فَإِذَا رَآنِي، قَالَ :يَا ابنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ مَا لَكَ؟ قُلْتُ: حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْكَ، فَيَقُولُ :هَلا أَرْسَلْتَ إِلَيَّ فَآتِيكَ، فَأَقُولُ :أَنَا كُنْتُ أَحَقَّ أَنْ آتِيَكَ، وَكَانَ ذَلِكَ الرَّجُلُ يَرَانِي قَدْ ذَهَبَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ احْتَاجَ النَّاسُ إِلَيَّ، فَيَقُولُ اَنْتَ كُنْتَ اَحَقَّ مِنِّيْ ـ (المعجم الكبير للطبرانی رقم الحدیث 10446)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے ایک آدمی سے کہا کہ آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے علم حاصل کریں اس لئے کہ وہ کثیر ہیں۔تو اس نے کہا کہ تعجب ہے تجھ پر خدا کی قسم اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیا تمام لوگ تمہارے محتاج ہیں۔لوگوں میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو چھوڑ دیا اور میں دین کے حصول کی طرف متوجہ ہوا۔اور اصحاب رسول ﷺ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔میں ہر اس آدمی کے پاس آتا تھا جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوتا کہ اس نے رسول ﷺ کا فرمان سنا ہے۔اور میں اس کو ڈھونڈتا اور اس کے گھر کے دروازے پر پہنچتا اپنی چادر لے کر لیٹ جاتا تیز ہوا کی وجہ سے میرا چہرا گرد آلود ہو جاتا یہاں تک کہ صحابی رسول ﷺ اپنے گھر سے باہر نکلتے جب وہ مجھے دیکھتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے تم کیوں آئے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے پتہ چلا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حدیث بیان کرتے ہیں۔اور میں وہ حدیث آپ سے سننا پسند کرتا ہوں۔تو وہ صحابی فرماتے کہ تم میری طرف کسی بھیج دیتے تا کہ

میں تمہارے پاس آجاتا۔تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا کہ میں آپ کی طرف آنے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔اور پھر اس آدمی نے مجھے دیکھا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور لوگ میری طرف محتاج ہیں پھر وہ فرماتے کہ آپ مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

استاذ کا ادب

عَنْ عَمَّارِ بْنِ أَبِیْ عَمَّارٍ أَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَکِبَ یَوْمًا فَأَخَذَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِرِکَابِهٖ، فَقَالَ لَهٗ تَنَحَّ یَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ هٰکَذَا أُمِرْنَا أَنْ نَفْعَلَ بِعُلَمَائِنَا وَکُبَرَائِنَا فَقَالَ زَیْدٌ أَرِنِیْ یَدَکَ، فَأَخْرَجَ یَدَهٗ، فَقَبَّلَهَا فَقَالَ هٰکَذَا أُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِأَهْلِ بَیْتِ نَبِیِّنَا (کنز العمال شریف رقم الحدیث : 37061)

حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ ایک دن سواری پہ سوار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے ان کی سواری کی رکاب کو تھام لیا اس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے آپ ایسا نہ کریں سائیڈ پہ ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا ہمیں شریعت میں اپنے علماء اور بڑے لوگوں کا یوں ہی ادب کرنے کیلئے کہا گیا ہے چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا ذرا اپنا ہاتھ آگے کرو تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا ہاتھ چوم کے کہا کہ ہمیں شریعت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا یوں ادب کرنے کا حکم دیا گیا۔

علم کا تکبر اور تواضع کا کلہاڑا

استاد محترم حضرت مولانا محمد نواز صاحب فرمانے لگے عالم دین جس وقت فارغ التحصیل ہوتا ہے تو اس کے دل میں تکبر کا ایک لفظ بھی بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ جس دن پڑھنے گیا تھا اس دن تکبر کے درخت کا بیج بویا گیا تا جب حافظ بن گیا، قاری بن گیا، پھر تین چار سال تک پڑھ گیا تو وہ تکبر کا درخت بڑا ہوتا گیا یہاں تک کہ جب وہ دورہ حدیث شریف پڑھ گیا اور فاضل کہلانے لگا اور لوگ اس کے نعرے لگانے لگے تو اب وہ تکبر کا درخت بہت بڑا ہو گیا۔ مجھے فرمانے لگے کہ فارغ التحصیل ہوتے وقت یہ ضروری ہے کہ پہلے ہی تکبر کے درخت کو تواضع کے کلہاڑے سے پاش پاش کر دیا جائے یا جس وقت فارغ ہو تو اپنی ذمہ داری محسوس کی جائے تو دل کی پاک زمین سے اس تکبر کے درخت کی جڑیں اکھاڑ پھینکی جائیں تا کہ تکبر جو انسان کو رسوا کرتا ہے وہ انسان سے دور ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب اذا وقع الذباب فی شراب احد کم رقم الحدیث 2986)

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو یا اس میں جاندار کی تصویر موجود ہو۔

جس دل میں گندے خیال ہوں، جس دل میں برے خیال ہوں، کجی ہو، ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کا درد نہ اور جس دل میں گندے عقیدے ہوں، فحش خیالات ہوں، اس دل میں بھی علم کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ لہذا گھروں کو ان چیزوں سے پاک رکھنا ضروری ہے تا کہ گھر برکت والے بن جائیں۔ اسی طرح دلوں کو بھی تکبر وغیرہ سے پاک رکھنا ضروری ہے تا کہ دل میں حقیقی طور پر علم آ جائے اور برکت والا بن جائے۔

﴿علم اور اخلاص﴾

مَنْ أَخْلَصَ لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ

(كنز العمال شريف رقم الحديث :5271)

جو چالیس دن خلوص کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے

حضرت حافظ الحدیث کا فرمان تھا کہ طالب علم کی تعلیم تکرار میں چھپی ہوئی ہے اور طالب علم کی تربیت مستحبات تک کی پابندی میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ فرض، واجب، سنت اور مستحب کا بھی عامل ہو اس انداز میں وہ اپنی ساری زندگی اس تقوے کے سائے تلے گزار دے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان عظیم شیوخ کی تربیت کا یہ اثر ہے کہ جامعہ جلالیہ کے فضلاء پر جو شریعت کا رنگ غالب ہے اور عشق رسول ﷺ کی مہک جو ایک ایک غنچے سے آتی ہے وہ انہی کی کوششوں کا حصہ ہے انہوں نے کتنے درد کے ساتھ اپنا پیغام بانٹا ہے۔

﴿اہلسنت کے مدارس کا امتیاز﴾

اتنی صدیوں کے بعد ہم وہی بات پڑھاتے ہیں جو کبھی صفہ پر پڑھائی جاتی تھی اس سے خوشبو ضرور آتی ہے اس سے مہک ضرور آتی ہے۔

حضرت قبلہ عبدالقیوم ہزاروی صاحب ایک فرق بیان کر رہے تھے دوسرے لوگوں کی بھی درسگاہیں ہوتی ہیں ہماری بھی درسگاہیں ہیں تو پھر ان میں فرق کیا ہے؟

فرق یہ ہے کہ ایک بچہ جب پہلی کلاس میں پڑھتا ہے اس کو پڑھایا جاتا ہے، الف انار، ب بکری، وہ پڑھ رہا ہے اس کو انار کے ساتھ انار دکھایا نہ جائے، اس کی تصویر نہ دکھائی جائے اور بکری کے ساتھ اس کی تصویر دکھائی نہ جائے تو کل ہو سکتا ہے وہ انار کو

بکری اور بکری کو انار سمجھتا رہے کیونکہ اسے کوئی خبر نہیں ہے بکری اور انار کیا ہوتا ہے اور اگر اس کو یہ چیزیں ساتھ دکھائی جائیں تو پھر جب وہ الف انار بولتا ہے اور دیکھتا بکری کو ہے تو اس کے علم کو صحیح مصداق نہیں ملا اور جب ب بکری پڑھتا ہے اور سمجھتا انار کو ہے تو اس نے کچھ نہیں پڑھا جہالت پائی ہے۔

یہ فرق اہل سنت کے مدارس میں اور ان لوگوں کے مدارس میں ہے اگر چہ وہاں طلبا زیادہ ہوں، انہیں مصداق کی خبر نہیں ہے ہم جو پڑھاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ بتاتے بھی ہیں کہ وہ سچا کس پر آتا ہے؟ اس لئے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کا پڑھنے والا کل انار کو بکری اور بکری کو انار نہ کہتا رہے۔

یہ جامعہ جلالیہ جیسے دار العلوم ہیں یہ وہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دکھاتے بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھاتے ہیں تو ان کی سند پہنچاتے بھی ہیں۔ یہ جو کچھ سکھا اور پڑھا رہے ہیں اس کی لذت بھی دیتے ہیں، اس کا مصداق بھی بتاتے ہیں۔

وہ زندگی بھر قال قال رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں مگر کوئی نسبت نہیں ہے، کوئی محبت نہیں ہے، دل میں کوئی مدوجزر نہیں ہوتا، احساس پر کوئی بجلی نہیں گرتی، کسی قسم کی خوشبو کا کوئی دروازہ نہیں کھلتا لیکن ان کے پڑھانے کا انداز کیا ہے؟ میں نے ایک واسطے سے حضرت حافظ الحدیث سے سنا ہے کہ

آپ نے بھری مجلس مین یہ اعلان کیا تھا کہ ہمارے استاد وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے محبوب علیہ السلام کی زیارت کی ہے انہوں نے یہ بات بتائی اور پھر ان کے وصال کے بعد یہ بات منظر عام میں بتا دی۔

جس وقت بریلی شریف پڑھنے گئے تھے تو کہتے ہیں کہ استاد محترم کئی دنوں

تک مایوس رہے اور ہنستے نہیں تھے مسکراتے نہیں تھے۔ میں بھی اس پریشانی میں تھا کہ آپ ایسے پریشان کیوں ہیں؟ قبلہ استاد محترم محمد نواز صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن جب صبح اٹھے تو شاہ صاحب ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے اور تر و تازہ نظر آ رہے تھے آپ کہتے ہیں میں نے جس وقت دیکھا تو مجھے پتہ چل گیا کہ

محسوس ہو رہا ہے کہ ان کا گزر ہوا
کلیاں کھلی ہوئی ہیں فضا میں بہار ہے

میں نے پوچھ لیا کہ شاہ صاحب آج اتنے خوش کیوں ہو تو فرمانے لگے کہ جب سے بریلی شریف آیا تھا مجھے تشویش تھی کہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا یہ حدیث پڑھنا محبوب علیہ السلام کی بارگاہ میں قبول بھی ہے کہ نہیں۔ میں ہر چیز اس کی رضا کے مطابق کرتا ہوں ہم نے طویل سفر کیا ہے کیا یہ ہمارا پڑھنا انہیں منظور بھی ہے کہ نہیں۔ آپ فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے ہیں اور فرمانے لگے کہ تمہارا پڑھنا بھی منظور ہے اور تمہارے اساتذہ کا پڑھانا بھی منظور ہے۔ یہ سنی مدارس ہیں یہ بریلی شریف کا وہ مرکز علم ہے جہاں پر سرٹیفیکیٹ مدینہ شریف سے ملتا ہے۔ ان کے داخلے کی تصدیق مدینہ شریف سے ہوتی ہے۔

موت سے قبل بھی طلب علم

ان درسگاہوں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ سامنے دکھایا بھی جاتا ہے طالب علم کا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔

أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُحَدِّثُ إِنْسَانًا فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي تُحَدِّثُهُ إِلَّا سَاعَةٌ ، وَكَانَ هٰذَا وَقْتُ الْعَصْرِ ، فَأَخْبَرَهُ الرَّسُولُ بِذٰلِكَ فَاضْطَرَبَ الرَّجُلُ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

دُلَّنِیْ عَلٰی أَوْفَقِ عَمَلٍ لِیْ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ ، قَالَ اِشْتَغَلَ بِالتَّعَلُّمِ فَاشْتَغَلَ بِالتَّعَلُّمِ ، وَقُبِضَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ ، قَالَ الرَّاوِیْ فَلَوْ كَانَ شَیْءٌ أَفْضَلَ مِنَ الْعِلْمِ لَأَمَرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ

(تفسیر الکبیر الرازی سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ :31)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو حدیث بیان فرما رہے تھے کہ اللہ تعالی نے وحی فرمائی کہ یہ شخص جسے آپ حدیث پڑھا رہے ہیں اس کی عمر سے صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے اور وہ وقت عصر کا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس بات کی خبر دی تو وہ شخص یہ سن کر پریشان ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ عمل بتائیں جو میرے لیے سب سے زیادہ مفید ہو ان گھڑیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤ اس شخص کا مغرب سے پہلے انتقال ہو گیا راوی کہتے ہیں کہ اگر کوئی چیز اس سے افضل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں ضرور اس چیز کا ذکر فرماتے۔

طالب علم سے بڑا اور کوئی منصب نہیں، طالب علم سے بڑا اور کوئی مقام نہیں ہے، دین پڑھنا اتنا اہم ہے کہ اگر ایک گھنٹہ بھی باقی رہ گیا ہو پھر بھی اس ایک گھنٹہ میں دین پڑھنا چاہیے اور کچھ نہیں پڑھنا چاہیے اگر بہت زیادہ زندگی باقی ہو تو پھر بطریق اولیٰ زندگی اس میں لگا دینی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت

ایک وراثت جاگیر دار کی ہے لیکن یہ دین پڑھنے والا تو سارے رسولوں کے سردار کا وارث بن رہا ہے۔ ایک کسان اپنے کھیت میں ہل چلاتا ہے اور وہ یہ تصور کرتا ہے کہ یہاں کبھی میرا باپ کل چلاتا تھا اور کبھی میرا دادا ہل چلاتا تھا۔ ایک دوکاندار

دوکان پر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس سیٹ پر کبھی میرا باپ ہوتا تھا لیکن وہ کتنا اچھا تصور ہے اس مدرس اور اس طالب علم کے لیے جو قرآن کھول کے بیٹھا ہے اور وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ قرآن کبھی محبوب علیہ السلام پڑھاتے تھے اور صحابہ کرام پڑھاتے تھے۔ جب یہ تصور کرتا ہے تو اس کی چاشنی بڑھ جاتی ہے، تلخیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

حصول علم کی لذتیں

محمد بن حسن طوسی کے بارے میں آتا ہے کہ جس وقت مسئلہ کی تلاش میں رات گزر جاتی تھی اور آخر شب جب ان کو مسئلہ مل جاتا تھا، شام کو ریسرچ کا کام شروع کیا، مسئلہ کی تلاش ہو رہی ہے غافل لوگ سو رہے ہیں کوئی گپیں لگا رہے ہیں لوگوں کی آنکھیں محو خواب ہیں اور ان کی آنکھیں محو کتاب ہیں، مسلسل پڑھتے جا رہے ہیں جب آخر شب میں مسئلہ مل جاتا ہے تو زبان پر لفظ آتے ہیں۔

اَیْنَ اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ مِنْ هٰذِهِ اللَّذَّةِ

جو لذت مجھے آئی ہے وہ بھلا شہزادوں کو کیسے آسکتی ہے۔ پڑھنے پڑھانے میں وہ چاشنی ہے، وہ سوز ہے، وہ درد ہے جو آدمی اس طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتا ہے، یہ خود اس میں چاہت موجود ہے یہ درس و تدریس کا عمل اسے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔

آنکھوں کو نور دل کو سرور ملتا ہے
قرآن پڑھنے سے رب غفور ملتا ہے
حرف حرف ہے اس کا نجات بشر کا ضامن
نظام زیست بندگی کا شعور ملتا ہے
اسی کے ذہن میں جلوہ فگن ہوں فہم قرآن
جس کی ہر سوچ میں عشق حضور ﷺ ملتا ہے

ورق ورق پر یہاں بکھرا ہے ایک لطف جدید
سطر سطر میں اور بین السطور ملتا ہے
ذوق بیدار کو کہتے سنا کہ اے آصف
وقف وقف پہ یہاں جلوہ طور ملتا ہے

﴿مدارس کے خلاف سازش﴾

قوم کومدارس کے خلاف کیا جارہا ہے صدیوں سے یہ پرانا نصاب رکھتے ہیں جب کہ قوم کونئی روشنی کی ضرورت ہے ہر چیز میں جدت بھی ہے اور وہ اچھی بھی ہے لیکن دین ایسی چیز ہے کہ دین جتنا پہلا ہوگا اتنا ہی اچھا ہوگا دین کے لحاظ سے جونئی چیز آجائے گی وہ غیر معتبر ہوگی اس میں اصل وہی روح ہے جو صحابہ کرام سے چلی آرہی ہے اس ملک کا کوئی ادارہ اس ملک کی ضرورت کو پورا نہیں کرسکا۔ اسے میڈیکل سپیشلسٹ بھی بیرون ملک سے منگوانے پڑتے ہیں ہر شعبہ میں انہیں بیرون ملک کے تعاون کی ضرورت ہے مگر دین وہ شعبہ ہے جنہوں نے زرخیز زمین کا کردار ادا کیا ہے یہ اسلام کے مورچے ہیں اور یہ اسلام کی بقا کا راز ہیں۔

﴿علامہ اقبال کے ہاں مدرسہ کی اہمیت﴾

حکیم احمد شجاع نے اپنی کتاب ''خون بہا'' میں لکھا ہے کہ میں نے پاکپتن میں ایک مدرسہ کوسکول میں تبدیل کردیا کہ مدارس کی خاص افادیت نہیں ہوتی قوم کوضرورت سکول کی ہے تو میری یہ سوچ تھی کہ میں برصغیر میں ایسی سوچ کو متعارف کروانا چاہتا ہوں کہ ہمارے لوگ یورپ کے شانہ بشانہ ہو جائیں تو میں نے سکول کو مادری تعلیم کے لیے آرگنائز کیا اور میں بڑا مسرور تھا کہ میں نے ان کو ایک سکول دیا اور پھر جب

میں پاکپتن سے لاہور پہنچا میرا تبادلہ ہو گیا تو پاکپتن کے لوگوں نے پھر اس کو مدرسہ میں تبدیل کر دیا سکول کو ختم کر دیا اور احمد شجاع کہتے ہیں میں نے علامہ اقبال سے اتنی حسرت بھری داستان پیش کی کہ دیکھو کتنے بے وفا لوگ ہیں ان کو پتہ ہی نہیں کہ محسن کون ہے؟ میں نے اتنی محنت کی اور جگر پگھلایا اور ایک سکول بنایا انہوں نے پھر اس کو مدرسہ میں تبدیل کر دیا۔ احمد شجاع کہنے لگا کہ جب میں یہ بات بیان کر رہا تھا تو وہ ہر دم آہیں لے رہے تھے میں سمجھ رہا تھا کی میرے جذبات کی حمایت میں ضرور بولیں گے جب میں نے اتنی داستان مکمل کی۔

علامہ اقبال نے آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھولیں تو فرمانے لگے احمد شجاع تمھاری طرح جس وقت میں بھی نوجوان تھا تو میری بھی یہی سوچ تھی جو آج تمھاری ہے میں بھی یہ کہتا تھا کہ میں برصغیر پاک و ہند پر انقلاب لانا چاہتا ہوں جب میں یہی سوچ لے کے یورپ میں گیا اور میں نے یورپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ احمد شجاع میں نے اس سوچ سے توبہ کر لی اور میں نے کہا کہ جس کو یورپ ایک تہذیب کے لحاظ سے اپنی ترقی کا نام دیتا ہے یہ ترقی نہیں بلکہ یہ تنزلی ہے جس وقت میں نے یورپ میں حیا اور عفت کے پردے چاک ہوتے دیکھے اور یورپ کی نالیوں میں بچے چیختے چلاتے حرام کے میں نے دیکھے تو میں نے اس وقت توبہ کر لی کہ ہمیں برصغیر پاک و ہند میں پرانا نظام پسند ہے جس میں نالیوں میں یوں بچے تو نہیں پھینکے جاتے جس میں عزتیں محفوظ ہوتی ہیں اور ایمان محفوظ ہوتا ہے۔

علامہ محمد اقبال کہنے لگے احمد شجاع اگر تم میری رائے لینا چاہتے ہو تو مدارس کو مدارس رہنے دو اگر یہ ملاں اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو برصغیر میں کیا ہوگا۔ اگر برصغیر میں مدارس بند ہو گئے اور طلباء نہ رہے تو یاد رکھوں اگر آٹھ سو سال

اندلس میں حکومت کے بعد وہاں الحمراء کے سواء ہمارا کوئی نشان نہیں ہے تو پھر مدارس نہ ہوئے تو پھر آٹھ سو سال کی حکومت کے بعد تجھے برصغیر پاک و ہند میں دہلی کے لعل قلعے اور آگرہ کے تاج محل کے سوا کوئی اسلام کا نشان نہیں ملے گا اگر چاہتے ہو کہ اسلام کا ماحول باقی رہے تو پھر یہ مدارس دینیہ ہی آپ کو باقی رکھ سکتے ہیں وہ علامہ اقبال جنہوں نے مغرب کی یونیورسٹیوں میں غوطے لگائے اور سب کچھ مشاہدہ کیا اور پھر واپس آ کے توبہ کی۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش افرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

اس وقت بھی مدارس دینیہ کا اتنا بھی فائدہ ہے اگر ریشہ ہستی میں نم ہے اور کائنات کی نبض چل رہی ہے تو ان مدارس کی وجہ سے ان اللہ والوں کی وجہ سے چل رہی ہے۔ دین اور دین کے خدوخال کی بقا ان مدارس دینیہ کی وجہ سے ہے اگر دین کو بچانا ہے تو برصغیر اور پوری دنیا میں مدارس سے پیدا ہونے والے علماء کرام نے بچایا ہے۔ اکبر نے جس وقت دین الٰہی بنالیا تھا اور جہانگیر نے اس کو پانی دینا شروع کر دیا تھا اس وقت کس نے دین کو بچایا تھا وہ مدرسے کا ایک طالب علم اور مصلے کا ایک صوفی اور ولیوں کا ایک قائد جس کو مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے۔ اعصاب مدرسہ کے ماحول میں مضبوط ہوتے ہیں اور صفہ کی دہلیز سے آئی ہوئی خیرات کی وجہ سے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ میں تو اکیلا ہوں اور اکبر تو بڑی فوج رکھتا تھا جہانگیر کے پاس پورا لشکر ہے۔

لیکن اس کے پاس جرأت ایمانی تھی اپنے قلم سے فوج کو خطوط لکھے پھر کیا ہوا؟

جہاں ان کی یورشیں ہیں وہیں آشیاں بنے گا
کوئی بجلیوں کو جا کے یہ فیصلہ سنا دے

آپ کے سر کو جھکانے کی بڑی کوشش کی گئی لیکن آپ نے اپنا سر بلند کر کے ہمیشہ کے لیے ہمارے سروں کو صرف رب کے آگے جھکا دیا اور فرمایا۔

ایک ہے کعبہ میرا اور ایک ہی مسجود ہے
ہر جگہ موزوں نہیں سر جھکانے کے لیے

استعمار جس وقت آ گیا تو جنگ آزادی کے ہیرو فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالی ہیں جو ہمارے سلسلہ تدریس کے پیشوا ہیں سلسلہ تدریس کے چار سلاسل میں ایک سلسلہ امام خیر آبادی سے ملتا ہے ان سے کہا گیا تھا کہ آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ وہ شخص جس نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا وہ میں نہیں وہ کوئی اور فضل حق ہے تو مجدد کے بعد امام فضل خیر آبادی نے انڈمان کے شور اور کالے پانی کو دیکھتے ہوئے کہا کہ میں نے جو فتویٰ انگریز کے خلاف جہاد کا دیا ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ وہ میں ہی ہوں جس نے کہا تھا کہ انگریز کے پلید قدم کو برصغیر سے نکال کے دم لوں گا۔ انہوں نے قربانیاں دی ہیں اور پھر بریلی کے تاجدار جنہوں نے ایک ہونے کے باوجود ہر محاذ پر جنگ لڑی ہے حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالی جیسے سارے لوگ صفوں پر بیٹھ کے پڑھنے والے اور علم میں مہارت حاصل کرنے والے کہ آج جن کے چند ورقوں پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں جاری کی جا رہی ہیں۔ براعظم میں ان پر تحقیق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں یہ ساری وہ لائن ہے جو مدارس دینیہ نے دی ہے۔

﴿مدرسہ کے خلاف سازشیں﴾

سیموئیل ہنٹنگٹن (SAMUEL HUNTINGTON) کی کتاب چھپی ہے اس میں جو مسلمانوں پر کنٹرول پانے کی تجاویز لکھی ہیں اس میں لکھا کہ اس وقت تک ہم مسلمانوں کو نہیں دبا سکتے ہیں جب تک ان کے مدارس کھلے رہیں گے اگر

مسلمانوں کو دبانا ہے تو مدارس کو بند کرنا یا پھر جدت کے نام پر ان کے نصاب بدل دو اور اسنے کہا کہ اسلام کا پاور ہاؤس مدارس دینیہ ہیں لہذا جب تک یہ پاور ہاؤس رہے گا ہم جتنے بھی ایٹم بم گرالیں یہ مسلمان شکست نہیں کھا سکتے جب وہ نام نہاد کمینے ہمارے پاور ہاؤس بند کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اتنا ہی مسلح ہوکر سامنے آنا چاہئے کہ تم ایک بند کروگے ہم گلی گلی میں کھولیں گے ہر جگہ مدرسہ ہوگا ہر شہر میں مدارس کا جال بچھانا ہماری ذمہ داری ہے دشمن اسلام جانتے ہیں کہ پاور کہاں سے آتی ہے اور کہاں محققین جنم لیتے ہیں اسلامی حقائق کے پھول کھلتے ہیں۔

مدرسہ اور سکول و کالج میں فرق

کالجز ایک شہر میں کتنے ہیں اسکے مقابلے میں مدارس دینیہ کتنے ہیں؟ ان کی تعداد بالکل تھوڑی سی ہے اس کے باوجود بھی شیطان کے دل میں مروڑ اٹھتا ہے۔ کہ یہ اتنے کیوں ہیں جس دین کو نبی کریم ﷺ نے لہو دیا تھا ہم نے اس دین کو وقت دینا ہے ہم نے اس دین کو اپنے بیٹے دینے ہیں اس قرآن کا وارث روئے زمین پر اب کون ہے صحابہ کرام اپنا حق ادا کر کے چلے گئے ہیں اب اس کے وارث ہم ہیں ہم نے سمجھنا اور سمجھانا ہے اور عملا لوگوں کے سامنے لانا ہے یہ قرآن نہ اس لیے اترا تھا کہ اس کو سروں پر رکھ کے قسمیں اٹھائی جائیں یہ قرآن نظام کی کتاب ہے یہ تھانے کچہری ،دوکانوں، بازار کھیت کھلیان کا نظام ہے۔

مدرسہ کے لئے چار انتظامات

ان سارے مقاصد کے لیے مدارس دینیہ کا اجراء کرنا ہے ان کے لیے اپنی دل چسپی کا اظہار کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف خوشی سے وصول کرنا چاہئے۔

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن رقم الحدیث:4867)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگوں کی ایک جماعت اللہ تعالی کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے حصار میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالی ان کا ذکر فرشتوں کے سامنے فرماتا ہے جب کہیں بھی کلاس لگتی ہے خواہ ترجمہ، ناظرہ، حفظ، گرامر، اصول کی ہو اس کے لیے چار بندوبست فرماتا ہے۔

لوگ سکون کے حصول کے لیے گولیاں کھاتے ہیں میرے آقا علیہ السلام فرماتے ہیں گولیوں کی نہیں قرآن کی بولیوں کی ضرورت ہے۔ وہ بچہ جو آکسفورڈ میں بیٹھا ہے کتنی وہ پلید ہو گی اس کے لیے رحمت کی چھتری نہیں رحمت کی چھتری اس کے لیے ہے جو سرکار کے مدرسہ میں بیٹھا ہے۔

جدت اور ٹیکنالوجی کے شعبے ضروری ہیں مگر ترتیب ہوتی ہے ایک فرض ہوتا ہے واجب ، سنت ہے کوئی فرائض چھوڑ کے نوافل شروع کر دے تو اس کو روکنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نوافل کے خلاف ہیں ہم کہتے ہیں کہ ترتیب صحیح کر لو فرائض والے موجود نہ ہوں نوافل شروع کر دیئے جائیں حلال حرام بیان کرنے والے معاشرے میں نہیں ہوں گے تو ساری قوم حرام کھائے گی اور کمائے گی تو اس ٹیکنالوجی کا کیا فائدہ ہے۔

پہلے اصل شے ہو پھر معاون ہیں پھر ٹیکنالوجی کی جس فیلڈ میں بھی جائیں

وہاں بھی اگر دین کے لیے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر سانس میں بندگی کا ثواب دے گا ۔کتنا بڑا مقام اس کا جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں ۔تو یہ خاکی لیکن نوری طواف کرتے ہیں اس لیے کہ اس نے نوری سلسلہ شروع کر رکھا ہے قرآن پڑھتا ہے عمل کرتا ہے اللہ کا ذکر کرتا ہے کتنا بڑا اجتماع ہے یہ اجتماع تو زمین پر ہے لیکن حاضری عرش بریں پر لگائی جارہی ہے اگر کسی کی یہ سوچ ہے کہ دین پڑھنا غریبوں کا کام ہے تو یہ اس کی سوچ غلط ہے اگر کوئی سمجھتا ہے کہ دین پڑھنا زمانے کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کا کام ہے تو اس کی سوچ جاہلانہ ہے اگر کوئی سمجھے کہ مسجد میں امام بن جانا ہے یا تدریس کرنا تو یہ لوگ وہیں ہیں جو ٹھکرائے ہوئے ہیں تو دین کا مذاق اڑا رہا ہے۔

عالم دین کے لئے اعزاز

مسجد کے مصلے پر تو سرکار مدینہ ﷺ نے جماعت کرائی ہے قرآن کا درس تو ہمارے آقا ﷺ نے بھی دیا ہے آپ ﷺ نے خود پڑھا ہے اور خود پڑھایا ہے جبرئیل علیہ السلام سے وصول کیا ہے اللہ تعالیٰ سے لیا ہے اور پھر پڑھایا ہے مزدور مزدوری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں میرے ابا جی کو ملازمت ملی تھی دکاندار یہ باپ کی تصویر لگا کے کہتا ہے کہ میرے باپ کی دکان تھی اب میں بیٹھا ہوں ۔زمیندار کا بیٹا کھیت میں ہل چلاتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں میرے ابا جی نے ہل چلائے تھے تو جو قرآن پڑھ رہا ہے اس کی شان کتنی بڑی ہے کہ میں وہ کام کر رہا ہوں جو نبیوں کے امام کیا کرتے تھے۔

ایک شخص کہتا ہے میرے فلاں بیٹے کا اتنا بزنس ہو گا لیکن حافظ جو عالم دین بن جائے گا اس کا پھر کیا ہو گا تو کیا جب تم پیدا ہوئے تھے تو اپنی روزی ساتھ لے کر آئے تھے ۔یا اللہ تعالیٰ نے بعد میں تمہیں دی ہے تو جو رب تمہارے لیے روزی

کے ذرائع پیدا کر سکتا ہے وہ تمہارے بیٹے کو بھوکا نہیں مرنے دے گا وہ تمہارا بیٹا تمہاری عزت بن جائے گا یہ دین کے لیے کام کرے گا دنیا خود بخود اس کے پیچھے چلنا شروع ہو جائے گی۔ نیت درست ہے لیکن اس کا اثر نہ ہو رہا ہو تو پھر بھی فائدہ ہے اذان دینا ضروری ہے۔

﴿طالب علم کے لئے ضروری چیزیں﴾

حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے تھے کہ طالب علم کے لئے دو چیزیں بڑی ضروری ہیں۔

پہلی چیز: ایک اسباق کا تکرار

یعنی جو پڑھا ہے اس کا تکرار کرنا اور اپنی زبان سے دہرانا

حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے تھے کہ "اَلتَّکْرَارُ یُفَکِّرُ الْحِمَارَ" تکرار ایسی چیز ہے جو گدھے کو بھی مفکر بھی بنادیتی ہے۔

یہ علم ایسا ہے کہ اگر پڑھ کے کسی کو پڑھانا نہیں اور سمجھ کے کسی کو سمجھانا نہیں تو پھر اس علم کو زنگ لگ جائے گا۔ جو جتنا پڑھاتا ہے اور سمجھاتا ہے اس میں اتنا نکھار آتا ہے۔ ہمارے طریقہ تدریس میں ہمارے اساتذہ کا یہ لازمی حصہ ہے۔ خود پڑھانے کے بعد یہ سنتے کہ ہم نے پڑھایا کیا ہے؟ اور پھر کلاس میں طلباء باری باری سبق دہرائیں اور بعض طلباء اعتراض کریں تاکہ جواب مل سکے اس طریقے سے ذہن کھلتا ہیا اور پھر اس کی وجہ سے ذہن میں نئے اجالے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری چیز: مستحبات تک کی پابندی کرنا

یعنی طالب علم فرائض کے ساتھ مستحبات تک کی پابندی کرنے والا ہو۔ اس سے علم میں برکت آئے گی مزید فیضان نصیب ہوگا۔

ایک گھڑی کا مذاکرہ

آثار میں یہ بات آئی ہے کہ

اِنَّ مُذَاكَرَةَ الْعِلْمِ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ اَحْيَاءِ اللَّيْلَةِ

علم دین کا ایک گھڑی تکرار کرنا ساری رات کو زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جب میں نے دین پڑھنا شروع کیا تو میرے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے جن سے میں کاغذ خرید سکوں۔ ایسے میں ہڈیوں پہ سبق لکھ کر یاد کرتا تھا جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے مجھے امامت کا درجہ عطا فرما دیا۔

علم دین ایک عزت

اور فرماتے تھے کہ

طَلَبُ الْعِلْمِ كَطَلَبِ الْمَرْأَةِ الْمُضِلَّةِ وَلَدَهَا لَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ

علم حاصل کرنا اس عورت کے اپنے گمشدہ بچے کو ڈھونڈنے کی طرح ہے جو اپنے والدین کا اکلوتا ہو۔

علم ایک عزت ہے مگر محنت کے بغیر ملتا نہیں اس کے لئے ضرور خاک چھاننا پڑتی ہے اور اس کے لئے جگر پگھلانا پڑتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے واضح کیا کہ جس سینے میں علم نہ ہو وہ سینہ سینہ نہیں بلکہ وہ کھنڈر جگہ اور ویران بستی ہے اور جہاں علم آجاتا ہے وہاں سینے کا مدینہ بنا دیا جاتا ہے۔

یہ ساری قرآن وسنت کی سوغات ہے،ہم پہ ان آئمہ کا احسان ہے کہ جنہوں نے جگر پگھلایا، جنہوں نے تحقیق کی اور قرآن وسنت میں زندگیاں بسر کی ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

باب نمبر

10

سیرت طیبہ کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلہ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت
حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے جامع مسجد رضائے مجتبیٰ گوجرانوالہ میں خطبہ جمعۃ المبارک میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے میری دعا ہے رب ذوالجلال جل جلالہ شرکاء کی شرکت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

سیرت طیبہ کی بہاریں

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع ایک جامع موضوع ہے اس کے آگے سینکڑوں نہیں ہزاروں موضوعات ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درخشاں سیرت انسانیت کا وہ فخر ہے کہ جس پہ تاریخ انسانیت کو ناز ہے۔ جہاں انسانیت کا عروج اور آدمیت کی رفعتیں جا کے فخر کرتی ہیں۔ جس کردار پہ پوری تاریخ آدمیت کو فخر ہے وہ کردار اور سیرت اور وہ اسوہ اور وہ طریقہ میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

مکہ شریف کا ماحول

یہی وجہ تھی کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے کفر وشرک کے ماحول کے اندر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور اپنی رسالت کا اعلان کیا تو اسے ایک عجیب دعوت اور عجیب پیغام سمجھا جا رہا تھا۔ اس کی مخالفت تو ایک طرف، اس وقت ضدی اور

ہٹ دھرم طبیعت کے حامل افراد کی عقلیں ہی انکار کر رہی تھیں کہ جس ماحول میں تین سو ساٹھ بتوں کو سجدہ کیا جاتا ہو ہر گھر میں ہر گلی محلے میں علیحدہ خدا بنا کے رکھے گئے ہوں، اس میں ایک خدا کی توحید کا سبق دینا اور جس میں اپنے قبیلے کے فرد کی بات کو حتمی حیثیت قرار دی جائے، اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک نائب کی بات کا پیغام اور اسے حتمی فیصلہ سمجھنا یہ بظاہر ان لوگوں کے لیے ایک عجیب بات تھی اور ان کے لیے اس کو سمجھنا مشکل تھا۔

پیغام توحید و رسالت

جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ اعلان کیا کہ خدا ایک ہے الٰہ صرف ایک ہے اور میں اس کا نائب ہوں اور میں اس کا رسول ہوں اور اس کی طرف سے دنیا میں بھیجا گیا ہوں میں اس کے پیغام اور اس کے احکام تم تک پہنچانا چاہتا ہوں اور اسی کی تبلیغ کرنا چاہتا ہوں اگر تم میری بتائی باتوں پر عمل کرو گے تو میرا خدا تم پر راضی ہو جائے گا اور تمہیں اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے گا۔

جس وقت یہ پیغام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے سامنے رکھا تو انہوں نے دلیل اور برہان کا مطالبہ کیا۔ ایک دلیل اور برہان تو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر ان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی صورت میں تھی۔ دوسری اہم دلیل خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے رکھی اور قرآن مجید نے اس کی حکایت کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدس تھی۔

توحید و رسالت کی منفرد دلیل

جب ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو پھر اس کی

دلیل کیا ہے اور خدا ایک ہے تو اس کی دلیل کیا ہے آپ دین اسلام کی بات کرتے ہیں اس اسلام کے حق ہونے کی دلیل کیا ہے آپ بعثت بعد الموت کا عقیدہ ہمیں دے رہے ہیں تو اس عقیدہ پر آپ کی دلیل کیا ہے۔ آپ ہمارے سامنے فرشتوں، رسولوں اور پہلی کتابوں پر ایمان لانے کی بات کرتے ہیں۔ اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے جس وقت ان کا ذہن دلیل کی تلاش میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کے لیے وہ ایک دلیل کا تقاضا کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(سورۃ الیونس رقم الایت 16)

اے مکہ شریف کے لوگو! میں کہیں آج باہر سے آ کر تمہارے سامنے رسول ہونے کا اعلان نہیں کر رہا میں نے زندگی کے چالیس سال تم میں بسر کیے ہیں میں باہر سے آنے والا نہیں ہوں میرا میلاد اور میلاد کے بعد ایامِ طفولیت میرا ابھرتا شباب اور میری چالیس سالہ کتابِ زندگی تمہارے سامنے ہے تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میرے رسول ہونے کی دلیل کیا ہے؟

آپ نے فرمایا میری چالیس سالہ زندگی میرے رسول ہونے کی دلیل ہے اور میری چالیس سالہ زندگی میرے خدا کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ میرے الہ کے ایک ہونے کی دلیل ہے میرے رب کی توحید کی دلیل ہے۔ میری چالیس سالہ زندگی تم دیکھ لو اس زندگی کا ہر سال دیکھو۔ اس زندگی کے ہر سال کا ہر مہینہ دیکھو، ہر مہینے کا ہر ہفتہ دیکھو، ہر ہفتے کا ہر دن دیکھ لو، ہر دن کا ہر گھنٹہ دیکھ لو، ہر گھنٹے کا ہر منٹ دیکھ لو۔ میری چالیس سالہ زندگی کے بارے تمہارا اپنا یہ فیصلہ ہے کہ میں نے اس چالیس سالہ زندگی کے ایک منٹ میں بھی آج تک جھوٹ نہیں بولا اگر چالیس سالہ زندگی میری صداقتوں

سے بھری ہوئی ہے اور خود تم اس کو تسلیم کرتے ہو تو پھر یہی زندگی میری اس بات کی
دلیل ہے کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔

اگر چالیس سال کے گرم و سرد ماحول کے اندر مختلف واقعات کے اندر
اس زندگی کے نشیب و فراز کے اندر مختلف قسم کے زمانوں کے اندر مختلف قسم کے
حالات کے اندر، مختلف محافل کے اندر، مختلف مواسم اور مختلف مواقع پر تم نے مجھے
دیکھا ہے تم میرے ساتھ رہے ہو کبھی بھی تمھارے عقیدہ کے مطابق، تمھاری اپنی گواہی
کے مطابق بھی میری زبان سے جھوٹ نہیں نکلا اگر آج تک میری زبان سے جھوٹ
نہیں نکلا تو آج بھی جھوٹ نہیں نکل رہا میں جو کہتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا
سچا رسول ہوں اس زبان سے کہہ رہا ہوں جس زبان کی چالیس سالہ صداقت پر تم خود
گواہی دیتے ہو۔

سیرت طیبہ توحید کی دلیل

رسول اللہ ﷺ کی معطر سیرت اور منور سیرت، یہ سب سے بڑی برھان تھی
جو لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید میں شک کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی
رسالت میں شک کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ جس کردار کو تم نے دیکھا ہے میری
زندگی کے چالیس سال جو میں نے اعلان نبوت سے پہلے گزارے ہیں یہ وہ چالیس
ہیں جن میں تم مجھے امین کہتے تھے، تم مجھ کو صادق کہتے ہو اور تم میرے بارے میں یہ
تصور اور عقیدہ رکھتے ہو کہ کبھی بھی مجھ سے ایک ایسی حرکت صادر نہیں ہوئی کوئی ایسا
کام صادر نہیں ہوا کہ جو انسانیت کے اعلیٰ اقدار کے منافی ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی نیابت
کے شایانِ شان نہ ہو مجھے تم نے اس انداز میں پایا ہے آج میں اپنا چالیس سالہ کردار

سامنے رکھ کے تم کو دعوت دے رہا ہوں کہ میرے خدا کو مان لو اور میری رسالت کو بھی مان لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان اتنا زبان کی مٹھاس کے ساتھ تھا اور اس قدر اطمینان اور دلی توجہ کے ساتھ تھا کہ آپ نے فرمایا!

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(سورۃ الیونس رقم الایت 16)

میں نے تم میں زندگی گذاردی ہے اس سے پہلے کی

أَفَلَا تَعْقِلُونَ

پھر بھی تم مجھ سے پوچھو تو پھر تم میں عقل نہیں ہے اگر تم میں عقل ہے اور اگر تم میں شعور ہے اور اگر تم میں سوچنے اور سمجھنے کی طاقت ہے تو پھر تمہیں پوچھنا ہی نہیں چاہیے تھا تمہیں تو میرے بارے میں سوال ہی نہیں کرنا چاہیے تھا تم تو خود بھی اپنی محفلوں کے اندر بھی جہاں بیٹھتے ہو میری ان باتوں کی تم گواہی دیتے ہو لہٰذا اگر تم میں عقل ہے تو پھر مجھے بھی مان جاؤ میرے رب کو بھی مان جاؤ یہ ساری چیزیں میری سیرت کی واضح دلیل ہیں۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع ذات ہے کہ آپ کی صورت بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل بنی اور آپ کی سیرت بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل بن گئی۔ صورت کا علیحدہ اور مستقل باب ہے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی تھے آپ نے کس وجہ سے اسلام قبول کیا؟ آپ فرماتے ہیں

فَلَمَّا رَآوَجْهَهُ

جب میں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا

عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ

(سنن الترمذی رقم الحدیث 2409)

چہرے کو دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ اتنا نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا، میں نے چہرے کی آب و تاب کو دیکھ کر آپ کو بھی مان لیا اور آپ کے لائے ہوئے دین کو بھی مان لیا۔

حضرت رافع رضی اللہ تعالی عنہ کا نظریہ

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ جو قریش کے زرخرید غلام تھے انہوں نے بھی یہ کہا

فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامُ

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث :2377)

جس وقت میں نے سرکار کا چہرہ دیکھا تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا۔ وہ صورت بھی بے مثال صورت ہے اور وہ سیرت بھی بے مثال سیرت ہے کہ جس سیرت کو واضح طور پر عالم کفر و شرک کے سامنے پیش کر دیا کہ میری کتابِ زندگی پڑھ لو اس کتابِ زندگی کا ہر باب پڑھو اور اس کا ہر صفحہ پڑھو اور اس کی ہر سطر پڑھو اس کے کسی باب میں کسی ورق پر کسی صفحے پر اور کسی سطر پر اور سطر کے کسی حرف پر بھی تم کو اعتراض ہے تو مجھ کو بتاؤ تم تو خود جانتے ہو کہ یہ چالیس سالہ کتابِ زندگی کا ہر ورق اور ہر حرف اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں صادق بھی ہوں، امین بھی ہوں لہذا میری کتابِ زندگی کو سامنے رکھو اور میرے لائے ہوئے پیغام کو مان لو۔

سیرت طیبہ جامع مضمون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت جامع مضمون ہے اس کو کچھ لوگ آج محدود کرتے

ہیں سیرت طیبہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت سے لیکر سرکار ﷺ کے وصال مبارک تک میلاد شریف کے سارے کے سارے ابواب سیرت کا ایک حصہ ہیں ان کے بغیر سیرت کا سرورق ہی مکمل نہیں ہوتا جب تک میلاد شریف کا ذکر نہ کیا جائے سیرت کا عنوان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ اس واسطے جس مرکز سے سیرت کا آغاز ہوتا ہے اور جس مرکز اور نکتہ سے اور جس منبع سے اس درخشاں سیرت کے پودے پھوٹتے ہیں وہ چشمہ سید عالم ﷺ کے میلاد کا چشمہ ہے اور سرکار ﷺ کی ولادت باسعادت ہے جس کے ساتھ سیرت ظاہری کے دروازے لوگوں پر کھلنے شروع ہوئے اگرچہ سیرت کی تاریخ تو اس سے بھی پرانی ہے کہ جن کا نام لے کر یہود اپنے مخالف پر فتح چاہتے تھے تو سرکار کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کے صدقے ہم کو فتح عطا فرما۔

﴿سیرت طیبہ میلاد کا باب اول﴾

تو سیرت کا ایک مستقل حصہ سرکار ﷺ کے میلاد سے پہلے کا بھی ہے اس کا تعلق سرکار ﷺ کے نور کی تخلیق تک جاتا ہے اور سیرت کے ظاہری مراحل ان کا تعلق رسول اکرم ﷺ کی مقدس ولادت کے ساتھ ہے لہذا میلاد شریف سیرت طیبہ کا پہلا باب ہے۔

ایک ہے کسی چیز کو منانا اور ایک ہے کسی چیز کو اپنانا، میلاد شریف کا تعلق منانے سے ہے اور سیرت کا تعلق اپنانے سے ہے، میلاد کو منایا جاتا ہے اور سیرت کو اپنایا جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ جب تک ذکر میلاد نہیں ہوگا جس وقت رسول اکرم ﷺ کی آمد اور آپ کی جلوہ گری کا ذکر نہیں ہوگا اس وقت تک سیرت کی بلندیوں کا نوری تصور ذہن میں نہیں آئے گا۔ جس وقت درخشاں ولادت کہ جس کے

بعد ہمیشہ نبوت کی ولادت کا دروازہ بند ہو گیا اس کا تذکرہ کیا جائے گا تو ساتھ ہی ایسی سیرت کا تصور ابھرے گا کہ یہ وہ سیرت ہے کہ جس کے بعد کوئی سیرت بھی دنیا میں نہیں آئی۔

اس تصور سے جس وقت سیرت کو لیا جائے گا تو پھر وہ سیرت کائنات میں رسالت و نبوت کی آخری سیرت ہے اتنی جامع ہے کہ جس کے بعد کسی نئی سیرت کی ضرورت نہ رہی، اتنی جامع اور اکمل سیرت ہے کہ جس میں زندگی کے ہر باب کے لیے روشنی موجود ہے، اتنی جامع سیرت ہے کہ جس کے اندر فرشیوں کے لیے بھی مواد موجود ہے عرشیوں کے لیے خوشبو موجود ہے۔ یہ جامع سیرت کا جس وقت تصور دے کے اس سیرت کو پیش کیا جائے گا پھر واقعی وہ سیرت کہ جس کا تعلق اپنانے کے ساتھ ہے اس کا رنگ ذہنوں پر غالب آ جائے گا اور اس کی حکومت انسان کے بدن پر ہو جائے گی۔

لوگوں کے سیرت بیان کرنے کا انداز

آج سیرت کے بیان کرنے کا ایک انوکھا انداز ہے سیرت کا بیان اس بات کے مترادف بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف جو کہ شمار میں نہیں آ سکتے ہیں اور سرکار کے وہ منصب کہ جہاں تک ہمارا طائر فکر پرواز بھی نہیں کر سکتا ان کو بیان کرنے کی بجائے آنکھ محدود کر کے عام انسان کی سطح پر پیش کرنے کا نام آج سیرت رکھ دیا گیا ہے۔ آج سارا زور بیان اس پر صرف کیا جانے لگا کہ ان کے بھی دو ہاتھ تھے، ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں، وہ بھی چلتے تھے ہم بھی چلتے ہیں، انہوں نے بھی شادی کی، ہم بھی شادی کرتے ہیں، ان کی بھی اولاد تھی، ہماری بھی اولاد ہوتی ہے۔ یہ ہے کچھ لوگوں کا

سیرت کو بیان کرنے کا ایک طریقہ یہ اس انداز میں لوگوں نے سرکار کی سیرت کو بیان کرنے کو شروع کیا جس سے وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو ایک عام انسان کی شخصیت کی صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

﴿سیرت طیبہ کا تقاضا﴾

سرکار علیہ السلام کی سیرت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ سب سے پہلے اس بات کو پیش کیا جائے کہ ہم اس محبوب کی سیرت کو پیش کر رہے ہیں کہ کائنات میں جن کی صورت کی بھی کوئی مثال نہیں اور جن کی سیرت کی بھی کوئی مثال نہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھ ہیں ان ہاتھوں کی حرکت کھانے کے وقت اور ان ہاتھوں کی حرکت کسی کے ساتھ تعاون کے وقت ان ہاتھوں کی حرکت بدر و حنین کے معرکوں کے اندر ان ہاتھوں کی حرکت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے ہاتھ اٹھاتے وقت، دعا مانگتے وقت سیرت کے تمام پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے اس انداز میں اس کو بیان کیا جائے کہ سننے والے کے ذہن میں سب سے پہلے یہ بات آجائے کہ میں اس درخشاں سیرت کے بارے میں سن رہا ہوں جو اتنی نورانی ہے اتنی اس کے اندر روشنی موجود ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا جامع بنا دیا ہے کہ اس سیرت کے بعد کسی افلاق اور کسی قسم کے نئے شعائر اور نئی کرن زمینی یا آسمانی پیش کرنے کی کسی کو ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس سیرت کو اس حد تک جامع اور تام بنا دیا۔

﴿سیرت بیان کرنے کا انداز﴾

یہ سیرت کا اہم موضوع ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی

نے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کام کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں

كَانَ يَخِيطُ ثَوْبَهُ وَيَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَعْمَلُ مَا يَعْمَلُ الرِّجَالُ فِي بُيُوتِهِمْ

(مسند احمد رقم الاحدیث 23756)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کام کرتے تھے آپ اپنا جوتا خود مرمت کر لیتے تھے اور آپ اپنا کپڑا بھی خودسی لیتے تھے اور اپنے گھر میں یوں کام فرماتے تھے کہ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ زاویہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو پیش کیا تو اس کا کمال کیا ہے؟ بظاہر جو شخص بھی اپنے جوتے مرمت کر رہا ہو کیا اس سیرت کو جامع سیرت کے طور پر اور کائنات کی آنے والی نسلوں کے سامنے اس کو ایک درس کے طور پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جب ہر آدمی ہی یہ کام کر رہا ہے تو اس کی خبر دینے کی کیا ضرورت ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت کی خبر اس لیے دے رہی تھیں اور اس انداز میں دے رہی تھیں کہ لوگوں وہ محبوب کہ جن کی انگلی اٹھ جائے تو چاند شق ہو جائے اور جو اشارہ کریں تو درخت حرکت میں آجائیں ان کی انگلی ایک طرف چاند کو حرکت دیتی ہے اتنی عظیم ہونے کے باوجود وہ جوتا بھی مرمت کرتی ہے۔

سیرت طیبہ کا اور سیرت مقدسہ کا یہ پہلو بھی ہے کمال کا کہ اتنے عظیم ہونے کے باوجود جس کے ید کو اللہ تعالیٰ ید اللہ فرمادے اپنا دست قدرت قرار دے دے اور اپنی قدرت کی نیابت عطا فرمادے وہ ید اللہ والا ہاتھ اس قدرت اعلیٰ کی سیرت ہے کہ ایک طرف وہ ید اللہ ہے اور دوسری طرف وہ اپنا جوتا خود مرمت کرتا ہے۔

یہ پہلو جس وقت اس انداز میں پیش کیا جائے گا تو پھر سیرت کا تصور نقشوں میں اور انداز سے ابھرے گا اور اگر اس انداز میں پیش کیا جائے گا کہ معاذ اللہ وہ بھی

جوتا مرمت کرتے تھے اور ہم بھی جوتا مرمت کرتے ہیں پھر اس عظیم کردار کو جس سبق کے طور پر پیش کیا جا رہا ہو کا وہ سبق پھر کہاں جائے گا۔

اس انداز میں سیرت کو پیش کیا جائے یہ وہ محبوب ہیں کہ ایک طرف تو ان کی انگلی چلتی ہے اور وہ اپنا جوتا مرمت فرماتے ہیں اور دوسری طرف یہی انگلی چلتی ہے تو اس سے چشمے جاری ہوتے ہیں اسی ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے پانچ نہریں جاری ہوتی ہیں دو چار نہیں پانچ دس نہیں ایک سو یا دو سو نہیں پندرہ سو صحابی انہیں ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی پیتے ہیں اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں پھر بھی وہ پانی ختم نہیں ہوتا یہ ان مقدس ہاتھوں کا کمال ہے ایک طرف انہیں سے چشمے جاری ہوتے ہیں اتنے عظیم ہونے کے باوجود سرکار ﷺ انہیں سے اپنے جوتے کی مرمت بھی کر لیتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی مقدس سیرت کو اس انداز میں بیان کیا جائے آپ ظاہر الجلد ہیں آپ لباس بشر میں ہیں مگر لوگوں یاد رکھو ان کا پیکر اور اس پیکر کے انداز اور اس پیکر کے کردار ہمارے لیے نوری ذریعے بن گئے ہیں اس پیکر کی حقیقت ہماری عقلوں سے ماوراء ہے

انسان کے بدن سے خون نکلتا ہے اس سے جو کچھ برآمد ہوتا ہے وہ طاہر نہیں ہوتا مطہر نہیں ہوتا ہم اس پیکر کی سیرت کا حوالہ دیتے ہیں جس پیکر سے جو پانی نکلے وہ پانی طاہر بھی ہوتا ہے اور مطہر بھی ہوتا ہے پاک بھی ہوتا ہے اور پاک کرنے والا بھی ہوتا ہے۔

پھر انسانی بدن سے کتنا پانی باہر آ سکتا ہے وہ چار کلو ہوتا ہے یا پانچ کلو ہو یا دس کلو ہو جائے یا بیس کلو ہو جائے اس سے زیادہ کہاں سے آئے گا یہ کونسا پیکر ہے؟ یہ پانی کہاں سے آ رہا ہے؟ چشمے پھوٹتے ہیں تو پندرہ سو صحابی پانی پی گئے اور جانوروں

نے بھی پانی سیر ہو کر پی لیا انسانی پیکر کے اندر اتنا پانی کہاں سے آ سکتا ہے۔ جس وقت انسانی پیکر کے اس اعجاز کو انسان سامنے رکھے گا یقیناً اس کو محبت بھی پیدا ہو جائے گی اور ذہن کے اندر سیرت غالب بھی ہو جائے گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا مرمت کرتے تھے اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے اور اس طرح گھر میں کام کرتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی ایک کام کرتا ہے ہاں یہ بڑی بات ہے کہ قائد المرسلین ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ہوں اور اپنا جوتا خود مرمت کر رہے ہو۔

بے مثل خوشبودار پسینہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جوتا مرمت کرتے ہوئے بھی ان کی سیرت کے انوکھے انداز ظاہر ہوتے تھے سرکار جوتا مرمت فرما رہے تھے۔

فَجَعَلَ جَبِيْنُهٗ يَعْرُقُ

تو سرکار کی پیشانی پر پسینہ آ گیا

جَعَلَ عَرْقُهٗ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا (سنن الکبریٰ)

وہ پسینہ بھی نور کا پسینہ تھا

آپ کا پسینہ نور بنتا جا رہا تھا آپ کا پسینہ بھی نور تھا آپ کا پسینہ وہ خوشبو ہے کائنات میں جس خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں ہے تم اسی طرح اپنے آپ کو ان سے مساوی نہ کرو، کہ وہ بھی کام کرتے تھے ہم بھی یہ کام کرتے ہیں لہذا ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہ ہوا وہ ایسا ہاتھ رکھتے تھے کہ جو کائنات میں دو نسبتیں اور نعمتیں تقسیم کرتا ہے دوسری طرف اسی ہاتھ کو استعمال فرماتے ہیں اور پیکر سے جو پسینہ نکلتا ہے وہ

پسینہ معاذ اللہ کوئی بد بو دار نہیں ہوتا بلکہ خوشبو دار ہوتا ہے اور اس کی حقیقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

يَتَوَلَّدُ نُوْرًا

وہ سرکار علیہ السلام کا پسینہ بھی نور کا پسینہ تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایسی ہے کہ جوتا مرمت فرمائیں اور موسم سخت ہو اور پسینہ آ جائے اور وہ نور کا پسینہ ہو

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ فرمانے لگے

آب زر بنتا ہے عارض پہ پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پہ چڑھتا ہے سونا نور کا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس چہرہ کو قرآن مجید سمجھ لیجیے یہ مصحف اعجاز ہے یہ قرآن مجید ہے اور جو چہرہ پر پسینہ آ گیا ہے یہ قرآن مجید پر نور کے سونے کی ملمع کاری کر دی گئی ہے مطلقا سونے کی کیا حیثیت کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے نور کو اس سے تشبیہ دی جائے اس لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا نور کا جو سونا ہے اس کی گویا چہرے پر ملمع کاری کر دی گئی ہے مقدس ہاتھ کا حوالہ بار بار دیا جائے کہ ان کے بھی ہاتھ تھے ہمارے بھی ہاتھ ہیں سیرت یہ نہیں بلکہ سیرت یہ ہے کہ یہ تصور رکھا جائے کہ سرکار علیہ السلام کے بھی ہاتھ تھے اور کیسے ہاتھ تھے۔

﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی وسعتیں﴾

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ سرکار اپنی جگہ سے آگے بڑھے اور ہاتھ اوپر اٹھایا اور پھر نیچے کر لیا اور قدم پیچھے ہٹا لیے تو صحابہ

کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ یوں لگ رہا تھا کہ آپ
کوئی چیز پکڑ رہے ہیں اور پھر اپنے ہاتھوں کو پیچھے ہٹالیا یہ کیا واقعہ تھا
تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ

إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ

میں جنت کو دیکھا

فرش زمین پر کھڑے ہو کر میں نے جنت بریں کو دیکھا تو کیا ہوا

فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا

میرا ہاتھ جنت کے ایک گچھے پہ تھا

جنت کا ایک گچھہ میرے ہاتھ کے اندر آچکا تھا میرا ہاتھ اس پر مشتمل تھا جب میں ہاتھ
آگے بڑھا رہا تھا تو میرا ہاتھ اس پھل پر تھا۔

وَلَوْ أَصَبْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتُ الدُّنْيَا

(صحیح بخاری رقم الحدیث 993)

اگر میں وہ پھل توڑ لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم وہ پھل کھاتے رہتے تو وہ پھل ختم نہ ہوتا۔
کیا یہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی سیرت نہیں؟ کہ یہ وہ ہاتھ ہیں جو زمین
سے آسمان تک اور جنت بریں تک پہنچتا ہے اس قدر اس ہاتھ کی حکومت ہے اس
قدر اس ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے برتری عطا فرمائی ہے اس قدر یہ ہاتھ لمبا ہے اس قدر
اس ہاتھ کے تصرفات ہیں اس کے لیے کوئی چیز بھی دور نہیں ہے وہ جنت جو ہم سے
3500 سال کی مسافت سے بھی زیادہ دور ہے سرکار کی بارگاہ میں کوئی دور نہیں
جن کے سامنے آسمان تک کی بلندیاں ان کے فرش زمین پر ہونے کے باوجود ان
کے ہاتھ کے ساتھ ہوتی ہیں بھلا گنبد خضراء میں موجود ہوتے ہوئے یہ کائنات

کہاں ان سے دور ہو سکتی ہے۔اس ہاتھ کی سیرت بیان کی جائے کہ سرکار علیہ السلام نے اس ہاتھ سے جوتا بھی مرمت فرمایا جس ہاتھ سے سرکار زمین پہ کھڑے ہو کر جنت کے پھل بھی توڑ سکتے تھے۔

صحیح بخاری کی صحیح حدیث شریف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ہاتھ اس پھل پر تھا مگر توڑا نہیں کیوں؟ اس لیے کہ جنت نام ہی مخفی چیز کا ہے ج اور ن عربی زبان میں جہاں بھی آ جائے اس کے معنیٰ میں پردہ، اخفا، سرّ اور چھپنے کا معنی پایا جاتا ہے۔تو جنت ایک چھپی ہوئی چیز ہے اگر اس کو یا اس کی کسی چیز کو ظاہر کر دیا جائے تو پھر آزمائش نہیں ہو سکے گی پھر امتحان نہیں ہو سکے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اگر جنت کو ظاہر کر دیا جائے تو پھر کوئی شخص بھی برا کام نہ کرتا کوئی شخص بھی جہنم میں نہ جا سکتا جنت کو بھی چھپا دیا گیا اور جہنم کو بھی چھپا دیا گیا اور ان کو ایمان بالغیب کا عقیدہ عطا فرما دیا گیا کہ یوں سمجھو جیسے ہم نے آنکھ سے دیکھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی سیرت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی مقدس سیرت کو بیان کرتے ہوئے اور سرکار کی مقدس انگلیوں کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اگر یہ انگلی جس کے چاٹنے کے بارے میں سرکار حکم فرما رہے ہیں تو صحابہ کرام کے سامنے اپنی انگلی چاٹ رہے ہیں یہ وہ انگلی ہے جس کے بارے میں جامع ترمذی میں آیا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر انگلی اٹھائی۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْفَلَقَ الْقَمَرُ، فَصَارَتْ فِلْقَةٌ مِنْ

وَرَاءِ الْجَبَلِ (المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث 9866)

اس انگلی کے اٹھنے کے ساتھ ہی چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا پہاڑ کی دوسری طرف گیا تو سرکار ﷺ کی سیرت کا یہ پہلو ہے ایک طرف انگلی جب کہ سرکار چاٹ رہے ہیں جبکہ سرکار اس کے چاٹنے کا سبق دے رہے ہیں اور آپ ان کی سیرت لوگوں کے سامنے رکھ رہے ہیں یہ وہ مقدس انگلی ہے جس کا اعجاز یہ ہے اور اس کی یہ فضیلت ہے کہ سرکار اسی انگلی کو جب بلند فرماتے ہیں تو یہ انگلی چاند کے بھی دو ٹکڑے کر دیتی ہے

دوسری طرف آج سارا زور بیاں اس پہ سیرت بیان کرتے ہوئے صرف کیا جاتا ہے کہ وہ ایک اللہ کے بندے تھے اس میں کوئی شق نہیں رسول اللہ ﷺ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ کے عبد خاص ہیں مگر امت کے سامنے ان کی شخصیت اس انداز میں پیش کرنی چاہیے کہ جس انداز کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا اس انداز کے مطابق جب سیرت کا ذکر ہو گا پھر اس سیرت سے کسی کا اختلاف نہیں ہو گا وہی سیرت حقیقی سیرت ہے۔

اور اگر انداز یہ اپنایا جائے اور لوگوں کو یہ کہا جائے کہ ہر چیز سے بری بات شرک ہے باقی سب کچھ معاف ہو جائے گا لیکن شرک معاف نہیں ہو گا یہ بات صحیح ہے اس سے لوگوں کے ذہن کو کھلا کر دیا جائے اور ان میں آزادی پیدا کر دی جائے جو تم کرو کوئی بات نہیں معاف ہو جائے مگر شرک نہ کرنا اور شرک کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کا میلاد منانا ہے یہ کتنی بڑی سازش ہے کہ پورے اذہان کو آزاد کیا شرک سے بچنے کی خاطر اور باقی سب کچھ چھوڑ کر یہ رہ گیا کہ معاذ اللہ یارسول اللہ ﷺ کہنا شرک ہے۔ الصلوۃ السلام علیک یارسول اللہ ﷺ کہنا شرک ہے نسل نو کو گمراہ کرنے کے لیے انہیں

بے راہ روی کا دروازہ دیکھانے کے لیے نو جوان نسل جو پہلے ہی بے حیاء ہے اور جن کا کوئی کردار نہیں ان کو یہ سند دی جارہی ہے کہ تم صرف یا رسول اللہ ﷺ نہ کہو باقی سب کچھ (معاذ اللہ) معاف ہو جائے گا بس ایک شرک نہ کرو۔ شرک کیا ہے؟ کہ سرکار ﷺ کا میلاد نہ کرو سرکار ﷺ کا نعرہ نہ لگاؤ یہ کام نہ کرو باقی جو کچھ کام تم کرو گے وہ معاف ہو جائے گے۔

تو یہ ایک نو جوان نسل کے اندر تصور دے کے جو بدکار قسم کے لوگ تھے انہوں نے اپنی مسجدوں کے اندر بیٹھ کر اس کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ صرف تم یہ کلمے نہ کہو باقی جو کچھ تم کرتے رہو اے جوانو! تم کو کھلی چھٹی ہے تم سینما دیکھو تم شراب پیو تم بدکاریاں کرو مگر یہ کام نہ کرو اگر یہ کام کرو گے تو نجات نہیں ہوگی باقی ہر شے سے نجات ہو جائے گی جو نوا جوان نسل پہلے بے راہ روی کا شکار ہے وہ یقیناً اس بات کو قبول کر لے گی کہ ٹھیک ہے باقی چیزوں سے ہمیں آزاد کر دیا گیا ہے ایک ہی بڑا گناہ تھا معاذ اللہ یا رسول اللہ ﷺ کہنا اس پہ تو پابندی رکھیں گے باقی جو مرضی کرتے جائیں۔

یہ سوچ اور نظریہ اس دور کا سب سے خطرناک نظریہ ہے اور سب سے بڑی سازش ہے امت مسلمہ کے خلاف کہ ان کی نسل نو کو معاذ اللہ بے راہ روی کا مرتکب کرنے کے لیے ان کو یہ سوچ دی جارہی ہے ہم کہتے ہیں کہ یقیناً شرک سب سے بڑا جرم ہے مگر شرک سرکار ﷺ کا نام لینا نہیں، شرک سرکار ﷺ کی تعظیم کرنا نہیں ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

رسول اللہ ﷺ کے چلنے کی سیرت

اللہ تعالیٰ نے تو رسول اللہ ﷺ کو عزتیں عطا فرمائی ہیں عظمتیں عطا فرمائی ہیں، عروج اور رفعتیں عطا فرمائیں ہیں اس قدر ذکر کو بلند فرما دیا ہے لہذا یہ سب کچھ سرکار ﷺ کا ذکر اور آپ کی سیرت کا بیان اور سرکار کی محبت اور سرکار کے عشق کے درس یہ تو سرکار ﷺ کی عظمت وعزت کا حصہ ہیں کہ جس میں شامل ہونے سے ایمان کی دنیا جگمگا اٹھتی ہے لہذا یہ تو ایمان کی ترقی کا ایک حصہ ہے اور ترقی کا ایک ذریعہ ہے نہ کہ معاذ اللہ اس کو کائنات میں سب سے بڑا جرم قرار دیا جائے سیرت النبی ﷺ بیان کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی چلتے تھے ہم بھی چلتے ہیں مگر کس انداز میں اس کو بیان کرنا چاہیے اس انداز میں بیان کرنا چاہیے کہ لوگو! ہم بھی چلتے ہیں سرکار ﷺ بھی چلتے تھے مگر کس طرح وہ اس زمین پر چلتے تھے اور زمین پر ان کا چلنا ہمارے لیے بہت بڑا احسان بنا اور سرکار ﷺ کا چلنا اس واسطے سیرت کا درخشاں باب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ

يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ

اے بلال مجھے اس عمل کی خبر دو جو تم کرتے ہو جس پر تمھیں امید ہے۔

فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ

(صحیح بخاری رقم الحدیث:1081)

میں جنت میں تھا اور جنت میں چل رہا تھا تو میں نے جنت میں اپنے آگے تیرے قدموں کی آہٹ سنی سرکار ﷺ کا چلنا ذکر کیا جائے اور سرکار کا قدم اٹھانا ذکر کیا جائے تو اس قدم اٹھانے میں جو سرکار ﷺ کی بلندی ہے اس کو ذکر کیا جائے ہم بھی

چلتے ہیں ہمارا قدم اٹھتا ہے تو زمین پر رہتا ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بھی چلتے ہیں مگر وہ قدم اٹھتا ہے تو تیرے لیے دو چار قدم عرش بریں ہے وہ قدم اس انداز میں اٹھتا ہے کہ چاہے تو جنت کی سیر کرے جنت کے مناظر دیکھ لے یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا چلنا ہے اور یہ وہ پیارا چلنا ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی مقام عطا فرمایا تھا اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ چلنے کو پسند فرماتے تھے یہ اعجاز ہے

ادھر مخلوق میں شاغل ادھر اللہ سے واصل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

آپ کا تو یہ احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے وصل ہونے کے باوجود آپ نے مخلوق کو ٹائم دے دیا سچ فرمایا تھا کسی عارف نے کہا کہ سرکار علیہ السلام کا معراج پہ جانا اتنا کمال نہیں جتنا وہاں سے واپس آنا کمال ہے اللہ تعالیٰ کے جلووں میں بیٹھ کر پھر مخلوق کو پسند کر لینا اور مخلوق کے پاس آ جانا یہ کمال ہے کہ سرکار علیہ السلام کا ان غلاموں کے ساتھ قدم قدم چلنا سرکار علیہ السلام کا ان کے ساتھ بدر و حنین میں جانا یہ سیرت کا درخشاں پہلو ہے اللہ تعالیٰ نے جن کو اعلیٰ حدود میں چلنے کا اختیار عطا فرمایا تھا اس کے باوجود انہوں نے غلاموں کے ساتھ چلنے کو پسند فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک کی سیرت

سیرت طیبہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے بھی کان ہیں ہمارے بھی کان ہیں مگر اس کو کس انداز میں بیان کیا جائے اس طرح اس کو کہا جائے کہ ہمارے بھی کان ہیں مگر ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تو وہ کان ہیں جب فرمایا کہ میں جنت میں تھا

سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ

(صحیح بخاری رقم الحدیث:1081)

میں نے جنت میں تمھارے قدموں کی آہٹ سنی ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ زمین پر ہیں اور سرکار ﷺ جنت پر ہیں پانچ سو سال سے زائد کی مسافت ہے بڑی آواز تو بڑی آواز رہ گئی فرمایا میں تو زمین پہ تمھارے چلنے کی آواز بھی سن رہا تھا۔ سرکار مدینہ ﷺ کے کان ہیں لیکن ایسے کان ہیں کہ ان کانوں کی سیرت ہم بیان کر رہے ہیں جن کانوں کے اندر کبھی غلط آواز داخل نہیں ہوئی جن کانوں کو اللہ تعالیٰ نے مقدس پیدا فرمایا تو وہ مقدس رہے وہ کان جو ظاہر میں بھی تھے باطن میں بھی تھے وہ کان جو پیکر کے اوپر بھی تھے اور دل کے اندر بھی موجود تھے دل میں بھی کان تھے ظاہر میں بھی کان تھے جو زمین سے بھی سنتے تھے آسمان سے بھی سنتے تھے دور سے بھی سنتے تھے اور نزدیک سے بھی سنتے تھے حضرت بلال رضی اللہ زمین پر تھے سرکار ﷺ جنت میں تھے اس کے باوجود ان کے قدموں کے چلنے کی آواز کو بھی سن لیا لہذا یہ سیرت کا درخشاں پہلو ہے کہ سرکار ﷺ کا سننا وہ سننا ہے وہ سماعت جو دور دور سے سن لیتی ہے اس کا کمال یہ ہے کہ جب کوئی غلام گھبرا کے آتا ہے تو سرکار ﷺ اس کو بھی نہیں ٹھکراتے بلکہ اس کی بھی سن لیتے ہیں۔ جو کان اللہ تعالیٰ کا پیغام سننے والے تھے اور دور دراز سے سننے والے تھے آپ نے ان کانوں کو اپنے غلاموں کے لیے وقف فرما دیا یہ سرکار ﷺ کی سیرت کا اعجاز ہے یہاں تک کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ جہاں سے تم درود پڑھتے ہو میں سنتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث:1745)

میں سلام کا جواب خود دیتا ہوں جب تم مجھ کو سلام کہتے ہو میں جواب خود دیتا ہوں۔
میں نے کسی کی ڈیوٹی نہیں لگائی کہ وہ جواب دے دے میں جواب خود دیتا ہوں مجھ کو اس عقیدہ سے سلام کہو کہ میں تمھیں اس کا جواب دے رہا ہوں اور جب تم سلام کہو تو یوں سمجھو کہ تمھارا ماحول میری بارگاہ میں حاضر ہے اور میرا جواب تم کو مل رہا ہے اس عقیدے سے مجھ پر سلام پڑھو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں سنتا ہو کب تک؟

وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا

(سنن ابن ماجه رقم الحديث :1627)

میں سنتا رہتا ہوں تم پڑھتے رہو تم یہ کبھی تصور نہ کرنا کہ ہم نے سرکار ﷺ کو تھکا دیا اور ہم ایک گھنٹہ پڑھتے رہے اور وہ ایک گھنٹہ سنتے رہے تو کیا ایک گھنٹے کے بعد آرام (Rest) کرنا شروع کر دیں گے اور ہماری طرف سے کان پھیر لیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے کان تھکتے نہیں۔

حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا

فرمایا پڑھنے والا پڑھتا رہتا میں سنتا رہتا ہوں جب وہ سنانا بند کرتا ہے تو میں کان پیچھے ہٹاتا ہوں خواہ وہ ایک دن سنائے یا خواہ وہ ایک ہفتہ سنائے خواہ وہ ایک سال سناتا رہے وہ جب تک مجھے سناتا رہے گا اس وقت تک میں اس کی بات سنتا رہوں گا۔

﴿تو زندہ ہے واللہ﴾

لہذا یہ سرکار ﷺ کی سماعت اور یہ سرکار ﷺ کے کان جو سطح زمین کے اوپر بھی سنتے تھے اور گنبد خضریٰ کے اندر بھی سنتے ہیں جب صحابہ کرام نے کہا تھا کہ جس

وقت موت آجائے گی وصال ہو جائے گا۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ

(سنن ابن ماجه رقم الحديث 1075)

پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا کیا صرف روح پر پیش کیا جائے گا یا جسم بھی سلامت ہوگا تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے صحابہ!

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

(سنن ابن ماجه رقم الحديث:1627)

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ کسی نبی کے جسم کو نہیں کھا سکتی اللہ تعالیٰ کا نبی قبر میں زندہ بھی ہوتا ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کے کان مبارک وہ ہیں جو قبر کے اندر بھی موجود ہیں اور آج بھی سن رہے ہیں یہ سماعت نبوی ہے یہ سیرت کا وہ درخشاں پہلو ہے جس کو اس انداز میں بیان کیا جائے کہ سرکار ﷺ اپنے مقدس کانوں سے اپنے غلاموں پہ اس قدر رحم فرمایا کہ ایک بوڑھی عورت جس کا کوئی پرسان حال نہ تھا تو اس نے آ کر کہا کہ میری علیحدگی میں آ کر بات سنو تو سرکار ﷺ نے سب کچھ چھوڑ کر اس کی بات کو سن کے تشفی عطا فرمائی اور یہ ثابت کر دیا کہ میرے وہ کان ہیں کہ جس کے اندر اللہ تعالیٰ کے پیغام موصول ہوتے ہیں اس حد تک میری سیرت اعلیٰ ہے کہ ادنیٰ سا بھی کوئی آ جائے تو ان کو بھی یہ کان ٹائم دے دیتے ہیں۔

﴿سیرت طیبہ کا درخشاں پہلو﴾

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا درخشاں پہلو یہ بھی ہے سرکار ﷺ پاخانہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص ملا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس نے

آ کر سلام کہا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب نہ دیا اب وہ شخص گلی میں جا رہا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب نہیں دیا وعلیکم سلام نہیں کہا اب گلی میں موڑ آنے والا ہے وہ شخص علیحدہ گلی میں چلا جائے گا وہ کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ میں ان سے ناراض ہوں اس کو غم ہوگا اس کو تکلیف ہوگی اور میں غلاموں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا جو لکڑی کے عاشقوں کا رونا برداشت نہیں کر سکتے وہ خیر الامت کے درد کو کس طرح برداشت کر سکتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی چند قدم باقی رہ گئے تھے کہ وہ شخص نگاہوں سے غائب ہو جاتا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً دیوار پر اپنے ہاتھ مارے پھر ان کو اپنے چہرے پر مل لیا پھر اپنی دونوں کلائیوں پر مل لیا تیمم فرما لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے صحابی رک جاؤ تم نے مجھے سلام کہا تھا

لَمْ اَرُدَّ عَلَيْكَ

اور میں نے تم کو جواب نہیں دیا یہ نہ سمجھنا کہ میں ناراض تھا بلکہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ طہارت کے بغیر میری زبان سے رب کا نام نکل جائے چونکہ سلام تو اللہ کا نام ہے میں تمہیں جواب دوں گا وعلیکم السلام تو سلام تو اللہ کا نام ہے میں نے ابھی وضو نہیں کیا تھا ابھی میں قضائے حاجت کر کے آ رہا تھا میں چاہتا تھا کہ پہلے وضو کرتا پھر تم کو سلام کا جواب دیتا لیکن چونکہ تم اوجھل ہو رہے تھے اور تم دور جا رہے تھے اور تمھارے ذہن میں یہ سوچ مسلسل آ رہی تھی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اس واسطے مجھے جواب نہیں دے رہے میں نے اتنا انتظار نہیں کیا کہ پہلے جا کر وضو کروں پھر تم کو جواب دوں فوراً تیمم کیا ہے اور تم کو جواب دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ پہلو ایک طرف ہے کہ فرش زمین پر چلتے

ہوئے اپنے غلاموں کا اس قدر احساس ہے کہ ان کو اتنا رنج نہیں دینا چاہتے کہ اگر وہ غائب ہو جائے گا تو اس کے دل میں یہ یقیناً بات آئے گی لہٰذا چند گھڑیاں گزرنے سے پہلے سرکار ﷺ نے سارے تقاضے بھی پورے کر دیے ادھر طہارت بھی تیمم کے ساتھ حاصل کر لی ادھر امتی کو سلام کا جواب بھی دے دیا ایک طرف سیرت کا یہ پہلو ہے۔

سیرت طیبہ اور میدان حشر

دوسری طرف وہ وعدہ ہے کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حشر کا دن ہوگا تم مجھے ڈھونڈو گے میرے غلاموں میں تمھیں کہاں ملوں گا جیسے میرے پیکر سے "ہمارا چند لمحوں کا درد برداشت نہیں ہوسکتا کہ میرا غلام کسی سوچ میں رہ جائے کہ میں نے اس کو جواب نہیں دیا میں یہ برداشت نہ کر سکا مسجد نبوی تک جانے کا سفر بھی برداشت نہ کر سکا فوراً تیمم کر کے اس کو جواب دیا تا کہ اس کے دل میں چین آ جائے کہ سرکار ﷺ نے مجھ سے ناراضگی نہیں اختیار کی بلکہ سرکار ﷺ نے اس مصلحت کے پیش نظر تاخیر فرمائی ہے جیسے اس زمین پر چلتے ہوئے "ہماری چند گھڑیوں کی گھبراہٹ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی ایسے ہی جب حشر بپا ہوگا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا میرے غلاموں اس دن بھی "ہماری گھبراہٹ مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتی میں اس دن کے لیے پہلے تمھیں اپنا ایڈریس دے رہا ہوں کہ لوگ تو ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے انہیں میری دہلیز کا پتہ نہ ہوگا میں تم کو بتاتا ہوں کہ کہاں تم مجھ کو ملنا چاہو گے تو پاسکو گے

یہ سیرت کا زمین پر پہلو اور یہ سیرت کا آسمان پر پہلو، اور زمین پر کھڑے ہو کر اس کا

بیان فرما دیا یہاں تک کہ بخاری میں آ گیا۔

اِنْ فَوَعَدَکُمْ حَوْضٌ ؟

میرے صحابہ تم مجھے حشر کے دن پانا چاہو گے تو میں حوض کوثر کے پاس ہوں گا میرا تم سے وعدہ ہے وہاں تم آ جانا آگے پیچھے نہ پھرنا یہ وہ جگہ ہے جو میرے اور تمھارے ملنے کی جگہ ہے اگر چہ کئی صدیاں گزر گئیں تو پھر وہ وقت آئے گا، کہ حشر بپا ہو گا اور پھر اس جگہ یہ میری اور تمھاری ملاقات کی جگہ ہوگی

وَاِنِّی لَاَنظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِ ھٰذَا

میں اپنے منبر پہ بیٹھے ہوئے اور ابھی اس جگہ کو دیکھتا جا رہا ہوں وہ حوض کی جگہ جس کی میں نے تمھارے ملنے سے پہلے نشاندہی کر دی ہے وہ تمھارا زمین پر بھی گھبراہٹ میں چلنا مجھ کو برداشت نہیں اور حشر کے دن بھی ایسا چلنا مجھ سے برداشت نہیں ہو گا اس کے ساتھ سیرت طیبہ کا عقیدہ امت مسلمہ کو مل رہا ہے کہ سرکار ﷺ کی جس طرح مدینہ کی گلیوں میں دروں دیوار پر نگاہ تھی اور وہ سرکار ﷺ کی حکومت کے اندر شامل تھی اور سرکار ﷺ کی نظر میں تھی جیسے مدینہ شریف کا کوچہ و بازار سرکار ﷺ کی نظر میں تھا ایسے ہی جنت الفردوس اور جنت کا حوض سرکار ﷺ کی نظر میں تھا فرمایا کہ میرے اور آپ کے ملنے کی جگہ حوض کے پاس ہے میں اس کو دیکھ رہا ہوں حالانکہ میں اس جگہ تمھارے پاس بیٹھا ہوں اے میرے غلاموں یہ عقیدہ رکھنا کہ جس طرح میں دنیا کے اندر تمھیں دیکھتا ہوں اور تمھیں اپنی انکھوں سے اوجھل ہونے سے پہلے پیغام دیتا ہوں کہ تمھارے سارے دکھ دور ہو جائیں۔ مجھے میرے خدا نے وہ آنکھ دی ہے کہ میں یہاں بیٹھا ہوں وہ جگہ جس کے لیے صدیاں گزریں گئیں تو پھر وہ مقام آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے حائل کی صورت میں سرکار ﷺ کی نگاہ کے سامنے رکھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کی سیرت

سیرت طیبہ کا یہ پہلو ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو ایک طرف زمین پر موجود اپنے غلاموں کی نگرانی فرما رہی تھیں اور دوسری طرف وہ مقامات جو صدیوں بعد لوگوں کے پاس آنے والے تھے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھ اسی وقت دیکھ رہی تھی لہٰذا جو اتنے عظیم محبوب ہیں جن کے پیکر کے ہر حصہ کے اتنے اعجاز ہیں اس کے اتنے فضائل ہیں اس کے اتنے مناقب ہیں اور اس کی سیرت طیبہ کے اتنے پہلو ہیں۔

ایسے میں ہمیں اس مقدس ہاتھ کی اتباع کرنی چاہیے اس مقدس زبان کی اتباع کرنی چاہیے جو ہاتھ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تقسیم کرنے والا ہے اور جو کان ہمارے ہی نغموں کو سننے والا ہے اور جو آنکھ ہماری طرف ہی نظر رحمت کرنے والی ہو جب یہ تصور آجائے گا تو اتباع میں چاشنی پیدا ہو جائے گی ہم کسی ایرے غیرے ہاتھ کے متبع نہیں ہیں ہم ہی عام کام کی اتباع نہیں کر رہے ہم کسی عام زبان کے اسوہ کی طرف نہیں چل رہے ہم جو دعوت سیرت طیبہ کی اتباع کی دے رہے ہیں اس مقدس پیکر کی سیرت کی اتباع کی دعوت ہے جو پیکر اور اس کا ہر حصہ وہ کان وہ آنکھ اور وہ زبان جس کی اتباع کی دعوت دے رہی ہے جو ہر وقت ان اتباع کرنے والوں کا بھلا سوچ رہے تھے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة آل عمران رقم الآیت:31)

اس اتباع کا تصور کرتے ہوئے کہ میں نے اپنی آنکھ کو ایک نصاب دیا میں نے کان کو ایک نصاب دیا اس تصور کے ساتھ کہ یہ وہ نصاب ہے جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کان سے

ہمارے لیے واضح فرمایا ہے اور یہ وہ کانِ اور آنکھ ہے جو ہر وقت ہماری خیر اور بھلائی کے لیے متوجہ ہوتی رہی۔

جب اس بھلائی کا تصور اور سرکار ﷺ کی سیرت کے اس پہلو کا تصور سامنے ہوگا تو یقیناً سیرت کو سمجھنے میں بھی آسانی مل جائے گی اور سیرت پر عمل پیرا ہونے میں بھی آسانی مل جائے گی جب یہ تصور ذہن میں سما چکا ہوگا کہ میں اس زبان کی بات کر رہا ہوں جو سرکار ﷺ کے پیکر کے اندر تھیں اور جو گل قدس کے پتوں سے جس کے موتی جھڑتے تھے جب اس عشق کا تصور ہوگا یہ محبت کا تصور ہوگا تو پھر ذہن اس بات پر خود مجبور ہو جائے گا کہ اس مقدس زبان سے جو لفظ نکلا ہے اس کو تو اپنی پوری زندگی کے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سیرت طیبہ کے حقیقی پہلوں کو اجاگر کرنے اور سیرت کے مقدس اسباق پڑھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆